ہماری ویب ڈیجیٹل بک

ابو ہنزلہ ارشد مدنی

ABU HANZALAH M ARSHAD MADANI

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

HAMARI WEB .com

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Abu Hanzalah M Arshad Madani"
at Hamariweb.com

اللہ تعالیٰ غیب کا علم جسے چاہے عطا کر سکتا ہے

سوال:

ا۔ ہمارا اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے لیکن بعض قرآنی آیات اور احادیث سے اسکی نفی ہوتی ہے مثلاً

سورۃ نحل آیت ۶۵ ترجمہ :- آپ فرمادیں کہ آسمان و زمین میں جتنے لوگ ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

سورۃ لقمان آیت ۳۴ ترجمہ :- بلا شبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی مینہ برساتا ہے وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا یاد رکھو اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے۔

سورۃ احقاف آیت ۵ ترجمہ :- آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لئے بھی بھلائی برائی کا اختیار نہیں مگر جو کچھ خدا کو منظور ہو اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا اور مجھ تک برائی نہ پہنچتی میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

سورۃ انعام آیت ۵۹ ترجمہ :- اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ زمین، خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی

پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی بھی دانہ ایسا نہیں جو روشن کتاب میں نہ ہو۔

! اسی طرح احادیث میں ہے

ا۔ ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہؐ میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہماری بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے فرمایا یہ چھوڑ جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ۔

(بخاری، مشکوۃ باب اعلان نکاح)

۲۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جس نے تمہیں خبر دی کہ محمدؐ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جنکی اللہ پاک نے اس آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری، مشکوۃ باب رویۃ اللہ)

سوال نمبر ۲۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ ہادی برحق بن کر آئے اور ہدایت لیکر آئے مگر ان آیات کا شان نزول اور مطلب کیا ہے۔

سورۃ قصص آیت ۵۶:- اے نبیؐ آپ جس کو ہدایت پر لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے البتہ ہاں اللہ پاک جسکو چاہتا ہے ہدایت والا بنا دیتا ہے اور وہ ہدایت

والوں کو خوب جانتا ہے۔
اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ہدایت کے مالک نبی کریمؐ نہیں ہیں۔
سوال نمبر ۳۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ اپنے امتی کی پکار ہر جگہ سے سنتے ہیں اور امداد فرماتے ہیں تو پھر ان آیات واحادیث کی کیا تفسیر ہے۔
سورۃ نحل آیت نمبر ۲۱ ترجمہ: جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتے ہیں وہ تو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود ہی پیدا کئے ہوئے ہیں وہ تو بے جان لاشیں ہیں اُنہیں یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اُٹھائے جائینگے۔
سورہ کہف آیت ۱۰۲ ترجمہ:- کیا ان کافروں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اولیاء وکارساز بنالیں دیکھو ہم نے کافروں کیلئے بطور مہمانی کے جہنم تیار کر رکھی ہے۔
ان آیات سے بھی بظاہر ثابت ہوتا ہے رسول اللہؐ کو کوئی اختیار نہیں نہ وہ سنتے ہیں امت کی پکار اور نہ کسی قسم کی امداد پر قدرت رکھتے ہیں
:جواب شافع

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولاؐ کو علم غیب سے نوازا اور ماکان و مایکون کا بتدریج علم عطا فرمایا۔ اس عقیدہ پر قرآن و حدیث کی کثیر نصوص موجود ہیں ۔ اور یہی عقیدہ صحابہ کرام سے لیکر آج تک مسلمانوں کا رہا ہے اس عقیدہ پر دلائل میں سے بعض یہ ہیں۔

آیت نمبر ۱: '' عٰلم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول (سورہ جن (آیت ۲۷، ۶ ب ۲

ترجمہ :- غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ (رسولوں کے (ترجمہ کنزالایمان

آیت نمبر ۲: وماکان لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء [سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹] '' اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگوں تمہیں غیب کا (علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے ''۔ (ترجمہ کنزالایمان

آیت نمبر ۳: وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما [سورۃ نساء آیت ۱۱۳] '' اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے''۔ (ترجمہ کنزالایمان)

آیت نمبر۴: وما ھو علی الغیب بضنین [سورۃ تکویر آیت ۲۴] '' اور یہ نبی غیب (بتانے میں بخیل نہیں '' ۔(ترجمہ کنزالایمان

آیت نمبر۵: ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک [سورہ یوسف آیت ۱۰۲] '' یہ کچھ (غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں ''۔ (ترجمہ کنزالایمان

: احادیثِ مبارکہ

حدیث نمبر۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرمایا ایک مرتبہ نبی کریمؐ ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپؐ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتی کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہوگئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جھنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یادر رکھا اس نے یادر کھا جو بھول گیا سو بھول گیا (بخاری (جلد ا صفحہ ۴۵۳

حدیث نمبر۲۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی

جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔
(مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۹۰)

حدیث نمبر ۳: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے نماز کسوف ادا فرمائی فراغت کے بعد اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا '' ما من شیئ کنت لم اره الا و قد رایته، فی مقامی هذا حتی الجنته والنار '' یعنی ہر وہ شے جسکو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اسے میں نے اس مقام پر دیکھ لیا حتی کہ جنت و دوزخ کو بھی دیکھ لیا (بخاری جلد (اول صفحہ ۱۴۴

حدیث نمبر ۴: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی کریمؐ نے نماز کسوف ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام شتے عرض کی رائیناک تناولت شیاً فی مقامک ثم راینا ک تکعکعت فقال انی رایت الجنته وتناولت عنقوداً ولو اصبته، لاکلتم منه مابقیت الدنیا واریت النار فلم ار منظرا کالیوم قط افظع ورایت اکثر اهلها النساء یعنی ہم نے آپکو کسی چیز کے پکڑنے کا ارادہ کرتے دیکھا پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹ گئے (یہ سن کر) نبی کریمؐ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور انگور کا خوشہ اٹھانے کا ارادہ فرمایا اور اگر میں اسے اٹھالیتا تو جب تک دنیا قائم رہتی تم اسے

کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی پس میں نے اس سے زیادہ ہولناک منظر آج تک نہ دیکھا تھا اور میں نے دیکھا کہ اسمیں اکثر عورتیں ہیں '' (بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۴)

حدیث نمبر۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے مر النبیؐ بقبرین یعذبان فقال انھما لیعذبان یعنی نبی کریمؐ دو قبروں کے قریب سے گذرے۔ جنہیں عذاب ہو رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے اور انکو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جارہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو بہر حال ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا

(بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۲)

حدیث نمبر۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ نبی کریمؐ احد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپؐ کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان ث بھی تھے تو پہاڑ لرزنے لگا آپؐ نے فرمایا اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق و شھیدان یعنی اے احد (ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری جلد اول صفحہ ۵۱۹

حدیث نمبر۷: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ کی بعض ازواج مطہرات نے عرض کی کہ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپؐ سے ملے گا (یعنی موت کے بعد) نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جسکا ہاتھ سب سے لمبا ہو تو انہوں نے ایک زکل (لکڑی کو) لیا اور اسکے ساتھ اپنے ہاتھوں کی پیائش کی تو حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا تو بعد میں ہمیں پتا چلا کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ کرنا ہے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے ملنے والی تھیں (اور انہیں صدقہ کرنے سے بڑی محبت تھی (بخاری جلد اول صفحہ ۱۹۱

حدیث نمبر۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے اسی مرض میں بلایا جس میں آپؐ کا وصال مبارک ہوا آپؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں آپؐ نے پھر بلایا پھر سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں میں نے ان سے سرگوشی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی کریمؐ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کا اس مرض میں وصال ہوجائیگا میں یہ سنکر روپڑی پھر آپؐ نے مجھے خبر دی کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپؐ کے پیچھے (آؤں گی پس میں ہنس پڑی (بخاری جلد اول صفحہ ۵۳۲

حدیث نمبر۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے ایک سوال کیا میں نے عرض کی اے میرے رب مجھے معلوم نہیں فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت برد ھا بین ثدی فعلمت مابین المشرق والمغرب یعنی اللہ عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے کاندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں نے اسکی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق ومغرب کے درمیان ہے (ترمذی جز ۲ صفحہ ۱۵۶)

ان آیات واحادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ غیب جانتے ہیں نیز آپؐ نے ابتدائے آفرینش سے لیکر دخول جنت و نار تک صحابہ کرام کو خبریں بھی دیں۔ بعداز وصال کی آپؐ نے خبریں دیں کون کب مرے گا؟ کل کیا ہوگا مشرق و مغرب کا علم آپؐ کو عطا کیا گیا۔ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے کیسے کہا جاسکتا ہے کہ نبی کریمؐ کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔ جب علم غیب کی نفی کرنے والی اور اثبات کرنے والی دونوں قسم کی آیات موجود ہیں تو دونوں کا علیحدہ علیحدہ محمل بیان کیا جائے تاکہ دونوں قسم کی آیتوں پر ایمان لایا جائے۔ یہ نہیں کہ نفی کی آیتیں تو مان لی جائیں اور اثبات کی آیتوں کا انکار کردیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔ اسی وجہ سے علمائے کرام اور ائمہ دین نے دونوں آیتوں کے جداجدا محمل بیان فرمائے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن آیتوں میں علم غیب کا اِثبات ہے وہاں مراد ہے اللہ کی عطا سے غیب جاننا اور جہاں علم غیب کی نفی ہے وہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جانتا۔ جیسے قرآن مجید میں ایسی بہت سی صفات ہیں کہ جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے اور بندوں پر بھی مثلاً فرمایا

مثال ۱: واللہ غفور رحیم '' اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے '' واللہ رؤوف بالعباد اور اللہ بندوں پر بڑھ مہربان ہے '' اور نبی کریمؐ کے لئے فرمایا بالمومنین رؤوف '' رحیم '' مومنوں پر مہربان رحم والے ''۔

مثال ۲: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : انہ ھو السمیع البصیر '' بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے '' اور عام انسانوں کے بارے میں فرمایا فجعلناہ سمیعا بصیرا (سورۃ الدھر آیت '' ۲) '' پس ہم نے انسان کو سننے والا بنایا

مثال نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ یتوفی الانفس '' اللہ جانوں کو فوت کرتا ہے '' اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم '' اے محبوب تم فرمادو تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ''ہے۔

ان آیات میں واضح طور پر مخلوق کے لئے وہی صفات بتائی گئی ہیں جو خالق کے لئے بتائی گئیں لیکن خالق و مخلوق کے لئے ایک صفت ماننا کفر و شرک ہر گز نہیں جبکہ درمیان میں مختلف قسم کے فرق ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ رووف رحیم اور سمیع و بصیر ہے ذاتی طور پر اور مخلوق کے لئے یہ صفت ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے ۔ اللہ تعالیٰ فوت کرتا ہے ذاتی طور پر اور عزرائیل علیہ السلام فوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے ۔ یونہی اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے ذاتی طور پر اور نبی کریمؐ غیب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ۔ جب دوسرے اوصاف میں یہ فرق درست ہے اور علم غیب میں آ کر یہ فرق کیونکر غلط ہو جاتا ہے اور جہاں تک آیات میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں یا اسی کے پاس چیزوں کا علم ہے تو اسکا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دیتا بھی نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے انہ ھو السمیع البصیر (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱) بیشک اللہ تعالیٰ ہی سنتا دیکھتا ہے '' تو کیا اسکا یہ مطلب ہے ساری دنیا اندھوں بہروں سے بھری پڑی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سننے دیکھنے کی طاقت کسی کو نہیں دی ؟ ہر گز نہیں بلکہ مراد یہی ہے کہ ذاتی طور پر سنتا اور دیکھتا اللہ ہی ہے باقی سب کی اسکی عطا سے سنتے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان العزۃ للہ جمیعا '' سب عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے '' کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ باقی سب ذلیل اور کمینے ہیں ؟ ہر گز

نہیں بلکہ ذاتی طور پر عزت والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسکی عطا سے انبیاء و اولیاء اور مومنین عزت والے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ عندہ حسن الثواب '' اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ثواب '' کیا اسکا یہ مطلب لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ثواب دیتا بھی نہیں ؟ ہر گز نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاموں پر ثواب عطا فرماتا ہے اسی طرح علم غیب اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو علم غیب دیتا بھی نہیں بلکہ دیتا ہے جیسا کہ مذکورۃ الصدر آیات و احادیث سے ثابت ہے۔

علم غیب کی نفی میں پیش کی جانے والی حدیثوں میں پہلی حدیث کا جواب یہ ہے کہ بچیوں نے مطلقاً علم غیب کی نسبت سرکارؐ کی طرف کی تھی تو سرکارؐ نے ان کے ذہنوں کا خیال فرماتے ہوئے منع کر دیا کہ ذاتی عطائی کا فرق اس عمر میں عموماً معلوم نہیں ہوتا یا دُف بجا کر گانے کی صورت میں اپنا ذکر ناپسند کیا بصورت دیگر علمِ غیب کی نسبت سرکارؐ کی طرف کرنا اگر غلط تھا تو سرکارؐ نے صرف روکنے پر کیوں اکتفا فرمایا بلکہ وضاحت و صراحت سے فرما دیتے کہ میں غیب نہیں جانتا لہٰذا یہ اشعار لکھنے والے صحابہ توبہ کریں لیکن ایسا ہر گز نہ ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کی خبر پر پریشان ہونا اور پھر اس خبر کا

جھوٹا ہونا بیان نہ کرنا بہت سی حکمتوں کی وجہ سے تھا۔ پریشان ہونا فطری امر ہے اگر کسی آدمی پر چوری کی تہمت لگادی جائے اور وہ خبر لوگوں میں مشہور ہوجائے تو یقینی قطعی طور پر اپنے چور نہ ہونے کو جانتے ہوئے بھی وہ آدمی پریشان ہوجائیگا اسی طرح حضرت عائشہ رضی للہ عنہا کی خبر لوگوں میں مشہور ہوگئی اسی وجہ سے آپؑ قطعی یقینی طورپر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براء ت کو جانتے ہوئے بھی پریشان ہوگئے اور نہ بتانا بھی پر از حکمت ہے اور لا علمی کی دلیل ہر گز نہیں مثلاً سرکارؐ خود بتادیتے تو حدیث ہوتی لیکن انتظار فرمانے پر قرآن کی آیات اتریں نیز نہ بتانے کی صورت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی نیز نہ بتانے سے قذف کے احکام نازل ہوئے نیز نہ بتانے سے بہت سے منافقین کا نفاق کھل گیا نیز بتانے کی صورت میں ممکن تھا کہ کوئی مسلمان سن کر انکار کردیتا اور یہ بہت سخت بات ہے للذا اس سے بچانے کے لئے خود اظہار نہ فرمایا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا اس قسم کی بہت سی حکمتیں ہیں عقلمند اور صحیح القعیدہ مسلمان تو حکمتیں تلاش کرے گا جبکہ بد عقیدہ کو سوائے خامیوں کے اور کچھ نہ ملے گا۔

سورۃ النحل کی آیت اولیاء وانبیاء علیہم السلام کیلئے نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ آیت ان بتوں کے حق میں نازل ہوئی جن کی کفار پوجا کیا کرتے تھے اور اِس

بات پر دین اسلام کے مفسرین کا اتفاق ہے جیسا کہ تفسیر خازن جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۷۰ پر ہے ، والذین تدعون من دون اللہ یعنی الاصنام التی تدعونھا الھۃً من دون اللہ ترجمہ :- وہ لوگ جن کو پکارتے ہو سوائے اللہ یعنی بتوں کو جن کو تم معبود پکارتے ہو اللہ کے سوائے۔

اس طرح تفسیر معالم التنزیل جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۷۰ پر ہی ہے ، (والذین تدعون من دون اللہ) یعنی الاصنام (لایخلقون شیأا و ھم یخلقون اموات) ای الاصنام (غیر احیاء ومایشعرون) یعنی الاصنام (ایان) متی (یبعثون) والقرآن یدل ان الاصنام تبعث و تجعل فیھا الحیوۃترجمہ : وہ لوگ جو پکارتے ہیں سوائے اللہ کے یعنی بتوں کو نہیں پیدا کر سکتے وہ کچھ حالانکہ وہ خود گھڑے ہوئے مردہ ہیں ۔ یعنی بت زندہ نہیں اور نہیں سمجھے وہ یعنی بت کب اٹھائے جائینگے وہ اور قرآن دلالت کرتا ہے کہ بت اٹھائے جائیں گے اور انکو زندگی دی جائے گی۔

اور تفسیر ابن جریر جلد نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۵۹ پر ہے : قال حدثنا سعید بن قتادہ قولہ اموات غیر احیاء و مایشعرون ایان یبعثون و ھی ھذا الاوثان التی تعبد من دون اللہ اموات لاارواح فیھاترجمہ : حضرت سعید بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کا فرمان اموات غیر احیاو مایشعرون ایان یبعثون کا مطلب کیاہےاور '' اموات '' یہی بت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی

جاتی ہے وہ مردہ ہیں ان میں روح نہیں۔
تمام مدارس میں داخلِ نصاب تفسیر جلالین کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر بھی یہی تحریر ہے
والذین یدعون) یعبدون (من دون اللہ) وھو الاصنام (لایخلقون شیأاوھم)
یخلقون) یصورن من الحجارۃ و غیرھا (ومایشعرون) ای الاصنام وہ لوگ جو عبادت
کرتے ہیں بتوں کی وہ پیدا نہیں کر سکتے کچھ حالانکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں پتھروں وغیرہ
پر تصویر بنائے گئے ہیں اور بت نہیں سمجھتے۔
ان باطل فرقوں کے پیدا ہونے سے پہلے کسی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ ان آیات سے مراد
انبیاء و اولیاء ہیں جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا۔
سورۃ القصص کی آیت نمبر ۵۶ کا شانِ نزول یہ ہے جو '' مسلم شریف '' میں مذکور ہے
کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں
نازل ہوئی نبی اکرمؐ نے ان سے ان کی موت کے وقت ارشاد فرمایا اے چچا کہو لا الہ الا
اللہ میں تمہارے لئے بروزِ قیامت شاہد ہوں گا انہوں نے کہا اگر مجھے قریش کے عار
دینے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لے آتا اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا اس کے
بعد انہوں نے یہ شعر پڑھے
ولقد علمت بان دین محمد من خیر الادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او جذار مسبۃ لوجدتنی سمعاً بذاک مبیناً

ترجمہ : یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمدؐ کا دین تمام دینوں سے بہتر ہے اگر ملامت اور بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ دین قبول کرتا اِس کے بعد ابو طالب کا انتقال ہوگیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے یہ مطلب ہر گز اخذ نہیں ہوتا کہ حضورؐ کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اِس میں تو اِس چیز کا بیان ہے کہ اے حبیبؐ آپؐ ہر کسی کو جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ حضورؐ تو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں ان کی چاہت ہی یہی ہے کہ ہر کوئی ہدایت پاجائے اگر حضورؐ ہدایت نہیں دے سکتے تو ان کا دنیا میں آنا کیا معنی رکھتا ہے لوگوں کی گالیاں سننا طائف کی گلیوں میں پتھر کھاکر کفار کی طرح طرح کی تکالیف کو برداشت کرنا کس لیے تھا کیا کوئی زمین و جائیداد کا جھگڑا نہیں بلکہ ہدایت دینی تھی اس لئے اس راہ میں تمام تکالیف برداشت کیں۔

حضورؐ کی ذات گرامی تو ایک طرف حضورؐ نے ارشاد فرمایا ترجمہ: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جسکی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے جس کے صحبت یافتہ اصحاب ہدایت کے سرچشمے ہیں اُن کا اپنا کیا عالم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق مگر کب تک؟

بقلم: ڈاکٹر ظہوار حمد دانش

اللہ عزوجل نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اسے دیگر اپنی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔چرند پرند حیوانات ،نباتات ،جمادات ہر ایک پر انسان کی گرفت بڑی مضبو ط اور اس پر غالب دکھائی دیتا ہے۔دراصل یہ ربّ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔اسے عقل و دانش کا تحفہ عطا فرمایا اور اپنی معرفت اور اپنی بنائی ہوئی دنیا کے مخفی پہلوں پر اسے سوچ و فکر دی۔انسان کی ہر تحقیق سے ربّ تعالیٰ کی کاریگری ٹپکتی ہے کہ مخلوق کا یہ عالم وہ خالق کیسا ہے سبحان اللہ۔دل کی کھڑکیوں پر سے غفلت کے پردے ہٹا کر رشد و ہدایت کرنوں کو داخل ہونے کے لیے کشادگی دیجیے۔

ربّ کا چیلنج ہے رہتی دنیا تک کے لیے۔سنو !

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ( )

ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو

تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

تفسیر: یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے کلمات لکھے جائیں اور ان کے لئے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جائے اور تمام خَلق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور یہ تمام پانی ختم ہو جائے اور اتنا ہی اور بھی ختم ہو جائے۔ مدعا یہ ہے کہ اس کے علم و حکمت کی نہایت نہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔یہود نے کہا کہ ہمیں توریت کا علم دیا گیا اور اس میں ہر شے کا علم ہے۔اس پر یہ آیتِ کریمہ نازِل ہوئی، مدعا یہ ہے کہ کل شے کا علم بھی علمِ الٰہی کے حضور قلیل ہے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہو۔

اے بندگان خدا ذرا تصور کرو کہ تمام دنیا کے درختوں کے قلموں کی تعداد کس قدر ہو گی اور یہ سمندر جنکی وسعتوں پر عقل انسانی حیران و خیرہ ہے جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کی ضروریات کو کفایت کرتے رہیں گے۔اس مؤقف کو ہم امثلہ سے سمجھتے ہیں۔ایک تحریر و تصنیف کا ادارہ ایک پرنٹر سے پرنٹ کی کمانڈ دیتا ہے تو میں چونکہ خود بھی ایک تحریر و تصنیف کے شعبہ سے وابسطہ ہوں

عموماً زیادہ سے زیادہ 300 پرنٹ کے بعد پرنٹر عاجز آ جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کی معلومات کو جب ترتیب دیا جانے لگا تو اس کے لیے اتنے صفحات ،اندراج ،ان صفحات کو رکھنے کے لیے کہیں یہ زمین تنگ نہ پڑ جائے ،یہ اک معمہ سا لگتا ہے کہ انسان جمیع علم کو اپنی دسترس میں لے آئے بلکہ یہ تابع ہے ربّ تعالیٰ کی مشئیت کے ۔ جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں ۔منٹوں اور سیکنڈوں کے حساب سے تحقیق کے دروازے کھلتے چلے جارہے ہیں۔ گویا علمی و فکری سیلاب امڈ آیا ہے ۔کمپیوٹر جیسی جدید تخلیق نے تو عقل و دانش کے بند دریچے کھول دیے۔ میرے ایک دوست بتارہے تھے کہ غالباً گزشتہ سال یا Information '' پھر اس سے پچھلے سال ایک سیمینار ہوا جس کا عنوان تھا

overload

انفارمیشن آن اور لوڈ''اس سیمنار میں مختلف علمی شعبوں کے ماہرین نے مقالے'' پڑھے۔ اس سیمینار میں یوں تو تمام ہی پہلو علمی و فکری تھے لیکن ایک معلومات نے تو انگشت بدنداں کردیا وہ یہ کہ دنیا میں اب تک جتنے سائنسدان کسی بھی زمانے میں پیدا ہوئے ان کی مجموعی تعداد سے زیادہ سائنسدان آج زندہ ہیں اور وہ سائنس کی معلومات میں دو ہزار صفحات فی منٹ کے حساب سے اضافہ کر رہے۔ آج قریباً تیس کروڑ صفحات کے برابر تحریری مواد ہر روز انٹرنیٹ پر جاری ہو رہا ہے۔ آج قریباً تیس کروڑ صفحات کے برابر تحریری مواد ہر روز انٹرنیٹ پر جاری ہو رہا ہے۔ جس سے دنیا ئے ابلاغ سے استفادہ کرنے والے

مستفید ہو رہے ہیں۔

ان تحقیقات کے نتیجے میں انسان کی معلومات کے ذخیرے میں بے پنا اضافہ ہوا ہے۔ تاریخ کے قدیم جھروکوں سے نا جانے وہ وہ نوادرات انسان نے تلاش کر لیے کہ بندے کی سوچ کی دنگ رہ جاتی ہے۔ موجود ہزار ہا قسم کے درخت، جڑی بوٹیاں، زمینی و سمندری نباتات کو نا صرف تلاش کیا جا رہا ہے بلکہ ان سے فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں ہومیو پیتھک علاج میں اس ضمن میں نت نئی تحقیق سامنے آ رہی ہے۔ علم الابدان، طب) روز افزوں جدید سے جدید طریقۂ علاج وضع کرتی چلی جا رہی ہے۔ جیسے ڈی) این اے میں انسانی جسم کا مکمل بلیو پرنٹ ملتا ہے۔ جس میں لکھے گئے مخصوص کوڈ کو کامل طور پر پڑھنے اور اس سے بصارت حاصل کرنے کے لیے ابھی مزید تحقیق کی حاجت باقی ہے۔ پھر جا کر کہیں ٹھیک سے انسانی افعال کو مانیٹر کرنے کا کچھ دعوی کیا جا سکے۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ کائنات کا سب سے چھوٹا حصہ ایٹم نہیں ہے۔ بلکہ ایٹم بذات خود الیکٹران، پروٹان، نیوٹران اور اسی طرح کے سو سے زیادہ ذرات پر مشتمل ہے۔ سائنسی کھوج کا سفر ختم نہیں ہوا بلکہ سوچ و فکر، تجربات و مشاہدات کی گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ نئی تحقیق نے پرانی تھیوری کو تین طلاقیں دیں اور نیا پیغام آ گیا بھائی الیکٹران، نیوٹران اور پروٹان بھی مادے کے سب سے چھوٹے ذرات نہیں ہیں۔ ان سے چھوٹے جز بھی موجود ہیں۔ خیر ہم اس کی تفصیل میں

نہیں جاتے۔

نتیجتاً نئی تحقیق سامنے آئی جس سے یہ معلوم ہوا کہ الیکٹران، نیوٹران اور پروٹان بھی مادے کے سب سے چھوٹے ذرات نہیں ہیں۔ ان سے چھوٹے جز بھی موجود ہیں۔ نئی اسی موضوع پر ہونے والی ریسرچ سے اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ کوارک سے بھی اربوں گنا چھوٹا مادہ موجود ہے اور اس اسٹرنگز کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اتنی تحقیق کے باوجود آج بھی سائنس نامکمل اور سو فیصد ہدف تک پہنچنے والی دکھائی نہیں دیتی۔

آج الیکٹرانکس میں ترقی کی وجہ سے ڈیٹا کی بڑی مقدار ایک انتہائی چھوٹی جگہ میں محفوظ کی جا سکتی ہے۔ کمپیوٹر میں انفارمیشن جمع کرنے کی پیمائش روایتی طور پر کلو بائٹس لکھے گئے کوڈ کو مکمل طور پر پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ابھی بڑی محنت اور لمبی تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد شاید انسانی جسم اور اس کے افعال کو مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ کیا جا سکے۔

پھر میگا بائٹس اور اب عموماً گیگا بائٹس میں کی جاتی رہی ہے۔ اس کے بعد ٹیرا بائٹس، پیٹا بائٹس اور اب ایکسا بائٹس آ گیا ہے۔اور ایک ایکسا بائٹ ایک بلین گیگا بائٹس کے برابر ہے۔سائنس کے جریدے میں شائع ہونے والی رپورٹ

کے مطابق دوہزار سات ۲۰۰۷ء میں دنیا میں سٹور ہونے والا ڈیٹا اوسطا بارہ ملین ہارڈ ڈرائیو کے مساوی ہے۔ بعض اہل دانش نے اس پر بھی لب کشائی کی ہے کہ اگر یہی سی ڈیز یا ڈرائیو جمع کر لی جائیں تو سی ڈیز کا انبار لگ جائیگا۔ جنوبی کیلیفورنیا یونیورسٹی کے سائنسدان ڈاکٹر مارٹن ہلبرٹ نے بی بی سی کو بتایا کہ اگر ہم یہ تمام اطلاعات لے کر انہیں کتابوں میں جمع کریں تو ان کتابوں کا انبار امریکہ یا چین کے برابر کے رقبے میں پھیل جائے گا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابھی انسانی معلومات کا دائرہ صرف روئے زمین کے مظاہر تک محدود ہے۔ انسان نے بمشکل زمین سے باہر نکل کر چاند پر قدم رکھا ہے۔

یاد رہے کہ کائنات میں سوارب کہکشائیں موجود ہیں۔ ہر ایک کہکشاں میں لاکھوں سے لے کر کھربوں کی تعداد میں ستارے موجود ہو سکتے ہیں۔ایک محتاط اندازے کے مطابق کائنات میں ستارے موجود ہیں۔ کیا کل کائنات کے علم کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے زمین پہ موجود وسائل کافی ہوں گے۔۔؟؟؟

غور کیجئے کہ یہ تمام ستارے، کہکشائیں، بلیک ہولز، نیوٹرون اسٹارز اور اب تو متوازی کائناتوں کے تصورات بھی آ چکے ہیں، کس کی تخلیق ہیں۔؟ کس نے

انہیں پیدا کیا، کس نے انہیں کائنات میں ان کی جگہوں پر ٹانگا، کس نے ان کی گردش اور انکے پھیلاؤ کے اصول و ضوابط وضع فرمائے۔

سائنس کہتی ہے کہ ستاروں پر ایندھن کے جلنے میں فیوژن کا عمل ہوتا ہے۔ وہ کون ہے جس نے فیوژن کا عمل پیدا کیا۔؟ آج سائنسدان کتابوں میں لکھ رہے ہیں۔ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، آسٹرولوجی، جغرافیہ، جس علم بھی انتخاب کریں۔ اصلاً تو ہر حرف، اللہ کی تخلیقات، اس کے بنائے ہوئے قوانین سب اللہ کی باتیں ہیں۔ تنہا اس زمین میں جتنی موجودات پائی جاتی ہیں انہی کا شمار مشکل ہے کجا کہ اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات ضبط تحریر میں لائی جا سکیں۔۔اس تمام گفتگو کے بعد ذہن میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ کیا سائنس کے راستے پہ چلتے ہوئے کبھی ایسا ممکن ہوگا کہ کائنات کے تمام اسرار کو سمجھ لیا جائے۔؟ اللہ تعالیٰ کی تمام قدرتوں کو جان اور پرکھ لیا جائے۔؟ تمام سوالات کے جواب حاصل کر لیا جائے۔؟ کیا انسانی عقل کبھی ان سارے سوالوں کے جواب ڈھونڈ پائے گی؟؟؟۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتوں کا جواب ہے۔ کیونکہ ہم اللہ عزوجل کے عاجز بندے ہیں اور اس کا دعوی کے اس کے علم کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا اسے بھی تو ثابت کرنا ہے۔

نتیجہ :اس تمام تحقیق کے بعد ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل خالق

و مالک ہر جن و بشر ہے۔انسان کی تحقیق کے لیے بتدریج دروزے کھلتے چلے جارہے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ربّ تعالیٰ نے جو دعوی فرمایا ہے اسے ثابت بھی کرنا ہے کہ اے انسان ! تیرے تحقیق میری عطا کا مظہر ہے۔ہم نے تجھے فہم وفراست دی، عقل ودانش سے نوازا۔یاد رکھ ہماری مخلوق ہے۔محترم قارئین ! مان لیجیے کہ تحقیق مگر کب تک ؟

آؤ! محبوبِ خدا کے ،، اختیارات،، کی باتیں کریں

صرف منصف مزاج لوگوں کے نام (اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ) ہر شے کا حقیقی مالک و مختار صرف اللہ عزوجل ہی ہے اور اس نے اپنی خاص عطاء اور فضل و کرم سے اپنے پیارے حبیب نبی کریم رؤوف رحیمؐ کو کونین کا حاکم اور ساری خدائی کا والی اور مختار بنایا ہے اللہ تعالیٰ کی عطاء کے بغیر کوئی مخلوق کسی بھی ذرہ کی مالک و مختار نہیں ۔

سرکار دوعالمؐ کے اختیارات کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

آیت نمبر 1: ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم (الاحزاب 36)

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو (یہ حق) پہنچتا ہے کہ جب اللہ عزوجل اور اس کا رسول (ؐ) (کسی معاملہ میں) کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے

آیت نمبر 2: ویحل لھم الطیبت ویحرم علیہم الخبائث (اعراف 157)

ترجمہ: اور وہ (نبی کریمؐ) ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور

گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

آیت نمبر 3: قاتلوا الذین لا یومنون باللہ و بالیوم الآخر و لا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ (التوبہ 29)

ترجمہ: لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ پر قیامت پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے

(آیت نمبر 4: وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا (الحشر 7

ترجمہ: اور (جو) کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو

(آیت نمبر 5: اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ (التوبہ پارہ 10

ترجمہ: انہیں دولت مند کر دیا اللہ عزوجل اور اس کے رسول ؐ) نے اپنے فضل سے

(آیت نمبر 6: وانعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (پارہ 22 ربع اول

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اسے نعمت بخشی اور (اے نبیؐ) تو نے اسے نعمت بخشی

آیت نمبر 7 : ولو انھم رضوا ما اٰتاھم اللہ و رسولہ و قالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ (سورۃ التوبہ پارہ 10) ترجمہ: اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا عزوجل) اور اس کے رسول کے دیئے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ) تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے

ان آیات سے روزِ روشن کیطرح یہ بات واضح ہورہی ہے کہ رسول اللہؐ کے لیے '' حرام قرار دینے '' کے اختیار کو نہ ماننا کفار (دشمن) کی صفت ہے مسلمان کی نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار دوجہاںؐ کے لیے '' جو کچھ چاہیں عطافرمانے '' اور '' جس - بات سے چاہیں منع فرمانے '' کا اختیار ثابت ہے

اسی طرح احادیث مبارکہ سے ہمیں سرکار مدینہ راحت قلب و سینہ باعث نزول سکینہؐ کے عظیم الشان اختیارات کے بارے میں واضح پتہ چلتا ہے جیسا کہ

حدیث نمبر 1 : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ہمارے پیارے آقا مدینے کے تاجدارؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کو لے لے یا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (یہ سن کر) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے تو ہم کو ان کے

رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ جناب رسول کریم رؤوف رحیمؐ تو کسی عبد کی خبر دے رہے ہیں جسے اختیار دیا گیا ہے (بعد میں معلوم ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو آپؐ ہی تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سے سب سے زیادہ علم والے تھے

(بخاری شریف کتاب المناقب جلد ا ص ۵۱۶)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر سمجھ آ رہی ہے کہ رسول اللہؐ کا وصال اختیاری تھا نہ کہ اضطراری :

حدیث نمبر2 : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم نبیوں کے سردار کونین کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجل وؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ہلاک ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا عرض کی میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے رسول اکرم نور مجسم شاہ بنی آدمؐ نے فرمایا کہ تو غلام رکھتا ہے جس کو آزاد کر سکے اس نے عرض کیا '' نہیں '' آپؐ نے فرمایا کیا تو متواتر دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے اس نے کہا '' نہیں '' آپؐ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے عرض کیا '' نہیں '' راوی کہتے ہیں کہ حضور پر نور شافع یوم النشورؐ تھوڑی دیر ٹھہرے

رہے ہم وہیں پر تھے ایک کھجوروں کا ٹوکرہ پیش کیا گیا آپؐ نے ارشاد فرمایا سائل کہاں ہے اس نے جواب دیا یارسول اللہؐ میں حاضر ہوں آپؐ نے فرمایا یہ ٹوکرہ پکڑو اور اسے صدقہ کرو اس نے عرض کی یارسول اللہؐ کیا جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو (اس پر صدقہ کروں) اللہ عزوجل کی قسم ! مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی شخص ایسا نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج ہو سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ فیض گنجینہؐ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے تو پھر آپؐ نے اس سے فرمایا جا یہ کھجوریں اپنے اہل و عیال کو کھلا (بخاری شریف کتاب الصوم جلد ا (ص 259

اس حدیث پاک سے واضح معلوم ہورہا ہے کہ کسی سے کفارہ ساقط کردینا یہ صرف آپؐ ہی کا اختیار ہے نہ پہلے کسی کو تھا نہ بعد میں یہ اختیار کسی قاضی و مفتی کو ہوگا

حدیث نمبر3 : حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ مدینے کے تاجدار دوجہاں کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجل وؐ نے ان کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا ہے

(بخاری شریف کتاب الجہاد جلد اول ص 394)

یہ اختیار مصطفیٰ ہی تو ہے حالانکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ گواہی کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتان

(البقرہ 282آیت)

حدیث نمبر4 : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم رؤف رحیمؐ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ (مسواک کا حکم دیتا (بخاری شریف جلد ا ص 122

حدیث نمبر5 : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے پس حج کرو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا ہر سال حج فرض ہے ؟آپ (ؐ) خاموش رہے یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ عرض کیا چند لمحات کے بعد سرکار دوجہاں مالکِ کون و مکانؐ نے ارشاد فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے

(مسلم شریف جلد ا ص 432کتاب الحج)

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ہمارے پیارے نبی کریمؐ بے اختیار نہیں بلکہ بااختیار بن کر تشریف لائے ہیں

حدیث نمبر6: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ نبیوں کے سردار دو جہاں کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجلؐ نے ارشاد فرمایا اگر ہم چاہیں تو ہمارے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں (مشکوٰۃ شریف جلد 2 ص 521)

حدیث نمبر7 : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے تھوڑے سے کھانے کو لعاب مبارک سے کثیر بنادیا

حدیث نمبر8 : پیالہ میں ہاتھ مبارک رکھ کر پیالہ میں پانچ دریا بہادیئے

جیسا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجآب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حدیث نمبر9 : کنویں میں تیر ڈال کر اس کا پانی بڑھا دیا

حدیث نمبر10: ایک بڑھیا کے مشکیزہ سے سب کو سیراب کیا لیکن مشکیزہ ویسے کا ویسا بھرا رہا

حدیث نمبر11: استنجاء کرنے کے لیے دو درختوں کو پکڑ کر پردہ بنادیا

حدیث نمبر12: درخت نے جھک کر آپ (ؐ) پر سایہ کیا

حدیث نمبر13: سوکھی بکری کے تھنوں سے دودھ کے برتن بھر لیے (حدیث نمبر 7تا 13 از مشکوۃ باب المعجزات)

حدیث نمبر14: حضرت انس رضی اللہ عنہ کے باغ میں قدم مبارک رکھا وہ سال میں دو دفعہ پھلنے لگا (مشکوۃ باب الکرامات)

حدیث نمبر15: چاند پر مدینے کے تاجدار بے کسوں کے مددگارؐ کی حکومت کہ دو دفعہ چاند کو انگلی کے اشارے سے چیر دیا

(صحیح بخاری و صحیح مسلم شفا شریف جلد ا ص 237)

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی عزوجل و

حدیث نمبر16: حضور پر نورؐ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی چادر میں قوت حافظہ عطا فرمایا

(صحیح بخاری جلد 1 ص 22)

حدیث نمبر17: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ درست فرئی اسی طرح حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ کی آنکھ درست فرمادی

(خصائص کبریٰ جلد 1 ص 218,217)

اختیار فی التکوین میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ مدینے کے تاجدار دو عالم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وؐ کی زبان کن کی کنجی ہے اس سے بڑھ کر امور تکوینیہ میں اختیار کیا ہو سکتا ہے

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے کیا خوب فرمایا

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

الحمد للہ اس موضوع پر بے شمار احادیث موجود ہیں المختصر نبی کریم رؤوف رحیمؐ کی حیثیت محض پیغام رساں کی سی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے شارع، مُحِلّ، محرم اور حاکم و مطاع بھی ہیں

عزم مصمم: جب تک دم میں دم ہے اپنی صلاحیتیں نبی کریمؐ کی مدحت و رفعت میں صرف کرونگا

مومن یا مشرک؟قسط 1

دو اہم نزاعی عقائد استمداد باللہ اور اللہ تعالیٰ غیب کا علم جسے چاہے عطا کر سکتا ہے۔ان دو اہم وعنوانات پر منکرین نے اپنے زعم فاسد میں کچھ اعتراضات وارد کئے آیئے حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں!!!!

سب سے پہلے دو باتوں کو سمجھ لیجئے ، توحید اور شرک عربی کا مشہور مقولہ ہے '' الاشیاء تعرف باضدادھا ''ہر چیز اپنی ضد کی وجہ سے پہچانی جاتی ہے مثلاً راحت کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو کبھی پریشان ہوا ہو۔ جس نے کبھی رنج و غم ہی نہ پایا ہو وہ راحت کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا دن کا اندازہ رات کے بغیر نہیں لگایا جا سکتا اسی طرح ظلمت کے بغیر نور کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ باطل کا تصور اگر کسی کے سامنے نہ ہو تو وہ حق کی لذتوں سے آشنا نہیں ہو سکتا اسی طرح جو یہ نہ سمجھے کہ شرک کسے کہتے ہیں وہ توحید کو نہیں جان سکتا جسطرح حق کی پہچان باطل کے تصور سے ہوتی ہے اسی طرح یقیناً توحید کا صحیح ادراک بھی تب ہوگا جب ہم سمجھیں کہ شرک کسے کہتے ہیں۔

توحید کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اس کی ذات اور صفات میں شریک سے

پاک ماننا یعنی جیسا اللہ تعالیٰ ہے ویسا ہم کسی کو نہ مانیں اگر کوئی اللہ عزجل کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو '' اللہ '' تصور کرتا ہے تو وہ ذات میں شرک کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ جیسی صفات کسی اور کے لئے ماننا یہ صفات میں شرک ہے۔

ہمیں توحید کا معنی معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر ہم کسی دوسرے کے لئے علم ثابت کریں تو کیا یہ شرک ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سنتا ہے دیکھتا ہے، اگر ہم کسی دوسرے کے لئے سننے اور دیکھنے کی صفات ثابت کریں تو کیا یہ بھی شرک ہوگا؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے اگر ہم کسی دوسرے کو زندہ کہیں تو کیا یہ شرک ہوگا جوابات سننے سے پہلے درج ذیل قرآنی آیات کو بغور ملاحظہ کیجئے:

۱۔ (سورۃ المجادلۃ اٰیۃ نمبر ۱) ان اللہ سمیع بصیر: بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (کنز الایمان)

۲۔ (سورۃ الاحزاب اٰیۃ نمبر ۱) ان للہ کان علیما حکیما: بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

۳۔ (سورۃ البقرۃ اٰیۃ ۲۵۵) اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم: اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا۔ (کنز

(الایمان

مذکورہ آیات سے اللہ عزوجل کے لئے سمیع، بصیر، علیم، حکیم، حی، اور قیوم ہونا ثابت ہوا۔

اب درج ذیل آیات پر غور فرمایئے:

۱(سورۃ الدھر اٰیۃ نمبر ۲) انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنہ سمیعا بصیرا: بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا (دیکھتا کردیا۔ (کنز الایمان

۲ (سورۃ النساء اٰیۃ نمبر ۵۷) والذین اٰمنوا وعملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا:

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ہم انھیں باغوں میں لے جائیں گے (جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنز الایمان

۳۔ (سورۃ یوسف اٰیۃ نمبر ۵۵) قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیھم: یوسف علیہ الصلوۃ والسلام) نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کردے بے شک میں حفاظت) (والا علم والا ہوں۔ (کنز الایمان

مذکورہ آیات کی روشنی میں انسان کے لئے سمیع، بصیر، علیم وغیرھا ہونا

ثابت ہوا اب اگر کوئی یہ کہے کہ '' اللہ کے علاوہ کوئی انسان سمیع نہیں، بصیر نہیں، علیم نہیں جو کوئی اللہ کے علاوہ کسی اور کو سمیع بصیر علیم مانے مشرک ہے۔'' کیا یہ کہنا درست ہوگا؟ یقیناً مذکورہ آیات پر ایمان رکھنے والا ہرگز ایسا نہیں کہے گا ورنہ کتنی ہی آیات کا انکار ہو جائیگا البتہ ایک سوال ذہن میں آتا ہے جب خالق اور مخلوق دونوں ہی کے لئے سمیع، بصیر، علیم ہونا ثابت ہے تو پھر معبود اور بندے میں فرق کیا ہے؟ مندرجہ ذیل گفتگو بغور ملاحظہ کیجئے فرق واضح ہو جائیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ جل مجدہ کی حیات پر تو سب کا ایمان ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صفت حیات دی ہے وہ سب اس صفت سے متصف ہیں پس ہم نے اپنے لیے بھی حیات کی صفت کو جانا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی صفت حیات کو مانا اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حیات ہم اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے یں وہ حیات نہ ہم اپنے لئے مانتے ہیں نہ کسی اور کے لئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی دینے والا ہے اللہ تعالیٰ کو کوئی حیات دینے والا نہیں ہماری حیات عارضی ہے اسکی دی ہوئی ہے، محدود اور فانی ہے اللہ تعالیٰ کی حیات عارضی نہیں عطائی نہیں اور محدود بھی نہیں پس جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حیات عارضی، عطائی اور محدود نہیں اور ہماری زندگی عطائی ہے اللہ تعالیٰ کی حیات باقی ہے اور ہماری فانی تو شرک ختم ہوگیا یہی تصورات تمام مسائل میں پیش کرتے چلے جایئے بات واضح

ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو سمیع و بصیر یعنی سننے اور دیکھنے والا بنایا تو اللہ کی یہ تمام صفات بے نیاز و غنی ہو کر ہیں اور بندوں کی یہ صفات اسکے حاجت مند اور نیاز مند ہو کر ہیں کیونکہ انہیں یہ صفات رب نے دیں اور وہ خود اور اسکی صفات رب عزوجل کے قبضہ اور قدرت میں ہیں الوہیت اور عبدیت کے درمیان یہی فرق ہے۔

اب شرک کا مطلب واضح ہوگیا کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں یعنی کسی کی عطا کردہ نہیں وہی کسی اور کے لئے ثابت کرنا شرک ہے اور ان صفات سے شرک لازم نہیں آتا جو اللہ جل مجدہ نے کسی کو بخشی ہیں اگر انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے صفات نہ بخشی ہوں تو پھر نہ کوئی سننے والا ہو نہ دیکھنے والا ہو، نہ زندہ ہو نہ کوئی علم والا ہو پس ہم یہی کہیں گے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہو سکتیں اللہ تعالیٰ کی صفات ازلی و ابدی ہیں، بندے کی عارضی ہیں اللہ تعالیٰ کے کمالات بغیر کسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور انسان کے کمالات اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے ہیں۔

: واضح رہے کہ ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے

سورۃ البقرۃ ۲۵۵) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ : وہ کون ہے جو اسکے)

(یہاں سفارش کرے بے اسکے حکم ۔ (کنز الایمان

پتہ چلا کہ بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے تو شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔

حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو ان سے فرمایا :

سورۃ اٰل عمران اٰیۃ نمبر ۴۹) وابریئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ : اور میں (شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے (حکم سے۔ (ترجمہ کنز الایمان

اب دیکھئے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حضرت سیدنا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کاموں کا دعوی فرمارہے ہیں لیکن آپ آگے فرماتے ہیں '' باذن اللہ '' یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں پس جہاں اذن الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا توحید بھی گئی یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے۔

اب اگر کوئی انبیاء و اولیاء کو باذن اللہ حاجت روا کہے، مشکل کشا کہے، دافع البلاء کہے تو شرک ختم ہوگیا یہاں مشرکین بت پرست کے معاملہ کو بھی سمجھ لیجئے مشرکین دو طرح سے گمراہی میں مبتلا ہوئے، ایک تو اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر بتوں کو حاجت روا مانا دوسرا یہ کہ اگر وہ اذن کے ساتھ حاجت روا مانتے بھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اذن دیا نہ تھا تو اسطرح بھی گمراہ ہوئے ایک تو یہ کہ وہ حاجت روائی کے اہل نہ تھے اور ان کو حاجت روا مانا دوسرا یہ کہ اذن الٰہی کا محتاج بھی نہ مانا پس وہ کفر میں بھی مبتلا ہوئے اور شرک میں بھی۔

اب آیئے مؤمنین کی طرف کہ وہ شرک سے پاک ہیں کہ ان کے پاس باذن اللہ کا ثبوت ہے اور وہ باذن اللہ حاجت روا مانتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی اللہ جل مجدہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اذن دیا ہے اس سلسلے میں درج ذیل حدیث قدسی ملاحظہ کیجئے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہؐ ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبد بشیئ احب الی مما افترضت علیہ و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا

(وان سالنی لاعطینہ ولان استعاذنی لاعیذنہ۔ (بخاری

ترجمہ : - اللہ عزوجل نے اپنے رسول اکرمؐ کی زبان اقدس پر فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں توجب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اسکے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔

واضح رہے کہ اللہ عزوجل جسم و جسمانیت سے پاک ہے، ہاتھ ، پاؤں وغیرھما بننے سے پاک ہے اب حدیث کا مطلب کیا ہے ! آیئے امام فخرالدین رازی علیہ رحمۃ الباری سے سنیئے :

وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا و '' بصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا لہ سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا لہ رای القریب والبعید اواذا صار ذلک النور یدالہ قدر علی

الصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب (تفسیر کبیر ، جلد نمبر ۷، ص ۴۳۶، مطبوعہ دارالحدیث ملتان

ترجمہ: اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرلیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کنت لہ سمعا و بصرا فرمایا جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اسکا ہاتھ ہوجائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔

حدیث قدسی کی شرح میں امام رازی علیہ رحمۃ الباری نے مقرب بندہ کی شان میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لئے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔ یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہوجائے جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا۔ یہ اسکی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ جب بندے نے اللہ عزوجل کا اتنا قرب حاصل کیا کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن گیا تو جب اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے گا۔ جب اللہ رب العزت کی قدرت کے نور کے جلوے اسکے ہاتھ پاؤں دل ودماغ میں

ظاہر ہوں گے تو یہ ہر آسان ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہوجائے گا۔
اب بتایئے کہ جب مشکل کشائی بندے کی قدرت میں ہو گئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر خوب یاد رکھئے کہ خدا کا مشکل کشائی فرمانا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل کشا ہونا عطائی کیوں کہ بندہ اگر کسی کی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی عطاء سے کرتا ہے پس واضح ہوگیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کو کاٹنے والا ہے اب بتایئے کہ عین توحید کو لوگ شرک کہتے ہیں تو اسلام پھر کیا ہوگا؟ پس یہ ادراکِ علم، سمع اور بصر جو ان مقربینِ بارگاہ الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور جن میں دلیل موجود ہے ان میں آسان سے آسان کام پر بھی اللہ کے برگزیدہ بندوں کی قدرت ثابت ہو گئی اور یہ دلیل قائم ہو گئی کہ یہ نفع پہنچانے والے ہیں اور بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کرکے رب کو راضی کرنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہیں ان میں مشکل کشائی کی قدرتیں بھی ہیں دور سے دیکھنے کی قدرتیں بھی ہیں اور بعید کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔
کفار مکہ تو خدا پر یہ بہتان باندھتے تھے کہ خدا نے ان پتھروں اور بتوں کو اختیار دے رکھا ہے اور اذن دے دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور جب ہم نے

ان انبیاء و اولیاء پر اذن کی شرط لگائی تو شرک دور ہوگیا اور جب انکے اختیار کو ثابت کردیا تو کفر بھی جاتا رہا۔ الحمدللہ عزوجل ہم باذن اللہ کا اعتقاد کرکے شرک سے پاک اور انبیاء و اولیاء کے اختیارات ثابت کرکے کفر سے بھی پاک ہیں۔ مذکور تفصیلی بحث سے امید ہے کہ آپ کے وسوسے دور ہوجائیں گے کہ اولیاء کرام سے مدد طلب کرنا توحید کے منافی نہیں جیسا کہ تفصیل سے گذرا نیز یہ حضرات قدسیہ اللہ کی عطا سے مشکل کشا ہوتے ہیں اس پر بھی گفتگو مذکور ہوچکی لہٰذا اہلسنت کا انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں لہٰذا اہلسنت انبیاء و اولیاء اللہ سے مانگ کر '' توحید '' سے ہٹے نہیں بلکہ عین توحید پر ہیں۔

جاری ہے۔۔۔۔۔

مومن یا مشرک؟قسط 2

کفار مکہ تو خدا پر یہ بہتان باندھتے تھے کہ خدا نے ان پتھروں اور بتوں کو اختیار دے رکھا ہے اور اذن دے دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور جب ہم نے ان انبیاء و اولیاء پر اذن کی شرط لگائی تو شرک دور ہوگیا اور جب انکے اختیار کو ثابت کردیا تو کفر بھی جاتا رہا۔ الحمدللہ عزوجل ہم باذن اللہ کا اعتقاد کرکے شرک سے پاک اور انبیاء و اولیاء کے اختیارات ثابت کرکے کفر سے بھی پاک ہیں۔مذکور تفصیلی بحث سے امید ہے کہ آپ کے وسوسے دور ہوجائیں گے کہ اولیاء کرام سے مدد طلب کرنا توحید کے منافی نہیں جیسا کہ تفصیل سے گذرا نیز یہ حضرات قدسیہ اللہ کی عطا سے مشکل کشا ہوتے ہیں اس پر بھی گفتگو مذکور ہوچکی لہٰذا اہلسنت کاانبیاء علیھم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا توحید کے منافی نہیں لہٰذا اہلسنت انبیاء و اولیاء اللہ سے مانگ کر '' توحید '' سے ہٹے نہیں بلکہ عین توحید پر ہیں۔

اب بات صرف یہ رہ جاتی ہے کہ جب اللہ عزجل مدد کرنے پر قادر ہے، مشکل حل کرنے پر قادر ہے تو پھر انبیاء واولیاء سے مدد کیوں طلب کی جائے '' ڈائریکٹ '' اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے یہ بات اسوقت پیدا ہوتی ہے جب '' وسیلہ

کو چھوڑ دیا جائے اور جب وسیلہ کی طرف توجہ کی جائے تو مذکورہ سوال کا جواب سمجھ '' میں آ جاتا ہے اب یہ دیکھئے کہ وسیلہ سے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے۔

سورۃ المائدۃ اٰیۃ نمبر ۳۵) یاایھاالذین امنوا اتقواللہ وابتغوا الیہ والوسیلۃ: اے ایمان)
(والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (ترجمۂ کنزالایمان

اب دیکھئے مذکورہ آیت مقدسہ میں اللہ عزوجل نے مؤمنین متقین کو اپنی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے وسیلہ کی تلاش کا حکم فرمایا۔ لہٰذا ہمارا اولیاء اللہ کی بارگاہ میں جانا ان سے مدد طلب کرنا اس آیت مقدسہ کے مطابق ہے کہ ہم اولیاء اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ سمجھتے ہیں اور ان کی برکت سے اللہ عزوجل ہماری تکالیف وغیرہ دور فرمادیتا ہے

واضح رہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر حضور سید عالمؐ تک ہر دین میں ہر امت کا یہ عقیدہ رہا اور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لیکر آج تک تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا اور ہے کہ رب کائنات تک رسائی کے لئے حضرات انبیاء و اولیاء بلکہ انکے تبرکات بھی وسیلہ ہیں یہ بھی خیال رہے ہم قدرت و قانون دونوں پر یقین رکھتے ہیں اللہ عزوجل کے قانون کو بھی مانتے ہیں اور اسکی قدرت پر بھی ہمارا ایمان اور اس نے خود اپنی قدرت کے بارے میں ارشاد فرمایا'' ان اللہ علی کل شی قدیر'' ہمارا ایمان ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں رزق دینے پر قادر ہے مگر یہ

اسکا طریقہ ہے کہ ہمیں رزق وسیلہ کے ذریعے ملتا ہے وہ اولاد دیتا ہے مگر قانون یہ ہے کہ مرد و عورت کے ملاپ کے ذریعہ اولاد دیتا ہے بیمار کو شفا اللہ دیتا ہے مگر طریقہ یہ ہے کہ اس شفایابی کا وسیلہ کسی حکیم یا ڈاکٹر وغیرہ کو بناتا ہے الحاصل یہ کہ وہ بے نیاز و غنی ہے ہم محتاج و فقیر ہیں وہ وہ ہر گز ہر گز کسی بھی معاملہ میں کسی کا بھی محتاج نہیں وہ اگر چاہے تو بغیر کسی وسیلہ کے ہماری حاجات کو پوری فرمادے لیکن اس نے اس طریقہ کو اختیار فرمایا کہ اسی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا جائے تو محتاج ہم ہیں رب نہیں اس سلسلہ میں دلائل اور رمثالیں تو بے شمار ہیں لیکن عقلمند کو سمجھنے کے لئے ایک بات ہی کافی ہے کہ تحت صرف اتنا تحریر کیا جاتا ہے کہ اگر اللہ کے برگزیدہ بندوں سے مانگنا ان کی بارگاہ میں جانا توحید کے منافی ہے تو پھر اس سے آخرت میں بھی کوئی نہیں بچے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ اب تو (دنیا میں) توحید کے راستے سے ہٹنا ہو اور آخرت میں یہی بات عین توحید ہوجائے۔ کیونکہ شرک تو ہر زمانہ میں شرک ہی رہے گا تو غور کریجئے یہ بات کہاں تک پہنچے گی کیوں کہ قیامت کی مشکلات سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی مشکل ہوگی اس وقت تمام لوگوں کی نظر کسی اللہ کے بندے کو تلاش کرنے میں ہوگی کیا مسلمان کیا کافر ہر ایک کی فکر یہ ہوگی کہ اس مشکل وقت میں کسی ایسی ذات کو تلاش کیا جائے جو مشکل کشائی کرے چنانچہ '' ڈائریکٹ '' اللہ سے دعا کرنے کی بجائے سب لوگ کسی ایسے کامل بندے کو ڈھونڈیں گے جو ان کے لئے اللہ کی بارگاہ میں

سفارش کرے اسطرح ان کی مشکل کشائی ہو چنانچہ سب لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے حاضر ہوں گے، وہ (انبیاء کرام) یہ نہیں فرمائیں گے کہ تم ہمارے پاس آ کر توحید کی لائن سے ہٹ گئے بلکہ کسی اور کے پاس جانے کی راہنمائی فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے '' اذھبوا الی غیری '' ، پھر آخر میں محبوب رب اکبرؐ کی بارگاہ میں حاضری ہوگی اور سب پکار اٹھیں گے '' اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللہ '' تو نبی کریمؐ یہ نہیں فرمائیں گے کہ تم میرے پاس آ کر توحید کی لائن سے ہٹ گئے بلکہ وہ تو یہ فرمائیں گے '' اَنَا لَھَا '' ہاں ہاں اس کام کے لئے میں ہوں اور پھر اسطرح اس مشکل وقت میں آپؐ شفاعت فرما کر مشکل کشائی فرمائیں گے۔

ؐ کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری میرے حضور کے لب پر انا لھا ہوگا

پیچھے کالم میں گذرا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ جب میرا مقرب ہوا تو اس نے اپنے کلام کو میرے کلام کا اور اپنی صفات کو میری صفات کا آئینہ دار بنادیا تو اب مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسکو عطا کروں گا، وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دوں گا اس حدیث میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ جب مانگے میں ضرور دوں گا تو اب وہ چاہے دنیا میں مانگے ہم اولیاء اللہ کے مزارات پر اس لیے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے

کچھ مانگتے ہیں تو یہاں ان کو ضرور دیتا ہوں تو کسی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ اے اللہ کے ولی خدا سے دعا کریں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو کوئی قباحت نہیں اب اگر کوئی کہے ہ ولی کے پاس جانے سے کچھ نہیں بنتا تو اس نے ولی کا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اللہ تعالی کے وعدہ کو جھٹلایا۔

شرح عقائد نسفی ص ۱۶ پر منقول ہے

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام

اشراک الوہیت یعنی واجب الوجود ہونے میں کسی کو شریک کرنا جیسے مجوسی کرتے '' ہیں یا عبادت کا مستحق ہونے میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا جیسے بتوں کے پجاری کرتے ہیں '' ۔ لہٰذا جو کسی کو خدا کے علاوہ واجب الوجود یعنی معبود مانیں وہ مشرک ہیں ۔ اس کے علاوہ حیلے بہانوں سے کسی کو مشرک کہنا حرام ہے۔ اور اگر مشرک اعتقاد کر کے کہے تو خود کافر ہے ۔ اور مسلمانوں سے شرک کا صادر ہونا بہت بعید ہے کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا

خدا کی قسم مجھے تم پر یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے لیکن تم دنیا کی محبت '' ''یں مبتلا ہو جاؤ گے۔

نبی کریمؐ تو قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ میری امت میرے بعد شرک نہ کرے گی ۔ مگر جہلاء زمانہ کو شرک کے فتوے کا ایسا نشہ ہے کہ گرتے پڑتے

اٹھتے بیٹھتے شرک کے فتوے ہی صادر کرتے ہیں۔ اور خصوصا شرک کے فتاوی بھی ان کاموں پر جو آیات واحادیث سے ثابت ہوں۔ مثلاً منکرین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں جہان کی تدبیر کرنے والا وہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فالمدبرات امرا'' ان کی قسم جو جہان کے کاموں کی تدبیر کرتے ہی۔'' (سورۃ النزعات ۵) بعض حضرات کہتے ہیں '' اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں '' لیکن اللہ عزوجل فرماتا ہے قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء '' اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں '' '' اے محبوب آپ کہیے اے مُلک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے (سورۃ آل عمران آیت ۲۶)

منکرین کہتے ہیں '' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غنی کرنے والا سمجھنا شرک ہے '' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما نقموا الا ان اغنھما اللہ و رسولہ من فضلہ '' اور انہیں کیا برا لگا یہی کہ انہیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کردیا'' (سورۃ التوبۃ آیت ۷۴)

منکرین کہتے ہیں کہ '' اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کرسکتا'' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوی '' اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد '' کرو (سورۃ المائدۃ آیت ۲) منکرین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے کارخانہ جہاں میں قدرت ماننا شرک ہے'' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل

یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم '' اے محبوب آپ فرمادیں کہ اے لوگو تمھیں موت کا فرشتہ فوت کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ (السجدۃ ۱۱) منکرین کہتے ہیں '' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے زور سے سننے کی طاقت ماننا شرک ہے '' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فتبسم ضاحکا من قولھا '' حضرت سلیمن (زور سے) چیونٹی کی بات سن کر مسکرادیئے سورۃ النمل ۱۹) منکرین کہتے ہیں کہ '' یہ بات ماننا کہ اللہ تعالیٰ کہ سوا کوئی غیب) '' کی بات جانتا ہے یہ شرک ہے '' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتاہے۔ وما ھو علی الغیب بضنین '' اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں '' (التکویر ۲۴) اور فرمایا وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء '' اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمھیں غیب کا علم دیدے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے '' (انہیں غیب کا علم دیتا ہے) (آل عمران ۱۷۹) منکرین کہتے ہیں '' کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ شفا دے سکتا ہے شرک ہے'' حالانکہ قرآن مجید میں ہے قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا '' فرمایا جبرئیل نے (اے مریم) میں تیرے رب کا قاصد ہوں تاکہ میں تمھیں ستھرا بیٹا عطا کروں '' (سورۃ مریم ۱۹) منکرین کہتے ہیں شفاء دینا، مریضوں کو تندرست کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتبری الاکمہ والابرص باذنی '' (اے عیسی) تم میرے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتے ہو '' (سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۰) منکرین کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کسی کو مددگار سمجھنا شرک ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملٰئکۃ مسومین '' تمھارا رب مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان والے '' ہوں گے

آل عمران ۱۲۵) چنانچہ میدان بدر میں فرشتوں نے مدد کی۔ منکرین کہتے ہیں اللہ) تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا شرک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ '' اے ایمان والو (دین) خدا کے مددگار بن جاؤ جیسے عیسی بن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہے جو (اللہ کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے '' (سورۃ الصف آیت ۱۴

الغرض خدا ورسول جل وعلاؤ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ منکرین نے اسکی پرواہ نہ کی اور شرک کی رٹ کی ایسی بار مار کی کہ اس کی رو سے انکے نزدیک خدا و انبیاء، صحابہ و تابعین، تمام مسلمان اور فرشتے سبھی مشرک ہوگئے۔ گویا کہ شرک امور عامہ میں سے ہے۔ جیسے کان یکون افعال عامہ سے ہے کہ ہر جگہ استعمال ہوتا ہے یونہی شرک منکرین کے نزدیک امور عامہ سے ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی فرد مخلوق اس سے بری نہیں۔ بلکہ خود خالق کائنات بھی منکرین کے فتوے کی رُو سے مشرک ہے۔ (العیاذ باللہ (معاذاللہ

ان دلائل کو پڑھنے کے بعد اگر دل میں رتی بھر بھی ایمان موجود ہے۔ تو ان

عبارتوں کی سنگینی ضرور معلوم ہوجائے گی اور دل ان منکرین سے نفرت کرے گا۔ اور ایسے عقائد رکھنے والوں سے مومن دور رہے گا اور ایسوں کی اقتدا سے مومن ہمیشہ بچتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہمیشہ حق بات کرنے، حق بات سمجھنے، حق بات پر عمل کرنے، اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں خوف خدا، عشق رسول، عشق صحابہ، اور عشق اولیاء کی چاشنی سے مرقع فرمائے۔ آمین۔

سورۂ اعراف کا پیغام انسانیت کے نام

ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئفٌ من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم مبصرون O واخوانھم یمدونھم فی الغی ثم لایقصرون O

(سورۃالاعراف آیت نمبر ۲۰۱،۲۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان :- بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انھیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انھیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے ۔

سیاق و سباق کے حوالے سے مفسرین علماء نے آیات بالا میں سے ابتدائی ۲ آیتوں کی تشریح کچھ یوں فرمائی ہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں پرہیز گار اور بدکار پرہیز گاروں کا یہ حال ہے کہ ان نیک نہاد اور پرہیز گاروں کو کوئی شیطانی وسوسہ راہ حق سے بھٹکانے لگتا ہے اور اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے لگے تو فوراً انکا ضمیر بیدار ہوجاتا ہے اور وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتے ہیں اور توبہ و استغفار شروع کردیتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شکوک و شبہات کی گرد چھٹ جاتی ہے۔ غفلت کی تاریکی کافور ہوجاتی ہے اور شیطان کا

ہمرنگ زمین صاف دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ خطرے کے اس مقام سے خیریت سے گذر جاتے ہیں۔ جبکہ لاپرواہ بدکار فساق و فجار و کفار شیطان کے بھائی ہیں شیطان انھیں ہر طرف سے گناہوں میں کھینچے گھسیٹے پھرتے ہیں پھر وہ گمراہ کرنے بہکانے میں کمی نہیں کرتے۔ جبکہ آیت نمبر ۲۰۳ مفسرین نے دو تفسیریں ذکر فرمائی ہیں پہلی تفسیر یہ کہ جب چند روز کیلئے آیات قرآنیہ کے نزول کا سلسلہ رکتتااور نبی مکرمؐ لوگوں کو کوئی آیت نہیں سناتے تو کفار معاذ اللہ یہ کہتے کہ آپ خاموش کیوں ہیں اپنی طرف سے آیتیں بنا کر پیش کیوں نہیں کرتے۔

اے حبیبؐ آپ انکے جواب میں تحمل فرماتے ہوئے فرمادیجئیے کہ میں وحی الٰہی کا متبع ہوں جس آیت کی وحی ہوتی ہے وہ لوگوں کو سنادیتا ہوں، پہنچادیتا ہوں، سمجھادیتا ہوں بے عقلو! جتنی آیات تمھیں سنا چکا بتاچکا یہ سب تمھارے لئے تمھارے رب کی طرف سے دل کے چراغ، دل کی روشنیاں ہیں۔ اور خاص مومنوں کیلئے ہر طرح کی ھدایت بھی ہیں اور اللہ کی رحمت بھی۔

دوسری تفسیر یہ کہ اے محبوبؐ کفار بداطوار مذاق و دل لگی آپؐ سے معجزات مانگتے رہتے ہیں کہ ہمارے مردوں کو زندہ کرکے اپنی نبوت کی گواہی دلوادو بلکہ پہاڑ سونے کے کرو وغیرہ اور جب آپ انکی یہ فرمائیش، مطالبات پورے

نہیں کرتے تو ہنستے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ اپنے رب سے دعا کرکے یہ معجزات کیوں نہیں لاتے ۔آپ تو بقول آپکے مقبول الدعاء ہو اور رب آپ کی مانتا ہے فرمادو اے محبوبؐ کہ میں اللہ کے فضل اسکی عطا سے یہ سب کچھ کرسکتا ہوں مگر کرتا وہی ہوں دکھاتا وہ ہی معجزہ ہوں کہ جسکے دکھانے کی مجھے بذریعہ وحی جلی یا وحی خفی میرے رب کی طرف سے اجازت ملی ہو۔اے بے وقوفو اجتنے معجزے میں نے تم کو دکھائے یہ ہی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں مومنوں کے لئے ھدایت خاصہ بھی ہیں اور رب تعالیٰ کی رحمت۔

مفسرین نے سورہ اعراف کی آیت نمبر ۲۰۴ کے شان نزول میں کئی اقوال بیان فرمائے ہیں جیسا کہ روح المعانی و سنن بیہقی میں ہے کہ ایک بار حضورؐ نے صحابہ کرام کو باجماعت نماز پڑھائی ایک انصاری نے حضورؐ کے پیچھے کچھ قراءت کی تب ہی یہ آیت کریمہ '' واذا قری القران '' نازل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضورؐ کے پیچھے نماز میں قراءۃ سے یکدم منع فرمادیا گیا۔

نوٹ : خیال رہے کہ شروع اسلام میں نماز میں دنیاوی باتیں بھی کی جاتی تھیں اور امام کے پیچھے قراءۃ بھی پھر '' وقوموا للہ قانتین '' سے نماز میں کلام یعنی باتیں کرنا منسوخ ہوا (مسلم) اور پھر اس آیت سے نماز میں امام کے

پیچھے قراءۃ منسوخ ہوئی جیسا کہ ابھی شان نزول سے معلوم ہوا۔
اس سلسلے میں ایک روایت ابن جریر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے کہ آپ نے لوگوں کو نماز باجماعت پڑھائی تو بعض لوگوں نے آپکے پیچھے قراءۃ قرآن کی آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ کیا اب تک تم لوگوں نے یہ آیت نہیں سمجھی '' واذقری القرآن '' (روح المعانی)
نیز اس آیت کے شان نزول کے متعلق چار روایتیں اور بھی ہیں مگر وہ قوی نہیں۔
ان میں سے پہلا قول یہ ہے کہ صحابہ کرام حضورؐ کے پیچھے نماز میں بلند آواز سے قرات کرتے تھے ان کے اس عمل سے روکنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی مگر یہ قول درست نہیں ۔اولاً تو اسلئے کہ مقتدیوں کی بلند آواز سے قرات کہیں ثابت نہیں ورنہ مسجد میں شور مچ جایا کرتا۔ دوسرے اسلئے کہ یہاں حکم ہے '' انصتوا '' خاموش رہو پھر یوں ہوتا کہ آہستہ پڑھو '' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز میں دنیاوی بات چیت منسوخ کرنے کیلئے آئی مگر ہم ابھی بحوالہ مسلم عرض کرچکے کہ نماز میں کلام '' وقوموا للہ قانتین '' سے منسوخ ہوا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ چونکہ کفار قرآن سنکر شور مچاتے تھے فلہذا انہیں اس حرکت سے روکنے کیلئے یہ آیت اتری مگر یہ بھی سابقہ اقوال کی طرح درست نہیں کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مکلّف نہیں نیز اگر کفار قرآن مجید بغور سن بھی لیا کریں پھر بھی وہ اللہ کریم کے رحم و کرم کے مستحق نہیں کہ اللہ کا رحم و کرم صرف مومنوں ہی پر ہوگا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہاں قرآن سے مراد خطبہ جمعہ ہے چونکہ خطبہ میں قرآن مجید کی آیات بھی ہوتی ہیں اسلئے اسے قران فرمایا گیا۔ مگر یہ بھی درست نہیں کہ یہ آیت مکیہ ہے اور جمعہ اور خطبہ جمعہ بعد ھجرت آئے اور خطبہ میں سکوت و خاموشی حدیث شریف سے واجب ہے۔ کما فی الخازن وغیرہ

غرضیکہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق ابتدائی قول قوی ہے کما ذکرناہ۔ قولِ قوی کے اعتبار سے اسکی تفسیر مفسرین علماء نے یوں فرمائی کہ اے مسلمانوں جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے کہ کوئی مسلمان پڑھے تو تم اسے کان لگا کر سنو اسوقت اپنا دھیان صرف قرآن مجید کی طرف کرلوں کسی اور طرف توجہ نہ کرو۔ اور بالکل خاموش رہوں اس میں قرآن مجید کا ادب ہے تمھیں کیا خبر کہ ہو سکتا ہے اسی ادب کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔

نوٹ : قرات خلف الامام کے عدم جواز کے دلائل و براھین کی تفصیل کیلئے علماء اہلسنت کی کتب کا مطالعہ کریں۔

سورہ اعراف کی آخری آیت کا شان نزول روح البیان میں کچھ اسطرح سے بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ اسلئے بھی اسلام قبول نہ کرتے تھے کہ اسلام میں رب تعالی کو سجدہ کرنا پڑتا ہے اور وہ اسمیں اپنی توہین سمجھتے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے '' انسجد لما تامرنا وزادھم نفورا'' ان کی تردید میں یہ آیت مبارکہ ان الذین عند ربک الخ نازل ہوئی جس میں یہ واضح کیا گیا کہ کفار کی یہ نفرت ان کے رب تعالی سے دور ہونے کی وجہ سے ہے جنہیں قرب الہی کی عظیم سعادت میسر ہے وہ اس کی عبادت سے نفرت نہیں کرتے بلکہ وہ تو اس پر فخر کرتے ہیں۔

جبکہ سورہ اعراف کی آخری دونوں آیتوں کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالی رقمطراز ہیں۔ '' یہاں رب تعالی نے مومنوں کو اپنے ذکر کا حکم دیا پانچ صفات کے ساتھ ' (۱) ذکر دل میں ہو (۲) عاجزی سے ہو (۳) ڈر اور خوف کے ساتھ ہو (۴) زیادہ چیخ کر نہ ہو درمیان یآواز سے ہو۔ صبح شام ہوا کرے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اسے مومن اپنے رب کو جس نے تجھ کو قسم قسم کی نعمتوں سے پالا اور پال رہا ہے

اور پالے گا اپنے دل میں یاد کیا کر مگر عاجزی زاری کے ساتھ یہ سمجھتے ہوئے کہ میں اپنے رب کو کما حقہ ، نہ تو یاد کر سکتا ہوں نہ اس کی نعمتوں کا شکر ہی ادا کر سکتا ہوں۔ میرا ذکر محدود ہے اس کی نعمتیں غیر محدود ہیں وہ رب جلیل ہے میں بندہ ذلیل ہوں وہ کریم ہے میں کمین ہوں۔

تو کریمی من کمینہ بندہ ام ! بر کمینی ہائے خود شرمندہ ام

خوف اور ڈر کے ساتھ گذشتہ کا خوف کہ نہ معلوم میں دوزخیوں کے زمرہ میں لکھا جاچکا ہوں یا جنتیوں کے گروہ میں موجودہ کا خوف کہ نہ معلوم میری عبادات اور ذکر قبول ہے یا نہیں آئندہ کا خوف کہ نہ معلوم میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا کفر پر قبر میں کامیاب ہوں گا یا نہیں حشر میں نجات پاؤں گا یا پکڑا جاؤں گا بہت بلند آواز سے ذکر نہ کر جس سے تجھے چیخنے کی تکلیف ہو دوسروں کو تیری چیخ سننے کی شام سویرے میرا ذکر کر کہ ان وقتوں کا ذکر قبول ہے کیونکہ ان دونوں وقتوں میں دن رات کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے دل کو قدرے فراغت ہوتی ہے دنیا میں انقلاب ہوتا ہے کہ رات جارہی ہے دن آرہا ہے۔ اپنی زندگی غفلت میں نہ گزار بیدار ہو اور ہوش کر پھر یہ وقت نہ ملے گا غور کر کہ مقرب فرشتے جو کبھی گناہ نہیں کرتے جن کو عبادات کا جواب نہیں ملتا ان کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنی ذلت نہیں جانتے۔ فخر سے اس کی عبادت کرتے ہمیشہ اس کی تسبیح وتقدیس بیان رتے ہیں ہمیشہ سجدے سجود کرتے

رہتے ہیں تو بھی ان کا یہ حال سن کر سجدہ میں گرجاتا کہ ان سے مشابہت حاصل کرے
وتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم ان التشبہ بالکرام فلاح
اگر اچھے نہ ہو تو اچھوں کی سی شکل بنالو اچھوں کی شکل بنانا بھی کامیابی ہے۔

دو مسئلوں کا حل پڑھیں

پہلا مسئلہ : کیااذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شرک ہے ؟

اسکا حل پڑھیں :

جناب اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو شرک کہنا عجیب حماقت ہے کہ شرک کا اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام سے کیا تعلق ۔ درود و سلام پڑھنے کا حکم تو خود لاشریک لہ ذات نے دیا ہے تو کیا یہ شرک کا حکم دیا ہوگا۔

شرک کا معنی ہے کہ '' ذات و صفات میں کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح ماننا۔ یعنی واجب الوجود مستقل بالذات یا لائق عبادت سمجھنا۔'' اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھیں کہ درود وسلام پڑھنے والا فعل اور شرک میں کیا نسبت ہے ۔ درود پڑھنے والا تو اپنے منہ سے کہہ رہا ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یعنی میں حضور پر نورؐ پر اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے درود پڑھتا ہوں ۔ معبود ہونے کی حیثیت سے نہیں۔ لہٰذا اس بات کو شرک کہنا صریح حماقت اور حدیثِ رسولؐ کی مخالفت ہے چنانچہ سرکارؐ نے فرمایا واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکنی اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا'' خدا کی قسم مجھے تم پر اس کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہوجاؤگے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم

دنیا میں پڑ جاؤ گے۔'' (بخاری جلد ۲ ص ۹۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شرک میں مبتلا نہ ہوگی ۔ اب دیکھیں کہ امت مسلمہ کی اکثریت درود و سلام پڑھنے والی ہے اگر یہ اس وجہ سے مشرک ہے تو کیا یہ فرمانِ نبوی کی تکذیب نہیں ؟ یقیناً ہے تو معلوم ہوا کہ شرک کا فتوی لگانے والے ہی غلط ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں بسند جید موجود ہے سرکارؐ نے فرمایا ان مما اخاف علیکم رجل قرء القراٰن حتی اذا رؤیت بہجتہ علیہ وکان رداء ہ الاسلام اعتراہ الاماشاء اللہ انسلخ منہ ونبذہ وراء ہ وسعی علی جارہ بالسیف ورماہ بالشرک قال قلت یا نبی اللہ ایھما اولی بالشرک المرمی او الرامی قال بل الرامی ۔

بے شک مجھے تم پر ایسے آدمی کا خوف ہے جو قرآن پڑھے حتی کہ اسکی رونق اس پر '' ظاہر ہو جائے ۔ اور اس کا اوڑھنا بچھونا اسلام ہو جائے ۔ جب تک اللہ چاہے اسکی یہ حالت برقرار رکھے ۔ پھر اس سے یہ حالت چھن جائے اور وہ اسلام کو پس پشت پھینک دے اور اپنے پڑوسی پر تلوار کھینچ لے اور شرک کے فتوے لگائے ۔ راوی نے عرض کی یارسول اللہ شرک کا فتوی لگانے والا شرک کے زیادہ قریب ہے یا جس پر لگایا گیا ؟ حضور پر نورؐ نے فرمایا '' شرک کا فتوی لگانے والا

(۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۱ ''

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ یہ شرک کا فتوی غلط و باطل ہے۔ جبکہ درود و سلام پڑھنا مستحسن و مستحب ہے قرآن کا فرمان ہے : '' ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما '' [سورۃ الاحزاب اٰیۃ نمبر ۵۶] بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر [درود اور خوب سلام بھیجو۔ [ترجمہ کنزالایمان

یہ آیت مبارکہ مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں کہ اذان سے پہلے یا بعد درود نہ بھیجو بلکہ جب بھی درود پڑھیں اس آیت پر عمل ہو جائے گا۔ اذان کے بعد درود پڑھنے کا تو حدیث میں امر ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے عن عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص انہ سمع النبیؐ یقول اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بھا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجو ان اکون انا وھو فمن سأل اللہ لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ '' حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص سے مروی ہے کہ آپ نے نبی کریمؐ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم اذان سنو تو جو موذن کہتا ہے تم بھی وہی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو اسلئے کہ جو

مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے میں دس مرتبہ درود بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ مانگوں کہ وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے۔ جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں جو اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت حلال ہے۔

(مسلم شریف جلد ا ص ۱۶۶)

اذان کے وقت درود و سلام پڑھنا بزرگان دین کے کلام سے بھی ثابت ہے چنانچہ مطالع المسرات میں ہے، عقب اجابۃ المؤذن و عند الاقامۃ'' درود و سلام پڑھنا مستحب ہے اذان کا جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت'' (مطالع المسرات ص ۲۵) نیز شفا شریف میں ہے و من مواطن الصلوۃ علیہ عند ذکرہ و سماع اسمہ اوکتابتہ او عند الاذان اور سرکارؐ پر درود پڑھنے کی جگہوں میں سے ہے آپؐ کے ذکر کے وقت اور آپؐ کا '' نام مبارک سننے کے وقت اور لکھنے کے وقت اور اذان کے وقت'' (شفاء شریف جلد ۲ ص ۵۲)

آیت و حدیث و اقوال بزرگان دین سے اذان کے وقت درود وسلام پڑھنا ثابت ہوگیا جو اس کے خلاف کا دعوی کرتا ہے اس پر دلیل دینا لازم ہے۔

دوسرا مسئلہ۔: کیا نماز کے دوارن یعنی سنتیں ادا کرنے کے بعد فرائض سے پہلے صلوٰۃ و سلام یا درود شریف پڑھنا گناہ ہے؟

:اسکا حل پڑھیں

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور درود و سلام پڑھنا مستحب و مستحسن ہے جبکہ کسی نمازی یا سونے والے یا قرآن کی تلاوت کرنے والے کو تکلیف نہ ہو۔ اور یہ ذکر کرنا حدیث سے ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث ہے عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ النبیؐ بالتکبیر '' حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرمایا میں نبی کریمؐ کی نماز کا اختتام تکبیر سے پہچانتا تھا۔'' قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بچپن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد میں نماز کے لئے نہیں آتے بلکہ باہر ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہوتے تھے تو نماز کے بعد (اتنی آواز سے سرکارؐ تکبیر کہتے کہ باہر آواز جاتی متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۸۸

مسلم شریف میں ہے، ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبیؐ '' بے شک فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی کریمؐ کے زمانے میں رائج تھا۔'' (مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ) یہی حدیث مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۳۹ پر بھی ہے اسی طرح مسلم شریف کے مذکورہ باب میں ایک وظیفہ کے بارے میں حدیث ہے کان رسول اللہؐ اذا سلم من صلوٰتہ

یقول بصوتہ الاعلی '' رسول اللہؐ جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے ذکر
(کرتے۔'' (مسلم شریف
دیوبندیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاوی رشیدیہ ص ۲۵۲ دو جگہ ذکر
بالجہر کو جائز لکھا ہے لہٰذا حدیث و قولِ مخالف سے اس کا جواز ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رحمت بھری حکایت

اللہ عَزَّوَجَلَّ یقیناً رحمٰن اور رَحِیم ہے ، جو اِس کی رَحمت پر نظر رکھے اور اُس کے ساتھ اپنا حُسنِ ظَن قائم کرے اِن شاءَاللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں میں اُس کا بیڑا پار ہے ،اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے اُس کو کبھی بھی محرومی نہیں ہو سکتی ۔چُنانچِہ تفسیرِ نَعیمی پارہ اوّل صفحہ 50 پر ہے،

دو بھائی تھے ، ایک پرہیز گار دوسرا بدکار۔ جب بدکار مرنے لگا تو پرہیز گار بھائی نے کہا، دیکھا تجھے میں نے بَہُت سمجھایا مگر تُو اپنے گناہوں سے باز نہ آیا، اب بول تیرا کیا حال ہوگا؟ اُس نے جواب دیا کہ اگر قِیامت کے روز میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ میرا فیصلہ میری ماں کے سُپرد کر دے تو بتاؤ کہ ماں مجھے کہاں بھیجے گی دوزخ میں یا جنّت میں ؟پرہیز گار بھائی نے کہا کہ ماں تو واقِعی جنّت میں ہی بھیجے گی ۔گناہ گار نے جواب دیا '' میرا ربّ عَزَّوَجَلَّ میری ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔'' یہ کہا اور اِنتِقال ہوگیا۔بڑے بھائی نے خواب میں اُسے نہایت خوشحال دیکھا، مغفِرت کی وجہ پوچھی ، کہا، مرتے وَقت کی اُسی بات نے میرے تمام گناہ بخشوا دیئے۔

(تفسیرِ نعیمی ج ا ص ۵۰ نعیمی کتب خانہ ، گجرات)

میرے پیارے دوستوں ! واقعی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت بَہُت بڑی ہے ، زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ '' بھی مغفِرت کا سبب ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی حِکایت میں آپ نے سنا کہ '' ایک جُملے نے اُس گنہگار کا بیڑا پار کروادیا ۔اور بعض اوقات زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ ہلاکت کا سبب بھی بن جاتا ہے مِثال کے طور پر اگر کوئی زبان سے صَریح کُفر بک دے اور توبہ کئے بِغیر مر جائے تو ہمیشہ کیلئے جھنّم اُس کا مُقدّر ہے۔ ہلاکت سے خود کو بچانے اور مغفِرت پانے کا ایک بہترین ذریعہ مدنی چینل بھی ہے اسے دیکھتے رہیئے او علم دین کے مدنی پھول چنتے رہیئے۔

اَمامِ اہلسُنت کُون۔۔۔؟

۔۔۔۔علم نور ہے۔۔۔ یہ نورانی قلوب ہی میں قرار پکڑتا ہے۔
۔۔۔تاریخ کے اُفق پر ایسی درخشندہ شخصیات۔۔۔ جن کی زبان کی چاشنی ۔۔۔و قلم کی روشنی نے ۔۔۔۔بنی نوعِ انسانیت کے لیے تاریک گوشوں کو منور کر دیا۔۔
۔۔۔۔نوکِ قلم سے۔۔۔ علم و دانش اور رشد و ھدایت کے دریا بہادیے
۔۔۔۔جس سے تشنگانِ علم و معرفت نے خالی دامن بھر لیے
۔۔۔۔اک ہمہ جہت ،مدبر و مفکر،تاریخ ساز شخصیت ،آفتاب شریعت ،ماہتابِ طریقت
،
۔۔۔۔جنکی علمی ضوفشانی کی چار سو کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔
۔۔۔۔جی ہاں میری مراد
۔۔۔۔قابل صدِ تکریم ،ایک عظیم علم دوست ہستی ،امام اہلسنّت، اعلی حضرت ، عظیم المرتبت ،پروانہ شمع رسالت ، مجددِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان عَلَیہِ رَحمَۃُ الحَنّان ہیں۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان کی ذات گرامی عالم اسلام میں محتاج تعارف نہیں لیکن حاسِدین کے محدود طبقے میں ضرور محتاج تعارف ہے۔ غلط فہمیوں نے اس طبقے کو اس حد تک متنفر کردیا ہے کہ تعریف سننا تو کجا فاضل بریلوی کے متعلق کچھ سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنا۔ حقائق کو واشگاف کرانا۔ عِلم دُوست افراد کا۔ ایک علمی اور ملی فریضہ ہے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان تو آفتاب شریعت، مہتاب طریقت ہیں، دنیا کا وُہ کونسہ خطہ ومقام ہے جو آپ کی علمی ضوفشانیوں سے محروم رہا ہوں، دوست تو دوست دشمن کو بھی آپ کے تبحر علمی اور فضل وبزرگی کا قائل پایا گیا۔ سچ ہے کہ۔

: والفضل ما شھدت بہ الاعداء

علماء وفضلائے دھر، خواہ کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی تحقیقات وتدقیقات کے سامنے سر تسلیم خم ہی کرتے تھے، پاک وہند تو پاک ہند، علمائے مکہ ومدینہ (زادھما اللہ تعالی شرفا وتعظیما) اور روم وشام، مصر ویمن سب ہی کو آپ کے علم وفضل کا مداح پایا۔

ہم آپ کے سامنے امام احمد رضا خان صاحب کے متعلق مختلف ممالک اور مختلف

مکاتب فکر کے جید علماء کے تاثرات نقل کرتے ہیں جس سے آپکو بخوبی اندازہ ہو جائیگا کہ ہم امام احمد رضا خان صاحب کو امام اہلسنت کیوں بولتے ہیں اور انشاء اللہ مزید کالم میں ان کے مختلف اوصاف بیان کئے جائیگے انشاء اللہ عزوجل۔

نوٹ: اس کالم کے طویل ہونے کے سبب اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے تینوں)
(کالم پڑھنے کے بعد فیصلہ ثبت فرمائیں

پہلا حصہ۔۔امام اہلسنت علماء حجاز کی نظر میں۔۔۔۔۔۔!!!!!۔۔!!!!!۔۔

شیخ عبد اللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان جیلانی (مسجد حرام مکہ معظّمہ)۔ 1

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اسکے مؤلف (امام احمد رضا خان) کو فضائل و کمالات سے مشرف فرمایا اور اسے اس زمانے کیلئے چھپا رکھا (اور باالآخر وقت آنے پر ظاہر فرمایا) (الفیوضات المکیہ ص 36

(شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی (مسجد حرام مکہ معظّمہ (2

ترجمہ: بے شک مؤلف (امام احمد رضا خان) اس زمانے میں علماء محققین کا بادشاہ

ہے اور اسکی ساری باتیں سچی ہیں، گویا کہ وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے۔ ہمارے سردار ہمارے آقا، علماء محققین کے خاتم، علمائے اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خان، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی زندگی سے متمتع فرمائیاور ان سب کے خلاف اسکی حمایت فرمائے جو اس کی بد خوائی کا ارادہ رکھتے ہوں۔ (الفیوضات الملکیہ ص 72)

۔

(شیخ عطیہ محمود مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ (۳)

(ترجمہ: کیا ہی خوب ہے یہ مؤلف جنہوں نے ہمیں دُرِّ بے بہا

عنایت فرمایا، بلا شبہ اسکی آمد آمد نے ہمارے سینے کشادہ کردئے۔ (الدولۃ المکیہ)۔

احمد (رضا) کے دست اقدس نے اعلیٰ درجے کا تحفہ عنایت فرمایا جس کے سرور و ۲

کیف سے ارواح مست و سرشار ہوگئیں۔

اس کے جوھر کو انہوں نے مکہ میں ڈھالا، وہ خوب سے خوب تر ہوا، جب ظہور پذیر ۳

ہوا۔

وہ پاکیزہ و برگزیدہ ہے سچ تو یہ ہے کہ اس کے سطور آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ۴

بلا شعبہ حرمین شریفین میں اس تحریر کے ماہتاب ضوفشاں ہیں۔ ۵

۔اے علم کے طلبگار جلدی کر اور انہیں غنیمت جان، یہ بوستان علوم ہیں اسکی گلستاں کی 6 کلیوں کی مہک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

شیخ مصطفیٰ بن تارزی ابن عزوز (مسجد نبوی، مدینہ منورہ) (5)۔(۵)

ترجمہ: استاد کامل، سرستی گھٹا، فائدہ رساں نے، اللہ کے بندوں کی خوب راہنمائی فرمائی اور آبادیوں کو منور کیا، یہ انکی عظمت سیرت جمیلہ، کامل دسترس، اخلاص نیت، پاکیزگی فطرت، حسن کمال علم اور پاکیزہ واقفیت کی نشانی ہے۔ (الفیوضات الملکیہ ص ۱۴۶ و ۱۴۸

(شیخ موسی علی شامی الازھری احمدی علیہ الرحمۃ (درویری مدنی) (6) (۶)

ترجمہ: امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نور یقین، اور نور قلب کو تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خان اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں ان کو قبول و رضوان عطا فرمائے۔ (الفیوضات الملکیہ ص ۴۶۲۔

(شیخ محمد توفیق الایوبی الانصاری المجاور بالمدینۃ المنورۃ (7)

فاضل مؤلف (مولانا امام احمد رضا خان) سے میں التجا کرتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں مجھے شامل رکھیں اس لئے کہ انکی دعائیں اجابت و قبولیت ہیں کیوں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے سچے عاشقوں میں سے ہیں۔ (الفیوضات الملکیہ ص ۴۹۴۔

شیخ احمد ابو الخیر بن عبداللہ میر داد علیہ رحمہ (خطیب مسجد حرام ،مکہ معظّمہ) (8)۔(۸)
ترجمہ: تو وہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب جو دوپہر کو چمکتا ہے،علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا،جو شخص اس کے علم و فضل سے واقف ہوجائے اسکو کہنا چاہئے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔
خدا کی قدرت کاملہ سے بعد نہیں کہ وہ شخص واحد میں عالم کی تمام خوبیاں جمع کردے۔
(حسام الحرمین علی منحر الکفروالمین،ص ۱۲۷ و ۱۲۸)
(شیخ اسماعیل بن سید خلیل حافظ کتب الحرام علیہ الرحمہ (مکہ معظّمہ) (9 (۹)
ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس عالم با عمل، عالم فاضل، صاحب مناقب و مفاخر، جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ " اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے"۔۔۔یکتائے روزگار، وحید عصر مولانا شیخ احمد رضا خان کو مقرر فرمایا اور وہ کیوں ایسا نہ ہو کہ علماء مکہ معظّمہ اس کے لئے ان فضائل کی گوہی دے رہے ہیں،اگر وہ اس مقام رفیع پر متمکن نہ ہوتا تو علماء مکہ معظّمہ اس کے لئے یہ گواہی نہ دیتے ۔ہاں ہاں میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو حق و صحیح ہے۔(حسام الحرمین

صفحہ 140 تا 142۔

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمۃ (مدرس مسجد الحرام المکہ المکرمہ) (10)۔(۱۰)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفاء کے آفتاب ورفان کی روشنی سے میرے قلب کو منور فرمایا وہی جس کے افعال حمیدہ اس کے فضل و کمال کو عالم آشکار کرتے ہیں ہیں۔ایسا کیوں نہ ہوں وہ آج دائرہ معارف کا مرکز ہے (اس کا وجود) ملت اسلامیہ کے گھر میں آسمان علم و عرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے، وہمسلمانوں کا یار ومددگار ہے، ہدایت یابوں کا نگہبان و نگران، گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے۔ایمان کے مینارے کو بلند سے بلند تر کرتا ہے (کون) ہمارے آقا احمد رضا خان۔ (حسام الحرمین ص۔ ۱۵۸۔

شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی: 11 (۱۱)

میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء صلحاء اور اتقیا سب ہی ہوتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں کوئی بھی ان کو مُڑ کر نہیں دیکھتا لیکن فاضل بریلوی کی عجیب شان ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی انکی طرف

جوق جوق چلے اارہے ہیں ان کی تعظیم و تکریم میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے
(ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ (الاجازات المتینہ ص۔ ۷
شیخ عبد الرحمان دھان مکی ۔۔۔۔(12)
وہ جس کے متعلق کہ مکہ معظّمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں۔ وہ سرداروں میں یکتا
ویگانہ ہے امام وقت میرے سردار میرے جائے پناہ، حضرت احمد رضا، اللہ تعالیٰ ہم کو
اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ ور فرمائے اور مجھے اس کی روشنی نصیب
کرے کہ اس کی روش سید عالم وہی کی روش ہے۔ (حسام الحرمین ص۔ ۱۷۶
(۔ شیخ عبد الرحمٰن حنفی علیہ الرحمہ (مدرس جامعہ الازہر مصر (13
مجھے اپنی عمر کی قسم مؤلف (امام احمد رضا خان) نے رسالے میں کافی دلائل ذکر فرمائے
ہیں اور حاسد کے لئے تو طویل عبارتیں بھی کافی نہیں
(قلیل البضاعت فی الحدیث والتفسیر ص ۵۴۱)
اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں جسے مزید معلومات درکار ہوں تو)
(''دیکھیں کتاب ''فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں
ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصے میں مختلف مکاتب فکر کے امام احمد رضا خان

علیہ رحمۃ الرحمان کے بارے میں تاثرات درج کئے جائیں گے۔
جاری ہے)۔۔۔۔۔

(امامِ اہلسنت کون۔؟ ۲ (اعلحضرت امام احمد رضا بریلوی

مُحترم قارئینِ کرام پہلے حصے میں ہم نے آپکو عُلمائے عرب وحَرمین طیبین کے تاثرات اُنکی کِتابوں سے آپکی بَصارت کی نَذر کئے تھے اور آج انشاءَ اللہ عزوجل برصغیر ہند کے تمام چُوٹی کے عُلما اور مذہبی تنظیموں کے رہنماؤں کے اقتباسات اُنہی کی مشہور کتابوں اور رسائل سے آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ تاکہ یہ غلط تاثر کہ سیدی اِمام احمد رضا علیہ الرحمہ صرف بریلویوں کے امام تھے اور صرف بریلوی عُلماء ہی اُنکی تقلید اور تعظیم کیا کرتے ہیں۔ کو آپکے ذہن سے خیالِ غلط کی طرح صاف کیا جاسکے۔
کیونکہ اپنوں کی تُو سبھی تعریف و توصِیف کیا کرتے ہیں۔ لیکن جنکے ساتھ اِختلاف قائم ہُوا اگر وہ بھی توصیف و ثنا میں مشغول نظر آئیں۔ تب ہی سامنے والے کا عِلمی مُقام و مرتبہ عظیم چُوٹی کی مانند واضح اور سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ میں کوشش کرونگا کہ اس کالم میں کِسی پر کیچڑ اُچھالنے کے بجائے صِرف اعلحضرت اِمام احمد رضا (رحمتہ اللہ علیہ) کے علمی مقام کو اُجاگر کرنے کی کوشش کروں۔
آپ سے بھی یہی التماس ہے کہ میرے کالم کو تعصب کے بجائے عِلم میں اضافے کی نیت سے پڑھیں تُو انشاءَ اللہ آپ بھی پُکار اُٹھیں گے کہ گُذشتہ صدی امام

احمد رضا خاں (رحمتہ اللہ علیہ) کی صدی تھی۔ جسطرح کے مولانا ،، کوثر نیازی ،، زندگی کے آخری سالوں میں پُکار اُٹھے تھے کہ واللہ امام احمد رضا (رحمتہ اللہ علیہ) تو علم کا روشن مہتاب ہیں۔ اے کاش امام احمد رضا تعصب کی نظر نہ ہُوئے ہُوتے۔

مختلف مکاتب فکر کے امام احمد رضا خان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ ہوں۔

دیوبند کے محدث انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں :۔ (۱)

جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا۔ تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت درپیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث حضرات و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ اب بخوبی احادیث کی شروح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں۔ تو واقعی بریلوی حضرات کے سر کردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔

رسالہ دیوبند صفحہ 21،)۔ جمادی الاول 1330ھ)

2 ۔ فیض مجسم مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب بقول لیاقت پور ضلع رحیم یار خان میں مقیم قاضی اللہ بخش صاحب کہتے ہیں: جب میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا۔ تو ایک موقع پر حاضر ناظر کی نفی میں مولوی انور شاہ کشمیری صاحب نے تقریر فرمائی کسی نے کہا، کہ: مولانا احمد رضا خان تو کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاضر ناظر ہیں، مولوی انور شاہ کشمیری نے ان سے نہایت سنجیدگی سے فرمایا کہ پہلے احمد رضا تو بنو پھر یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ (امام احمد رضا اور علم حدیث صفحہ 83 طبع لاہور)۔

3 ۔ مختار قادیانی نے اعتراض کیا کہ علماء بریلوی علماء دیوبند پر کفر کا فتوی دیتے ہیں اور علمائے دیوبند علمائے بریلوی پر، اس پر (انور شاہ) صاحب (کشمیری) نے فرمایا، میں بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند ان بریلویوں) کی تکفیر نہیں کرتے۔ (ملفوظات محدث کشمیری صفحہ 69 طبع ملتان، حیات انور شاہ صفحہ 323)

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 8 نومبر 1976ء، حیات امداد صفحہ 39)

4 ۔ دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔

مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں بُرا کہنا بہت ہی بُرا ہے کیونکہ وہ بہت بڑے عالم اور بلند پایہء محقق تھے۔ مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(۔(رسالہ ہادی دیوبند صفحہ 20 ذوالحج 1369ھ

۔ دیوبند کے مشہور مناظر اور ناظم تعلیمات دیوبند مولوی مرتضٰی حسن چاند پوری 5 رقمطراز ہیں :۔

بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی (احمد رضا) یہ فرماتے ہیں:۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے، چوپائے مجانین کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں، لٰہذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر (احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا، تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے۔ (اشدالعذاب صفحہ 12، صفحہ 13 طبع دیوبند

دیوبند کے شیخ الادب مولوی اعزاز علی لکھتے ہیں۔ (6)

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، کہ ہم دیوبندی ہیں اور بریلوی علم و عقائد سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔ مگر اس کہ باوجود بھی یہ احقر یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے۔ تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی اور مشرک کہتے رہے ہیں بہت وسیع النظر اور بلند خیال، علو ہمت، عالم دین صاحب فکر و نظر پایا ہے۔ آپ کے دلائل قرآن و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں۔ لہٰذا میں آپ کو مشورہ دوں گا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ جات میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں جاکر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں۔ (رسالہ النور تھانہ بھون صفحہ 40 شوال المکرم 1342ھ۔)

دیوبندی مذہب کے فقہیہ العصر مفتی کفایت اللہ دہلوی کہتے ہیں :۔ (7)

اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خان کا علم بہت وسیع تھا۔ (ہفت روزہ ہجوم نئی دہلی امام احمد رضا نمبر، 2 دسمبر 1988ء صفحہ 6 کالم 4 بحوالہ سرتاج الفقہاء صفحہ 3)

مفتیء اعظم دیوبند مفتی محمد شفیع کراچی (۸)

دیوبند کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی آف کراچی لکھتے ہیں :۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج2 صفحہ 142 طبع کراچی)

یہی مفتی محمد شفیع اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید صادق اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد اجمل سنبھلی علیہ الرحمۃ کے رسالہ اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

حامداً و مصلیاً اما بعد : احقر نے رسالہ ھذا علاوہ مقدمات کے بتمامہا مطالعہ کیا اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اپنے موضوع میں بے نظیر رسالہ ہے خصوصاً حرف ضاد کی تحقیق بالکل افراط و تقریظ سے پاک ہے اور نہایت بہتر تحقیق ہے مؤلف علامہ نے متقدمین کی رائے کو اختیار فرما کر ان تمام صورتوں میں فساد صلوٰۃ کا حکم دیا ہے جن میں تغیر فاحش معنٰی میں ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں احقر کا خیال بتعاًل اکابر یہ ہے کہ اپنے عمل میں تو متقدمین ہی کے قول کو اختیار کرنا چاہیئے۔

کتبہ :۔ احقر محمد شفیع غفرلہ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند یو۔پی۔

(ہند)

(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ج2 ص 306)

دیوبند کے شیخ التفسیر مولوی محمد ادریس کاندھلوی کے متعلق دیوبندی عالم کوثر نیازی (۹) لکھتے ہیں :۔

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔۔۔۔۔۔۔۔ سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت (احمد رضا بریلوی) کا ذکر آ جاتا تو مولانا (ادریس) کاندھلوی فرمایا کرتے۔ مولوی صاحب اور یہ مولوی صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو انہی فتوؤں کے سبب سے ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ احمد رضا خان تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا۔ تم نے سمجھا، کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے۔ تو ان پر بھی کفر کا فتوی لگا دیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت، صفحہ 7، روزنامہ جنگ لاہور)

(۔10۔199003

10۔سید سلیمان ندوی

لکھتے ہیں :۔ اس احقر نے مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں

تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ ہو کر رہ گئیں، حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتا چلا، کہ نہیں ہر گز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں۔ جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے۔

ماہنامہ ندوہ اگست 1931ء صفحہ 17)

مولانا شبلی نعمانی دیوبندی لکھتے ہیں (۱۱)

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت ہی متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجر اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس احقر نے بھی آپ کی متعدد کتابیں دیکھیں ہیں۔

(رسالہ ندوہ اکتوبر 1914ء صفحہ 17)

۔مولوی ابوالحسن دیوبندی لکھتے ہیں :۔12

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر جو ان (فاضل و محدث بریلوی) کو عُبور حاصل تھا۔ اس زمانہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

(نزہت الخواطر، ج8، صفحہ 41 حیدرآباد)

۔مولوی عبدالحئی لکھتے ہیں :۔13

محدث بریلوی نے) عُلوم پر مہارت حاصل کرلی اور بہت سے فُنون بالخصوص فقہ و) اُصول میں اپنے ہم عصر علماء پر فائق ہو گئے۔

(نزہتہ الخواطر، ج8 صفحہ 38)

معین الدین ندوی لکھتے ہیں :۔(۱۴)

مولانا احمد رضا خان مرحوم صاحب علم و نظر مصنفین میں سے تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع اور گہری تھی مولانا نے جس وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت قرآنی استحضار ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ان کے عالمانہ محققانہ فتاوٰی مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر 1949ء)

عبدالماجد دریا آبادی (۱۵)

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عبدالماجد دریا آبادی نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مولانا عبدالعلیم میرٹھی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور یوں کہا کہ انصاف کی عدالت کا فیصلہ یہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مولانا عبدالعلیم میرٹھی مرحوم و مغفور نے اس گروہ (بریلوی) کے ایک فرد ہو کر بیش بہا تبلیغی خدمات انجام دیں۔

ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ 25، اپریل 1956ء بحوالہ سوئے منزل راولپنڈی اپریل 198257ء)

دیوبندی مشہور عالم سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:۔ (۱۶)

مولانا احمد رضا صاحب بریلوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک زبردست صلاحیت کے مالک تھے ان کی عبقریب کا لوہا پورے ملک نے مانا۔

ماہنامہ برہان دہلی اپریل 1974ء بحوالہ امام احمد رضا اور رَد بدعات و منکرات صفحہ 34)

مشہور وہابی مؤرخ مولوی غلام رسول مہر لکھتے ہیں:۔ (۱۷)

احتیاط کے باوجود نعت کو کمال تک پہنچانا واقعی اعلیٰ حضرت (بریلوی) کا کمال

ہے۔

ماہر القادری (۱۸)

جماعت اسلامی کے مشہور شاعر ماہر القادری لکھتے ہیں:۔)

مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے۔ اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خان بہت بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جب استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا کہ مولوی ہو کر اچھے شعر کہتا ہے۔

(ماہنامہ فاران کراچی ستمبر 1973ء)

ایک اور شمارے میں لکھتے ہیں:۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن کا سلیس رواں ترجمہ کیا ہے۔

۔۔۔۔ مولانا صاحب نے ترجمہ میں بڑی نازک احتیاط برتی ہے۔۔۔۔ مولانا صاحب کا ترجمہ خاصا اچھا ہے۔۔۔۔۔ ترجمہ میں اردو زبان کے احترام

پسندانہ اسلوب قائم رہے۔

(ماہنامہ فاران کراچی مارچ 1976ء)

عظیم الحق قاسمی فاضل دیوبند لکھتے ہیں :۔(۱۹)

ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ (مدرسہ) دیوبند میں اعلیٰ حضرت یا ان سے تعلق رکھنے والے رسائل و کتب نہیں پہنچتے، نہ ہی وہاں طلبہ کا اجازت ہوتی ہے۔ بلکہ دیکھنا جرم سے کم نہیں۔ میں بھی وہیں (دارالعلوم دیوبند) کا فراغ التحصیل ہوں، وہاں سے مجھ کو بریلویوں سے نفرت ان کی کتابوں سے عداوت دل میں پرورش پائی، اس لئے میں کبھی ان کی کتب سے استفادہ نہیں کر سکا۔ قاری چونکہ نیا رسالہ ہے اور ظاہراً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بریلویوں کا رسالہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اس سبب سے میں نے قاری کا مطالعہ کیا اور (مولانا احمد رضا) فاضل بریلوی نے شمع رسالت کی جو ضیاء پاشی کی ہے۔ اس کا ادنٰی حصہ پہلی مرتبہ قاری کے ذریعے نظر نواز ہوا جس نے میرے دل کی دنیا کو بدل ڈالا۔ ابھی تو صرف ایک فتوی نے اعلیٰ حضرت کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مجھ کو معترف کر دیا یہ پورا فتوی جب رسول کا ایک گلدستہ ہے میں اپنے دل کے حالات ان لفظوں میں بیان کروں گا، کہ اگر ہمارے علماء دیوبند تنگ نظری اور تعصب کو ہٹا دیں تو شاید مولانا اسماعیل سے لیکر ہنوز سب فاضل بریلوی کے شاگردوں کی صفت میں نظر آئیں گے۔

(ماہنامہ قاری دہلی اپریل 1988ء)

احسن نانوتوی (۲۰)

دیوبند کے مولوی احسن نانوتوی نے مولانا تقی علی خان (والد گرامی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی) کو عیدگاہ بریلی سے پیغام بھجوایا کہ میں نماز پڑھنے کے لئے آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا۔ آپ تشریف لائیے جسے چاہے امام کر لیجئے۔ میں اس کی اقتداء میں نماز پڑھوں گا۔

(مولانا احسن نانوتوی صفحہ 87، طبع کراچی)

نوٹ :۔ اس کتاب پر مشہور دیوبندی عُلماءَ کی تصدیقات موجود ہیں۔ جن میں مفتی محمد شفیع آف کراچی اور قاری طیب دیوبندی بھی شامل ہیں۔

21۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے کہا۔ مولانا احمد رضا خان ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں، میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو۔

(بحوالہ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں صفحہ 96)

مولوی فخر الدین مراد آبادی دیوبندی نے کہا، کہ :۔ (۲۲)

مولانا احمد رضا خان سے ہماری مخالفت اپنی جگہ تھی مگر ہمیں ان کی خدمت پر بڑا ناز ہے۔ غیر مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ

دنیا بھر کے علوم اگر کسی ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں۔ تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ دیکھ لو مسلمانوں ہی میں مولوی احمد رضا خان کی ایسی شخصیت آج بھی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے ہائے افسوس کہ آج ان کے دَم کے ساتھ ہمارا فخر بھی رخصت ہو گیا۔

(بحوالہ سفید و سیاہ صفحہ 116)

۔ مولانا عبدالباقی دیوبندی23

صوبہ بلوچستان کے دیوبندی مذہب کے مشہور عالم مولوی عبدالباقی جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :۔

واقعی اعلیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ اسی منصب کے مالک ہیں۔ مگر بعض حاسدوں نے آپ کے صحیح حلیہ اور علمی تبحر طاق نسیان میں رکھ کر آپ کے بارے میں غلط اوہام پھیلا دیا ہے جس کو نا آشنا قسم کے لوگ سن کر صید وحشی کی طرح متنفر ہو جاتے ہیں اور ایک مجاہد عالم دین مجدد وقت ہستی کے بارے میں گستاخیاں کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ علمیت میں وہ ایسے بزرگوں کے عشر عشیر بھی نہیں ہوں گے۔

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں صفحہ 17)

۔ عطاء اللہ شاہ بخاری24

تحریک ختم نبوت کے دوران قاسم باغ ملتان کے ایک جلسہ میں دیوبندکے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا، کہ :۔

بھائی بات یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب قادری کا دماغ عشق رسول سے معطر تھا اور اس قدر غیور آدمی تھے کہ ذرہ برابر بھی توہین الوہیت و رسالت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے پس جب انہوں نے ہمارے علماء دیوبند کی کتابیں دیکھیں تو ان کی نگاہ علماء دیوبند کی بعض ایسی عبارات پر پڑی کہ جن میں سے انہیں توہین رسول کی بُو آئی، اب انہوں نے محض عشق رسول کی بناء پر ہمارے ان دیوبندی علماء کو کافر کہہ دیا اور وہ یقیناً اس میں حق بجانب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں آپ بھی سب مل کر کہیں مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامعین سے کئی مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ الفاظ کہلوائے۔

ماہنامہ جناب عرض رحیم یار خان غزالی دوراں نمبر جلد1 شمارہ 10، 1990ء، ص) 46245۔)

مولوی محمد شریف کشمیری (۲۵)

خیر المدارس ملتان کے صدر مدرس دیوبندی شیخ المعقولات مولوی محمد شریف کشمیری نے مفتی غلام سرور قادری کو ایک مباحثہ میں مخاطب کرکے کہا کہ :۔

تمہارے بریلویوں کے بس ایک عالم ہوئے ہیں اور وہ مولانا احمد رضا خان، ان

جیسا عالم میں نے بریلویوں میں نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے وہ اپنی مثال آپ تھا اس کی تحقیقات علماء کو دنگ کر دیتی ہیں۔

(الشاہ احمد رضا بریلوی ص 82 طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

بانی تبلیغی جماعت مولوی محمد الیاس کاندھلوی (۲۶)

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کے متعلق محمد عارف رضوی لکھتے ہیں:۔

کراچی میں ایک عالم دین نے جن کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا۔ فرمایا تھا، کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب فرماتے تھے۔ اگر کسی کو محبت رسول سیکھنی ہو تو مولانا (احمد رضا) بریلوی سے سیکھے۔

(بحوالہ امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ترک موالات صفحہ 100)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

سچ بولنا منع ہے

قارئین :آپ بھی سوچ رہے ہونگے کہ یہ کیا بات ہوئی کہ سچ بولنا منع ہے۔آپ کالم پڑھنا شروع کیجیے۔اقتباسی عبارت کے بعد پھر میں آپ سے عرض کروں گا کہ میں نے یہ کیوں لکھا۔۔۔

محترم قارئین کرام:

استمداد باللہ ،اور مومن یا مشرک ،ان دونوں کالم پر بعض حضرات نے کچھ اعتراضات وارد فرمائے تھے

جن میں ایک یہ تھا کہ آپ صحابہ کرام سے استمداد کا ثبوت پیش کریں۔

دوسرا یہ تھا کہ انبیاء علیہ السلام و اولیاء کرام کی حیات کا ثبوت پیش کریں۔

تیسرا یہ تھا کہ آپ اولیاء اللہ و انبیاء علیہ السلام سے استمداد کا ثبوت پیش کریں۔

چوتھا اور اہم مسئلہ جس کی وضاحت لازم ہے وہ ہے یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللہ کا مصداق حقیقی کون ہے؟

تو انشاء اللہ صحابہ کرام کے افعال سے بھی ہم اس کالم میں استمداد ثابت

کریں گے۔انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی حیات کا ثبوت بھی پیش کریں گے جس سے آپ لوگوں پر یہ آشکار ہوجائیگا کہ ہم ان حضرات کی حیات کے قائل کیوں ہیں۔اور تیسرا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے استمداد کا ثبوت بھی پیش کریں گے۔۔اور ساتھ ساتھ غوث اعظم اور غوث الثقلین جیسے القابات کا ثبوت بھی قول مخالف سے پیس کیا جائیگا۔اور یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہ آیت کے مصداق پر بھی کلام ہوگا۔۔اللہ ہمیں حق سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائے۔۔۔

سب سے پہلے مندجہ ذیل آیت کے متعلق جانتے ہیں۔

بعض مفسرین بالخصوص مودودی صاحب نے اپنے زعم میں وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّہُمْ یُخْلَقُوْنَ o

کا مصداق انبیاء و اولیائ، شہدا اور صالحین کو ثابت کرکے لکھا ہے کہ '' جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا،فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔

گویا کہ انکے نزدیک کسی صالح انسان کو داتا، مشکل کشا اوور فریاد رس کہنا اس آیت کی رو سے ممنوع اور ناجائز ہے۔ہم ان القاب میں سے صرف فریاد رس کے متعلق گفتگو کررہے ہیں اور فریاد رس کو عربی میں غوث کہتے ہیں۔اوران بعض

مفسرین اور مودودی صاحب کے مسلم بزرگوں نے حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین کہا ہے۔آیئے آپ کو چند فروح پیش کرتے ہوئے قول مخالف سے ہی جواب دیتے ہیں۔

شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں۔۔

بے سمجھ طالب جب معرفت ذات کے مقام کو پہنچتے ہیں اور سلوک متعارف کو ختم کر لیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث اعظم اور حضرت خواجہ بزرگ نائب رسول اللہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکی اور پیشوائے شریعت و طریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی قیوم زمانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی وغیرہم قدس اللہ اسراہم اجمعین جیسے بڑے اولیاء اللہ کے ہم پایہ اور ہم مقام ہوگئے۔ (صراط مستقیم فارسی ص ۱۳۲ صراط مستقیم اردو ۲۲۵)

اس عبارت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو غوث اعظم کہا گیا۔اور دیگر کو مختلف القابات سے نوازا گیا!!!!

نیز شیخ اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی کی روحانی تربیت کے متعلق لکھتے ہیں :

جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روح مقدس

آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں سے ں سے اس کا امر تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرلے تاآنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ کو جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پر زور اثر ڈالتے رہے، پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔ (صراط مستقیم (اردو) ص ۲۸۳، مطبوعہ لاہور، صراط مستقیم فارسی) ص ۱۶۶، طبع لاہور)۔)

ان عبارات میں حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین کہا ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس اور جن وانس کے فریاد رس، نیز دوسرے اقتباس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین جو اولیاء اور صالحین امت میں سے ہیں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی تطہیر، تزکیہ اور ان کی تربیت بھی کرتے ہیں، بعض مفسرین اور مودودیصاحب کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ یہ لکھنے والے مودودی صاحب کے مسلم بزرگ ہیں، سو ملاحظہ فرمائیں۔

:شاہ عبدالعزیز اور شیخ اسماعیل دہلوی کا مودودی صاحب کے نزدیک حجت ہونا

ابو الاعلیٰ مودودی صاحب ۔۔۔ شیخ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی صاحبان کے متعلق لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات پر پوری نصف صدی بھی نہ گزری تھی کہ ہندوستان میں ایک تحریک اُٹھ کھڑی ہوئی جس کا نصب العین وہی تھا جو شاہ صاحب نگاہوں کے سامنے روشن کرکے رکھ گئے تھے۔ سید صاحب کے خطوط اور ملفوظات اور شاہ اسمٰعیل شہید کی منصب امامت، عبقات، تقویۃ الایمان اور دوسری تحریریں دیکھئے، دونوں جگہ وہی شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان بولتی نظر آتی ہے۔ شاہ صاحب نے عملاً جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ حدیث اور قرآن کی تعلیم اور اپنی شخصیت کی تاثیر سے صحیح الخیال اور صالح لوگوں کی ایک کثیر تعداد پیدا کردی، پھر ان کے چاروں صاحبزادوں نے، خصوصاً شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس حلقہ کو بہت زیادہ وسیع کیا، یہاں تک کہ ہزارہا ایسے آدمی ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئے جن کے اندر شاہ صاحب کے خیالات نفوذ کیے ہوئے تھے، جن کے دماغوں میں اسلام کی صحیح تصویر آچکی تھی اور جو اپنے علم و فضل اور اپنی عمدہ سیرت کی وجہ سے عام لوگوں میں شاہ صاحب اوران کے حلقے کا اثر قائم ہونے کا ذریعہ بن گئے اس چیز نے اس تحریک کے لئے گویا زمین تیار کردی جو بالآخر شاہ صاحب ہی کے حلقے سے، بلکہ یوں کہئے کہ ان کے گھر سے اٹھنے والی تھی۔ (تجدید واحیاء دین ص ۱۲۵۔۱۲۴، مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۵ئ)

بہر حال ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے مسلم بزرگ شاہ اسماعیل صاحب کی تحریر سے ثابت ہوگیا کہ اولیاء اللہ زندہ ہوتے ہیں اور اس جہاں میں تصرف بھی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین رحمہما اللہ نے احمد بریلوی پر تصرف فرمایا اور ان کو اپنی نسبتوں سے نوازا۔

قارئین حضرات :آپ نے پڑھ لیا نا یہاں تک ۔۔۔

اب آیئے انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی یعنی استمداد کے بارے میں پڑھتے ہیں اور وہ بھی دورخلافت میں یعنی صحابہ کے دور میں۔۔ صحابہ وتابعین نے حضور نبی اکرم، شفیع امم، رسول محتشم، نبی مکرم اللہ کے پیارے امت کے سہارے رب کے محبوب دانائے غیوب، منزہ عن العیوب، مالک رقاب امم، فخر عرب و عجم، والی ئ کون و مکاں سیاح افلاک ولامکاں، سید انس وجاں، سرخیل زماں، سرور لالہ رُخاں، تیرتابہ ابد، سر نشینِ محواشاں، شاہ خوباں، شہنشاہ عالمین، تتمہ دوراں، مہدی دوراں، مسیح دوراں، سرخیل زہراجمالہ، جلوہ صبح ازل، نور ذات لم یزل، باعث تکوین عالم، فخرآدم وبنی آدم، تیر بطحا، رازدارِ ماأوحیٰ، شاھدِ ماطغیٰ، طاھر الم نشرح، ماصوم اُمنہ، شفیع مذنبین، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاجت روائی کی !۔

انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی:

بعض مفسرین اور مودودی صاحب نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے حاجت روائی کو اس آیت کے تحت کافروں کا فعل قرار دیا ہے، ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے دور خلافت میں صحابہ اور تابعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت روائی کی ہے لہٰذا انبیاء علیہم السلام سے حاجت روائی کرنا صحابہ اور تابعین کی سنت اور ان کی اقتداء ہے، کافروں اور مشرکوں کا فعل نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر مسلمان جانتا مانتا ہے یہ وہ ہی عمر ہیں جن کے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے (او کما قال علیہ السلام) آیئے حضرت عمر کے زمانے کی ایک روایت پڑھتے ہیں۔۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔ (دیکھئے ! بقول آپ کے مردے

(!!! سے استمداد بھی اور دعا بھی

: حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

مالک الدار، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آگیا، ایک شخص حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے اور) عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہورہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقینا بارش ہوگی، اوران سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھروہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲، ص ۳۲، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۷، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۹۰۔ ۳۸۹)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶، ۴۹۵، طبع لاہور)۔

جناب: کچھ سمجھ آئی لگتا ہے کچھ اور بھی جاننا چاہتے ہیں: تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آیئے اب آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں لے چلتے ہیں !!! یہ وہ ہی عثمان ہیں جنکا لقب ذوالنورین ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے۔ ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے اس سے کہا: تم وضو خانہ جاکر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو'' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے'' اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتی کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا۔ دربان نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان نے اس کو

اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا: تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آ جانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتی کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: بخدا! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر صبر کروگے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا در آنحالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم الصغیر ج ۱ ص ۱۸۴، ۱۱۹۸۳ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۸۱۱)

حافظ منذری، حافظ الہیثمی اور شیخ ابن تیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔
الترغیب والترہیب ج ا ص ۴۷۶۔ ۴۷۷، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا) ص ۱۹۵، ۱۹۴) ۔

اس حدیث کو باغور پڑھیں وسیلہ بھی ہے، حاجت روائی بھی ہے، اور دعا بھی ہے (اور جو نبی کو مردہ گمان کرتے ہیں وہ بھی دیکھ لیں حضرت عثمان کا فعل ! کہ نبی رحمتؐ کے وسیلے سے دعا کی ترغیب دی)

نوٹ اسکی مزید تفصیل کے لئے تبیان القرآن جلد ا صفحہ 188تا209کا تفصیلی مطالعہ فرمائیں۔

اب آیئے اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے متعلق جانتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے حاجت روائی:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ بھی مودودی صاحب اور ان بعض مفسرین کے مسلم بزرگ اور حجت ہیں لہٰذا ہم اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے جواز پر ان کی عبارت نقل کر رہے ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

از اولیاء مدفونین ودیگر صلحا مومنین انتفاع واستفادہ جاری۔۔۔ترجمہ۔۔۔وصال

پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری وساری ہے۔
است وآنہا افادہ واعانت نیز مصتور بخلاف مردہ ہائے سوختہ ۔۔۔۔۔۔ اور ان اولیاء
وصلحاء سے افادہ اور امداد بھی متصور ہے۔ بخلاف ان مُردوں کے جن
کہ این چیز ہا اصلاً نسبت بآنہادر اہل مذہب آنہا نیز واقع نیست۔۔۔۔۔۔ کو جلادیا جاتا
ہے کیونکہ ان سے یہ امور ان کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہیں۔
تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۵۰، مطبوعہ افغانستان)۔)
: نیز شاہ صاحب لکھتے ہیں
ترجمہ: وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آپ کو
وقف کیا ہوا ہے وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور ان کا
امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت ادراک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے
مانع نہیں ہوتا۔ اویسی سلسلہ کی حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے
ہیں اور حاجت مندان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان
حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے کہ اگر تم بدن سے میری طرف بڑھوگے تو میں روح
سے تمہاری طرف پیش قدمی کروں گا۔ (تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۱۱۳، مطبوعہ
افغانستان)۔

مودودی صاحب کی تفسیر کے رد میں بحث طویل ہو گئی لیکن ہم یہ چاہتے تھے کہ اس بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور یہ واضح ہو جائے کہ والذین یدعون من دون ا، اور اموات غیر احیاء کا مصداق انبیاء علیہم السلام، اولیاء اکرام اور شہداء اور صالحین نہیں، اس کا مصداق صرف بت ہیں اور اس سلسلہ میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تمام شبہات کا جواب ہو۔

: والذین یدعون من دون اللہ ۔۔میں یدعون کا صحیح ترجمہ عبادت کرنا ہے پکارنا نہیں ابو الاعلیٰ مودودی صاحب اور بعض مترجم حضرات نے یدعون کا ترجمہ پکارتے ہیں کیا ہے جبکہ ایسے مواقع پر یدعون کا صحیح ترجمہ ہے۔ عبادت کرتے ہیں۔

حضرات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں

وآنانکہ مے پرستند کافراں ایشاں راہیچ خدا نمے آفریند چیزے راوخودشان آفریدہ مے شوند :

:اشرف علی تھانوی صاحب اسکا ترجمہ لکھتے ہیں

اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں :

سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

والالھۃ الذین تعبدونھم ایھا الکفار۔۔۔۔ترجمہ: اور وہ معبود جن کی تم عبادت

! کرتے ہو اے کفار

(روح المعانی)

دراصل بعض مترجم حضرات اور مودودی صاحب نے اس آیت کا ترجمہ پکارتے ہیں۔اس لئے کیا ہے کہ اس آیت کو ان مسلمانوں پر چسپاں کر سکیں جو اپنی مہمات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس آیت کا معنی'' عبادت کرتے'' کرتے تو اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں نہیں کر پاتے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی بہر حال عبادت نہیں کرتے۔

: والذین یدعون من دون اللہ ۔۔کا مصداق اصنام اور بت ہیں۔انبیاء و اولیاء نہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔۔اللہ تعالی فرماتا ہے :اور تمھارے وہ بت جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو،اے لوگوں یہ معبود کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے۔۔۔۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بت جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت جاتی ہے مردہ ہیں ان میں روحیں نہیں ہیں۔۔۔

(جامع البیان)

:امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی لکھتے ہیں
قتادہ نے کہا یہ بت ہیں جن کی الل کے سوا عبادت کی جاتی ہے مردہ ہیں ان میں روحیں نہیں ہیں۔
(تفسیر امام ابن ابی حاتم)
امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی لکھتے ہیں
اموات غیر احیاء اس سے مراد اصنام (بت) ہیں
نیز ومایشعرون۔۔کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں
ا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔اس سے مراد اصنام (بت) ہیں ان) کو آدمیوں کے صیغے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حشر میں اصنام کو بھی اٹھائے گا ان کے ساتھ روحیں ہونگی اور ان کے ساتھ ان کے شیاطین ہونگے۔۔۔۔۔
۲) مقاتل نے کہا وماایشعرون سے مراد کفار ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کو کب اٹھایا) جائیگا۔۔
(زاد المسیر ج ۴)
:امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی لکھتے ہیں
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصنام (بتوں) کی کئی صفات بیان فرمائی ہیں۔۔
(تفسیر کبیر ج ۷)

:علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رقمطراز ہیں

اموات غیر احیاء سے مراد اصنام (بت) ہیں ان میں روحیں نہیں اور نہ ہی یہ سنتے اور دیکھتے ہیں۔یعنی وہ جمادات ہیں۔۔۔

(الجامع الاحکام القرآن)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی دمشقی فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ یہ اصنام (بت) جن کی کفار اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اتعبدون ماتنحتون۔۔۔کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی نے بھی فتح القدیر میں اموات غیر احیاء کا مصداق اصنام بتوں) کو ٹھرایا ہے۔)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ تمام معتمد اور قدیم مفسرین نے والذین یدعون کا مصداق بتوں کو قرار دیا ہے اور جن حضرات نے اسکا مصداق انبیاء واولیاء شہدا و صالحین کو قرار دیا ہے یہ غلط اور اپنے ذہن کی اختراع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین

مخلوق ہیں جو آیات کافروں کے متعلق نازل ہوتی ہیں وہ انکو مومنین پر چسپاں کرتے ہیں (صحیح بخاری)

اور بعض مفسر حضرات اور مودودی صاحب نے جو آیات بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اسکو انبیاء ،اولیائ، شہدا، صالحین پر منطبق کیا ہے العیاذ باللہ۔۔۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔۔

انبیاء ، اولیائ، شہداء اور صالحین کی حیات کا ثبوت:

مودودی صاحب لکھتے ہیں: اب لامحالہ اس آیت میں الذین یدعون من دون اللہ سے مراد وہ انبیائ، اولیائ، شہدائ، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کردیتے ہیں۔

مودودی صاحب کا شہداء کو اموات غیر احیاء میں شامل کرنا صراحتاً قرآن عظیم کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ شہداء کے متعلق فرماتا ہے:

o وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم شعور نہیں رکھتے۔ (البقرہ: ۱۵۴)

: نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

o وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان (بھی) مت کرو بلکہ وہ اپنے (رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (آل عمران: ۱۶۹

اور انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیوں کہ جن کی صرف موت فی سبیل اللہ ہے جب وہ زندہ ہیں تو جن کی موت اور حیات دونوں فی سبیل اللہ ہے تو وہ تو بطریق اولیٰ زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

o قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

آپ کہیے کہ میری نماز اور میرا حج وقربانی، اور میری زندگی اور موت سب اللہ ہی کے (لیے ہے۔ (سورۃ الانعام: ۱۶۲

:اور خصوصیت کے ساتھ قبر میں انبیاء علیہم السلام کی حیات پر یہ حدیث دلیل ہے

اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو

پیدا کیا گیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ بے ہوش ہوں گے، تن اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیوں تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا: آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا! آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے جسم کو کھانا حرام فرما دیا ہے۔

سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۳، سنن ابن ماجہ (رقم الحدیث: ۱۰۸۵، ۱۶۳۶

حافظ ابن کثیر شافعی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کی ہے۔

: حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں،

انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا: السلام علیک یا رسول اللہ، میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک۔ الآیہ۔ اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر
اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں، پھر اس نے دو اشعار پڑھے:

.....اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں
اسی میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا، عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی، میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۸۹، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۵، البحر المحیط ج ۳ ص ۲۹۴، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۳۹۹)

!!! نوٹ : تفسیر ابن کثیر کو راجح و اعلیٰ مفسر ماننے والے حضرات اس پر ضرور غور کریں
: مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجائے اور آپ اس کے لیے دعائے مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہوجائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے، اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکورہ الصدر حکایت بیان کی۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰، ۴۵۹، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)۔

ان آیات، احادیث اور ایسے علماء کی تصریحات سے، جن کی ثقاہت مودودی صاحب اور ان بعض مفسرین کے نزدیک بھی مسلم ہے، یہ ثابت ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور رہے اولیاء کرام اور صالحین سو وہ بھی اپنی قبروں میں برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو قبروں میں ثواب ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ انبیاء

شہدائ، اولیاء اور صالحین کو اموات غیر احیاء کا مصداق قرار دینا باطل ہے، اموات غیر احیاء کا مصداق صرف بت ہیں جن میں حیات کی کوئی رمق نہیں ہے۔اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام حیات ہیں اور ان سے استمداد کرنا جائز ہے۔

اب محترم قارئین : میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ راہ ہدایت پر چلنے کا گُر کسی انسٹیٹوٹ میں سکھایا جاتا ہے یا یہ رب تعالی کی عطاو توفیق ہے ! ! ! تو یقینا آپ کا جواب ہوگا کہ یہ توفیق من اللہ ہے۔ میں نے نہایت عرق ریزی سے آپ تک خالصتا علم دین کی نیت سے یہ سب پیش کیا لیکن ایک طبقہ ہے کہ وہ ماننے کو تیار ہی نہیں ۔ان کے سامنے حقائق رکھیں تو وہ ایسی عبث و بے معنٰی اعتراض کا دروازہ کھولتا ہے کہ پڑھنا والا ، سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ یہ احمقوں کی دنیا کے وہ مکین ہیں جہاں سچ بولنا منع ہے ۔لیکن کیا کروں ہمارے دین نے ،ہمارے مذہب نے سچ بولنے کی عادت ڈالی ہے جو ہماری فطرت میں شامل ہے اور اپ جانتے ہیں فطرت کبھی بدلتی نہیں ۔اگر چہ یہاں سچ بولنا منع ہے۔

کیا ہمارے بھی کچھ حقوق ہیں؟

محترم قارئین کرام آج ہمارا معاشرہ مسلسل تنزلی کی جانب گامزن ہے جہاں جہالت ،لڑائی جھگڑے،ذرا ذرا سی بات پر خون خرابے، کبھی مذہب کے نام پر تو کبھی لسانیت کے نام پر تو کبھی خانہ جنگی کے نام پر،الغرض کسی نا کسی طرح مسلمان آپس میں دست غریباں ہیں،ہر کوئی دوسرے کو زیر کرنے کے درپر ہے مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں حلانکہ ہماری شریعت تو ہمیں کتنی پیاری مدنی سوچ دیتی ہے۔

آیئے شریعت کی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے۔یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں ہے،فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا کہ کون مسلمان بہتر ہے ؟فرمایا، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح بخاری،کتاب الایمان،حدیث۹، صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام ۔۔۔۔۔۔الخ، حدیث۵۹)!

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا'' اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں 'اس میں مسلمان سے مراد کامل مؤمن ہے جبکہ زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہنے کی تخصیص اس لئے کی کہ زیادہ ایذائیں زبان اور ہاتھ سے ہی دی جاتی ہیں ،زبان کو ہاتھ پر مقدّم اس لئے کیا کہ زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہے ، ہاتھ سے صرف اس کو ایذا دی جا سکتی ہے جو موجود ہو مگر زبان سے حاضر اور غائب دونوں کو ایذا دی جا سکتی ہے نیز زبان کی ایذا بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے

جَراحَاتُ السِّنَانِ لَھَا الْتِیَامُ

وَلَا یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

نیزے کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں

لیکن)زبان کا زخم نہیں اچھا ہوتا)

(نزہۃ القاری ، شرح صحیح البخاری ، ج۱، ص ۲۵۲)

علامہ ابنِ حَجَر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں

کہ ''اَلْمُسْلِمُ'' سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کرے یعنی جو یہ حقوق ادا کرے وہ کامل مسلمان ہے۔ (فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم، ۱، الشاملہ)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں میں شرکت کرنا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، حدیث ۱۱۶۴، الشاملہ)

ان پانچ حقوق کو حدیثِ پاک کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا حق ''سلام کا جواب'' دینے کے بارے میں ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، چنانچہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہتا ہے اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، کہتا ہے اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' (المعجم الکبیر، مسند سہل بن حنیف، رقم ۵۵۶۳، ج۶، ص ۷۶)

حضرتِ سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سلام کو عام کرو سلامتی پالوگے۔'' (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، رقم ۴۹۱، ج۱، ص ۳۵۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رحمٰن عزوجل کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہوجاؤگے۔'' (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۸۹، ج۱، ص ۳۵۶)

دوسرا حق '' مریض کی عیادت کرنا '' ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، چنانچہ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، '' خوش ہو جا کہ تیرا یہ '' چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔

سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، رقم ۱۴۴۳، ج ۲، (ص ۱۹۲

حضرتِ سیدنا ابو سَعِید خُدْرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ '' مریضوں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں میں شرکت کیا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتے رہیں گے۔ ''

(مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، رقم ۱۱۱۸۰، ج ۴، ص ۴۷)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحمَۃ لِّلعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ '' جس

نے مریض کی عیادت کی، جب تک وہ بیٹھ نہ جائے دریائے رحمت یہاں غوطے لگاتا رہتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو رحمت یہاں ڈوب جاتا ہے۔''

(مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ، رقم ۱۴۲۶۴، ج۵، ص ۳۰)

تیسرا حق ''کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا'' ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں فرمایا گیا، چنانچہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''بندے کو اپنی موت کے بعد سب سے پہلے جو جزاء دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جنازے میں شریک تمام افراد کی مغفرت کردی جاتی ہے۔'' (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب اتباع الجنازۃ، رقم ۴۱۳۴، ج۳، ص ۱۳۲)

حضرتِ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جو نماز ادا کرنے تک جنازے کے ساتھ رہا اس کے لئے ایک قیراط اجر) ہے۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، ''یارسول اللہ عزوجل و صلی) اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! کیا یہ ہمارے قیراطوں جیسا ہے؟'' ارشاد فرمایا، ''نہیں بلکہ اُحد پہاڑ کی مثل یا اس سے

(بھی کہیں بڑا۔'' (مسند احمد، رقم ۴۴۵۳، ج ۲، ص ۲۰۰

نیز سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''جو کسی مسلمان کے جنازے میں ایمان اور اجر وثواب کی نیت سے شریک ہوا اور نماز جنازہ ادا کرنے اور تدفین تک جنازے کے ساتھ رہا تو دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ان میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو نماز پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔''

(مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ، رقم ۹۴۵، ص ۴۷۱)

چوتھا حق کسی کی'' دعوت قبول کرنے کے بارے'' ہے، چنانچہ اس کے بارے میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے ارشاد فرمایا: جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرنی چاہیے پھر اگر چاہے کھائے، چاہے نہ کھائے۔''

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی... إلخ، الحدیث: ۳۵۱۸، ص ۹۱۸)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی

شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آنا چاہیے۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، الحدیث: ۵۱۷۳، ص ۴۴۷)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مال دار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقراء چھوڑ دیے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو ترک کیا یعنی بلا سبب انکار کر دیا) اس نے اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) (کی نافرمانی کی۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، الحدیث: ۵۱۷۷، ص ۴۴۷)

جبکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچواں حق یہ ہے کہ وہ ''چھینک کا جواب دے چنانچہ چھینک کا جواب دینے کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، ''''

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''جب کسی کو چھینک آئے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ'' کہے جب یہ (یعنی سننے والا) ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ'' کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں یہ کہے ''یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ''۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اذا عطس کیف یشمت، الحدیث: ۶۲۲۴، ص ۵۲۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جب کسی کو چھینک آئے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' ''کہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۳۲۶، ج۱۰، ص ۱۶۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' جب کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ '' کہے تو فرشتے کہتے ہیں ''رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' اور وہ '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' کہتا ہے، تو فرشتے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یعنی اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔ (طبرانی اوسط، الحدیث ۳۳۷۱ (ج۲، ص۳۰۵

نیز کسی مسلمان کے لئے جگہ کشادہ کرنا بھی ''حَقُّ الْمُسْلِم'' میں داخل ہے جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا واثلہ بن خَطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ ایک شخص تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خِدمت میں حاضِر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم مَسجِد میں تَشرِیف فرما تھے۔ رَحمتِ دو عالَم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ

مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اُس کے لئے اپنی جگہ سے سَرَک گئے۔اُس نے عرض کی،یارسولَ اللہ ! عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جگہ کُشادہ مَوجُود ہے۔آپ نے سَرَکنے کی تکلیف کیوں فرمائی ! فرمایا،''مُسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اُس کا بھائی اُسے دیکھے اُس کیلئے سَرَک جائے۔'' (شُعَب الایمان، رقم الحدیث ۸۹۳۳، (ج۶، ص۴۶۸، دارالکتب العلمیۃ بے روت

محترم قارئین کرام آپ نے جانا کہ ہم پر کیا کیا حقوق ہیں صرف اس حدیث میں موجود حقوق پر ہم عمل پیرا ہوجائیں تو ہم میں دوریاں ختم ہوتی جائیگی اور ہر چہار سو محبت اخوت ، کی فضا چھا جائیگی آج سے یہ عہد کریں کہ ہم یہ تمام حقوق ادا کرتے ہوئے اپنی زندگی کو شریعت مطھرہ کے سانچے میں ڈھال کر گزارنے کی سعی فرمائیں گے۔ان شاء اللہ عزوجل اللہ ہماری تمام جائز حاجات پوری فرمائے۔اٰمین۔

اَمامَ اہلسنت کُون۔؟ ۳ (اَمام احمد رضا بریلوی)۔

محترم قارئین

یوں تُو سیدنا اِمام احمد رضا (رِحمتہ اللہ علیہ) کی ذاتِ مُبارکہ مجھے جیسے کِسی راہِ علم کے طالب کے الفاظوں کی مُحتاج نہیں ہے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس جانب بھی مبذول کرانا چاہتا ہُوں۔ جیسا کہ پچھلی دُو اقساط میں آپ نے مُلاحظہ کیا ہُوگا کہ تمام عرب وحجاز شریف کے عُلما کس نیاز مندی کے ساتھ آپکا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ساتھ آپ نے دوسری قسط میں یہ بھی مُلاحظہ کیا۔ کہ نہ صرف اہلسنت کے وہ لوگ جو آپکی ذات مبارک کو اہلسنت کا سرمایہ سمجھتے ہیں اُن میں صرف محبین و مقدمین ہی شامل نہیں ہیں۔ بلکہ آپکی توصیف و ثنا میں وہ لوگ بھی شامل نظر آئے۔ جنکے علمی تعاقب میں سیدنا اِمام احمد رضا (رحمتہ اللہ علیہ) نے بے شُمار کُتب بھی تحریر فرمائی۔

سیدنا اِمام احمد رضا (رحمتہ اللہ علیہ) جیسی عِلمی شخصیات سینکڑوں برس میں پیدا ہُوا کرتی ہیں۔ آپ نے حیات مُبارکہ میں کم و بیش ایک ہزار کُتب تحریر فرمائیں۔ جبکہ آپ کی کُتب نے صرف ایک قسم کے علمی موضوع کا اِحاطہ ہی نہیں فرمایا۔ بلکہ آپکی نظر تمام دُنیاوی علوم پر تھی۔ اسلئے عُلما تُو علما

دنیاوی عُلوم کے ماہرین بھی آپکے آستانہ مبارک پر اپنی جبین نیاز جُھکانے کو سعادت سمجھتے تھے۔ اور شائد یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں آپکو شائد ہی کوئی ایسی مذہبی شخصیت نظر آئے جسکی عظمت کو سلام پیش کرنے کیلئے اسقدر افراد نے (پی ایچ ڈی) کی ہُو۔ کہ جسقدر ڈاکٹر حضرات نے سیدنا اِمام احمد رضا (رحمتہ اللہ علیہ) کی ذات مبارک کے بے شُمار پہلوؤں پر مقالہ جات کے عظیم کوہِ ہمالیہ کی مانند مقالہ جات کے انبار لگائے ہیں ۔اور آپ کی ذات مُبارکہ پر لکھا گیا۔ اور ابھی تک لکھا جارہا ہے۔ اور اب بھی بے شُمار لوگ آپ کی ذاتِ کریمانہ پر (پی ایچ ڈی) کررہے ہیں۔

بہرحال قصہ مُختصر ہم اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے ہُوئے وہیں سے جُوڑتے ہیں۔ کہ جہاں سے اِسے مُنقطع کیا تھا۔

جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں:۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے۔ اور ان کی فضیلت ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ نزاعی مباحث کی وجہ سے جو تلخیاں پیدا ہوئیں وہی دراصل ان کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر پردہ ڈالنے کی موجب

ہوئیں۔

(ہفت روزہ شہاب 25 نومبر 1962ء)

جسٹس ملک غلام علی۔

مودودی جماعت کے ذمہ دار فرد اور خود مودودی صاحب کے مشیر جسٹس ملک غلام علی لکھتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاوٰی کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول ﷺ تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔

(۔ارمغان حرم لکھنؤ صفحہ 14

خلیل العلماء مولانا خلیل اشرف صاحب نے یہی عبارت ابوالاعلیٰ مودودی کے قول میں لکھی ہے۔

(ہفت روزہ شہاب 25 نومبر 1962ء)

وہابی مسلک کے ترجمان المنبر لائل پور لکھتا ہے:۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (قرآن، کنزالایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

(المنبر لائل پور 6 صفر المظفر 1386ھ بحوالہ رضائے مصطفٰے فروری 1976ء)

ثناء اللہ امرتسری

وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں :۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم مجدد مائتہء حاضرہ۔

(فتاوٰی ثنائیہ ج1 صفحہ 64۔263 طبع لاہور)

مسلکِ وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری مزید لکھتے ہیں :۔

امرتسر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔ اَسّی 80 سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے (یعنی جنکی ترجمانی مسلک اِمام احمد رضا کے عُلما کرتے ہیں)۔ جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

(شمع توحید صفحہ 53 لاہور صفحہ 40 طبع امرتسر و سرگودھا)

نوٹ :۔ اب بعد کے ایڈیشنوں سے مذکورہ عبارت نکال دی گئی ہے۔ دیکھئے مکتبہ قدوسیہ لاہور اور اہلحدیث ٹرسٹ کراچی کی شائع کردہ شمع توحید۔

احسان الٰہی ظہیر (۳۸)

مسلک وہابیہ کے علامہ احسان الٰہی ظہیر کی مسلک بریلوی سے دُشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اُنھوں نے باقاعدہ اِس دُشمنی کے اظہار کیلئے کُتب بھی تحریر کیں جس میں سے ایک کتاب البریلویت بھی لکھی ہے جس میں اُنھوں نے حقیقیت کو اگرچہ خُوب تُوڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ مگر اس میں بھی وہ لکھنے پر مجبور ہے کہ

انما جدیدۃ من حیث النشاء ۃ والاسم، و من فرق شبہ القارۃ من حیث التکوین والمیۃ ولکنھا قدیمۃ من حیث الافکار والعقائد۔ (البریلویۃ صفحہ 7

ترجمہ:۔ یہ جماعت (بریلوی) اپنی پیدائش اور نام دار اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل و شباہت کے لحاظ سے اگرچہ نئی ہے لکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔ معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا بریلوی کسی مذہب کے بانی نہیں اور بریلویت نہ ہی کوئی نیا مذہب ہے نہ ہی کوئی نیا فرقہ۔

نوٹ:۔ اِس کتاب مذکورہ کا مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے تحقیقی و تنقیدی جائزہ لکھا ہے۔

(منظور الحق (جماعتِ اسلامی

جماعت اسلامی کے مشہور صحافی منظور الحق لکھتے ہیں:۔

جب ہم امام موصوف (فاضل بریلوی) کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنی علمی فضیلت اور عبقریت کی وجہ سے دوسرے علماء پر اکیلا ہی بھاری ہے۔

(ماہنامہ حجاز جدید نئی دہلی جنوری 1989ء)

حافظ بشیر احمد غازی آبادی

لکھتے ہیں:۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا، یہ سراسر غلط فہمی ہے جس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہم اس غلط فہمی کی صحت کے لئے آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر کی کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے جتنی بار پڑھیئے کہ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے دل ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا۔

(ماہنامہ عرفات لاہور، اپریل 1970ء صفحہ 31۔30)

مُولوی عبدالقدوس ہاشمی دیوبندی

سید الطاف علی کی روایت کے مطابق مولوی عبدالقدوس ہاشمی دیوبندی نے کہا کہ قرآن پاک کا سب سے بہتر ترجمہ مولانا احمد رضا خان کا ہے جو لفظ انہوں نے ایک جگہ رکھ دیا ہے اس سے بہتر لفظ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(خیابان رضا صفحہ 121، طبع لاہور)

مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں :۔

حضرت مولانا احمد رضا خان مرحوم اس عہد کے چوٹی کے عالم تھے۔ جزئیات فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔۔۔۔۔۔۔ ترجمہ کلام مجید (کنزالایمان) اور فتاوٰی رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کر چکا ہوں، مولانا کا نعتیہ کلام پُر اثر ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر سراج الحق (پی ایچ ڈی) تو مولانا کے کلام کے گرویدہ تھے اور مولانا کو عاشق رسول سے خطاب کرتے ہیں۔ مولانا کو دینی معلومات پر گہری نظر تھی۔

(مقالات یوم رضا ج 2 صفحہ 70 طبع لاہور)

مُولانا عامر عثمانی دیوبندی

ماہنامہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر عامر عثمانی لکھتے ہیں :۔

مولانا احمد رضا خان اپنے دور کے بڑے عالم دین اور مدبر تھے۔ گو انہوں نے کچھ علمائے دیوبند کی تکفیر کی مگر اس کے باوجود بھی ان کی علمیت اور تدبر و افادیت بہت بڑی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ جو بات ان کی تحریروں میں پائی جاتی ہے وہ بہت ہی کم لوگوں میں ہے کیونکہ ان کی تحریریں علمی و فکری صلاحیتوں سے معمور نظر آتی ہیں۔

(ماہنامہ ہادی دیوبند صفحہ 17 محرم الحرام 1360ھ)

مشہور دیوبندی مناظر اسلام مولوی منظور نعمانی کہتے ہیں:۔

میں ان کی کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بے علم نہیں تھے۔ بڑے ذی علم تھے۔

(بریلوی فتنہ کا نیا روپ صفحہ 16 طبع لاہور)

مفتی عبدالرحمٰن آف جامعہ اشرفیہ لاہور

لکھتے ہیں، تمام اہل سنت والجماعت خواہ دیوبندی ہو خواہ بریلوی قرآن و سنت کے علاوہ فقہ حنفی میں بھی شریک ہیں۔۔۔۔۔۔۔ دیوبندی بریلوی کے پیچھے نماز پڑھ لے کیونکہ دونوں حنفی ہیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور 28 اپریل 1990ء)

یہی مولوی عبدالرحمٰن اشرفی مہتمم اشرفیہ لاہور روزنامہ پاکستان کے سنڈے

ایڈیشن میں انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

.بریلوی حضرات سے مجھے .بڑی محبت ہے۔ اس لئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق ہیں۔ چنانچہ .بریلوی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مجھے پیارے لگتے ہیں۔

(روزنامہ پاکستان سنڈے ایڈیشن ہفت روزہ زندگی یکم تا 7 اگست 2004ء)

بحوالہ رضائے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم رجب المرجب 1425ھ بمطابق ستمبر 2004ء)

اب ہم اعلیٰ حضرت فاضل .بریلوی کا قادیانیت کے لئے شمشیر بے نیام ہونا علمائے دیوبند سے ثبوت نقل کرتے ہیں .ملاحظہ کیجئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت :۔

مسلکِ دیوبند کی تنظیم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جو کہ دیوبندی حضرات کی محبوب تنظیم ہے۔ اُس وقت ان کے امیر مولوی خان محمد آف کندیاں ہیں ان کی طرف سے ایک رسالہ شائع ہوا، اس میں صاف لکھا ہوا ہے:۔

نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ زنی ہوتے دیکھ کر مولانا احمد .بریلوی تڑپ اٹھے اور مسلمانوں کو مرزائی نبوت کے

زہر سے بچانے کے لئے انگریز کے ظلم و بربریت کے دور میں علم حق بلند کرتے ہوئے اور شمع جراءت جلاتے ہوئے مندرجہ ذیل فتوی دیا جس کا حرف حرف قادیانیت کے سومنات کے لئے گرز محمود غزنوی ہے۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد کی بناء پر اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے مرزائی اور مرزائی نوازوں کے بارے میں فتوی دیا قادیانی مرتد منافق ہیں مرتد منافق وہ کہ لب پر کلمہ اسلام پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا، اور اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی کی توہین یا ضروریات دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ اس کا ذبیح محض نجس اور مردار حرام قطعی ہے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے اور میل جول چھوڑنے کو ظلم اور ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ کافر۔ (احکام شریعت 112۔ 122، 177)

محترم قارئین

باپ بیٹے کی تعریف کرے یا بیٹا باپ کی، دوست دوست کی اس میں تعریف ضرور ہے لیکن کوئی کمال درجہ کی بات نہیں۔ لیکن اک لمحہ کے لیے سوچیے گا کہ ایک شخص جو مجھ سے یا آپ اپنے پر قیاس کر لیجیے آپ سے بغض و عناد رکھتا ہو، ببانگ دہل مخالفت بھی کرتا ہوں۔ بلکہ لکھ اور بول کر تردید و تحقیر کے پہاڑ کھڑے کرتا ہو۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی اُسے عطا کردہ بے بہا صلاحیتوں کی جولانیاں اسکی

تعریف و مدحت پر ہمیں مجبور کردیں تو مان لیں کہ آپ کا مد مقابل انتہا کا
باکمال، صاحب علم و دانش اور وَرُشد و ہدایت کا منبع ہیں۔ میں اگر اپنے الفاظ میں امام
اہلسنّت کی مداح سرائی کرتا تو عین ممکن ہے کہ آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ
بات آسکتی تھی کہ اپنے مولوی کی تعریف کررہاہے۔ میں نے قلمی دیانت جانتے ہوئے
تمام تر تاریخِ جہات آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اب فیصلہ آپ کی عدالت میں ہے
!----------

احادیث میں موجود چمکتے ہوئے حکمت کے موتی

نوٹ : محترم قارئین کرام : میں آج آپ کی بارگاہ میں ایسی احادیث پیش کر رہا ہوں جن پر عمل پیرا ہو کر ہم ایک باکردار مسلمان بن سکتے ہیں۔

تمام احادیث با غور پڑھیں ان شاء اللہ بہت سے علم دین کے موتی پائیں گے۔۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : مومن ایک سوراخ میں سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

[مسلم حدیث رقم: ۷۴۹۸ ، بخاری حدیث رقم: ۶۱۳۳ ، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۸۶۲ ، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۳۹۸۲

، مسند احمد حدیث رقم: ۸۹۵۰]۔

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہفرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : آہستگی اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔

[ترمذی حدیث رقم: ۲۰۱۲]

(۳) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہسروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کوئی حِلم والا نہیں سوائے لغزش والے کے اور کوئی حکیم نہیں سوائے تجربہ کار کے۔

ترمذی حدیث رقم: ۲۰۳۳، مسند احمد حدیث رقم: ۱۱۶۶۷، شعب الایمان للبیہقی [حدیث رقم: ۴۶۴۸]۔

۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وصیت فرمائیں۔ فرمایا : کام کو تدبیر سے ہاتھ ڈال اور تم دیکھو کہ اسکے انجام میں بہتری ہے تو اسے کر گزرو اور اگر اس میں نقصان کا ڈر (محسوس کرو تو رک جاؤ۔ (شرح السنۃ حدیث رقم: ۳۶۰۰

۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہفرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس سے مشورہ مانگا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

(ترمذی حدیث رقم: ۲۸۲۲)

۶) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : جب تم لوگوں کے بھید کی جستجو کروگے تو انہیں متنفر کر دوگے۔

ابو داؤد حدیث رقم: ۴۸۸۸)۔)

۷) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں ، زبان پر قابو جیسا

کوئی ورع نہیں ، اچھے اخلاق جیسا کوئی حسب نہیں۔
(شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۴۶۴۶ ، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۲۱۸)

۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ میں میانہ روی آدھی معاشیات ہے اور لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا آدھی عقل ہے اور سوال کا سلیقہ آدھا علم ہے۔
(شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۶۵۶۸)

۹) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلی نبوتوں کے کلام سے جو کچھ لوگوں نے پایا وہ یہ تھا کہ ''اگر تجھے حیاء نہیں تو جو چاہے کرتا رہ''۔
(بخاری حدیث رقم: ۳۴۸۳ ، ۳۴۸۴ ، ۶۱۲۰ ، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۷۹۷ ، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۱۸۳ ، مسند احمد حدیث رقم: ۱۷۰۹۴]۔

۱۰) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: نیکی اچھے اخلاق ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں چبھے اور تو نہ چاہے کہ لوگ اس سے آگاہ ہوں۔
(مسلم حدیث رقم: ۶۵۱۶ ، ۶۵۱۷ ، ترمذی حدیث رقم: ۲۳۸۹ ، سنن الدارمی حدیث رقم: ۲۷۹۱ ، مسند احمد حدیث رقم: ۱۷۶۵۱]۔

۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : امیری زیادہ دولت سے نہیں ہوتی بلکہ امیری دل کی امیری ہے۔

مسلم حدیث رقم: ۲۴۲۰، بخاری حدیث رقم: ۶۴۴۶، ترمذی حدیث رقم: ۲۳۷۳، [ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۱۳۷، مسند احمد حدیث رقم: ۷۵۷۲، ۸۱۹۴]۔

۱۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت رکھے گا۔ اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جا، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۱۰۲ [۔]

۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : مضبوط مومن اللہ کے ہاں کمزور مومن سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔ ویسے دونوں اچھے ہیں۔ اپنے فائدے کے کام کی کوشش کر اور اللہ سے مدد مانگ اور سستی نہ کر۔ اگر تجھے کوئی نقصان دِہ چیز پیش آ جائے تو مت کہہ کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہوتا، بلکہ کہہ : اللہ نے مقدر کیا تھا اور جو اس نے چاہا وہ کر دیا۔ کاش کے لفظ سے شیطانی عمل کا دروازہ کھلتا ہے۔

مسلم حدیث رقم: ۶۷۷۴، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۷۹، مسند احمد حدیث رقم: ۸۸۵۰ [۔]

۱۴) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم لوگ اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے صبح خالی پیٹ جاتے ہیں اور رَج کے آتے ہیں۔

ترمذی حدیث رقم: ۲۳۴۴، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۱۶۴، مسند احمد حدیث رقم: [۲۰۶]۔

۱۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ۔

ابوداؤد حدیث رقم: ۴۸۴۲[۔]

۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: مومن بھولا اور مہربان ہوتا ہے اور کافر چالباز اور مکار ہوتا ہے۔

[مسند احمد حدیث رقم: ۹۱۴۲، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۷۹۰، ترمذی حدیث رقم: ۱۹۶۴]

۱۷) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: کسی چیز کی محبت تجھے اندھا بھی کر دیتی ہے اور بہرہ بھی۔

(ابوداؤد حدیث رقم: ۵۱۳۰، مسند احمد حدیث رقم: ۲۱۷۵۱، ۲۷۶۱۶)

۱۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خاموش رہا نجات پا گیا۔
مسند احمد حدیث رقم: ۶۴۸۸، ۶۶۶۳، ترمذی حدیث رقم: ۲۵۰۱، دارمی حدیث [
] رقم: ۲۷۱۵، شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۴۹۸۳
۱۹) حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو
ترک کر دے جس سے اس کا تعلق نہیں۔
مؤطا امام مالک، کتاب حسن الخلق حدیث رقم: ۳، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۳۹۷۶، [
ترمذی حدیث رقم: ۲۳۱۷، ۲۳۱۸، مسند احمد حدیث رقم: ۱۷۴۲[۔
۲۰) حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہسروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔
بخاری حدیث رقم: ۵۱۴۶، ۵۷۶۷، ترمذی حدیث رقم: ۲۰۲۸، ابوداؤد حدیث رقم: [
۵۰۰۷]۔
۲۱) حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہسروایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد بخیل اور بزدل بنا دیتی ہے۔
مسند احمد حدیث رقم: ۱۷۵۷۶، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۳۶۶۶[۔ُ
۲۲) حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہفرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث یاد کی: جو چیز یقینی ہو اس کے مقابلے پر اس چیز
کو ترک کر دے جو تجھے شک میں ڈالے۔ پس بے شک سچائی

اطمینان فراہم کرتی ہے اور جھوٹ شک میں ڈالتا ہے۔
[مسند احمد حدیث رقم: ۱۷۲۸، ترمذی حدیث رقم: ۲۵۱۸، نسائی حدیث رقم: ۵۷۱۱،
سنن الدارمی حدیث رقم: ۲۵۳۵]

۲۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ایک عروج ہے اور ہر عروج کو زوال ہے۔
[ترمذی حدیث رقم: ۲۴۵۳]

۲۴) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتے ہے جیسے اسے اس کی موت تلاش کرتی ہے۔
[حلیۃ الاولیاء ۸۶/۶۔]

۲۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔
[مسلم حدیث رقم: ۶۶۴۳، بخاری حدیث رقم: ۶۱۱۴، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۷۷۹،
مسند احمد حدیث رقم: ۷۲۳۸۔]

۲۶) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی کی طرح نہیں ہوتی۔

مسند احمد حدیث رقم: ۲۴۵۱[ـ]

۲۷) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! عاجزی اختیار کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ کی خاطر عاجزی اختیار کی اللہ نے اسے بلند کر دیا۔ وہ لوگوں میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں عظیم ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ نے اسے گرا دیا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کی نظروں میں خنزیر اور کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔
شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۸۱۴۰[ـ]

۲۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی ناشکرا ہے۔
مسند احمد حدیث رقم: ۷۵۲۱، ترمذی حدیث رقم: ۱۹۵۵[ـ الحدیث صحیح]

۲۹) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے کرتا رہے۔
مسلم حدیث رقم: ۷، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۹۹۲[ـ]

۳۰) انہی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: اچھا بول بھی صدقہ ہے۔
بخاری حدیث رقم: ۲۹۸۹[۔]

۳۱) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
مسلم حدیث رقم: ۶۰۳۰، بخاری حدیث رقم: ۷۳۷۶، ترمذی حدیث رقم: ۱۹۲۲، [مسند احمد حدیث رقم: ۱۹۱۹۴]۔

۳۲) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بعض علم بھی جہالت ہوتے ہیں۔
ابوداؤد حدیث رقم: ۵۰۱۲[۔]

۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دسویں مہینے کی دس تاریخ کو حاضر ہوا، آپ کے پاس انصار میں سے ایک آدمی حاضر ہوا، اس نے عرض کیا یا نبی اللہ! سب لوگوں سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط کون ہے؟ فرمایا: جو شخص اُن میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرتا ہو اور سب سے زیادہ موت کے لیے تیار ہو اس سے پہلے کہ موت نازل ہو، وہی لوگ سب سے زیادہ سمجھدار ہیں، وہی دنیا کا شرف اور آخرت کی کرامت پا گئے ہیں۔

المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم: ۶۴۸۸]۔[

۳۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جامع کلام دے کر بھیجا گیا ہے۔

[مسلم حدیث رقم: ۱۱۶۸، بخاری حدیث رقم: ۲۹۷۷، نسائی حدیث رقم: ۳۰۸۷، مسند احمد حدیث رقم: ۷۶۰۲]۔

۳۵) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آگے آپ نے لمبی حدیث بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ چیز تمام معاملات کی زینت ہے۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: قرآن کی تلاوت اور اللہ عزوجل کا ذکر لازم پکڑ، یہ تیرے لیے آسمان میں ذکر کا سبب ہے اور زمین میں تیرے لیے نور ہے۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: دیر تک خاموش رہا کرو۔ یہ چیز شیطان کو بھگانے والی ہے اور تیرے دینی معاملات میں تیری مددگار ہے۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: زیادہ ہنسنے سے بچو، زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے اور چہرے کا نور ختم کر دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: حق کہو خواہ کڑوا ہو۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈر۔ میں نے عرض کیا مزید فرمائیں۔ فرمایا: جو کچھ تو اپنے بارے میں جانتا ہے وہ تجھے

لوگوں کے خلاف بولنے سے روکے رکھے۔

]شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۴۹۴۲[

۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دانائی کی بات دانا آدمی کی کھوئی ہوئی میراث ہے۔ وہ اسے جہاں بھی پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

]ترمذی حدیث رقم: ۲۶۸۷، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۴۱۶۹[

آپ نے پڑھا تو کیا خیال ہے آپ کا؟ اب نیت کرلیں کہ ان تمام احادیث پر عمل کرکے اپنی زندگی کو عین شریعت کے مطابق گزارے گے۔۔۔۔۔

ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو

سفر معراج عالمِ بیداری میں طے ہوا

سفرِ معراج عالمِ بیداری میں طے ہوا

محترم قارئین کرام ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر پڑھی مجھے بے حد پسند آئی اور ارادہ کرلیا کہ اس کو ضرور شیئر کرونگا تاکہ آپ بھی اسکو ملاحظہ فرمائیں اور لطف اندوز ہوں۔

آج کے سائنسی دور کے اِرتقاء اور کائناتی انکشافات کے اس دور میں بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں نے خواب میں زمینوں اور آسمانوں کی سیر کی اور جب میں واپس آیا تو میرا بستر گرم تھا تو اسے مِن و عن تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ خواب کی بات ہے اور خواب میں ایسا ہونا ممکن ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ دعویٰ خواب کے حوالے سے کرتے تو ابولہب کو اس کی حقانیت سے انکار ہوتا اور نہ ابوجہل کو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دعویٰ عالمِ بیداری میں کیا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں کی سیر میں نے عالمِ بیداری میں کی، اس لئے عقلِ عیار اسے تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوئی۔ اب چونکہ جاگتے ہوئے یہ سب کچھ ہونا انسانی فہم وادراک سے بالاتر تھا لہٰذا اس

معجزہ کو اہلِ ایمان کے لئے ان کے ایمانوں کی آزمائش قرار دیا گیا۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ.

(بنی اسرائیل، 17 : 60)

اور ہم نے تو (شبِ معراج کے) اس نظارہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا لوگوں کے لئے (صرف ایک) آزمائش بنایا ہے (ایمان والے مان گئے اور ظاہر بین اُلجھ گئے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے کہ رویا چونکہ عام طور پر خواب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفرِ معراج خواب میں عطا ہوا۔ درحقیقت یہ مفہوم غلط ہے۔ عربی زبان میں رؤیاء رات کے وقت کھلی آنکھوں سے دیکھنے کو بھی کہتے ہیں اور دورِ جاہلیت کے کئی عرب شعراء کا کلام بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ یہاں رویاء سے مراد مطلق مشاہدہ ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا.

(بنی اسرائیل، 17 : 1)

تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔

چونکہ یہ چیز کسی بھی شخص کے لئے عملاً ناممکن تھی لہٰذا اللہ رب العزت نے

: اسے اپنی قدرتوں کی طرف منسوب کیا اور فرمایا

.سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

(بنی اسرائیل، 17 : 1)

کہ ہر نقص، عیب اور ناممکن کے لفظ سے) پاک ہے وہ قادرِ مطلق جو لے گیا اپنے) بندے کو رات کے وقت سیر کرانے۔

کفار و مشرکینِ مکہ کا ردِّ عمل ہی ظاہر کرتا ہے کہ معجزۂ معراج کوئی معمولی واقعہ تھا اور نہ یہ کوئی خواب ہی بیان ہو رہا تھا۔ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار و مشرکین کا ایسا منکرانہ ردِّ عمل سامنے آتا اور نہ قرآن میں اس کا ذکر اس اہتمام سے ہوتا۔ الشفاء بتعریف حقوقِ المصطفیٰ میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق کے مطابق ان صحابہ رضی اللہ عنہ : وائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کو جسمانی معراج پر ایمان رکھنے والا کہا ہے

وذہب معظم السلف و المسلمین إلی إنہ إسراء بالجسد و فی الیقظۃ و ہذا ہو الحق وہو قول إبن عباس و جابر و إنس و حذیفۃ و عمر و إبی ہریرۃ و مالک بن صعصعۃ و إبی حبۃ البدری و ابن مسعود و الضحاک و سعید بن جبیر و قتادہ و ابن المسیب و ابن شہاب و ابن زید و الحسن و إبراہیم و مسروق و مجاہد و عکرمۃ و ابن جریج و ہو دلیل قول عائشۃ وہو قول الطبری و ابن حنبل و جماعۃ عظیمۃ من المسلمین وہو قول إکثر المتأخرین من الفقہاء و المحدثین و المتکلمین و

.المفسرین

(الشفاء، 1 : 188)

اسلاف اور مسلمانوں کی اکثریت اسراء کو جسم کے ساتھ بیداری میں ہونے پر ایمان رکھتی ہے اور یہی سچا قول ہے۔ اس قول میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، ابوحبہ البدری رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ضحاک رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، قتادہ ابن المسیب رضی اللہ عنہ، ابن شہاب رضی اللہ عنہ، ابن زید رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ، مسروق، مجاہد رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شریک ہیں اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے قول پر دلیل ہے اور یہ قول طبری رحمۃ اللہ علیہ، ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مسلمانوں کی غالب اکثریت کا بھی ہے اور متاخرین فقہاء محدثین اور متکلمین و مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔

انسان ظاہر و باطن کا پیکرِ دلنشیں ہے۔ داخل سے خارج تک اور خارج سے داخل تک کا سفر اَن گِنت مراحل کا امین ہوتا ہے۔ باطن ایک شفاف آئینہ ہے جس میں ظاہر کی دنیا کا ہر عکس جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس طرح ظاہر بھی من کی دنیا کا

عکاس ہے۔ باطن کے پانچ لطائف ہوتے ہیں۔ قلب، روح، سرّ، خفی اور اخفی۔ سفرِ معراج عالمِ بیداری میں طے ہوا۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ معراج یک جہتی نہ تھی بلکہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہونے والی معراج تمام لطائف کی بھی معراج تھی۔ وہ ایسے کہ ہر لطیفے کا مقام اپنی جگہ سے اٹھ کر اوپر کے مقام پر چلا گیا یعنی جسمِ اطہر جو نفس کا مظہر تھا جب مقامِ قاب قوسین پر پہنچا تو وہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اطہر تھا لیکن جسم کے مقام سے اٹھ مرتبۂ قلب پر پہنچ گیا تھا۔ یہ بات اگر سمجھ میں آ جائے تو یہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ پاک کا دیدار سر کی آنکھوں سے کیسے کیا۔ اصل بات یوں ہے کہ اس سلسلے میں دو روایات ملتی ہیں :

1۔ اُمُ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اللہ جل شانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ کیا، اس نے کفر کیا۔ اسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن مسروق، قال : سالت عائشۃ رضی اللہ عنہ عن ہذہ الآیۃ التی فیہا الرویۃ فقالت : انا اعلم ہذہ الآیۃ بہذہ، وانا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن ذالک قال : رایت جبرئیل ثم قالت : من زعم ان محمداً رای ربہ فقد

.اعظم الکذب علی اللہ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے آیت رؤیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس کے بارے میں اس امت سے بہتر جانتی ہوں۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جبرئیل کو دیکھا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا ہے۔

صحیح لمسلم، کتاب الایمان، رقم : 287 .1

صحیح البخاری، کتاب بدا الخلق، رقم : 3062 .2

جامع الترمذی، کتاب التفسیر، رقم : 3068، 3278 .3

مسند احمد بن حنبل، 6 : 49، 50 .4

مسند ابی یعلی، 8 : 304، رقم : 4900 .5

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ المعجم الکبیر والاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال : رای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربہ عزوجل مرتین .مرۃ بصرہ و مرۃ بفوادہ

1. المعجم الکبیر، 12 : 71، رقم : 12564
2. المعجم الاوسط، 6 : 356، رقم : 5757
3. المواہب اللدنیہ، 2 : 37
4. نشر الطیب، 55

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید اور اسکی تفصیل باب رؤیت باری تعالی میں بیان کی جائے گی۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ انہیں مان لیا جائے کیونکہ سر کی آنکھیں جب تک مرتبۂ جسم پر رہیں، اللہ تعالی کے حسن اور اس کے نورِ ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا تو سر کی آنکھیں مرتبۂ قلب پر فائز ہو چکی تھیں اور جسم رتبے میں دل سے بدل چکا تھا یعنی کھلی ہوئی تو سر کی آنکھیں تھیں مگر ان کا دیکھنا ایسا تھا کہ دل دیکھ رہا ہو۔ اس لئے قرآن مجید نے کہا :

O مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى

(النجم، 53 : 11)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

یہ دل وہی تو دیکھ رہا تھا جو آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ اسی طرح قلبِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی تو وہ مرتبۂ روح پر پہنچ گیا یعنی دل تو پہلے ہی اللہ رب العزت کی محویت میں غرق تھا جب وہ روح کے مرتبے تک پہنچا تو فنا ہو گیا۔ پھر روح کو سرّ کا درجہ ملا تو وہ فنائے تام کے درجے تک پہنچی۔ پھر سرّ خفی اور اَخفٰی کے مرتبے تک پہنچا تو کبھی ''دَنٰی'' کے ذریعے مولا کو دیکھا تو کبھی ''فَتَدَلّٰی'' کے ذریعے قرب کی انتہائیں نصیب ہوئیں، آخرکار مشاہدہ اپنے کمال کو پہنچ گیا، جسے قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے :

O وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى

(النجم، 53 : 13)

اور (اب) انہوں نے وہ جلوہ دوسری بار دیکھا۔

سفرِ معراج میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر لطیفے کو قربِ الٰہی نصیب ہوا اور وہ دیدارِ الٰہی کی لذتِ دوام سے ہمکنار ہوا۔ جب

سب مراحل طے پا گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں کرۂ ارضی کی طرف لوٹے کہ ہر ہر لطیفے میں مولا کے قرب اور اس کے دیدار کی لذتیں سما چکی تھیں۔

سفرِ معراج اپنے تین مراحل میں

۔ پہلا مرحلہ 1

سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ مسجدُ الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا ہے۔ یہ زمینی سفر ہے۔ یہ چونکہ انسانی دنیا کا حصہ ہے اور ذہنِ انسانی میں اس کی تفہیم نسبتاً آسانی سے ممکن ہے اس لئے اسے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، حتیٰ کہ سفر کے اَحوال، واقعات اور اس کی حقانیت پر دلائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔

۔ دُوسرا مرحلہ 2

سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ مسجدِ اقصیٰ سے لے کر سدرۃُ المنتہیٰ تک ہے۔ یہ کرۂ ارضی سے کہکشاؤں کے اس پار واقع نورانی دنیا تک سفر ہے۔ یہ چونکہ مخلوق کی حدود کے اندر تھا لہٰذا اسے بھی بیان کیا مگر تفصیل سے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ پوری طرح ذہنِ انسانی میں آنے والا نہ تھا۔

۔ تیسرا مرحلہ 3

سفرِ معراج کا تیسرا مرحلہ سدرۃُ المنتہیٰ سے آگے قاب قوسین اور اس سے بھی آگے تک کا ہے۔ چونکہ یہ سفر محبت اور عظمت کا سفر تھا اور یہ ملاقات محب اور محبوب کی خاص ملاقات تھی لہٰذا اس رودادِ محبت کو راز میں رکھا گیا۔ سورۃُ النجم میں فقط اتنا فرمایا کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو راز اور پیار کی باتیں کرنا چاہیں وہ کر لیں۔ (اب کسی کو اس سے کیا غرض کہ کیا باتیں کیں) جبکہ اس مقام پر فرمایا: اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ یہ نہیں بتایا کہ دیکھنے اور سننے والا کون ہے؟ اس سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات بھی ہو سکتی ہے اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بھی (یہ معنی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر روح المعانی میں بیان کیا ہے) گویا اس کے دو معانی ہو گئے :

1 ۔ بے شک اس مقام پر فقط اللہ ہی تھا جو پیار بھرے انداز میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکھڑا تکنے والا تھا اور جو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میٹھی میٹھی زبان سے اس کی عرضداشت سننے والا تھا۔

2 ۔ بے شک اس مقام پر فقط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے جو اپنے رب تعالیٰ کے حسن بے نقاب کے جلوے میں مشغول تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے

ارشادات اور پیار بھری باتیں سننے والے تھے۔

یہ وہ مقام تھا جہاں سفرِ محبت و عظمت اپنے مقصود کو پانے والا تھا جس کا مخلوق سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا لہٰذا ان کے بتانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کبھی وہ سننے والا اور یہ سنانے والا تھا اور کبھی یہ دیکھنے والا اور وہ دیکھا جانے والا تھا۔

یہ معنیٰ امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی زبانِ حکمت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ واضح ہو کہ آپ کا مقام کتنا بلند ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا حال معلوم ہو سکے۔

: عارف الراعی فرماتے ہیں

وإن قابلتْ لفظۃ لَن تَرَانِیْ

بما کَذَبَ الْفُؤَادُ فمنّت معنی

فموسٰی خرّ مغشیاً علیہ

واِحمد لم یکن لیزیغ ذہناً

ترجمہ :۔ ”اگر تو لَن تَرَانِی اور مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کا آپس میں مقابلہ کرے تو تیری سمجھ میں آ جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ موسیٰ بے

ہوش گئے جبکہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمِ اقدس بھی دنگ نہ ہوئی''۔
(الصاوی علی الجلالین، 4 : 137)

دو کمانوں کا اِستعارہ

محبت اپنی زبان خود تخلیق کرتی ہے۔ اظہارِ محبت کسی لفظ کا بھی مرہونِ منّت نہیں ہوتا۔ چشمِ بے تاب سارا حال کہہ دیتی ہے۔ محبت کے تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تعلق اتنا گہرا ہو کہ دو کا ذکر کرنا ہو تو اس طرح کیا جائے جیسے ایک ہی کا ذکر ہے حتیٰ کہ غیریت کا تصور تک مٹ جائے۔ مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی، اب اس آیت میں دو افعال ہیں مگر کسی ایک کے فاعل کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ اب اس میں مختلف صورتیں ممکن ہیں:

1. دونوں کا فاعل اللہ ہو: اگر دونوں کا فاعل اللہ ہو تو مفہوم یہ ہوگا ''پھر اللہ قریب ہوا، پھر اللہ مزید قریب ہوا''۔
2. دونوں کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا جائے: اس صورت میں معنی یہ ہوگا ''پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب ہوئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید قریب ہوئے''۔
3. دَنٰی کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تَدَلّٰی کا فاعل

: اللہ رب العزت کو بنایا جائے

یہ معنی زیادہ قرین قیاس ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلا قرب تو آنے والا خود ہی چاہتا ہے مگر مخلوق کو محدود ہونے کے سبب سے کسی نہ کسی حد پر رک ہی جانا تھا۔ سو باقی رہنے والے فاصلے کو مٹانے کے لئے اور قرب کی حدوں کو توڑ دینے کے لئے اللہ آگے بڑھا کہ جو غیر محدود ہے۔

اس کی تائید امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ : جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے پہنچے تو ربِ کائنات نے ارشاد فرمایا

.قف یا محمد ! إن ربک یصلی

(الیواقیت والجواہر، 2 : 35)

ٹھہر جاؤ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! بیشک تمہارا رب قریب ہوتا ہے۔

صَلّٰی، یُصَلِّیْ کا معنی قریب ہونا صاحبِ ''الصّلٰوۃ والبُشر'' نے بھی لیا ہے۔

اب رہی بات یہ کہ اللہ کس قدر قریب ہوا تو اس کا جواب اس آیت کریمہ سے بخوبی : ملتا ہے۔ فرمایا

O فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

(النجم، 53 : 9)

پھر دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم رہ گیا (جس کی کوئی حد معلوم نہیں)۔

ایک لطیف نکتے کی وضاحت

دوئی کے مٹانے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ توحید و رسالت کا تعلق ایسا ہے کہ دو کو مانا جائے مگر دونوں میں ایسی دُوئی جو غیریت کا مفہوم رکھتی ہو اُسے تسلیم نہ کیا جائے۔ گویا جس طرح دو ہونے کا انکار کرنا کفر ہے اس کی طرح دُوئی کو بدرجۂ غیریت ماننا بھی کفر ہے۔

تمثیل کا ثقافتی پس منظر

جزیرہ نمائے عرب میں ظہورِ اسلام کے وقت اگرچہ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ سیاسی اور جغرافیائی وحدت کا تصور عملاً مفقود تھا، تاہم قبائلی رسم و رواج کی پابندی کی جاتی۔ عربوں کا ایک اپنا مزاج تھا جس نے ان کی ثقافتی اِکائی کو بڑی حد تک زمانے کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔

عربوں کا ایک طریقہ تھا کہ جب دو قبیلے آپس میں ملتے اور معاہدہ کرکے یک جان دو قالب ہونا چاہتے تو فریقین اپنی کمانوں کو آپس میں بدلتے اور پھر

ملا کر تیر پھینکتے تو یہ تصور کیا جاتا کہ ایک کا پھینکا ہوا تیر دوسرے کا ہے اور دوسرے کا پھینکا ہوا تیر پہلے کا ہے۔ ایک فریق کی دوستی دوسرے فریق کی دوستی ہے اور ایک کی دشمنی دوسرے کی دشمنی ہے۔ گویا قاب قوسین کی مثال دے کر اللہ رب العزت یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں جس نے اللہ سے تعلق جوڑنے کا ارادہ رکھا اسے چاہئے کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامنِ رحمت سے لپٹ جائے اور جس کسی نے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (معاذاللہ) بغض رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں (نعوذ باللہ) تنقیص کی جسارت کی، اللہ نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

معراج بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔ یہ معجزہ براہِ راست اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، رفعت اور حقیقت کسی بھی فردِ بشر کی سمجھ بوجھ، عقل و خرد اور فہم و فراست کی پرواز سے بلند اور بہت ہی بلند ہے حتیٰ کہ کسی کے لئے اس کا تصور بھی ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ مکاں و زماں اور جہت وغیرہ سے پاک ہے

عبادت و ریاضت کی جس قدر اہمیت ہے ان سے بڑھ کر عقائد کی درستگی بدرجہ اتم اہم اور ضروری ہے کیونکہ اعمال اسی وقت مقبول ہونگے جب عقائد کا قبلہ درست ہوگا چنانچہ آج میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی جانب مبذول کرواتا ہوں جس میں عقل سے پیادہ لوگوں نے اپنی بصیرت و بصارت کے گھمنڈ میں نہ کو ہاں اور ہاں کو نہ سمجھ کر امت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ لیجیے : حقیقت کیا افسانہ کیا:

اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مکان سے پاک ہے، مفتی الثقلین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : '' لایتمکن فی مکان '' اسکے تحت علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں : '' اذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جھۃ لا علو ولا سفل ولا غیرھما '' (شرح عقائد نسفی) علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں : '' یکفر بوصفہ تعالیٰ بالفوق او بالتحت '' اھ ملخصا (البحر الرائق) مذکورہ عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مکان میں ہونے سے پاک ہے اور جب وہ مکان سے پاک ہے تو کسی جہت میں ہونے سے بھی پاک ہے اور اللہ عزوجل کو اوپر والا یا نیچے والا قرار دینے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے اسی بات کو بیان کیا

چنانچہ فرماتے ہیں : '' ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں خدا تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے لا یجری علیہ زمان و لا یشتمل علیہ مکان خدا پر نہ زمانہ گذرے کیونکہ زمانہ سفلی اجسام پر زمین میں رہ کر گذرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے چاند سورج تارے حور و غلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضورؐ زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ ہی کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اس لئے ثم استوی علی العرش کو متشابہات سے مانا گیا ہے اور بکل شئ محیط وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما و قدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اسکی قدرت عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

وہی لامکان کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جسکے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جسکا مکاں نہیں

(جاء الحق ص ۱۵۷، ۱۵۸ مکتبہ اسلامیہ)

خیال رہے کہ اگر حاضر و ناظر بمعنی شہید و بصیر اعتقاد رکھنے کے طور پر ہو یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے مگر اس عقیدہ کی تعبیر لفظ حاضر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں حاضر و ناظر کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

ایک مرتبہ امام الحرمین کسی امیر کی دَعوت میں تشریف لے گئے تو وہاں بڑے بڑے اکابر عُلماء آپ کی خِدمت میں حاضر ہوئے۔اچانک ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالی مکان سے پاک ہے اس کی کیا دلیل ہے؟قرآن میں تو اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (ترجمۂ کنزالایمان : وہ بڑی رحمت والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے (پارہ۱۶،طٰہٰ،آیت۵)) وارد ہوا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عَرْش خدا کا مکان ہے۔امام الحرمین نے فرمایا کہ خدا کیلئے کوئی مکان نہیں ہے۔اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کو جب دریا کی گہرائی میں ایک مچھلی نگل گئی تو آپ نے مچھلی کی پیٹ میں لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (ترجمۂ کنزالایمان : کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا (پارہ۱۷، الانبیائ،آیت۸۷)) کہا۔حاضرین کو آپ کے اس جواب پر تعجب ہوا اور صاحبِ خانہ نے عرض کی : حضور !اس بات کی وضاحت فرمائیں۔امام الحرمین نے ارشاد فرمایا: یہاں ایک فقیر موجود ہے جس پر ایک ہزار دِرْہَم قرض ہے ۔آپ اس کا قرض ادا کردیں پھر میں بیان کرتا ہوں۔صاحبِ خانہ نے اس کے قرض کی ذمہ داری قبول کرلی تو آپ نے ارشاد فرمایا: سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج جب لامکاں میں اللہ تعالی کے قربِ خاص میں تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی

نفسک یعنی اے اللہ ! میں تیری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کو جب دریا کی گہرائی میں ایک مچھلی نِگل گئی تو آپ نے مچھلی کی پیٹ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہا اور دونوں حضرات نے اللہ تبارک وتعالی کو حاضر کی ضمیر ''اَنْتَ'' سے پکارا ۔ اگر خدا کا کوئی خاص مکان ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر اور حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں خداوند تعالی کو ''اَنْتَ'' (تُو) کہہ کر پکارنا صحیح نہیں ہوتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا کوئی خاص مکان نہیں ہے۔ بلکہ عرش وفرش، مکان ولامکان بلکہ کائناتِ عالم کے ذرے ذرے میں اس کی ذات کی تجلّی ہر جگہ یکساں ہے۔ تفسیر روح البیان ج ا ص ۲۱۱)۔)

اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس مکاں وزماں جہت وغیرہ تمام جسمانی لوازم سے پاک ہے اور کائناتِ عالم کی ہر شے میں اس کی ذاتِ پاک کے جلووں کی تجلیاں موجود ہیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے:

بے حجابی یہ کہ ہر عالم میں جلوہ آشکار
اس پہ یہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

اتممتُ بفضلہٖ

کونڈوں کی نیاز کہنے کی وجہ.... اوراسکا حکم

اہلسنت کے نزدیک جیسے ہر فاتحہ جائز ہے اسی طرح کونڈوں کی فاتحہ نیاز جائز ہے اور کونڈوں کی نیاز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نیاز کونڈوں میں رکھا جاتا ہے اس بناپر اسے کونڈے کی نیاز کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ کونڈے ایصال ثواب کی ایک صورت ہے اور ایصال ثواب کے جواز پر بے شمار دلائل ہیں۔ عقائد کی مسلمہ کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے:

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتھم عنھم نفع لھم۔زندوں کا فوت شدہ کے لئیے دعا کرنا یا صدقہ و خیرات کرنا فوت شدہ کے لئے نفع کا باعث ہے۔

امام اجل علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

اتفق اھل السنۃ علی ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیائ۔ اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ مرنے والوں کو زندوں کے عمل سے فائدہ پہنچتا ہے۔

مذہب حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہدایہ شریف میں ہے

ان الانسان لہ ال یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوتا او صوما او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

بے شک انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچاسکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا صدقہ و خیرات وغیرھا کا یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

: صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

کونڈوں کی نیاز جو کہ 15 یا 22 (بعض لوگ 27 رجب کو بھی کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے خاندان میں) رجب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کیلئے کی جاتی ہے نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایصالِ ثواب ہے اور ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ ہاں اس میں بعض لوگوں نے اُسی جگہ کھانے کی پابندی لگا رکھی ہے یہ بے جا اور غلط پابندی ہے جیسے گھر سے باہر کھانا نہ بھیجا جائے وغیرہ۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کے لئے پوڑیوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہیں مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام داستان عجیب ہے، اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھاتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کریں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رجب کے کونڈوں پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رجب کے مہینہ میں 22 (15 یا 27) تاریخ کو کونڈوں کی رسم بہت اچھی اور برکت والی ہے۔ اس سے پہلے آپ ارشاد فرماتے ہیں: اس مہینہ کی 22 تاریخ کو یو۔پی میں کونڈے ہوتے ہیں یعنی نئے کونڈے ہوتے ہیں یعنی نئے کونڈے منگائے جاتے ہیں اور سوا پاؤ میدہ، سوا پاؤ شکر، سوا پاؤ گھی کی پوریاں بنا کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرتے ہیں۔ اس رسم میں صرف دو خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فاتحہ دلانے والوں کا عقیدہ ہو گیا ہے کہ اگر فاتحہ کے اول لکڑی والے کا قصہ نہ پڑھا جائے تو فاتحہ نہ ہو گی اور یہ پوریاں گھر سے باہر نہیں جا سکتیں اور بغیر کونڈے کے یہ فاتحہ نہیں ہو سکتی۔ یہ سارے خیال غلط ہیں۔

بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو شیعوں نے اس کا جشن اس طرح منایا تھا کہ کونڈوں میں کھانے رات کو ایک دوسرے کے گھر بھیجے تھے (معاذ اللہ)۔ ہمارے یہاں اہل سنت والے جو رجب کے کونڈوں کا اہتمام کرتے ہیں وہ قطعاً سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے جشن میں نہیں کرتے بلکہ وہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کے لئے کرتے ہیں، جس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ شیعوں سے مشابہت ہے۔

اور رہی بات اختلاف تاریخ کی تو ایصال ثواب کے لئے کوئی مخصوص تاریخ متعین کرنا بھی ضروری نہیں۔ چاہے ۱۵ کو کریں ۲۲ کو کریں یا ۲۷ کو، جس دن آپ کو زیادہ سہولت ہو اس دن کرلیں۔

لیکن ! ! ! خیال رہے کہ کونڈوں کی نیاز کے موقع پر جو کہانی عام طور پر سنائی جاتی ہے وہ من گھڑت ہے اس کی کوئی اصل نہیں لہٰذا نہ وہ کہانی پڑھی جائے نہ ہی سنی جائے۔ اسی طرح بعض جگہ یہ قید لگاتے ہیں کہ یہیں بیٹھ کر کھاؤ کہیں اور نہ لے جاؤ یہ قید بھی بے جا اور عبس ہے۔ ان باتوں سے اجتناب کیا جائے۔ اسی طرح بعض یہ قید لگاتے ہیں کہ مٹی کے برتن وغیرہ میں کونڈے کی نیاز ضروری ہے، یہ قید بھی ضروری نہیں بہر حال ان قیودات سے اجتناب کیا جائے اور خالص ایصال ثواب کو مد نظر رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دارین میں فلاح عطا فرمائے۔

نماز و روزہ و حج و زکوۃ و جہاد کی توفیق

عطا ہو امت محبوب کو سدا یا رب

(نماز کے دو اہم مسئلے (قرات اور آمین

محترم قارئین کرام

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امن سلامتی، اخوت، عبادت، ریاضت، رفاقت، دیانت، کی چاشنی سے مرقع ہے اسلام میں داخل ہوتے ہی مسلمان اسلامی تعلیمات کا پابند ہو جاتا ہے۔اسلام کے اصول و قوانین کے مطابق اپنی زندگی احسن انداز میں گزارنے والا بن جاتا ہے۔اسلام کے بنیادی ارکان میں سے نماز بہت اہم عبادت ہے جس کے ذریعے بندہ اپنے معبود حقیقی سے محو گفتگو ہوتا ہے۔نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیاہے، نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے، نماز سرکار علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے سب سے بڑھ کر مسلمان کے لئے یہ بات ہے کہ نمازی کو کل بروز قیامت اللہ عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا۔آج ہم اس اہم رکن یعنی نماز کے دو مسئلوں کے متعلق جانیں گے۔

(1) مقتدی کا امام کے پیچھے قرات کرنا درست ہے یا نہیں؟

(2) نماز میں آمین بلند آواز سے پڑھیں یا آہستہ آواز سے؟

جب امام قرات کرے تو مقتدی کو خاموش رہنا اور سنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کی نصوص اس کے بارے میں واضح طور پر موجود ہیں۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ

ہے ، واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (پارہ ۹ آیت ۲۰۴ سورۃ الاعراف) '' اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے '' اس آیت کی تفسیر جلالین میں ہے ۔ قیل فی قراءۃ القراٰن مطلقا '' یہ حکم قرآن کی مطلق قراءت کے بارے میں ہے ۔ '' یونہی تفسیر صاوی میں ہے ۔ انھا انزلت فی ترک الجھر بالقراءۃ خلف الامام '' یہ آیت امام کے پیچھے جھری قرات کے ترک میں نازل ہوئی ۔ '' تفسیر مدارک میں ہے ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات وقت قراءۃ القراٰن فی الصلٰوۃ وغیرھا وقیل معناہ اذا تلا علیکم الرسول القراٰن عند نزولہ فاستمعوا لہ وجمہور الصحابۃ رضی اللہ عنہم علی انہ فی استماع الموتم قیل فی استماع الخطبۃ وقیل فیھما وھو الاصح ۔ '' اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ قرات سننا واجب اور خاموش رہنا بھی واجب ہے قرآن کی تلاوت کے وقت نماز ہو یا غیر نماز ، بعض نے کہا یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور جمہور صحابہ کرام کا موقف یہ ہے کہ مقتدی کے خاموش رہ کر سننے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ، اور صحیح یہی ہے کہ خطبہ اور نماز کی قرات دونوں کو خاموشی سے سننے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔

در منثور میں ہے ، عن ابن عباس واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا یعنی فی الصلٰوۃ المفروضۃ عن مجاہد قال قرء رجل من الانصار خلف النبیؐ فی الصلٰوۃ فانزلت ۔ عن عبد اللہ ابن مغفل انہ سئل اکل من سمع الاقراٰن یقرء وجب علیہ الاستماع والانصات قال لا انما نزلت ھذہ الایۃ فی قراءۃ الامام

فاستمع لہ وانصت ۔ عن ابن مسعود انہ قال فی القراءۃ خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان فی الصلٰوۃ شغلا و سیکفیک ذاک الامام۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من قرء خلف الامام فقد اخطاء الفطرۃ۔ عن زید بن ثابت قال القراءۃ خلف الامام۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہؐ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ عن جابر ان النبیؐ قال من کان لہ امام فقراءۃ لہ قراءۃ '' ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ، عبد اللہ بن مغفل ، عبد اللہ بن مسعود حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے نزدیک امام کے پیچھے قرات کرنا جائز نہیں۔ پھر فرمان رسولؐ بھی مذکور ہوا کہ امام قراءت کرے تو خاموش رہو۔ نیز فرمایا کہ امام کی قراءت ہی مقتدی کی قرات ہے۔ اور یہی موقف تقریباً ستر سے زائد صحابہ کرام سے منقول ہے۔

مزید احادیث مبارکہ سنئے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ سرکارؐ ﷺ نے فرمایا ، اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیوئکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرا فانصتوا '' جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو درست کرلو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کروائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ '' (مسلم شریف جلد ا ص ۱۷۴ ، ابن ماجۃ ص ۶۱ ، مسند احمد جلد ۴ ص ۴۱۵) دوسری حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ، نبی کریمؐ نے فرمایا انما الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا'' امام اسی لئے ہوتا ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو'' (مسند احمد جلد ۲ ص ۳۷۶ ، ابو داؤد ص ۸۹ ، نسائی ص ۱۴۶ ، ابن ماجہ ص ۶۱ ، طحاوی ص ۱۰۶) اور امام مسلم نے مسلم شریف ص ۱۷۴ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

ان حدیثوں میں امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت کی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں قرات سے منع کیا گیا ہے۔ اور فاتحہ پڑھنا قرات نہیں کہلاتا۔ ان سے پوچھا جائے اگر اسے قرات نہیں کہتے تو کیا گنگنانا کہتے ہیں ۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ فاتحہ پڑھنا قرات ہی کہلاتا ہے لہٰذا جب فاتحہ پڑھنا قرات ہے اور امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کیا گیا ہے تو فاتحہ پڑھنا بداھۃ منع ہوگیا۔

بلکہ صریح حدیث ہے کہ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن امام کے پیچھے ہو تو نہ پڑھے ۔ چنانچہ ترمذی شریف ، موطا امام مالک اور طحاوی میں ہے ۔ من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ۔ نبی کریمؐ نے فرمایا'' جس نے ایک رکعت بھی بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی اسکی نماز

''نہ ہوئی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔
(ترمذی ص ۴۲، موطا امام مالک ص ۳۰، طحاوی شرح معانی الآثار ص ۱۰۷)
نیز حدیث مبارک ہے، عن عمار بن حصین رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہؐ صلوٰۃ الظہر او العصر فقال ایکم قرء خلفی فقال رجل انا ولم ارد بھا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا'' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی فرمایا ہمیں رسول اللہؐ نے نماز ظہر یا نماز عصر پڑھائی۔ پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرات کی تھی ایک آدمی نے عرض کی میں نے اور میں نے خیر ہی کا ارادہ کیا تھا۔ فرمایا میں ''نے جانا کہ کوئی مجھ سے قرات میں جھگڑ رہا ہے۔
مسلم جلد ا ص ۱۷۲، نسائی جلد ا ص ۱۴۱، مسند احمد جلد ۴ ص ۴۹۹، ابوداؤد جلد ا ص ۱۲۰، بیہقی جلد ۲ ص ۱۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا ص ۳۷۶)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قرات کرنا امام سے جھگڑنا ہے اور اس سے منع کیا گیا۔ لہٰذا امام کے پیچھے قرات کرنا منع ہے اور لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب صحیح بخاری و مسلم کی یہ حدیث) خبر واحد ہے اور نص قرآنی کے خلاف ہے لہٰذا) ساقط ہے اور اس سے اولی یہ ہے کہ حدیث میں تاویل ہے کہ وہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کے لئے ہے کیونکہ حدیث میں اجمال

تھا۔ دوسری احادیث نے اس کی تفسیر کردی۔ اور حدیث کی بہترین شرح وہ ہے جو خود دوسری حدیثوں سے ہوجائے۔ مزید تفصیل کے لئے جاء الحق مصنفہ مفتی احمد یار خان نعیم کا مطالعہ کیجئے۔

۲۔ آمین آہستہ کہا یا بلند آواز سے کہنا مسلمانوں کے مبانی اختلافی مسئلہ ہے جس میں غلو نا مناسب ہے غیر مقلدین فروعی مسائل میں مسلمانوں کو الجھا کر اپنی گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ان سے ان موضوعات پر بحث نہ کیجائے۔ بلکہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر بات کریں تو یہ جواب دیں کہ تم ہمارے علماء کے پاس چلے جاؤ اور ان سے جاکر بات کرو۔

آمین کے متعلق مسئلہ یہ ہے آمین احناف کے نزدیک آہستہ کہنا چاہیے۔ یہی احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۱۰۷ میں ہے آمین دعا ہے اور اس کا معنی ہے اِستَجِبْ یا اللہ قبول فرما (مفرادات راغب ص ۲۷) اور دعا کے متعلق ارشاد ہے ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ انہ لایحب المعتدین '' اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ '' (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۵) تفسیر جلالین میں ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا حال تذللًا وخفیۃ سرا انہ لایحب المعتدین بالتشدد و رفع الصوت '' اپنے رب کو تضرع یعنی عاجزی سے اور خفیہ یعنی آہستہ پکارو بیشک وہ حد سے

'' بڑھنے والو کو پسند نہیں کرتا یعنی شدت اور بآواز بلند پکارنے والوں کو
نیز دعا میں اخفاء بہتر ہے کیونکہ یہ اخلاص کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اذ نادی ربہ نداء خفیا'' یاد کرو جب زکریا نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر ندا کی'' (مریم آیت ۳)
نیز بخاری شریف میں ہے : قال رسول اللہؐ اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ '' جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کی '' آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوجائے اس کے اگلے گناہ معاف کردیے جائینگے۔
بخاری شریف جلد ا ص ۱۰۸، مسلم ، ترمذی، ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ، موطاامام) (مالک، مسند احمد
نیز حدیث مبارک ہے رسول اللہؐ نے فرمایا ، اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا امین فانہ من وافق قولہ قول الملئکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ '' نبی کریمؐ نے فرمایا ، جب امام ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جسکا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوجائے اسکے اگلے گناہ معاف

'' کر دیے جائینگے۔

(بخاری جلد ا ص ۱۰۸، ابو داؤد، نسائی، مالک)

ان احادیث سے غیر مقلدین آمین بالجہر ثابت کرتے ہیں حالانکہ فرشتوں کی آمین سے موافقت کی بات اس وقت درست ہوگی جب ہمیں فرشتوں کی آواز سنائی دے عین ممکن ہے کہ آہستہ آواز میں آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوجائے۔ جیسا کہ اس حدیث میں آہستہ امین کہنے کا ثبوت ہے حدیث یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہ صلی مع النبیؐ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولاضالین قال آمین واخفی بھا صوتہ '' انہوں نے نبی کریمؐ کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپؐ غیر المغضوب علیھم والاالضالین پر پہنچے تو آمین کہا اور آہستہ آواز سے آمین کہی۔ (مسند احمد، ابوداؤد طیالسی، ابو یعلی موصلی، طبرانی، دار قطنی) اور حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا اور کہا اسکی اسناد نہایت صحیح ہے۔

نیز مندرجہ ذیل حدیث سے بھی اس مؤقف میں قوت پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال سمعت رسول اللہؐ قرء غیر المغضوب علیھم ولاالضالین اٰمین وخفض بہ صوتہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو ولاالضالین پڑھتے دیکھا کہ آپ نے آمین

(کبھی اور آواز آہستہ رکھی۔'' (ابو داؤد، ترمذی، ابن ابی شیبہ

ان تمام احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوگیا کہ کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا منع ہے اور آمین آہستہ کہنا حدیث سے ثابت اور یہی افضل ہے۔

اتممتُ بفضلہٖ

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم وعنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

رجب کے روزے کی فضیلت 27

27 رجب کے روزے کی فضیلت

ستائیس رجب المرجب کے روزہ رکھنے کی فضیلت احادیث مبارکہ میں وارد ہے چنانچہ امام بیہقی سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،'' فی رجب یوم ولیلۃ من صام ذالک الیوم و قام تلک اللیلۃ کان کمن صام من الدھر مائۃ سنۃ و قام مائۃ سنۃ وھو لثلاث بقین من رجب و فیہ بعث اللہ محمدا'' یعنی ،'' رجب میں ایک رات اور دن ہے جو اس دن روزہ رکھے اور وہ رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کی شب بیداری کے برابر ہو اور وہ ستائیس رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا'' یہ روایت امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر ، در منثور ج ۴ ص ۱۸۶ اور امام اہلسنت اعلیحضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۶۵۷ پر نقل فرمائی ۔ ایک اور روایت جسے جزء ابی معاذ مروزی میں بطریق شہر ابن حوشب ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا روایت کیا کہ '' من صام یوم سبع و عشرین من رجب کتب اللہ لہ صیام ستین شھرا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبریل علی محمدؐ بالرسالۃ'' یعنی جو رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینے کے روزوں کا

ثواب لکھے اور یہ وہ دن ہے جس میں جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام محمدؐ کے لئے پیغمبری (لیکر نازل ہوئے '' (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۶۵۸

اور بھی دیگر روایت فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۶۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں ایک روایت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ماجہ ص ۱۲۵ پر نقل کی کہ ''ان النبیؐ نہی عن صیام رجب '' یعنی نبی کریم رؤف رحیمؐ نے رجب کے روزوں سے منع فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دور جاہلیت میں کفار ان مہینوں کی بطور عبادت حد درجہ تعظیم کرتے تھے تو ابتدائے اسلام میں کفار سے مشابہت کی وجہ سے رجب کے روزوں سے منع فرمایا اور بعد میں یہ حکم منسوخ فرمادیا جیسا کہ اسی حدیث کی شرح میں ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرمایا۔ ورنہ خود سرکار مدینہؐ سے اس دن کے روزے کی فضیلت روایت ہوئی جیسا کہ گزرا اور خود سرکارؐ نے اس ماہ کے روزے رکھے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ امام مسلم اور ابو داؤد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان رسول اللہؐ کان یصوم حتی نقول لایفطر ویفطر حتی نقول لایصوم '' درمنثور ج ۴ ص ۱۸۵ یعنی رسول اللہؐ روزے رکھتے۔ یہاں تک کہ ہم کہتے آپؐ (اس مہینے کا) کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے اور روزے نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم

کہتے اب آپ (اس ماہ کا) کوئی روزہ نہ رکھیں گے۔ امام بیہقی کے حوالے سے امام سیوطی درمنثور ج ۴ ص ۱۸۵ پر روایت نقل کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان رسول اللہؐ لم یصم بعد رمضان الا رجب و شعبان '' یعنی رسول اللہؐ نے رمضان کے علاوہ (پورے مہینے کے روزے) سوائے رجب اور شعبان کے کسی مہینے میں نہ رکھے۔

امام بیہقی اور امام اصبہانی سیدنا ابو قلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،'' فی الجنتہ قصر لصوام رجب '' قال البیہقی موقوف علی ابی قلابۃ و ھو من التابعین فمثلہ لا یقول ذالک الا عن بلاغ عمن فوقہ ممن یاتیہ الوحی (درمنثور ج ۴ ص ۱۸۵) '' یعنی جنت میں رجب کے روزہ داروں کے لئے ایک عظیم الشان محل ہے۔'' یہ حدیث اگرچہ تابعی کا قول ہے لیکن ایسی بات اپنی عقل سے نہیں کہی جاسکتی لہٰذا یہ روایت حکماً مرفوع ہے یعنی ان تابعی نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اور ان صحابی نے سرکارؐ سے اسے سنا ہوگا۔ مزید ابن ماجہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ رجب کے روزوں سے منع کا مطلب پورے مہنیے کے روزوں سے منع ہے تاکہ ماہِ رَمَضان کی خصوصیت برقرار رہے اور اسی حدیث کے آخر میں ایک روایت میں کلہ کا لفظ آیا ہے۔ درمنثور ج ۴ ص ۱۸۶ پر ہے ،'' اخرج ابن ماجہ والبیہقی وضعفہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہؐ نہی عن صوم رجب کلہ، '' ۔ یعنی اس مہینے کے پورے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔ ان

روایتوں میں بعض اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف احادیث مقبول ہیں۔ لہٰذا ستائیسویں رجب کے روزے رکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ باعث ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرت سے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اتممتُ بفضلہٖ

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

مراحلِ سفرِ معراج

گزشتہ سے پیوستہ

حقیقتِ معراج کے چند گوشے بیان کرنے کے بعد اب ہم مختلف احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں واقعہ معراج کی جملہ تفصیلات بیان کرتے ہیں۔

مرحلہ اُولیٰ۔۔۔بیتُ اللہ سے بیتُ المقدس تک

سفرِ معراج، سفرِ محبت بھی ہے اور سفرِ عظمت بھی۔ بیتُ اللہ سے بیت المقدس اس سفرِ مقدس کا پہلا مرحلہ تھا۔ یہ واقعہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور متعدد طرق، اسناد اور تفصیلات کے ساتھ منقول ہے۔ نیز تابعین نے بھی اسے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیمِ کعبہ میں آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آکر تاجدارِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے، اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر لیٹ گئے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر

اِدھر اُدھر دیکھا اور لیٹ گئے۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام نے تیسری مرتبہ درِ اقدس پر آواز دی۔ اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ رب العزت نے آپ کو اپنی ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ اقدس حلق سے لے کر ناف تک چاک کیا گیا اور قلبِ اطہر کو نکالا گیا۔ اللہ رب العزت نے ملاءِ اعلیٰ سے ایک طشت کے اندر اپنے خصوصی اَنوار و تجلیاتِ حکمت بھیجے تھے۔ ان اَنوار و تجایلت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس کو دھویا گیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ اطہر سفرِ معراج شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کے فیض کو کماحقہ اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت پیدا کرلے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک سواری پیش کی گئی جو قد کے اعتبار سے گوش دراز سے اونچی اور خچر سے نیچی تھی۔ اس کا رنگ چمکدار اور سفید تھا۔ اس کا نام براق تھا۔

عن مالک بن صعصعۃ، قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بینا انا فی الحجر. . وفی روایۃ فی الحطیم. . . بین النائم والیقظان، ذاتانی آت، فشق ما بین ہذہ لی ہذہ. فاستخرج قلبی، فغسلہ ثم اعیدہ، ثم اتیت بدابۃ دون البغل فوق الحمار ابیض، یقال لہ . . ،البُرّاق، ، فحملت علیہ

(روح المعانی، 15 : 5)

حضرت مالک بن صعصعہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حجر۔۔۔ دوسری روایت میں حطیم کا ذکر ہے۔۔۔ میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھا جب میرے پاس آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے (میرا سینہ) یہاں سے یہاں تک چیرا۔ پھر میرے دل کو نکال کر غسل دیا۔ پھر دوبارہ اندر رکھ دیا۔ پھر ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گوش دراز سے بڑی تھی۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ اسے براق کہا جاتا ہے پس مجھے اس پر سوار کرایا گیا۔

جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براق پر سوار کیا گیا تو وہ فخر و انبساط سے ناچنے لگی کہ آج اسے سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری ہونے کا لازوال اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ براق اس سعادتِ عظمیٰ پر وجد میں آ گیا۔ اس پر جبرئیلِ امین علیہ السلام نے اس سواری سے فرمایا :

رک جا! اللہ کی عزت کی قسم تجھ پر جو سوار بیٹھا ہے آج تک تجھ پر ایسا سوار نہیں بیٹھا۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براق پر سوار کرا کے انہیں بیت

المقدس کی طرف لے جایا گیا۔ براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں سوار کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبرِ انور میں نماز ادا کرنا

سفرِ معراج کے پہلے مرحلے پر سفر جاری تھا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبرِ انور کے قریب سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ وہ اپنی قبرِ انور میں کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔

انبیاء صف بہ صف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کیلئے کھڑے تھے۔

جب یہ مقدس قافلہ بیت المقدس پہنچا تو بابِ محمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے کھلا تھا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی انگلی سے دروازے کے قریب موجود ایک پتھر میں سوراخ کیا اور براق کو اس سے باندھ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس میں داخل ہوئے تو تمام انبیائے کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، اِکرام اور اِحترام میں منتظر تھے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

مرحلہ ثانیہ۔۔۔بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک

انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرکے ادب واحترامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو چکے تو آسمانی سفر کا آغاز ہوا، اس لئے کہ ہر زمینی عظمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لے چکی تھی۔ پہلے آسمان پر پہنچ کر آسمان کے دروازے پر دستک دی گئی۔ بوّاب پہلے سے منتظر تھا۔ آواز آئی : کون ہے؟۔۔۔ جبرئیل امین نے جواب دیا : میں جبرئیل ہوں۔۔۔۔ آواز آئی : آپ کے ساتھ کون ہے؟۔۔۔ جواب دیا : یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آج کی رات انہیں آسمانوں پر پذیرائی بخشی جائے گی۔ آسمان کا دروازہ کھل گیا اور پوچھنے والے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مرحبا یا سیدی یا مرشدی مرحبا

فانطلق بی، حتی اتی السماء الدنیا فاستفتح، قیل : من ہذا؟ قال : جبرئیل، و من معک؟ قال : محمد، قیل : قد ارسل الیہ؟ قال : نعم، قیل : مرحبا بہ فنعم المجیء جاء

(تفسیر البغوی، 3 : 93)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں کی طرف بڑھے اور جب آسمانِ دنیا پر آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی : کون؟ جبرئیل امین نے کہا : جبرئیل۔

پھر کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں۔ آواز آئی: خوش آمدید، کتنا اچھا آنے والا آیا ہے۔

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ آپ کے جلیل القدر فرزند ہیں۔ ختم المرسلین ہیں۔ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہی کل انبیاء کے سرتاج ہیں۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دادا جان کہہ کر آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں سلام ارشاد فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سلام کا جواب بھی عرض کیا اور اپنے عظیم فرزند کو دعاؤں سے بھی نوازا۔ اس کے بعد مہمانِ عرش حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ پہلے آسمان کی طرح بوّاب نے دوسرے آسمان کا بھی دروازہ کھولا۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اس یادگار ملاقات اور آسمان کے ملکوتی مشاہدات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیسرے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ تیسرے آسمان پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات سیدنا یوسف علیہ السلام سے کرائی گئی۔ تیسرے آسمان کے مشاہداتِ نورانی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چوتھے آسمان پر پہنچایا گیا۔ چوتھے آسمان پر

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے کرائی گئی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفرِ معراج طے کرتے ہوئے چھٹے آسمان پر پہنچے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چشمانِ مقدس اشکبار ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کو دیکھ کر رشک کے آنسو چھلک پڑے۔ آپ کی زبانِ اقدس سے بے اختیار نکلا کہ خدائے بزرگ و برتر کے یہ وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی امت کو میری امت پر شرف عطا کیا گیا۔ میری امت پر جسے بزرگی عطا ہوئی یہ وہی رسولِ برحق ہیں جن کی امت کو میری امت کے مقابلے میں کثرت کے ساتھ جنت میں داخل کیا گیا۔ مہمانِ ذی حشم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔

دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ملائکہ کے ہجوم در ہجوم

مشاہداتِ آسمانی کے نورانی جلوؤں کے بعد تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کے مقام تک لے جایا گیا۔ یہ وہ مقامِ عظیم ہے جہاں آ کر ملائکہ، حتیٰ کہ انبیاء و رُسل کی بھی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ جہاں مقرب فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ گویا ملاقات کا سارا نظام اور عالمِ امکان کی ساری بلندیاں سدرۃُ المنتہیٰ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ سدرۃُ المنتہیٰ کا مقام اولیٰ عالمِ مکان کی آخری حد اور لامکاں کا ابتدائی کنارہ ہے۔ اس مقام پر

تفسیر نیشاپوری اور تفسیر دُرِ منثور میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔ فرشتے اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں دعا مانگتے تھے کہ اے کائنات کے مالک! جس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر تو نے یہ کائنات تخلیق فرمائی جس پر تو اپنی زبانِ قدرت سے ہمہ وقت درود پڑھتا ہے اور ہم بھی تیرے حکم کی تعمیل میں اس ہستی پر درود و سلام کا نذرانہ بھیجتے ہیں آج وہی مہمانِ ذی وقار تشریف لا رہے ہیں۔ اے باری تعالیٰ! ہمیں اپنے اس رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے نقاب جلوہ عطا فرما۔ اللہ پاک نے ان مقرب ملائکہ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور فرمایا کہ تم ساری کائناتِ آسمانی سے سمٹ کر اس درخت سدرۃُ المنتہیٰ پر بیٹھ جاؤ۔ فرشتے ہجوم در ہجوم اُمڈ پڑے۔

: فرشتوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ وہ درخت ان کے نور کے سائے میں آ گیا

ستاذنتِ الملائکۃُ الربّ تبارک و تعالیٰ ان ینظروا الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فاذن .لہم، فغشیت الملائکۃُ السِدرۃَ لینظروا الیٰ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(الدر المنثور، 6 : 116)

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی خواہش کا اظہار کیا تو انہیں اجازت دے دی گئی۔ پس فرشتوں نے سدرہ (بیری کے درخت) کو اپنی کثرت سے چھپا لیا تاکہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

کر سکیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

o ذیَغشَی السِّدرَۃَ مایَغشَیٰ

(النجم، 53 : 16)

(جب سائے میں لے کر چھپا لیا سدرہ کو جس نے کہ چھپا لیا (ملائکہ کی کثرت نے سدرۃُ المنتہیٰ کے مقامِ عظیم پر قدسیانِ فلک کو مہمانِ ذی وقار کے دیدارِ فرحت آثار کا لازوال شرف حاصل ہوا۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

جب مہمانِ عرش آگے بڑھنے لگے تو جبرئیلِ امین رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل چلو! تو عرض کیا:

لو دنوتُ انملۃً لاحترقتُ.

(الیواقیت والجواہر، 3 : 34)

اگر میں ایک چیونٹی برابر بھی آگے بڑھا تو (تجلیاتِ الٰہی کے پرتو سے) جل جاؤں گا۔

سِدرہ سے آگے یکتا و تنہا

اس مقام پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کے احوال کا مشاہدہ فرمایا اور وہاں کی نعمتوں کی زیارت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر معراج کی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو جبرئیل اور براق ساتھ نہ تھے۔ آپ یکتا و تنہا ہی اپنے خالقِ کائنات کے اِذن سے روانہ ہوئے۔ اللہ رب العزت نے اپنے مہمانِ عرش کی سواری کے لئے ایک سبز رنگ کا ملکوتی اور نورانی تخت بھیج دیا۔ اس تخت کا نام زخرف تھا۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرشِ معلیٰ تک پہنچایا گیا۔ جب سدرۃُ المنتہیٰ کی منزل گزر چکی، جب فرشتوں کا استقبال پیچھے رہ گیا تو آگے ایک نور تھا اور دیکھنے والے کو اس نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نور میں غائب کر دیا گیا تو دیکھنے والی آنکھ آپ کو دیکھنے سے قاصر تھی۔ اب کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ نور کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں سے ہے؟ کہاں تک ہے؟ کہاں جانے والا ہے؟ اس حصارِ نور میں داخل ہونے کے بعد مہمانِ ذی حشم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرشِ معلیٰ کی سیر کی۔ اس کے بعد مہمانِ مکرم کو بڑی عزت، وقار اور تمکنت کے ساتھ آگے لے جایا گیا۔

مرحلہ ثالثہ۔۔۔ سدرۃُ المنتہیٰ سے وصالِ اِلٰہی تک

سدرۃُ المنتہیٰ سے وصالِ الٰہی تک سفر معراج کا نقطہ عروج ہے۔ یہاں سے سفر کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ آگے ایک عالم نور تھا۔ اَنوار و تجلیاتِ الٰہی پُرفشاں تھے۔ اللہ رب العزت کی ذاتی اور صفاتی تجلیات سے بھرپور عالمِ لامکاں کے جلوے ہر سو جلوہ ریز تھے۔ مہمانِ عرش حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تن تنہا ان جلوؤں میں داخل کر دیا گیا۔ سب سے پہلے اللہ پاک کے اسماء کے پردے ایک ایک کر کے گزرتے رہے اور ہر اسم مبارک کے رنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزارا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ بیداری میں تھے لہٰذا اس عجیب سی کیفیت کو دیکھ کر بتقاضائے بشریت کچھ معمولی سی وحشت بھی محسوس فرمانے لگے جیسا کہ انسان اکثر لمحاتِ تنہائی میں محسوس کرتا ہے۔ جونہی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس پر یہ کیفیت وارد ہوئی اللہ رب العزت کی طرف سے آواز آئی:

.قف یا محمد صلی اللہ علی وآلہ وسلم ! ن ربک یصلی

(الیواقیت والجواہر، 2 : 35)

پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک جاؤ! بے شک تمہارا رب (استقبال کے لئے) قریب آ رہا ہے۔

سفرِ وصال

معجزہ معراج میں یہاں تک کا سفر، سفرِ محبت و عظمت تھا۔ اب یہاں سے آگے سفرِ وصال شروع ہوتا ہے۔ سفرِ معراج کے اس مرحلہ پر مہمانِ عرش حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ قاب قوسین پر پہنچ گئے۔

:ارشادِ باری تعالیٰ ہے

oفَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى oثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى

(النجم، 53 : 8، 9)

پھر (یہاں تک بڑھے oپھر (اس محبوبِ حقیقی سے) آپ قریب ہوئے اور آگے بڑھے کہ) صرف دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

یہاں توجہ طلب بات یہ ہے کہ دو قوسوں پر بات ختم نہیں کی بلکہ قُرب اور بُعد کے تمام جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمام حدوں کو توڑ دیا، تمام فاصلے مٹا دیئے، تمام فاصلے یکسر ختم کر دیئے، سوائے ایک فرق کے کہ وہ خدا تھا۔۔۔ خدائے لاشریک اور یہ اس کے محبوب بندے اور رسول تھے۔ وہ خالق تھا اور یہ مخلوق۔

: چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

oفَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى

(النجم، 53 : 10)

oپس وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کہ اس نے وحی کی

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان تنہائی کی ملاقات میں جو باتیں ہوئیں ان کا بیان بھی نہیں فرمایا لہٰذا محب اور محبوب میں کیا کیا باتیں ہوئیں، اس کلام کی حقیقتوں کی کسی کو کچھ خبر نہیں۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط اتنا بیان فرمایا کہ جب ملاقات ہوئی تو خالقِ کائنات نے فرمایا :

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

اے نبی! تمہارے اوپر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔

حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت کے اس پیغام کے جواب میں عرض کیا :

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ.

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

سلام ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر۔

اور پھر واپسی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے لئے پچاس نمازوں

کا تحفہ عطا کیا گیا جسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذاتی و صفاتی
تجلیات اور تمام فیوض و برکات سمیت واپس کرہ ارضی کی طرف پلٹے۔
جاری ہے۔۔۔۔

سفر معراج سے کرہ ارض کی طرف واپسی

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

سفرِ معراج محبت و عظمت کا سفر تھا۔ اس سفر سے اہلِ ارض کی طرف واپسی بھی محبت اور عظمت کی مظہر تھی۔ بعض کتبِ تفاسیر میں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ واپسی پر بھی حضورِپُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بُراق پیش کیا گیا۔ اس کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ جیسے جاتے ہوئے ہر آسمان پر ایک برگزیدہ نبی اور ملائکہ کے ساتھ ملاقات کا مفصل ذکر ہے ایسے ہی واپسی پر تفصیلی ملاقاتوں کا ذکر موجود نہیں لہٰذا واپسی کی تفصیلات اور جزئیات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی معلوم ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں معجزہ معراج کا تفصیل سے ذکر ملتا ہے۔ واپسی کے دوران چھٹے آسمان پر جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ رب العزت کی بارگاہ سے اپنی امت کے لئے کیا تحفہ لائے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے میری امت کے لئے پچاس نمازیں یومیہ عطا کی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں نے اپنی امت پر بہت محنت و مشقت کی تھی جس سے حاصل ہونے والے تجربے کے نتیجے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے جایئے اور اللہ کی بارگاہ میں نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کی امت پچاس نمازوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشورے پر عمل کیا اور وہاں سے پلٹے اور ربِ کائنات کے دربارِ گہربار میں حاضر ہوئے اور امت کے لئے پچاس نمازوں میں کمی کی اِستدعا کی۔ اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثِ مبارکہ کے مطابق اس مرتبہ پانچ نمازیں کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ بوجھ بھی زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بارگاہِ ایزدی میں ملتجی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید پانچ نمازوں کی کمی فرمادی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو بار اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ صحیح بخاری میں مروی حدیثِ مبارکہ کے مطابق چار مرتبہ دس دس نمازوں کی اور پانچویں مرتبہ پانچ نمازوں کی کمی ہوئی۔ غرض جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو

موسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر گزارش کی کہ آپ کی امت یہ پانچ نمازیں بھی پوری طرح ادا نہیں کرسکے گی لہٰذا ایک بار پھر بارگاہِ خداوندی میں التماس گزاریں۔ اس پر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب کی بار مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (حدیث کے اَلفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ اللہ کی طرف سے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ٹالنے کا تصور ہی نہیں یعنی اگر ایک مرتبہ پھر حاضری ہو جاتی تو مزید کمی بھی ہو سکتی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہی حاضر نہ ہوئے) پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے تو اوپر سے آواز آئی کہ اے محبوب! نمازیں تو میں نے پانچ کر دی ہیں لیکن ان پانچ نمازوں کے ادا کرنے پر ثواب تیری امت کو پچاس نمازوں کے برابر ہی ہو گا۔

خود ساختہ عقائد کی مَن مانی تاویلات

روشنی کے سفر کی اس سے بڑی بد قسمتی اور کیا ہو گی کہ حروفِ حق کے اجلے پن پر گروہی اور مسلکی مفادات کی سیاہی اس حد تک مل دی جائے کہ خورشیدِ جہاں تاب کی کرنوں پر جہالت کے اندھیرے مسلط ہو جائیں اور صبحِ نو کے اُجالے پس منظر میں چلے جائیں۔ دین کو مختلف خانوں میں بانٹ کر ہم نے خود ساختہ عقائد کی مَن مانی تاویلات کا کارنامہ تو سرانجام دے لیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ

اتحادِ امت کو پارا پارا کرکے عالمِ کفر کے مقابلے میں دین کی قوتوں کو سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور بھی کر دیا ہے۔ یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ اکثر دینی معاملات کو مناظرانہ اور مجادلانہ نزاع کے ساتھ دیکھا گیا ہے۔ اعتقادی اور مسلکی اختلافات اتنے شدید ہو چکے ہیں کہ تنقید، اختلاف اور نزاع کے سوا دین کے کسی مسئلہ کو دیکھنا اور سمجھنا گوارا ہی نہیں کیا جاتا اور پھر اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو گی کہ اکثر اختلافات کا مرکز و محور (نعوذ باللہ من ذالک) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو بنا لیا گیا ہے۔

انگریز نے نوآبادیاتی دور کی سب سے کاری ضرب کے طور پر برصغیر میں مسلمانوں کی متاعِ حیات چھیننے کی جو سازش کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو مباحث کا موضوع بنا کر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آگ کو سینے میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرنے کا جو فتنہ برپا کیا تھا وہ آج امربیل کی طرح ایمان کی شاخوں پر براجمان ہے۔ نت نئے فتنوں کے ساتھ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیارات و تصرفات موضوعِ مناظرہ ہیں تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیتِ مبارکہ یا علمِ مبارک، کبھی آپ کی روحانیت اور اس کے فیض کا کائنات میں ہمہ وقت جاری و ساری رہنا موضوع بحث ہے تو کبھی بشریت اور نورانیت۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات کے باب میں جب بھی کوئی آیت، حدیث یا کوئی واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے تو اسی زاویئے سے اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اپنے خود ساختہ موقف کی تائید میں الٹی سیدھی تاویلیں گھڑی جاتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے مذمومہ تصورات کو مسلک اور عقیدے کا نام دے کر ذہنوں میں جما لیا جاتا ہے اور پھر جو کوئی آیت یا حدیث سامنے آتی ہے اسے خاص مسلکی تعصّبات سے رنگے شیشوں والی عینک سے دیکھتے ہیں۔ اب جو شخص سرخ شیشے والی عینک لگا کر سفید شئے کو دیکھے گا تو ظاہر ہے کہ اسے سفید چیز سرخ ہی نظر آئے گی۔ ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اپنی ان آنکھوں پر ایک ہی رنگ کی عینک لگا لی جائے اور وہ رنگ صرف قرآن و سنت کا رنگ ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو اختلافات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔

بار بار لوٹ کر جانا نبوت کا کمال تھا

اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہود و نصاریٰ کی طرف سے فتنہ و شر کی آگ بھڑکائی گئی تھی۔ آج اکیسویں صدی عیسوی کے آغاز پر بھی اس کی شدت میں کمی نہیں آ سکی۔ کیا ہم ان اسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بن کر اسلام کے نادان

دوستوں کا کردار نہیں ادا کر رہے! واقعہ معراج میں بھی بہت سے معاملات کو اسی طرح لیا گیا ہے۔ اپنا مخصوص نقطہ نظر حق ثابت کرنے کے لئے خدا جانے کیا کیا تاویلات پیش کی گئی ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کا اصل مدعا کچھ اور ہوتا ہے جبکہ دین کا پرچار کرنے والے اپنے مطلب کی بات نکال کر اصل روح کو مسخ کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو امتِ محمدیہ کے لئے پچاس نمازیں عطا کیں۔ پھر تقریباً 9 مرتبہ آنے جانے سے صرف پانچ رہ گئیں، پہلے پچاس کیوں دیں؟ اور راستے میں موسیٰ علیہ السلام کو کھڑا کر کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار کیوں بلوایا؟ اور آخر میں پانچ نمازیں کیوں رہ گئیں؟ اس کی حکمت تو نمازیں دینے والا جانتا ہے یا پھر نمازیں لینے والا؟ اللہ اور رسول نے اس کی وجہ بیان نہیں فرمائی۔ بہتر ہے اس پر خاموشی اختیار کی جائے لیکن ہم وجہ تلاش کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اپنے اپنے مطلب کے دلائل ثابت کرنے کے لئے استدلال کے انبار لگا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار بار لوٹ کر جانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا کمال تھا اور ہے لیکن افسوسناک بلکہ شرمناک بات یہ ہے کہ اس میں بھی تنقیص کا پہلو نکالا گیا اور یہاں تک کہنے کی جسارت کی گئی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا کہ بالآخر پانچ نمازیں ہی رہ جانی ہیں تو شروع سے ہی پانچ لے آتے، پچاس کیوں لیں؟ اور 9 چکر کیوں لگائے؟ یہ ایک متعصبانہ رنگ کی

عینک ہے۔ جب اس رنگ کی عینک سے اس حدیث پاک کو دیکھا جائے تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ کاش ! اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال ہی کے رخ کو دیکھا جاتا۔ چونکہ یہ سوال اپنی جگہ ہرگز ہرگز علمی نہیں لہٰذا اس کا سادہ سا جواب یوں ہے کہ چلو بفرضِ محال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو علم نہ تھا، اللہ کو تو معلوم تھا لہٰذا خود ہی پہلی دفعہ پانچ دے دیتا۔ گویا ہوش و خرد سے خالی سوال کرنے والے اور علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کی جسارت کرنے والے نے فقط شانِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں تنقیص کا پہلو تلاش کرنے کی جسارت نہ کی بلکہ شانِ الوہیت پر بھی اعتراض کے دروازے کھول دیئے۔ (یاد رہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ایسا ہے کہ جو اعتراض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا جائے گا وہی اعتراض کسی نہ کسی صورت میں اللہ پر بھی وارد ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اللہ تبارک و تعالیٰ کے ادب سے جدا نہیں)

اصل بات یہ ہے کہ پہلے پچاس نمازیں دیں تو وہ بھی اللہ رب العزت کا امر تھا پھر کم ہوئیں، حتیٰ کہ پانچ تک آ گئیں تو یہ بھی اللہ رب العزت کا امر تھا۔ رہا بار بار کا آنا جانا۔۔۔ تو یقینی بات ہے کہ اس میں اللہ رب العزت کی طرف کوئی حکمت ہو گی۔

اپنائیت اور محبت کے پیمانے

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بار بار آنے جانے کو اگر محبت اور اپنائیت کے پیمانے پر رکھا جائے تو اور ہی حکمتیں ذہن میں آتی ہیں۔ ان حکمتوں سے محبتِ رسول کی خوشبو کے جھونکے آتے ہیں۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ جلتے دکھائی دیتے ہیں۔ عرفاء نے اس کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب مصر گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت بنیامین علیہ السلام کو پہچان لیا۔ بھائی کی محبت غالب آئی تو انہوں نے چاہا کہ بنیامین کو کسی طرح روک لیا جائے اور دوسرے بھائیوں پر ظاہر بھی نہ ہو کہ میں وہی یوسف ہوں جسے وہ خود کنویں میں پھینک آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بنیامین کے سامان میں اپنی کوئی چیز چھپا دی اور جب وہ سب روانہ ہونے لگے تو فرمایا کہ ہمارا کچھ سامان کھو گیا ہے، جس کے پاس سے برآمد ہو گا اسے ہم گرفتار کر لیں گے۔ ذرا ان مسافروں کی تلاشی تو لو۔ جب بنیامین کے تھیلے سے سامان نکلا تو فرمانے لگے ہم اسے نہیں جانے دیں گے۔ چونکہ یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائی سے بچھڑے ہوئے کئی سال ہو گئے تھے لہٰذا ان کی محبت کا تقاضا تھا کہ بھائی کو کسی طرح روک لیا جائے۔ بلاتشبیہ و بلامثال کچھ ایسا ہی معاملہ ادھر بھی ہے کہ کسی ایسے بہانے کی ضرورت تھی جس کے پیشِ نظر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار پلٹ کر

بارگاہِ الوہیت میں حاضری دیتا رہے اور محب کی نگاہیں اس کے چہرے کو بار بار تکتی رہیں۔ سو جب دیکھا کہ میرے محبوب کو اپنی امت سے شدید محبت ہے تو امت کے بوجھ کو بہانا بنایا اور نمازیں از خود زیادہ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راستے میں کھڑا کر دیا۔

اہلِ محبت نے اس کی تعبیر ایک اور طرح سے بھی کی ہے یعنی اس بار بار آنے جانے کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک دعا ہے جو انہوں نے طور پر مانگی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا تھا۔

.رَبِّ اَرِنِی

(الاعراف، 7 : 143)

مولا! مجھے اپنے جلوہ حسن عطا کر۔

: بارگاہِ صمدیت سے جواب ملا تھا

.لَن تَرَانِی

(الاعراف، 7 : 143)

اے موسیٰ!) تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔)

بعض عرفاء نے بیان کیا ہے کہ عشق و محبت میں مچل کر موسیٰ علیہ السلام نے

بار بار سوال کیا تھا۔ کسی نے کہا پانچ مرتبہ سوال کیا تھا، کسی کے مطابق 9 مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں التماس گزاری تھی اور قاعدہ ہے کہ نبی کی درخواست رد نہیں کی جاتی۔ ہاں ایسا ممکن ہے کہ کسی حکمت کے تحت اسے موخر کر دیا جائے یا کسی اور وقت کیلئے محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا معراج کی شب تک موخر کر دی گئی تھی اور آج اس کی قبولیت کا وقت تھا لہٰذا انہیں چھٹے آسمان پر کھڑا کر دیا گیا اور حکم فرمایا گیا کہ آج میرا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تجلیات کا مظہرِ اتم بن کر آ رہا ہے۔ تو اس کو دیکھتا جا اور اس آئینے میں میرے حسن کے پرتو سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دیتا جا۔ لہٰذا میں اسے پچاس نمازیں دے کر بھیجتا ہوں، تو کمی کے بہانے لوٹاتے جانا، ہر بار محبوب مجھے مل کر آئے گا تو اسے دیکھتے جانا، اس طرح محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے اندر میرا جلوہ کرتے جانا۔

صدیوں کا سفر چشمِ زدن میں صدیوں پر محیط سفرِ معراج چشمِ زدن میں طے ہو گیا۔ براق پر مکہ معظّمہ میں واپسی ہوئی، صحنِ حرم میں تشریف لائے، پھر تہجد کے وقت اٹھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے :

فاستیقظتُ وانا بالمسجد الحرام.

(الشفاء، 1 : 246)

ملاءِ اعلیٰ اور ملکوتی مشاہدہ سے وارِد شدہ اِستغراق کی کیفیت سے) واپس پلٹا تو مسجدِ حرام) میں تھا۔

صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول بس معجزہ معراج کے ظہور سے ایوانِ کفر و شرک کا لرز اٹھنا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ ہر طرف شور مچ گیا۔ فتنہ و شر کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کردار کشی کا اس سے زرّیں موقعہ کفار و مشرکین کے ہاتھ کہاں سے آتا! دعویٰ معراج کو بنیاد بنا کر مخالفینِ اسلام نے ایک منظم سازش کا منصوبہ بنایا۔ یہ لوگ ہر وقت اس تلاش میں رہتے تھے کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دعوے کو معاذاللہ جھوٹا ثابت کر سکیں۔ سو ابو جہل اور دیگر بد بختوں نے معراج کے واقعہ کو اپنے لئے بہت بڑی دلیل سمجھا اور وادیِ مکہ میں شور برپا کر دیا۔ ہر طرف اپنے نمائندے بھیجے۔ شہرِ مکہ کے گلی کوچوں میں ایک غلغلہ پیدا ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیا دعویٰ کر دیا! ابو جہل بھاگا بھاگا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ آج میں پوچھتا ہوں کہ تو اس نبی کے دعوے کی صداقت پر ایمان لاتا ہے۔ اب بتا تو کیا کہتا ہے کہ آج تیرے دوست نے ایک ایسا دعویٰ کیا ہے کہ تو کبھی اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو گا۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی زبانی دعوءِ معراج سنا تو مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ میں تو محض

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سن کر خالقِ کائنات کو مان چکا ہوں۔ یہ سب باتیں تو اس سے بہت ہی کم درجہ کی ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے تصدیق کئے بغیر سفرِ معراج کی تصدیق کر دی۔ اس صبح آپ صدیقِ اکبر کے لقب سے سرفراز ہوئے یعنی سب سے بڑا (تصدیق کرنے والا۔ (تفسیر ابن کثیر، 3 : 10۔11

علمِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزمائش کی جسارت

کفار و مشرکین ابو جہل کی قیادت میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور سفرِ معراج خصوصاً بیت المقدس کے بارے میں الٹے سیدھے سوالات کرنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کے نبی کی کسی بات کو معاذاللہ جھوٹ ثابت کیا جائے اور پھر اس مفروضے کو بنیاد بنا کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف زبردست منفی پروپیگنڈہ مہم کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بیت المقدس کے در و دیوار، چھتوں، دروازوں اور کھڑکیوں کی کیفیات بیان کریں۔ یہ سوال انہوں نے اس بنا پر کیا تھا کیونکہ وہ اپنے طور پر یہ فرض کئے بیٹھے تھے کہ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیت المقدس نہیں گئے۔ وہ ان سوالات کے جوابات کیسے دے سکیں گے ! اب ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی عمارت کی سیر کرتا ہے تو وہ اسکے شہتیر اور کھڑکیاں

وغیرہ تو نہیں گنا کرتا، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لمحہ بھر تو اِنقباض کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس پر اللہ رب العزت نے بیت المقدس کا ہر عکس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش فرما دیا۔ چنانچہ بیت المقدس کے بارے میں جو بات مشرکینِ مکہ پوچھتے جاتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ دیکھ کر بتاتے جاتے کہ در و دیوار بیت المقدس میں کیا کچھ نصب ہے۔

عن جابر بن عبداللہ، قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول : لما کذّبنی قریش قمتُ فی الحجر فجلّی اللہ لی بیت المقدس، فطفقت اخبرہم عن آیاتہ وانا انظر الیہ.

1. صحیح البخاری، 2 : 684، کتاب التفسیر، رقم : 4433
2. جامع الترمذی، 2 : 141، کتاب تفسیر القرآن، رقم : 3133
3. صحیح لمسلم، 1 : 96، کتاب الایمان، رقم : 276
4. مسند احمد بن حنبل، 3 : 377
5. مسند ابی عوانۃ، 1 : 125، 131
6. شرح المواہب للزرقانی، 6 : 127

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ جب قریش نے میری (معراج کی) تکذیب کی اس وقت میں حجرِ اسود کے پاس تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نظروں میں عیاں کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی تمام نشانیاں قریش کو بتانے لگا۔

قافلے والوں کے اُونٹ کی گمشدگی

مخبرِ صادق حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیتِ المقدس کے بارے میں کفار و مشرکینِ مکہ کے ہر سوال کا درست جواب دے رہے تھے۔ جب انہیں اپنی اس سازش میں ناکامی کی صورت دکھائی دینے لگی تو کہنے لگے کہ ہمارے بعض قافلے اس راہ پر گئے ہیں۔ کچھ ان کے بارے میں بتلایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا پہلا قافلہ روحا کے مقام پر دیکھا تھا۔ اس قافلے کی قیادت فلاں قبیلے کا فلاں شخص کر رہا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس قافلے کا ایک اونٹ گم ہو گیا۔ وہ لوگ وہاں رک کر اپنے اونٹ کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے پیاس لگی۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ایک اونٹ کے پالان کے ایک پیالے میں پانی پڑا ہے۔ میں نے اُتر کر اس پانی کو پی لیا۔ جب میں روانہ ہونے لگا تو مذکورہ شخص اونٹ کو تلاش کر کے واپس پہنچا تو میں نے جاتے ہوئے اسے سلام کیا تو قافلے والوں میں سے بعض نے کہا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ہے۔ جب قافلے والے واپس آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ خواب میں پیا ہوا پانی اس لائق نہیں ہوتا کہ پوچھا جائے کہ پیالے میں پانی تھا یا نہیں تھا اور پھر یہ کہ آوازِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سفر حالتِ خواب میں نہیں عالمِ بیداری میں تھا۔

تاجدارِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں مقام ذِی فجا پر پہنچا تو وہاں مجھے دوسرا قافلہ ملا۔ اس قافلے میں ایک اونٹ پر فلاں فلاں نامی دو دوست سوار تھے۔ جب میرا براق ان کے قریب سے گزرا تو وہ اونٹ بدک کر بھاگا اور وہ دونوں اس سے گر پڑے۔ چنانچہ اس حادثے میں ایک کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب قافلے والے آئیں تو ان سے تمام اَحوال پوچھ لینا۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تنعیم کے مقام پر ایک تیسرا قافلہ دیکھا۔ کفار و مشرکین نے اس قافلے کے بارے میں کوئی علامت پوچھی تو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے آگے بھورے رنگ کا ایک اونٹ ہے جس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ ایک سیاہ دھاری دار اور دوسری سفید دھاری دار، جب وہ قافلہ واپس آئے تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔

کفار مکہ نے سوچا کہ تینوں دلیلیں قوی ہیں۔ لہٰذا جاتے ہوئے کہنے لگے کہ اتنا اور بتا دیجئے کہ وہ قافلے اندازاً کب تک مکہ پہنچ جائیں گے۔ اس پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا قافلہ کل سورج طلوع ہونے سے پہلے مکہ پہنچ جائے گا۔ دوسرا قافلہ اس وقت مکہ پہنچے گا جب سورج عین نصف النہار پر ہوگا جبکہ تیسرے قافلے (کی آمد کا وقت سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ہے۔ (المواھب اللدنیہ، 2 : 40

ابھی جملہ بھی مکمل نہ ہونے پایا تھا

قافلوں کی آمد کے وقت کا سن کر کافروں کا ایک گروہ مکہ معظّمہ کی سب سے اونچی پہاڑی پر جا کر بیٹھ گیا اور سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف مسلمان بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو حرف بحرف سچ ثابت ہوتا دیکھنے کے لئے گردِ کارواں کی تلاش میں تھے۔ عشاق قافلے کی طرف جبکہ کفار افق پر سورج کی تلاش میں تھے۔ جب سورج طلوع ہونے کا وقت قریب آیا تو ایک کافر بآواز بلند بولا : خدا کی قسم ! سورج طلوع ہو گیا۔ ابھی یہ جملہ مکمل نہ ہو پایا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پکار اٹھے وہ دیکھئے قافلہ بھی پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں مانتے یہ تو جادو ہے۔ ایسا ہی معاملہ دوسرے قافلے کے ساتھ بھی ہوا جو حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نصف النھار پر پہنچا۔

خورشیدِ فلک ! یہیں رُک جا

تیسرے قافلے کو راستے میں کوئی حاجت پیش آ گئی لہٰذا اسے تاخیر ہو گئی۔ سورج غروب ہونے کے قریب تھا لیکن قافلے کی آمد کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس پر کفار و مشرکین چہ مگوئیاں کرنے لگے۔ غیرتِ حق جوش میں آئی، سورج کو حکم ہوا کہ یہیں رک جا۔ جب تک وہ قافلہ نہ پہنچے تجھے غروب ہونے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورج افق کے کناروں پر رکا رہا، وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ قافلہ نمودار ہو گیا۔ اس پر کفار سے جب کوئی بن نہ پڑا تو کہنے لگے : ہم نہیں مانتے یہ تو کھلا جادو ہے۔

(الشفاء، 1 : 284) (حجۃ اللہ علی العالمین : 298)

ایک یہودی عالم کی تصدیق

سفرِ معراج کی قدم قدم پر اغیار کے حوالے سے تصدیق بھی ہو رہی تھی اور توثیق بھی، لیکن جن دلوں پر کفر کے تالے پڑے تھے انہیں سورج کی روشنی کیا نظر آتی ! وہ معجزاتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا لیبل لگا کر اپنے کفر کو تسکین دے لیتے۔ آج صدیاں گزر جانے کے بعد جب سائنسی ارتقاء اپنی معراج کو چھو رہا ہے، کائنات کی بیکراں وسعتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے نقوشِ کفِ پا کی تصدیق کر رہی ہیں۔

کتبِ حدیث اور کتبِ تفسیر میں ایک یہودی عالم کا واقعہ بھی درج ہے۔ خاص طور پر امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر اور امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصرِ روم کی طرف اسلام کا پیغام دے کر بھیجا۔ آپ نے اس عیسائی بادشاہ کو دعوتِ اسلام پہنچائی اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور مناقب بیان کئے تو اس نے کہا کہ میں عرب کے کچھ تاجروں سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات بیان کرنے کو کہا گیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے لڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح بادشاہ کی نظروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ گر جائے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے سے انکار کر دے لیکن محتاط بھی رہا کہ کسی جھوٹ پر پکڑا نہ جاؤں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے قیصرِ روم! میں تمہیں اس نبی کی ایک ایسی بات بتاتا ہوں جسے سن کر تجھے معاذاللہ) اس کے جھوٹے ہونے کا یقین آ جائے گا۔ یہ کہہ کر واقعہ معراج بیان کیا۔ جب) وہ اس مقام پر پہنچا کہ اس نبی نے کہا کہ میں بُراق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچا جہاں

بابِ محمد

میرے لئے کھلا تھا۔ وہاں پتھر سے بُراق کو باندھا گیا تھا تو قیصرِ روم کے دربار میں موجود دنیائے عیسائیت کے سب سے بڑے پادری نے کہا کہ ہاں اس رات کا مجھے علم ہے۔ قیصرِ روم نے کہا تجھے اس رات کی کیا خبر ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرا معمول تھا کہ میں ہر رات مسجدِ اَقصیٰ کے دروازے اپنے ہاتھوں سے بند کرکے اور تالے لگا کر سویا کرتا تھا۔ اس رات جب میں اس دروازے پر پہنچا تو وہ بند نہ ہوا۔ میں نے اپنے کئی ساتھیوں کو بلایا جنہوں نے مل کر زور لگایا مگر پھر بھی دروازہ بندہ نہ ہوا حتیٰ کہ مستریوں کی سب کوششیں بھی بے کار گئیں لہٰذا فیصلہ یہ ہوا کہ اب تو اسے کھلا چھوڑ کر سو جائیں۔ صبح اٹھ کر اسے بند کر دیں گے۔ پادری کہتا ہے کہ خدا کی قسم ! اس رات میں دروازہ کھلا چھوڑ کر سو گیا لیکن ساری رات سوچتا رہا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ جب علی الصبح میں نے دروازہ بند کرنا چاہا تو وہی دروازہ جو رات کو بند نہ ہوا تھا اس وقت آرام سے بند ہو گیا۔ میں بھی حیران ہو رہا تھا کہ میری نظر دروازے کے باہر پتھر پر پڑی تو اس پر سواری کے باندھنے کا نشان تھا۔ اس پتھر کے بارے میں تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا :

.لما انتھینا لی بیت المقدس قال جبرئیل بصبعہ، فخرق بہ الحجر و شدّ بہا البرّاق

جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبرئیل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو اس پتھر

میں سوراخ ہو گیا۔ پھر جبرئیل نے اس کے ساتھ براق باندھا۔

1. جامع الترمذی، 2 : 141، کتاب التفسیر، رقم : 3132

2. المستدرک للحاکم، 2 : 360، رقم : 3370

3. مشکوۃ المصابیح، 3 : 306، رقم : 5921

وہ یہودی عالم کہتا ہے کہ میں نے اس کیفیت کو دیکھا تو مجھے پرانی الہامی کتابوں میں پڑھا ہوا یہ واقعہ یاد آ گیا جو ہم انبیاء کی زبانی سنتے آئے ہیں کہ جب نبیء آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آئے گا تو انہیں سفرِ معراج پر بلایا جائے گا اور وہ اس رات بیت المقدس آ کر انبیاء کی امامت کرائیں گے اور اس پتھر پر ان کی سواری باندھی جائے گی۔ میں سمجھ گیا کہ آج نبیء آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کی رات ہے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے بیان میں سچا ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میرے قدموں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ یہ تو ایسی حقیقت ہے کہ عالمِ عیسائیت کا بڑا پادری بھی اپنی مخالفت کے باوجود جسے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ وہ پتھر ان کے زمانے تک موجود رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ! لوگ آج بھی سواری باندھے جانے والی جگہ پر

ہاتھ لگا کر برکتیں حاصل کرتے ہیں۔
(دلائل النبوۃ: 288)
ادھر سے کون گزرا تھا کہ اب تک
دیارِ کہکشاں میں روشنی ہے

مراحل معراج کی تحقیق

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مقدس مرحلہ وار سفر کے باب میں اپنی کتاب فوائد الفوائد میں تین اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1. اسراء: مسجد حرام سے علیہ وآلہ وسلم کی تینوں شانوں بشریت، نورانیت اور حقیقت کو الگ الگ معراج نصیب ہوئی۔ اس پر ذہن میں ایک سوال آ سکتا ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شان کو دوسری سے ممیّز کیسے کیا جا سکتا ہے یعنی جب بشریت محمدی معراج سے مستفیض ہو رہی تھی تو دوسری شانیں کہاں تھیں اور اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت و حقیقت کو معراج کرائی جا رہی تھی تو بشریت کہاں تھی؟

اس سوال کے جواب میں روز مرہ زندگی میں انسان کے فطری احوال کا حوالہ دینا بے محل نہ ہو گا۔

مثال: جب کوئی آدمی بات کر رہا ہوتا ہے تو اس سے تکلم بالفعل کی حالت ظاہر ہو رہی ہوتی ہے حالانکہ اس میں تکلم کے ساتھ ساتھ خموشی اور سکوت کی حالت بھی بالقوۃ موجود ہوتی ہے۔

مثال: جب ایک باپ غصے کی حالت میں اپنے بچے کو اس کی خطا پر سزا دے رہا

ہوتا ہے، اسے زد و کوب کر رہا ہوتا ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں پیار و محبت اور شفقت کا مادہ موجود نہیں ہے بلکہ اس وقت غصہ کی حالت غالب اور پیار و محبت کی صفت مغلوب ہوتی ہے۔

کے طور پر پیش کر کے یہ کہا جا سکتا (Analogy) روز مرہ کے ان دو واقعات کو مثال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بشریت کی معراج کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشری کمالات غالب تھے جبکہ آپ کی ملکیت اور حقیقت کی شانیں ابھی مغلوب تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کو معراج نصیب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی اوصاف و کمالات غالب اور بشریت و حقیقت کی شانیں مغلوب تھیں۔ اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت و مظہریت کو معراج سے سرفراز کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان حقیقت و محمدیت کا غلبہ تھا اور باقی دو شانیں مغلوب تھیں جبکہ تینوں شانیں اپنی اپنی جگہ موجودہ تھیں۔ کبھی ایک کا غلبہ ہو جاتا اور کبھی ایک کا۔

حاصل کلام یہ کہ معراج کے توسط سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات کے ہر پہلو اور ہر شان کی تکمیل بدرجہ اتم کر دی گئی اور آپ اوصاف و کمالات ایزدی کا مظہر اتم بن کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے لیکن ان

کا کماحقہ ادراک عقل انسانی کی گرفت سے باہر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر جلوہ گر ہوئے جس مقام عظمت کا تصور بھی تمام نورانی اور خاکی مخلوقات کے لئے ممکن نہیں۔ بقول غالب

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
آں ذات پاک مرتبہ دان محمداست

آیات ربانی کا مشاہدہ اور دیدار حق

معراج کی شب کوئی چیز براہ غیب میں نہ رہی۔ جب دیدار خداوندی کی سعادت نصیب ہو گئی، محب اور محبوب کے درمیان دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور دوئی کا ہر تصور مٹ گیا تو وہ کونسی چیز تھی جو اس کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے اوجھل رہی۔

معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام واقعات کا علم عطا کر دیا گیا۔ جنت و دوزخ اور عالم اخروی کے حقائق کا مشاہدہ کروایا گیا۔ کتب حدیث میں ان کی تفصیلات شرح وبسط سے بیان کی گئی ہیں۔ ان مشاہدات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم عرش معلیٰ پر پہنچے اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھنے کا مرحلہ آیا۔ جبرئیل علیہ السلام اس مقام پر رک گئے اور بڑے ادب سے عرض کیا کہ اس سے آگے مجھے بڑھنے

کی مجال نہیں۔ اگر میں سوئی کی نوک کے برابر بھی آگے قدم رکھوں گا تو انوار الٰہی کی تجلیات سے جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔ آپ تنہا آگے تشریف لے جایئے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جبرئیل امین کے اس جواب کو اپنے شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

اگر یکسر موئے برتر پرم
فروغ تجلے بسوزد پرم

تمنائے جبرئیل امین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔

ہل من حاجت ربک

(السیرۃ الحلبیہ، 2 : 120)

کیا تیرے دل میں کوئی حاجت اور آرزو ہے جسے میں آپ کے رب تک پہنچا دوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے دل میں فقط ایک آرزو ہے جو آپ میرے رب تک پہنچا دیجئے۔ وہ یہ کہ قیامت کے دن جب آپ کی گنہگار امت پل صراط سے گزرنے لگے اور گزرتے وقت اس کے قدم لڑکھڑانے لگیں تو باری تعالیٰ مجھے اس امر کی اجازت دیدیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں تاکہ وہ سلامتی سے گزر سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آپ کی یہ خواہش آپ کے رب تک پہنچا دوں گا اور

وہ اسے ضرور پورے فرمائے گا۔

ایک سوال : یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ جبرئیل امین نے اس خواہش کا اظہار کیوں کیا؟

جواب : جبرئیل علیہ السلام کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرنے کا طریقہ آپ کی امت کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس سے اس بات کا علم بھی ہوتا ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اپنی امت کی فلاح، بہتری اور خوشی میں مضمر ہے۔ سفر لامکاں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رفرف پیش کیا گیا جو کہ سبز رنگ کا ایک تخت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو کر اپنے رب کے قرب کی منزلیں طے کرنے لگے۔ سفر کا تیسرا مرحلہ آپ نے مظہریت و حقیقت کی طاقت سے سر کر لیا جبکہ بشریت و نورانیت دونوں اوصاف یہاں مغلوب تھے۔

سفر معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں شانوں یعنی بشریت، نورانیت اور حقیقت کو علیحدہ علیحدہ معراج نصیب ہوا۔ یہ تینوں شانیں جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق اپنے اپنے مقام پر غالب تھیں۔ اس ارضی دنیائے آب و گل میں آپ کی بشریت غالب تھی جبکہ باقی دو اوصاف مغلوب تھے۔ دنیائے ملکیت

میں نورانیت کا رنگ غالب تھا اور عالم مظہریت میں حقیقت کا غلبہ تھا۔
شب معراج اللہ رب العزت نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت وانبساط کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے محبوب نے بلوایا تھا۔ جس طرح عام انسان اپنے دوست کے بلانے پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست ہے۔ ایسا دوست کہ جس کی دوستی پر کائنات کی ساری دوستیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ اس محبوب حقیقی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاوا بھیجا۔ یہ اعزاز آج تک کسی اور کو نصیب ہوا اور نہ قیامت تک ہو گا کیونکہ عشق کی نگاہ میں وہی اول بھی ہیں اور وہی آخر بھی ہیں۔

دعوت محبوب کے انداز

کسی کو دعوت دینے کے مندرجہ ذیل تین مختلف انداز اور ڈھنگ ہوتے ہیں۔

1 ۔ پیغام بھیجنا : کسی کو بلانے کا ایک انداز یہ ہے کہ دوست فقط خط کے ذریعے یا فون کرکے دوسرے دوست کو دعوت یا پیغام بھیج دے۔ مدعو (جانیوالا) اپنی سواری کا بندوبست کرکے اپنی کوشش سے دوست کے پاس پہنچ جائے۔

2 ۔ سواری بھیجنا : جہاں پیار و محبت کا لحاظ اور پاسداری زیادہ ہو وہاں فقط پیغام بھیجتے بلکہ ساتھ گاڑی بھی بھیجی جاتی ہے تاکہ دوست اس پر سوار ہو کر

ملنے کے لئے چلا آئے۔ دوست کو بلانا اور ساتھ گاڑی بھی بھیجنا یہ فقط بلاوا بھیجنے سے کہیں زیادہ عزت اور احترام و اکرام کی بات ہوتی ہے۔

3۔ نمائندہ بھیجنا: فقط گاڑی بھیج دینا بھی خوشی کی بات ہے لیکن اگر بلوانے والا اپنی بارگاہ سے نہایت مقرب شخص کو بطور نمائندہ بھی بھیج دے، اس شان اور انداز سے بلایا جائے تو پھر خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

محبت کا انداز محبت

شب معراج محبوب حقیقی نے اپنے محبوب کو بلانے کے لئے پیغام نہ بھیجا بلکہ اپنی کائنات کی سب سے بڑھ کر سواری بھیجی۔

براق: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لئے اللہ جل مجدہ نے براق بھیجا اور ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کا مقیم، عالم خلائق کا سب سے بڑا شہسوار اپنا نمائندہ خاص بنا کر بھیجا کہ محبوب! اس براق پر سوار ہو کر میرے اس نمائندہ کے ساتھ میرے پاس آ جا۔

رفرف: سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں براق کا سفر ختم ہو گیا وہاں رفرف نامی سبز رنگ کا تخت بھیجا۔ عالم لامکاں میں ایک ایسا مقام آیا جہاں رفرف بھی ٹھہر گیا۔

بقعہ نور: جب رفرف بھی ٹھہر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بقعہ نور کے اندر داخل کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس نئے ماحول میں جہاں ہر طرف اللہ کی تجلیات اور جلوہ ہائے صفات موجزن تھے، میں نے کچھ اجنبیت سی محسوس کی اور ایسا ہونا بتقاضائے شان بشریت تھا جو اگرچہ مغلوب تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا حصہ تھا۔

محبت کی باتیں

سفر معراج میں ہر قدم پر محبت الٰہی کا جمال نظر آتا ہے۔ محبوبیت کا یہ مقام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختص تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختص رہے گا کیونکہ نہ کوئی ان کا مماثل اور نہ کوئی ان کا مثیل، تنہا وہی مقام محبوبیت پر رونق افروز ہیں۔ ہم غلاموں کی محبت بھی رب کائنات کی اسی محبت کا ہلکا سا پرتو ہے اور اصل میں محبت رسول بھی سنت رب جلیل ہے۔ شب معراج پروردگار عالم اپنے مہمان ذی حشم پر صلوۃ پڑھ رہا ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ میرے بندو میرے رسول کی محبت میں فنا ہو جاؤ، سینوں میں اسی رسول کے عشق کے چراغ جلاؤ۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الطبقات الکبریٰ میں یوں رقمطراز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نامانوس ماحول میں اجنبیت اور

تنہائی کا احساس ہونا ہی تھا کہ میرے کانوں میں دلنواز، میٹھی اور سریلی پیار بھری آواز آئی، کوئی نرم اور شفقت آمیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔

قف یا محمد ان ربک یصلی

(البواقیت والجواہر، 2 : 35)

اے محمد! ٹھہر جا تیرا رب تجھ پر صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ کے صلوٰۃ پڑھنے پر قدرے تعجب ہوا لیکن دوسری بار پھر یہی شیریں آواز کانوں میں رس گھولی ہوئی آئی تو وحشت اور پریشانی کا اثر زائل ہو گیا اور اس کی جگہ سکون و اطمینان نے لے لی۔

صلوٰۃ کا مفہوم کیا ہے؟

صلوٰۃ سے عام طور پر درود بھیجنے اور برکت کے معانی مراد لئے جاتے ہیں لیکن مندرجہ بالا حدیث میں صلوٰۃ کے یہ معانی نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا رہتا ہے جس کی تائید قرآن کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ.

(الاحزاب، 33 : 56)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے

ہیں۔

اس آیت کی رو سے اللہ رب العزت اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ رہا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی سفر معراج کے لئے روانہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت بھی پڑھ رہا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لئے روانہ ہو کر مسجد حرام سے بیت المقدس پہنچے۔ وہاں سے عالم بشریت کو پیچھے چھوڑتے ہوئے عالم نورانیت کی طرف رواں دواں ہوئے۔ سدرۃ المنتہیٰ اور عرش معلیٰ پر پہنچے تھے۔ خدا تو ہر لمحہ درود پڑھ رہا تھا لہٰذا اس مقام پر صلوٰۃ کا معنی درود پڑھنا نہیں لیا جا سکتا۔ یہ مقام کسی اور معنی کا متقاضی ہے۔

صلوٰۃ کا ایک معنی قرب چاہنا اور قریب کرنا بھی ہوتا ہے۔ یہاں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو روکا جا رہا تھا کہ محبوب رک جاؤ۔ آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھ رہا ہے تو اس سے مراد درود نہیں بلکہ قریب ہونا ہے۔

آسمانوں پر مہمان عرش کا بے مثال استقبال

دستور یہی ہے کہ جب کسی مہمان ذی وقار کو اپنے گھر دعوت دی جاتی ہے تو گھر کے در و دیوار میں مہمان گرامی کی راہ میں اپنی پلکیں بچھا دیتے ہیں۔ گھر

بار کی آرائش پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور خاطر مدارت کے بعد تحائف دے کر اسے رخصت کیا جاتا ہے کہ مہمان اپنی اس عزت پر سجدہ شکر بجا لاتا ہے۔

جب کوئی شخص کسی مہمان کو بلاتا ہے تو وہ اس آنے والے مہمان کا گھر سے نکل کر استقبال کرتا ہے۔ بلا تمثیل اللہ تعالیٰ نے شب معراج اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلایا تھا اس لئے فرمایا محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک چل کر آئے ہیں۔ اب آپ رک جائیں۔ دستور میزبانی کے مطابق اب میری رحمت اور شان بندہ نوازی تیرا استقبال کرے گی اور اپنی شان کے لائق آگے بڑھ کر تیرا استقبال کرکے حق میزبانی ادا کرے گی تاکہ تیری عظمت و محبوبیت کا اظہار ہو۔ اس معنی کی تائید قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے ملتی ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی

(النجم، 53 : 8)

پھر یہ قریب ہوا پھر وہ اور قریب ہوا۔

دنی اور تدلی میں فرق

1۔ دنٰی کا معنی قرب ہے اور تدلّٰی کا معنی بھی قریب ہونا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ دنی میں تین حروف (د، ن، ی) ہیں جبکہ تدلی میں حروف (ت، د، ل، ی) کی تعداد چار ہے۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ کثرت حروف کثرت معنی پر

دلالت کرتی ہے اور قلّت حروف قلّت معنی پر دلالت کرتی ہے۔ دنی فعل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور تدلی فعل خدا۔ دنی کے کم حروف سے پتہ چلتا ہے کہ محبوب چونکہ مخلوق میں سے تھا اور مخلوق محدود ہے اس لئے اس کا قرب بھی محدود ہے اور رب چونکہ خالق اور لامحدود ہے اس لئے اس کا قرب بھی لامحدود تھا۔ اللہ اللہ ہے اور بندہ بندہ۔ اللہ خالق ہے اور بندہ اس کی مخلوق۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے لیکن اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہوا کہ کوئی حد باقی نہ رہی۔ دنی کا جواب باری تعالیٰ نے تدلی کی صورت میں دیا اور ایسا کیوں نہ ہو۔ حدیث قدسی میں اللہ کا اپنا فیصلہ ہے۔

من تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا. . . . . الخ

صحیح البخاری، 2 : 110، کتاب التوحید، رقم : 1. 6970

صحیح لمسلم، 2 : 343، کتاب الذکر ولدعاء، رقم : 2. 22

جامع الترمذی، 2 : 200، کتاب الدعوات، رقم : 3. 3603

سنن ابن ماجہ، 2 : 1255، رقم : 4. 3821

جو شخص ایک بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے میں پورا گز اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف پیدل چل کر آتا ہے میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں (اپنی شان کے مطابق)۔ جس طرح یہاں شبراً کا جواب ذراعاً سے دیا۔ اسی طرح زیر بحث

آیہ کریمہ میں دنی کا جواب تدلی سے دیا۔

۔ سورہ نجم میں ثم دنی فتدلی میں قرب کا ذکر دو دفعہ بتکرا آیا ہے حالانکہ ایک دفعہ 2 کہنا بھی مکتفی ہو سکتا تھا۔

شیخ بقلی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے دیگر عرفاء کاملین نے اس پر لطیف نکات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے بحر عرفان میں غواصی کرکے بہت سارے گہر ہائے نایاب دریافت کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ قرب کا ذکر یہاں دو مرتبہ اس لئے ہوا کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو قرب نصیب ہوئے۔ قرب صفات اور قرب ذات یعنی اللہ رب العزت کی صفات اور ذات دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حصار التفات میں لے لیا۔

۔ قرب صفات 1

اس قرب میں ثم دنی کی صورت میں ذات باری تعالیٰ نے اپنی صفات تجلیات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صفات سے اتنا قریب کر لیا کہ صفات محمدیہ پر صفات الٰہیہ کا رنگ چڑھ گیا یہاں تک کہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم بن گئے۔ یہ صفات الٰہیہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج تھی۔

۔ قرب ذات 2

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفاتی قرب سے مکمل طور پر بہرہ ور کر دیا گیا تو پھر تجلیات ذات آپ پر جلوہ فگن ہوئیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ ملکہ حاصل ہو گیا کہ آپ چشم سر اور چشم دل دونوں سے خدا کا دیدار کر سکیں۔ یہ قرب تدلی کی صورت میں عطا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ رب العزت کی ذات کے سائبان کرم میں تھے۔ یہ مقام حاصل کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اور آخری بندے اور رسول ہیں۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفات باری تعالیٰ کے مظہر اتم بن گئے تو آواز آئی کہ اے حبیب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھیئے۔ آپ آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محب کے درمیان فاصلہ کم ہوتے ہوتے دو کمان یا اس سے بھی کم رہ گیا۔ مقام قاب قوسین پر قرب و وصال کی وہ منزل آ گئی جو تھا۔ اس سے زیادہ قرب ممکن ہی نہ تھا۔ بایں ہمہ عبد (Climax) معراج کا نقطہ کمال کامل اور معبود حقیقی کے مابین وہ فرق و امتیاز قائم و دائم رہا جو نکتہ توحید کی اساس ہے۔

قاب قوسین سے کیا مراد ہے؟

سفر معراج میں قاب قوسین کا ذکر جمیل اس تواتر سے ہوا ہے کہ ذہنوں میں یہ

سوال ابھرتا ہے کہ قاب قوسین سے کیا مراد ہے؟ اس کا قرآنی مفہوم کیا ہے؟ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی قرب و وصال کو قاب قوسین کی بلیغ و جمیل عام فہم تمثیل سے بیان فرمایا ہے تاکہ عرب اپنی روز مرہ زبان اور محاورے کے مطابق اس بات کا مفہوم پوری طرح سمجھ سکیں۔ قوسین سے مراد کمانیں یا لمبرو یا بازو ہیں اور قاب فاصلے کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو دو کمانوں کے درمیان ہوتی ہے۔ جب دو بچھڑے ہوئے دوست مدت بعد ملتے ہیں تو ان کے ملنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ ایک ہاتھ کمان کی صورت میں اوپر اٹھتا ہے اور دوسرا دوست اسی طرح قریب آ کر اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتا ہے تو نصف دائرے کی شکل میں دوسری کمان بن جاتی ہے۔ جب دونوں کے مابین معانقے کا عمل تکمیل کو پہنچتا ہے تو ان میں دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ خدا کی ذات معانقے اور ان لوازمات سے پاک ہے لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب کی انتہائی صورت کو بیان کرنے کے لئے اس تمثیل کے ذریعے بات ذہن نشین کرائی گئی ہے ورنہ باری تعالیٰ تو ہر مثل سے پاک ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

(شوریٰ، 42 : 11)

اس کی مثل کوئی شئے نہیں۔

ہر شئے سے پاک ہونے کے باوجود پھر فرمایا۔

.مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

(النور، 24 : 35)

اس کے نور کی مثال (جو نور محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینہ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ ہمیں سمجھانے کے لئے مثال ارشاد فرماتا ہے۔ خود اسے مثال کی حاجت و ضرورت نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

.إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا

(البقرہ، 2 : 26)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ (سمجھانے کے لئے) کوئی بھی مثال بیان فرمائے (خواہ) مچھر کی یا (ایسی چیز کی جو حقارت میں) اس سے بڑھ کر ہو۔

قاب قوسین کا تہذیبی، ثقافتی اور مجلسی پس منظر

اسلام دین فطرت ہے۔ ہر مرحلہ پر انسانی نفسیات کو مد نظر رکھتا ہے۔ قرآن کا اسلوب ہدایت بھی یہ ہے کہ جب وہ کوئی بات اپنے بندوں کو ذہن نشین کرانا

چاہتا ہے تو ان کے سماجی پس منظر کو نظر انداز نہیں کرتا اور وہ ان کے ماحول کے مطابق انہیں مخاطب کرکے یا کسی تمثیل یا محاورے کے ذریعہ اپنی ہدایت کی ترسیل کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔ چونکہ اہل عرب قرآن کے اولین مخاطبین ہیں اس لئے عرب رسم و رواج کا ثقافتی پس منظر قرآن میں اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔

اہل عرب کے قدیم دستور و رواج کا مطالعہ کرنے سے قاب قوسین کی معنویت کی ایک اور پرت کھلتی نظر آتی ہے۔ جب دو متحارب عرب قبیلے دشمنی کی راہ ترک کرکے ایک دوسرے سے شیر و شکر ہونا چاہتے تو ان کے سردار معاہدہ دوستی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے علامتی طور پر دو کمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر تیر چلاتے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا کہ آج کے بعد دونوں حلیف قبیلوں کا دوست اور دشمن ایک ہوگا۔ ایک کا دوست دوسرے کا دوست اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن متصور ہوگا اور صلح و جنگ کے معاملوں میں دونوں کا رویہ ایک دوسرے سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہوگا۔

1. (معارج النبوۃ، 3 : 146)
2. (تفسیر حسینی، 2 : 358)
3. (کمالین حاشیہ جلالین : 437)
4. (روح المعانی، 67 : 48)

عبد و معبود کا فرق قائم رہا

تاج عظمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر رکھا گیا۔ معراج کی شب فضیلتیں قدم قدم پر آپ کے ہمرکاب رہیں۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام قاب قوسین پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے مزید قریب کرکے سریر آرائے اوادنی پر متمکن ہونے کا شرف بخشا۔ قاب قوسین کے بعد اوادنی کہہ کر قرآن خاموش ہو گیا کیونکہ اگر قاب قوسین تک بات ختم ہو جاتی تو قرب متعین ہو جاتا لیکن خدا تعالیٰ تو سب فاصلہ مٹانا چاہتا ہے اسی لئے فرمایا اوادنی دو کمانوں کی مثال لوگوں کو سمجھانے کے لئے دی حالانکہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محب کے درمیان فاصلہ تو اس سے بھی کم تر ہے۔ ادنی کے بعد حتی یا الیٰ نہیں لگایا اس لئے کہ یہ حد بھی مقرر نہ ہو جائے کہ کہاں تک فاصلہ کم ہوا۔ اوادنیٰ کا لفظ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان فقط ایک فرق عبد و معبود کا قائم رہا۔ باقی سب فاصلے اور امتیازات ختم ہو گئے۔

احدیت اور احمدیت کی قوسین

سفر معراج میں اللہ رب العزت کے جلال و جمال کی رعنائیاں لامکاں کی وسعتوں میں ہر طرف بکھری ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ رب کائنات کی الوہیت کے پرچم ہر

سمت لہرا رہے ہیں۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی سے اگلی آیت فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَااَوْحٰی ہمیں الوہیت کا درس دے رہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے پس اس (خدا) نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کی یعنی باوجود اس انتہائی قرب کے وہ عبد اور میں معبود، وہ مخلوق اور میں خالق، وہ مملوک اور میں مالک رہا۔ میں نے ہی اسے عالم انسانیت کی طرف مبعوث کیا تاکہ وہ انہیں ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر رشد و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے جائے لیکن یہ امر ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اب الوہیت و رسالت ایک دوسرے کے اتنا قریب ہیں کہ کفر و ایمان کے معاملوں میں ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان اور ایک کا انکار دوسرے کا انکار کے مترادف ہے۔ اب تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقہ بگوش ہو کر میری اطاعت کا اقرار کر سکو گے۔ اگر تم نے اس کی غلامی سے انحراف کی راہ اختیار کی تو تم فی الواقعہ اپنے اس فعل سے میری توحید سے منحرف ہو جاؤ گے۔ توحید و رسالت پر ایمان میں کسی قسم کا فرق روا رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ احدیت و احمدیت کی قوسین باہم ایک دوسرے سے اتنی متصل ہو گئیں کہ ان سے میرے قرب و وصال اور عشق و محبت ہی کا پتہ چل رہا ہے۔ تقرب الی اللہ کا دعویٰ بغیر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، بے بنیاد ہے۔ مقام قاب قوسین پر جب حجابات اٹھا دیئے گئے اور مازاغ البصر و ماطغٰی کے

مصداق شان محبوبیت یہ تھی کہ نگاہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہٹی اور نہ ہی حد سے بڑھی بلکہ وصال و دید کا وہ عالم تھا کہ چشم نظارہ ایک لحظہ بھی جمال جہاں آراء سے نہ ہٹنے پائی اور احدیت و احمدیت کی قوسین اس طرح مل گئیں کہ باہمی قرب کی کیفیت ثم دنی فتدلی کی آئینہ دار بن گئی اور آخر میں قاب قوسین کے مقام پر دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے کہ درمیانی فاصلہ برائے نام رہ گیا۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ قربت کا ذکر کرتے ہوئے درمیان میں فاصلہ رہنے کا ذکر لابدی اور ضروری سمجھا گیا اس لئے کہ خالق و مخلوق میں چاہے کتنا ہی قرب کیوں نہ ہو، نہیں مانا جا سکتا کہ محبوبیت (Entity) ان کی ہستی جدا جدا ہے اور دونوں کا ایک وجود کے اعلیٰ اور ارفع مقام پر پہنچ کر بھی عبدیت اور معبودیت کا فرق برقرار رہتا ہے۔

یہاں ایک بات خاص طور پر ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جو شخص عبد و معبود کے فرق کو مٹاتا ہے، کافر ہے۔ عقیدے میں، عقل میں یا ایمان میں، عشق میں یا محبت میں الغرض کسی درجے میں بھی یا کسی سطح پر بھی بندہ رب ہو سکتا ہے نہ رب بندہ ہو سکتا ہے جو عبد کو معبود بنائے یا معبود کو عبد، وہ کافر ہے اور جس طرح عبد اور معبود کا فرق مٹانا کفر ہے اسی طرح فرق عبد و معبود کے سوا کوئی اور فرق ڈالنا بھی کفر ہے۔ سو اعتقاد یہی رکھنا چاہئے کہ مقام او ادنی پر پہنچ کر بھی خدا خدا ہے اور

نبی نبی ہے۔

مقام عبدیت

اللہ رب العزت کائنات ارض و سماوات کا خالق ہے۔ ہر چیز اس کے دائرہ قدرت میں ہے۔ اس نے معراج کی شب اپنے بندے اور رسول پر عنایات کی بارش کر دی اور اسے وہ عظمت عطا کی جو آج تک نہ کسی رسول کا مقدر بن سکی اور نہ قیامت تک بن سکے گی۔ اس مقام پر پہنچ کر جہاں تمام دوریاں ختم ہو گئی تھیں قرآن زبان حال سے یوں گویا ہوا۔

O فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی

(النجم، 53 : 10)

پھر (اللہ رب العزت نے بلاواسطہ) اپنے بندہ کو جو وحی فرماتا تھا فرمائی (جو دینا تھا دیا (جو بتانا تھا بتایا

معلوم ہوا کہ مخلوق میں عبدیت سے بہتر کوئی مقام نہیں مگر افسوس کہ آج لوگ اسی پر جھگڑتے پھرتے ہیں۔ اے کاش ! انہیں حقیقت عبدیت سمجھ آ جاتی۔

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزومندی

مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عقیدہ توحید اور واقعہ معراج

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

عقیدہ توحید مومن کے ایمان کا مرکز و محور ہے۔ شرک کا سایہ بھی انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ سفر معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ ہے اور معجزہ رب کائنات کی قدرت مطلقہ کا مظہر ہوتا ہے۔ سفر معراج میں بھی توحید ربانی کے پرچم ہر طرف دکھائی دیتے ہیں۔ آدم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء جس آسمانی ہدایت کے ساتھ مبعوث ہوتے رہے اس کا مرکزی نقطہ بھی توحید ہی تھا کہ وہی ذات بندگی کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے، کوئی اس کا ہمسر ہے نہ ثانی، نہ اس کی کوئی انتہا ہے اور نہ ابتداء ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد کے بعد بھی وہی ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا جب کچھ نہ ہوگا تو پھر بھی اس کی ذات یکتا و تنہا ہوگی۔ اس ذات کو نہ اونگھ ہے نہ زوال، وہ ہر حاجت سے پاک اور مبرا ہے اور وہ ہر کسی کا حاجت روا ہے۔

امم سابقہ نے اکثر و بیشتر مسئلہ توحید کے بارے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ ان کے اکثر افراد (الا ماشاء اللہ) نے اپنے نبی کو اس کے کمالات و روحانی تصرفات دیکھ کر الوہیت کے درجہ پر پہنچا دیا۔ ان میں سے کسی نے نبی کو خدا کا بیٹا

کہا اور کوئی تثلیث کا قائل ہو گیا۔ گویا نبی کو مقام نبوت سے ہٹا کر خدا کا شریک ٹھہرا لیا تاہم امت مصطفوی کو یہ شرف و افتخار حاصل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ عقیدہ توحید کی تعلیم ان کے قلوب و اذہان میں اس درجہ راسخ ہو گئی کہ اس پر شرک کی گرد پڑنے کا بھی کوئی احتمال باقی نہ رہا۔

اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرب کا انتہائی مقام تفویض کرکے ارشاد ہوتا ہے اوحی الی عبدہ ما اوحی ہم نے اپنے بندے کی طرف وحی کی اللہ اللہ ! بندگی کا کیا مقام ہے کہ خدائی کا مختار کل بنا دیا جائے تو پھر بندہ رہے۔ عقیدہ توحید میں کسی قسم کے خلجان اور التباس کی کوئی گنجائش نہیں کہ خالصیت اور عبدیت کے فاصلے کا پاٹنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس فاصلے کو برقرار رکھنا بہرحال ناگزیر ہے۔

معجزہ، معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقوع پذیر ہونا تاریخ ارتقائے نسلِ انسانی کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جس کا ایک ایک حرف عظمت و رفعت کی ہزارہا داستانوں کا امین اور عروج آدم خاکی کے ان گنت پہلوؤں کا مظہر ہے۔ نقوشِ کفِ پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوح افلاک پر شوکت انسانی کی جو دستاویز مرتب ہوئی وہ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی

دلیل ہی نہیں بلکہ ایک ایسا مینارۂ نور بھی ہے جو تسخیر کائنات کے ہر مرحلے پر آنے والی ہر نسلِ انسانی کے راستوں کو منور کرتا رہے گا اور آسمانوں کی حدود سے نکل کر اولاد آدم کو مشاہدۂ فطرت کی ترغیب دیتا رہے گا اور اس پر نئے آفاق کے مقفل دروازوں کو وا کرتا رہے گا۔ معجزۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کئی ایک حکمتیں پوشیدہ ہیں، دلجوئی محبوب سے لے کر عظمت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منشائے ایزدی کے کئی پہلو ذہن انسانی پر آشکار ہوتے ہیں حقیقت احوال اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تاہم اربابِ فکر و نظر نے اپنے علم اور فہم کے مطابق اس عظیم سفر آسمانی کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں اس مقام پر ہم ان میں سے صرف دو حکمتوں کا ذکر کریں گے۔

۔ نگاہوں میں جو تم ہو1

واقعہ معراج کی پہلی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اعلان نبوت کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کفار کی طرف سے ایذا رسانی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں دینے کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم نہ ڈگمگا سکے۔ بالآخر اہل مکہ اور قریش نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ معاشرتی سطح پر حضور علیہ السلام اور آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے خاندان کا بائیکاٹ کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرمِ کعبہ کے قریب ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین اور دادا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت اور پرورش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابوطالب کے سپرد تھی۔ جو تمام تر مخالفتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیتے چلے آ رہے تھے۔ سو وہ بھی اس بائیکاٹ کا شکار ہوئے جبکہ آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ اس طرح نبوت کے ساتویں سال سے دسویں سال تک کبھی بھوکے رہ کر اور کبھی سوکھے پتے کھا کر گزارا کیا۔ آخرکار کفار نامراد ہوئے اور یہ بائیکاٹ ختم ہوا۔ اسی سال حضرت ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کا وصال ہوگیا۔ اس سے تمام ظاہری سہارے اور رشتے ٹوٹ گئے اور آقا علیہ السلام کے قلب انور پر دکھ کی سی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اب نہ تو والدہ ماجدہ تھیں کہ دکھ کے وقت سینے سے لگا کر دلاسا دیتیں نہ والد تھے کہ دست شفقت سر پر رکھتے، نہ وفاشعار بیوی تھی کہ اپنے حسن سلوک اور محبت سے غم دور کرتیں، نہ کوئی اور بزرگ اور مشفق ہی تھا کہ جس کی شفقت اور محبت کی فراوانی سے اس کی کفار مشرکین کی چیرہ دستیوں کی تلافی ہو جاتی۔ فضا مخالفت اور سازشوں کی گرد سے اٹی ہوئی تھی۔ بظاہر اپنائیت کا حصار دلکشا ٹوٹ رہا

تھا۔ حروف وفا کی خوشبو سے فضا عاری تھی، قدم قدم پر شقاوتِ قلبی کا پہرہ تھا۔ چنانچہ ایسے حالات میں اللہ رب العزت نے چاہا کہ سارے غم، رنج وبلا، دکھ درد اور پریشانیاں دور کر دی جائیں اور یہ اسی طرح ممکن تھا کہ محبوب کو قاب قوسین پر بلا لیا جائے کہ جب محبوب کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے ہو اور ملاقات میں خلوت میسر ہو تو محبت کرنے والوں کے دلوں میں کوئی دکھ اور ملال باقی نہیں رہتا بلکہ ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ مزید دکھوں کی خواہش کرتا ہے اور زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے غمو تم امڈ امڈ کر آؤ تاکہ محبوب کے دیدار کا راستہ صاف ہو۔ گویا اللہ رب العزت بیان کرنا چاہتا ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر دنیا میں دکھ اور غم آئیں، مخالفت کا سامنا ہو تو گھبرا نہ جایا کرو کہ ہماری پیار بھری آنکھیں تجھی پر لگی رہتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

.وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

(الطور، 52 : 48)

اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر کر، بیشک تو ہماری آنکھوں میں ہے (ہم تجھی کو دیکھتے رہتے ہیں)۔

۔امت سے پیار2

اعلان حق کے بعد مخالفت کی جو آندھیاں اٹھیں، سازشوں کا جو جال بچھایا گیا

روشنی کی راہ میں جو دیواریں اٹھائی گئیں، کفر و الحاد کے نمائندگان نے پیغامِ توحید کو جس طرح جھٹلا کر نظام باطل کے تحفظ کا عہد نامہ تحریر کیا وہ راہ حق کے مسافروں کے لئے باعثِ ملال ضرور ہوا لیکن پرچم توحید لہرانے والوں کے قدم مشاہدہ ایمان و ایقان پر آگے ہی بڑھتے گئے، ہر طرف پیغمبرانہ بصیرت کے چراغ روشن تھے، عزم و استقلال کے الفاظ کو نیا مفہوم عطا ہو رہا تھا۔ ایثار و قربانی کی نئی داستان لکھی جا رہی تھی، بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریزی کمال بندگی کی مظہر بھی، لب اقدس پر خدائے وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کے پھول کھل رہے تھے، ساری رات انوار بندگی کے جھرمٹ میں گذر جاتی، پروردگار عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مشقت دیکھ کر ہدایت آسمانی کی آخری دستاویز میں فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا o اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا o

(المزمل، 73 : 1 - 4)

اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب) آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کے لئے) آدھی رات یا اِس سے تھوڑا کم کر دیں یا اس پر کچھ زیادہ کر دیں اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں

اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتوں کا جاگنا تو کم کر دیا لیکن امت کی فکر کچھ اس طرح دامن گیر ہوئی کہ سوتے میں بھی امت کا غم لئے رہتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ میرا مقصد تو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنا تھا مگر ایسا ابھی تک نہیں ہوا۔ لہٰذا تو میرے محبوب کو اس کی امت کی بخشش کا مژدہ جانفزا سنا دے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ○ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا.

(الفتح، 48 : 1 - 2)

تاکہ اللہ تمہارے سبب گناہ بخشے تمہارے ○ بے شک ہم نے تمہیں کھلی فتح دے دی اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

حضور ختمی مرتبت اولادِ آدم کے ہی نہیں تمام مخلوقات کے نجات دہندہ بن کر آئے تمام جہانوں کے لئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے غم میں رات رات بھر جاگتے جب خدائے رحیم و کریم کی طرف سے امت کی بخشش کی بشارت مل گئی تو (اس خیال سے کہ امت اپنے گناہوں کی بخشش پر کما حقہ ہو اپنے رب کا شکر ادا نہ کر پائے گی) راتیں سجدوں کی

تابانی سے پھر منور رہنے لگیں صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب تو امت کی بخشش کا سامان بھی ہوگیا اب تو آپ راتوں کو نہ جاگا کریں، ارشاد گرامی ہوا۔

.اِفلا اِکون عبداً شکورا

(صحیح البخاری، 2 : 716، کتاب التفسیر، رقم: 4556)

کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

مگر اللہ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشقت میں پڑنا کیسے پسند آ سکتا ہے۔

چنانچہ فرمایا۔

Oمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰٓى Oطٰهٰ

(طٰہٰ، 20 : 1 - 2)

طٰہٰ (اے محبوب مکرم) ہم نے آپ پر قرآن (اس لئے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

انمول تحفے

قاعدہ ہے کہ جانے والا جب کسی کے گھر جائے تو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لے کر جاتا ہے۔ سو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قاب قوسین سے بھی زیادہ قرب پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین تحفے پیش کئے۔ عرض کیا۔

التحیات للّٰہِ والصلوات والطیبات

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

میری تمام قولی، مالی اور بدنی عبادتیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں (صرف اللہ کے لئے ہیں)

جواب میں حسبِ قاعدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تین تحفے پیش کئے فرمایا۔

.السلام علیک اِیہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تیرے لئے سلامتی، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں بطور تحفہ) ہیں۔)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قبول فرمایا۔ مگر ساتھ ہی اپنی اس سلامتی میں اپنی امت کے گناہ گار لوگوں کو (اپنے ساتھ ملا کر) نیز نیکوکاروں کو بھی شامل کیا۔

عرض کیا۔

.السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

سلامتی ہو ہم پر (یعنی میرے ساتھ میری امت کے گناہ گاروں پر بھی) اور اللہ

کے نیک بندوں پر۔
جب اتنی گفتگو ہو چکی ،ملائکہ بھی پکار اٹھے
.اِشہدِان لا الہ الااللہ واِشہدِان محمدا عبدہ و رسولہ

(معارج النبوۃ، 3 : 149)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

فرشتوں کی اس تصدیق کے بیان کے بعد کہ معراج حق ہے اور ان تحائف کا لینا دینا بھی حق ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم السلام علیک ایھا النبی پر پہنچو تو یہ تصور کرو۔

واحضر قلبک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشخصہ الکریم و قل السلام علیک ایہا النبی و رحمہ اللہ وبرکاتہ

(احیاء العلوم، 1 : 169)

اپنے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلوہ گر سمجھو اور کہو اے اللہ کے نبی ! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتیں ہوں اور اس کی برکتیں ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے فکر اور غم میں راتوں کو بھی نہیں سوتے تو امت کے متعلق خوشخبری سنانے کے لئے اپنے پیارے محبوب کو اپنے پاس معراج کی صورت میں بلایا اور امت کے لئے عام معافی کی خوشخبری بھی سنائی اور شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دیدار بھی کروایا۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سبحان الذی اسری۔۔۔۔کے معارف و حکمتیں

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

تاریخِ ارتقائے نسلِ انسانی میں مُعجزہ معراج ایک بنیادی پتھر کی حیثیّت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا سنگ میل ہے جسے بوسہ دیئے بغیر ارتقاء کی کوئی منزل طے نہیں ہو سکتی۔ عروج آدمِ خاکی کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ سفرِ معراج دراصل سفرِ ارتقاء ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ عظیم مُعجزہ ہے جس پر انسانی عقل آج بھی انگشت بدنداں ہے۔ انتہائی قلیل وقت میں مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک کی طویل مسافت طے ہو جاتی ہے۔ قرآن اِس کا ذکر اِن اَلفاظ میں کرتا ہے :

سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرَی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِی بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○

(بنی اِسرائیل، 17 : 1)

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصٰی تک لے گئی جس کے

گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں ○ دکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے

اِس آیتِ مقدّسہ پر غور و تدبر کریں تو شکوک و شبہات کے تمام راستے خود بخود مُقفّل ہو جاتے ہیں، کسی اِلتباس کی گنجائش رہتی ہے اور نہ کسی اِبہام کا جواز باقی رہتا ہے۔ عقلی اور نقلی سوالات آنِ واحد میں ختم ہو جاتے ہیں۔ مسئلہ کا ہر پہلو روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے اور حقیقت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ ذہنِ اِنسانی پر مُنکشف ہو جاتی ہے۔ اِیمان میں مزید اِستحکام پیدا ہوتا ہے، اِیقان کو مزید پختگی نصیب ہوتی ہے، نصِ قرآن سے بڑھ کر تو کوئی رِوایت نہیں ہو سکتی۔ جب باری تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میں اپنے بندے کو رات کے ایک قلیل عرصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اَقصیٰ تک لے گیا۔ اِس پر بھی عقلِ اِنسانی اِستعجاب کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ذہنِ اِنسانی میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ سفر جو ہفتوں اور مہینوں کا تھا، وہ رات کے ایک تھوڑے سے وقت میں کیسے مکمل ہو سکتا ہے؟ اِس کا جواب یہی ہے کہ اِس کا اِنحصار تو لے جانے والے کی طاقت اور قوت پر ہے۔ اُس سفر کا سارا اِنتظام ربِّ کائنات کی طرف سے ہو رہا ہے، وہ جو ہر چیز پر قادِر ہے۔ طاقت اور قُدرت اُس ذات کی کارفرما ہے جو اِس کائنات کا خالق و مالک ہے، کائنات کا ذرّہ ذرّہ جس کے حکم کا پابند ہے۔ وہ ربّ جو اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ

شَیْءٍ قَدِیرٌ کا مالک ہے۔ وہ ربّ جو اَمرِ کُن فَیَکُونُ کی طاقت رکھتا ہے اور اُس کے لئے کوئی چیز ناممکن اور محال نہیں۔ اِنسانی عقل اُس کی قُدرتِ مُطلقہ کے ساتھ بے بس اور عاجز ہے۔ اگر یہ نکتہ ذِہن نشین کر لیا جائے تو سفرِ مِعراج کی ساری حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ جبرئیلِ اَمین کو اُس نے بھیجا کہ جاؤ! میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے آؤ۔ بُراق اور رفرف بھی مِن جانبِ اللہ بھیجے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساوِی سفر کس رفتار سے طے کیا اور کیسے کیا، زمان و مکان کی قیودات سفرِ مِعراج پر اَثر اَنداز ہوئیں یا نہ ہوئیں، کیا بُراق اور رفرف کی رفتار روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تھی؟ اِن تمام سوالات کے جوابات لفظِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ میں مضمر ہیں۔

قُدسیوں نے یہ سرِ عرش منادی کر دی
سیدہ آمنہ (رض) کا ماہِ تمام آتا ہے
مُستند جس کا ہر اِک نقشِ قدم ہوتا ہے
آج کی شب وہ رسولوں کا اِمام آتا ہے

لفظِ سُبْحَان کے معارف و حکمتیں

لفظِ سُبْحَان، پاکیزگی اور تقدیس کے معنوں میں اِستعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ

حکیم علم، حِکمت اور دانائی کی آخری آسمانی دستاویز ہے۔ یہ لفظ اپنے اَندر معانی کا ایک سمندر لئے ہوئے ہے۔ اِس کے اِستعمال میں اَن گنت حِکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اُن میں سے بعض ضروری حِکمتوں کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے تاکہ اِس آیتِ مقدّسہ کا مفہوم اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ ذہنِ اِنسانی میں روشن ہو سکے۔

پہلی حِکمت

روز مرّہ زِندگی میں ہم یہ مُشاہدہ کرتے ہیں کہ عام تحریر کا اُسلوب یہ ہے کہ جب کسی شخص کی کوئی خاص فضیلت یا اُس کا کوئی خاص وصف بیان کیا جانا مقصود ہو تو حرفِ آغاز میں اُسی کا نام لیا جاتا ہے۔ اِس اُصول اور ضابطے کے مطابق آیتِ مذکورہ کا آغاز نبیء آخرالزّماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِسمِ گرامی سے ہونا چاہئے تھا لیکن پروردگارِ عالم نے اپنے ذِکر سے اِس آیت کا آغاز فرما کر اِنسان کو غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی ہے، اِس لئے کہ وہ خالقِ کائنات ہے اور اُس کی ذاتِ لاشریک ہر قسم کے وہم و گمان سے بالاتر اور ہر قسم کے نقص و عیب سے اِس قدر پاک ہے کہ اِنسانی ذِہن میں اُس کا تصوّر بھی محال ہے۔ اللہ ربّ العزّت نے سلسلہ اَنبیاء کے آخری رسول جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی محبوبیت کی خِلعتِ فاخرہ عطا کی، اَنوار و تجلیات کے جلو میں آپ کو منصبِ رسالت سے نوازا، اُس

کا لطف و کرم ہر لمحہ شاملِ حال رہا، ہر لمحہ اُس نے اپنے محبوب کی دستگیری فرمائی اور ہر طرح سے نبیء رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دِلجوئی کی۔ معراج اُن نوازشاتِ پیہم کی نسبت عظیم تر نعمت تھی اور عظیم تر اِحسان تھا۔ خدائے علیم و خبیر کے علم میں تھا کہ کفار و مُشرکین واقعہ معراج کو بھی تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیں گے کیونکہ اِس عظیم سفر کا ہر ہر پہلو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں اور رِفعتوں کا آئینہ دار ہے۔ مُشرکینِ مکہ جو پہلے ہی اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رِفعت کی بات کو وہ کیسے قبول کریں گے! دستورِ زمانہ ہے کہ جو شخص پسند نہ ہو اُس کے حسن و جمال کا کوئی پہلو بھی گوارا نہیں کیا جاتا بلکہ کمالات کو بھی تضحیک و تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور حقیقت کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ کفار و مُشرکین کا یہی رویہ اللہ کے نبی کے ساتھ تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق و اَمین تسلیم کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیماتِ مقدّسہ کا تمسخر اُڑانے میں مصروف تھے۔ اِس کے برعکس اپنی کسی محبوب شخصیت کے عیوب بھی وجہِ کمال بن کر نظر آتے ہیں اور محبوب کے حسن و جمال کی تعریفوں میں مُبالغہ آرائی کی اِنتہا کر دی جاتی ہے، خواہ محبوب کے یہ اَوصاف معمولی سے ہی کیوں نہ ہوں۔

ربّ کائنات کے علم میں تھا کہ مکہ میں بسنے والا ہر شخص اَبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں، ہر شخص عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھ نہیں رکھتا، ہر شخص عثمان رضی اللہ عنہ جیسا اَہلِ اِیمان نہیں، ہر شخص علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جیسا جاں نثار نہیں۔ یہاں اَیسے بدبخت اور بدطینت بھی موجود ہیں جو حضورِ پُرنور کو اَبو جہل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح اَہلِ مکہ میں آپ کے حاسِد بھی ہوں گے۔ ذاتِ باری تعالٰی کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اُس نے مُعجزۂ معراج سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن عظمتوں اور رِفعتوں سے ہمکنار کیا ہے، کفار و مُشرکین اپنے تمام تر حسد کے باوجود اُس پر اُنگلی اُٹھا سکیں۔ اللہ ربّ العزّت کی منشاء یہ تھی کہ حاسِدین اور مُنکرین بھی اس پر اِعتراض نہ کر سکیں۔ اِس لئے آیتِ مذکورہ کا آغاز اَپنے نام سے کیا کیونکہ کفار و مُشرکین کسی نہ کسی صورت میں خدائے واحد کا تصوّر رکھتے تھے۔ فرمایا کہ وہ ذات جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مِعراج کی نعمت سے سرفراز فرمایا، وہ ذات جو نقص اور عیب سے پاک ہے، جس کی کوئی اِبتدا ہے اور نہ کوئی اِنتہاء ، وہ ذات جسے جو چاہتی ہے عطا کرتی ہے۔ اِس ساری بحث کو اِن اَلفاظ میں سمیٹا جا سکتا ہے گویا ذات باری تعالٰی کہنا یہ چاہتی ہے کہ جو سفرِ معراج کا مُنکر ہے وہ اللہ کی قُدرتِ کاملہ کا مُنکر ہے۔ گویا یہ اللہ کے خلاف اِعلانِ جنگ ہے اور اُس سے پوچھئے کہ تو نے

یتیمِ عبداللہ کو اِتنی بڑی نعمت کیوں عطا کی ! یہ کتنی بڑی حِکمت ہے کہ مِعراج کا دعویٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما ہی نہیں رہے۔ دعویٰ تو خود اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ گویا مِعراج کا اِنکار اللہ ربّ العزّت کی قُدرتِ کاملہ کا اِنکار ہے۔ آیتِ مذکورہ میں وُہی اُسلوب اِختیار کیا گیا ہے جو خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دِلجوئی کے لئے قرآن میں مختلف مقامات پر اِختیار کیا ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستگیری بھی فرمائی اور دُشمنانِ اِسلام کے ناپاک منصوبوں پر اُنہیں وعید بھی سنائی۔

ایک دفعہ چند روز کے لئے وحی کا نزول بند ہو گیا تو کفار و مُشرکین نے اُس بندش کو اُچھالتے ہوئے طعن و تشنیع کی بارِش کر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربّ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑ لیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہو گیا ہے۔ اِس پر اِرشاد ہوا :

O مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى

(الضحیٰ، 93 : 3)

آپ کے ربّ نے (جب سے آپ کو مُنتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے O

بعض اُجڈ، گنوار اور جاہل دیہاتی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِسمِ گرامی کو بگاڑ کر اَدا کرتے اور اپنے طور پر تضحیک و تحقیر کا پہلو نکالتے۔ اُن جہلاء کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا بلکہ دفاعِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود ربّ العالمین نے فرمایا:

oعُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ

(القلم، 68 : 13)

(وہ شخص) سرکش ہے اور پھر یہ کہ اُس کی اَصل بھی خراب ہے (یعنی حلال زادہ نہیں)

ایک اور مقام پر اللہ ربّ العزّت کی طرف سے اپنے جلیل القدر نبی اور رسول کا دِفاع اِن اَلفاظ میں کیا جا رہا ہے:

oتَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

(اللہب، 111 : 1)

اَبو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اُس نے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی ہے)

وہ ذاتِ لاشریک خود فرما رہی ہے کہ اَبو لہب ! تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش رہتا ہے، تو آمنہ کے لال کی راہ میں کانٹے بچھاتا ہے، تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خِلاف سازشوں کے جال بُنتا ہے، تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

سُبْحَان کا لفظ اِس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ ربِّ کائنات تمہارے ہر اِعتراض سے پاک ہے۔ گویا اللہ ربُّ العزّت کفار و مُشرکین کو خبردار کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنے بندے اور رسول کو عظمتِ معراج سے نوازا ہے اور عالمِ بیداری میں رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیکرِ بشری کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس عظمت کا اِنکار کرنا اور نہ اِس پر کوئی اِعتراض کرنا کہ یہ دعویٰ کرنے والے خود ہم ہیں اور ہماری ذات عیب و نقص سے پاک ہے۔

دُوسری حِکمت

لفظ سُبْحَان سے آیتِ مقدسہ کا آغاز کرنے میں ایک حِکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ معترض اور مُنکر واقعیٔ معراج کو عقلِ ناقص کی کسوٹی پر پرکھنے کی حماقت نہ کرے۔ وہ ظاہر کی آنکھ سے نہیں قلب کی چشمِ بینا سے ربُّ العالمین کی قُدرتِ مُطلقہ کا مُشاہدہ کرے۔ سفرِ معراج ایک مُعجزہ ہے اور مُعجزہ ہوتا

ہی وہ ہے جو عقلِ اِنسانی کو عاجز اور بے بس کر دے۔ یہ تو اُس ذاتِ پاک کی قُدرتوں کا کرِشمہ ہے جو خود بھی عقلِ ناقص کے دائرہئ پرواز سے باہر ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے :

O سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُونَ

(المؤمنون، 23 : 91)

Oاللہ اُن باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں

دعویٰ اُسی کا ہے جو ربِّ کائنات ہے اور کائنات کی ہر چیز جس کے حکم کی پابند ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے اَپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی۔۔۔ اِس لئے مادّی دُنیا کے قواعد و ضوابط کا اِطلاق نبیوں اور رسولوں کے مُعجزات پر نہیں ہوتا کیونکہ اُس کی قُدرتِ کاملہ کا کلی اِدراک عقلِ اِنسانی کے بس کی بات ہی نہیں۔

پاسبانِ عقل کا دِل کے ساتھ رہنا دُرست ہی سہی لیکن کبھی کبھی دِل کو تنہا بھی چھوڑ دینا چاہئے۔ عشق کے کسی معاملے کی توجیہہ عقل سے ممکن ہی نہیں، اِس لئے واقعیٔ معراج کو بھی اُسی تناظر میں دیکھنا چاہئے کہ یہ کرمِ خدائے وحدہ لاشریک کا کرم ہے، جس کی بارگاہ میں لب کشائی کا تصوّر بھی کفر ہے۔

تیسری حِکمت

جب کوئی کام ہماری پہنچ یا دسترس سے باہر ہوتا ہے تو عموماً خیال کر لیا جاتا ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اِنسان کی قوّت اور اُس کا دائرہئ عمل محدود ہے۔ کارخانہئ قُدرت میں اُسے ایک معمولی سی اِکائی کی حیثیت حاصل ہے۔ یہاں لفظِ سُبْحَان اِستعمال کرکے اللہ ربّ العزّت نے مُنکرین کا منہ بند کر دیا ہے کہ یہ اَمر عقل کے حیطہ اِدراک میں آ ہی نہیں سکتا۔ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی شخص اَپنے جسدِ خاکی کے ساتھ بیداری کی حالت میں حرمِ کعبہ سے مسجدِ اَقصیٰ تک کا سفر طے کرے اور پھر لامکاں کی وُسعتوں کو چیرتا ہوا قَابَ قَوْسَیْن کی بلندیوں پر جلوہ اَفروز ہو اور آنِ واحِد میں زمین پر واپس بھی آ جائے۔ عقل ناقص ہے اور اِنسان کمزور و ناتواں، وہ کسی چیز کو ردّ کرنے یا اُسے تسلیم کرنے میں اپنی ناقص صلاحیتوں کا سہارا لیتا ہے۔ اِس سے آگے کا سوچنا اُس کی عقلِ ناقص کے دائرہئ عمل میں نہیں آتا، اِس لئے ذہنِ اِنسانی میں شکوک و شبہات کی گرد اُٹھتی ہے اور غبارِ تشکیک اُس کی سوچوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے لیکن ربِّ کائنات کی ذات لامحدود ہے۔ مشیتِ اَیزدی جو چاہتی ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ ناممکن یا محال کے لفظ کا اِطلاق اللہ ربّ العزت کی قُدرتِ کاملہ پر ہوتا ہی نہیں۔ وہ قادرِ مُطلق ہے اور ہر چیز پر قادِر ہے۔ سفرِ معراج بھی اُسی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

چوتھی حِکمت

تاریخِ اَنبیاء میں جابجا مُعجزات کا ذِکر ملتا ہے۔ خرقِ عادت واقعات جن پر عقلِ اِنسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ لفظِ سُبْحَان کے اِستعمال میں یہ حِکمت بھی پوشیدہ ہے کہ مُنکرین کو یہ باوَر کرادِیا جائے کہ اُسے اپنی عقلِ ناقص کے پیمانے پر نہ پرکھیں۔ مِعراج ایک مُعجزہ ہے اور مُعجزات کی مادّی توجیہہ بعض اَوقات اِنسان کو گمراہیوں کی دلدل میں لے جاتی ہے اور وہ صراطِ مُستقیم سے دُور ہونے لگتا ہے۔ ظاہری اَسباب کے بغیر رُونما ہونے والے واقعات اگر ہر کسی کی محدُود عقل کے دائرے میں سمانے لگیں تو پھر مُعجزہ مُعجزہ نہیں رہے گا۔

پانچویں حِکمت

جب ہم اپنی کسی محبوب ترین ہستی کا ذِکر کرتے ہیں تو اُس کی کسی اَدا پر سبحان اللہ کہہ کر اپنی محبت کا اِظہار کرتے ہیں۔ یہ حرفِ تحسین ہماری چاہت کا بھی آئینہ دار ہوتا ہے اور محبوب کے کمال کا مظہر بھی ہوتا ہے۔ والدین اپنے بچوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ بچہ اپنے قدموں پر چلنے کی کوشش کرے یا اپنی توتلی زبان سے کوئی لفظ اَدا کرے تو ماں باپ بے ساختہ سبحان اللہ کے حرفِ تحسین کے ساتھ بچے کی ننھی منھی اَداؤں پر اِظہارِ مسرّت و محبت کرتے ہیں۔ اِسی طرح حلقۂ اَحباب میں دوستوں کے کمالِ فن کا اِعتراف یہی

لفظ اَدا کر کے کیا جاتا ہے۔ یہ کلمات ایک طرف اِظہار محبت پر دلالت کرتے ہیں تو دُوسری طرف اپنے محبوب کے حسن و جمال کے کسی پہلو کو سندِ جواز بھی عطا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوبِ کبریا ہیں، اَقلیمِ اَنبیاء کے آخری تاجدار ہیں، خدا کے بعد مخلوقات میں سے سب سے بزرگ و برتر، سفرِ معراج آپ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے لئے بھی کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ یہ عظیم سعادت حاصل ہو رہی ہے تو قُدرتی طور پر دِل میں یہ خواہش کروٹیں لیتی ہے کہ کاش اِس موقع پر کوئی سبحان اللہ کہہ کر حصولِ عظمت کے اِس واقعہ کی پذیرائی کرے۔ یہ لفظ وُہی اَدا کر سکتا تھا جو عمر، علم، عمل اور عظمت میں بڑا ہوتا۔ عمر میں بڑا ہونے کا اِعزاز آپ کے والدین کو حاصل تھا اور وہ اُس وقت دُنیا میں موجود نہ تھے اور جن شخصیتوں نے آپ کی پرورش کی وہ بھی اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں، اِس لئے سبحان اللہ کہنے والا کوئی بڑا بظاہر موجود نہیں تھا۔ اَب ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی یہ لفظ اَدا کر سکتا تھا کہ سب تعریفوں کے لائق وُہی ذاتِ وحدہ لاشریک ہے۔ گویا ربِّ کائنات نے اپنے سب سے بڑے شاہکار یعنی اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ معراج کے آغاز پر یوں فرمایا: اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ حرفِ تحسین اَدا کرنے کے لئے اگر کوئی اور موجود نہیں تو کیا ہوا۔ پیارے

کمالِ شفقت اور محبت کے ساتھ یہ حرفِ محبت ہم اَدا کئے دیتے ہیں۔

جاری ہے۔۔۔۔

اَلَّذِیْ اور بِعَبْدِہٖ کے اَسرار و رُموز

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

لفظِ سُبْحَان کی تشریح و توضیح کے بعد اَب ہم آیتِ کریمہ کے اگلے اَلفاظ اَلَّذِیْ اور بِعَبْدِہٖ کے مفہوم کو متعین کرتے ہوئے اِن اَلفاظ کے اَسرار و رُموز اور اُن میں پوشیدہ حِکمتوں کے بارے میں اِظہارِ خیال کریں گے۔

اَلَّذِیْ بمعنی وہ عربی لُغت اور اَدب کے اِعتبار سے اِسمِ موصول ہے۔ ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی ذات کا ذِکر مقصود ہو تو اَلَّذِیْ کا لفظ اِستعمال کیا جاتا ہے۔ عَبْد کا معنی بندہ ہے لیکن جب اِسے وسیع تر معنوں میں لیا جائے تو کائنات کی ہر ذِی شعور اور غیر ذِی شعور، ہر جاندار اور غیر جاندار گویا کائنات کی ہر شئے پر اِس لفظ کے مفہوم کا اِطلاق ہو گا، اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے خالق کی حمد بیان کر رہا ہے۔ گویا ہر چیز فریضۂ بندگی کی اَدائیگی میں مصروف ہے۔ اِس میں اِنسان، حیوان، چرند اور پرند حتی کہ بے جان اَجسام کی بھی کوئی تخصیص نہیں۔ اِرشادِ خداوندی ہے :

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا O

(مریم، 19 : 93)

آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی (آباد) ہیں (خواہ وہ فرشتے ہیں یا جن و اِنس) وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں o

اللہ ربُّ العزّت نے سفرِ معراج کا ذِکر کرتے وقت اپنا نام لیا اور نہ اپنے محبوب کا۔۔۔ اِشارے کِنائے میں بات کی ہے۔ قرآنِ مجید کا یہ اُسلوب اِظہار کی دِلکشی اور بیان کی رعنائیوں کا آئینہ دار ہے۔ پاک ہے وہ ذات (اللہ) جس نے سیر کرائی اپنے بندۂ خاص کو۔ اِشارے اور کِنائے میں بات کرنا شدید محبت اور اَپنائیت کی علامت ہوتا ہے۔ گویا الَّذِیْ کہنے میں اُس کے چاہنے اور عَبْدِہٖ میں اُس کے چاہے جانے کی طرف اِشارہ ہے۔ الَّذِیْ اور عَبْدِہٖ میں بھی پوشیدہ حِکمتوں سے علم و دانش کی پرتیں کھلتی ہیں۔ اَسرار و رُموز، حقائق کی روشنی میں آتے ہیں اور تفہیم کی بے شمار صورتیں صفحۂ قرطاس پر بکھر جاتی ہیں۔

1۔ نہ کوئی زمیں پہ جواب ہے نہ فلک پہ کوئی مِثال ہے:

عربی زبان کے قواعد و ضوابط کے مطابق الَّذِیْ اور عَبْد کے اَلفاظ اپنے اِطلاق کے اِعتبار سے تخصیص کی بجائے عمومیت کے حامل ہیں، یعنی قادرِ مطلق کے علاوہ بھی کوئی شخص الَّذِیْ ہو سکتا ہے۔ دُوسری طرف تاجدارِ کائنات

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ بھی کائنات کی ہر شئے عَبْد ہے۔ بالفاظِ دیگر ہر ذات، ہر وُجود الّذِیْ تو ہے لیکن الّذِیْ نقص اور عیب سے مبرّا نہیں، یعنی اُس میں عیب بھی ہوتا ہے، نقص بھی پایا جاتا ہے، اُس میں کمی اور کجی بھی ضرور ہوتی ہے۔ جبکہ یہ الّذِیْ کامل الّذِیْ ہے، اِس میں کوئی نقص ہے اور نہ کوئی عیب۔ یہ ہر قسم کی کمی اور کجی سے بھی پاک ہے۔ فرمایا پاک ہے وہ الّذِیْ ہر عیب، نقص، کمی اور کجی سے۔ اِسی طرح ہر شئے عَبْد ہے اور ہر عَبْد اپنی عبدیت میں ناقص اور عاجز ہے لیکن جس عَبْد کا ذِکرِ جمیل اِس آیتِ کریمہ میں ہو رہا ہے وہ کوئی عام عَبْد نہیں ہے۔ یہ اُس رحیم و کریم خدا کا خاص عَبْد ہے جس عَبْد کی عبدیت پر اُسے ناز ہے۔ جس عَبْد کو اُس نے کل جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، جس عَبْد کے سرِ اَقدس پر ختمِ نبوّت کا تاج سجایا، اُسے عظمتوں اور رِفعتوں سے ہمکنار کیا اور جسے مُعجزۂ معراج عطا کر کے آسمانوں کی سیر کرائی کہ پوری دنیا ورطۂ حیرت میں ڈُوب گئی۔ یہ رسول عبدیت میں کامل و اَکمل، کوئی نقص اور نہ کوئی عیب، کسی قسم کی کوئی کمی نہ کجی، اپنی عبدیت میں یکتا و تنہا۔ فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے خاص بندے کو، گویا اِشارے کِنائے میں بات اِس لئے کی تاکہ واضح ہو جائے۔ ایک ذات ربِّ کائنات کی ہے اور ایک رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔۔۔ وہ اُلوہیت میں یکتا تو یہ عبدیت میں یکتا۔۔۔ اُس جیسا کوئی ربّ نہیں، وہ ربوبیت میں بے مثال و بے

نظیر۔۔۔اِن جیسا کوئی عَبْد نہیں، یہ اپنی بندگی میں بے مثال و بے نظیر ہے۔

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشری و تہذیبی وُجود سلامت رہا:

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَصل میں معراج بندگی ہے۔ عظمتوں اور رِفعتوں کے اُس سفر میں اللہ ربُّ العزّت نے اپنے محبوب بندے اور رسول کو اَن گنت اِنعامات واِعزازات سے نوازا۔ معراج اِتنا بڑا واقعہ ہے کہ اُس میں آقائے دوجہاں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ قَابَ قَوْسَیْن پر فائز کیا گیا۔ قُرب اپنی اُس اِنتہا کو پہنچا کہ ہمیں اُس کا اِدراک حاصل ہو سکتا ہے اور نہ شعور۔ فاصلے مٹتے چلے گئے، دُوریاں ختم ہوتی چلی گئیں، حجابات اُٹھتے چلے گئے لیکن اُس مقام پر پہنچ کر بھی بندہ بندہ ہی رہا۔ درجات کی اُس عظیم الشّان بلندی پر جلوہ اَفروز ہو کر بھی عاجزی واِنکساری کا پیرہن اُس رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ اِعزاز بنا رہا۔ کرہئ اَرضی پر واپسی ہوئی تو سیاحِ لامکاں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشری و تہذیبی وُجود سلامت تھا۔

3۔ مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی:

کامل بندگی کی منزل مردِ مومن کی وہ آرزو ہے جس کے حصول کے لئے وہ اپنی

زِندگی کا ہر لمحہ حکمِ خدا کے تابع کر لیتا ہے، اِس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ پروردگارِ عالم کی کامل بندگی اِیمان میں کامل ہوئے بغیر نہیں ملتی اور اِنسان اِیمان میں کامل اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سرتاپا عشقِ اِلٰہی میں ڈُوب جاتا ہے۔ جب بندگی اُس کے سر کا تاج ٹھہرتی ہے اور اُس کا دِل توحیدِ اِلٰہی کا مرکز بن جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اِرشادِ باری تعالٰی ہے :

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ.

(البقرہ، 2 : 165)

اور جو لوگ اِیمان والے ہیں وہ (ہر ایک سے بڑھ کر) اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اپنے ربّ سے ٹُوٹ کر محبت کرنا ہی بلندیِ درجات کا باعث بنتا ہے۔ توحید کا پرچم سینوں میں بھی لہرائے تو بات بنتی ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے :

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا O

(المزمل، 73 : 8)

اور آپ اپنے ربّ کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (نماز میں) سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہیں۔

مقامِ بندگی کا حصول اُسی وقت ممکن ہے جب اِنسان ہر شئے سے منہ موڑ کر اپنے خالق سے لَو لگا لے۔ اَپنے دِل سے ہر کسی کی محبت کو نکال دے اور اپنے مولا

سے رِشتہ جوڑ لے کہ اُس کی چوکھٹ بندے کی منزلِ مقصود ہے۔ اپنے مالکِ حقیقی کی بندگی کا کیف ہر کیف پر محیط ہے۔ اِقبال نے کہا تھا :

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزومندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

بندے کو اگر مقامِ بندگی عطا ہو جائے تو پھر وہ ہر منصب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، ہر چیز کو ہیچ گردانتا ہے، لہٰذا اَپنے عبد کو آسمانوں کی سیر کرانے اور اُسے عظمتوں اور رِفعتوں سے ہمکنار کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ جس بندے کو اِعزازِ معراج سے نوازا گیا وہ کوئی عام بندہ نہ تھا بلکہ وہ اللہ کا آخری رسول تھا، جو ہر شئے سے کٹ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ رشتۂ بندگی کو اَپنی اِنتہاؤں تک لے جا چکا تھا۔ جو ساری ساری رات اللہ کے حضور قیام کرتا کہ پاؤں سُوجھ جاتے اور اُن میں وَرم آ جاتا لیکن مقامِ بندگی کی حلاوتوں میں کچھ اور اِضافہ ہو جاتا۔ کیف و مستی کی کیفیتوں میں دِل ڈُوب جاتا اور جبینِ اَقدس میں سجدوں کا سرُور سما جاتا، بندگی کا حسن خدا کو چاہنے سے ہی قائم رہتا ہے۔ گویا آسمانوں کا یہ سفرِ عظیم محض حسنِ اِتفاق نہ تھا بلکہ یہ سفر ایک چاہت کا سفر تھا۔ محبت و مَوَدّت کا سفر تھا۔ عظمت و رِفعت کا سفر تھا۔ ایک آرزو کی تکمیل اور ایک خواہش کے اِتّمام کا سفر تھا۔ وہ سفر کہ جس کے بعد تاریخِ اِرتقائے نسلِ اِنسانی کا یہ سفر اُس سفر کی گردِ پا کو اپنے

ماتھے کا جھومر بنا کر اِعتبار کی سند حاصل کیا کرے گا۔

4۔ سب کچھ عطا کیا ہے خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

کائنات کی کوئی شئے الذّی کے دائرے سے باہر نہیں، یہ ہر شئے پر محیط ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر شئے عَبْد ہے اور عَبْد بھی ہر شئے پر محیط ہے۔ آیتِ مقدسہ میں الذّی سے مراد خالقِ کائنات کی ذاتِ والا صفات ہے اور عَبْد سے مراد سردارِ کائنات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس ہے۔ ہم نے دیکھا کہ الذّی کائنات کی ہر شئے پر محیط ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی ذات اپنی خالقیت، مالکیت، منتہائیت، معبودیت اور قدرت کے اعتبار سے کائنات کی ہر شئے پر حاوی اور محیط ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :

.اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

(حم السجدہ، 41 : 54)

خبردار! بے شک وہ (اپنے علم و قدرت سے) ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

اسی طرح چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ عبد ہے اور عبد یعنی ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کائنات کی تمام اشیاء حتی کہ ایک ایک ذرے پر محیط ہے۔ گویا کائنات کا ایک ذرہ بھی عبد کامل یعنی تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت سے خارج نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے :

oوَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

(الانبیاء، 21 : 107)

اور (اے رسول محتشم! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے o

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات خالق کائنات ہے، وہ کل جہانوں کا پالنے والا ہے، وہ لائق بندگی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اپنی خلاقیت کے اعتبار سے ہر شئے پر محیط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ تمام عالمین آپ کے دامن رحمت میں آ کر اپنے وجود کو معتبر بناتے ہیں۔ رحمت کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شئے پر محیط ہیں، اس لئے اگر کسی کو وجود کی حاجت ہو تو وہ اپنے وجود کی رحمت آپ کی ذات اقدس سے طلب کرتا ہے۔ ہر خیرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے ملتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ چنانچہ جسے اپنی بقا کی حاجت ہو، وہ بقا کی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمہ حیات سے لیتا ہے۔ وہ شخص جسے کمال کی ضرورت ہو وہ کمال کی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال سے حاصل کرتا ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب رسول کو سب کچھ عطا کیا ہے۔ وہ عطا ہی عطا ہیں، وہ سخا ہی سخا ہیں، کائنات کی ہر شئے دامن خیر البشر میں ہے۔

بادی النظر میں الذی اور عبد کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ کون الذی اور کون عبد؟ دونوں لفظوں میں ابہام پایا جاتا ہے اور جب تک نشاندہی نہ کی جائے ابہام دور نہیں ہوتا۔ مثلاً جب الذی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ کس ہستی کی بات ہو رہی ہے اور جب عبد کا لفظ زبان سے نکالا جاتا ہے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس بندے کی بات کی جا رہی ہے۔ الذی کے اس ابہام کا معنی یہ ہے کہ اس مقام پر الذی ایک ایسے مکمل حسن کا نام ہے جو اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے ظاہر میں بھی ہے اور باطن میں بھی، لیکن عقل کے دائرہ اختیار سے باہر اور اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ کوئی آنکھ ربّ کائنات کے جلووں کا نظارہ نہیں کر سکتی۔ اسے جاننے کی قوت کوئی نہیں رکھتا۔ ارشاد ربانی ہے :

.لَّا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

(الانعام، 6 : 103)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ لفظ عبد میں بھی ابہام پایا جاتا ہے کہ کون عبد؟

اس ابہام کا مطلب بھی یہ ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا جلوہ بھی عام ہے۔ ہر آنکھ دیکھنے والی نہیں مگر ہر کسی نے اپنی بصارت کے مطابق اکتساب نور کیا۔ ظاہر ہونے کے باوجود بھی اس حسن کی حقیقت سمجھ سے بالا اور آنکھ سے اوجھل ہے۔ کوئی مقام محمدی کو پا سکا ہے اور نہ حقیقت محمدی جان سکا ہے۔

چپ کر مہر علی ایتھے جائیں بولن دی

۔ ہر حسن کائنات تری رہگذر میں ہے6

یہ جو کائنات کی وسعتوں میں ہر لمحہ رنگ و نور کی بارش ہو رہی ہے، کہکشاؤں کے جھرمٹ اپنے ہی ہالہ نور میں سمٹ رہے ہیں، ہر لحظہ عجائبات کا ظہور ہو رہا ہے اور قدم قدم پر امکانات کی نئی دنیاؤں کا انکشاف ہو رہا ہے، کارکنان قضا و قدر ہر آن مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں، کرہ ارضی نجانے کب سے اپنے محور پر محو خرام ہے۔ زمین پر سبزے کی نرم و گداز چادر نجانے کب سے اولاد آدم کے قدموں کی پذیرائی کا اعزاز حاصل کر رہی ہے۔ گھٹائیں پانی کی چھاگلیں بھر بھر کر بنجر زمینوں کی طرف رواں دواں ہیں، پھول رعنائیوں کے پیکر جمیل میں لپٹے ہوئے ہیں۔ الغرض حسن و جمال کا جو بھی مرقع ہے وہ یا تو خدائے عظیم و کریم کے حسن قدرت کی جلوہ گاہ ہے یا تاجدار ارض و سما جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن رحمت کی خیرات ہے اس لئے کہ الذی اور عبدہ

الگ الگ ہر شئے پر محیط ہیں۔ ہر شئے پر حاوی ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر حسن، ہر جمال اور ہر کمال نور کے انہی دو سرچشموں سے سیراب ہوتا ہے۔ آب خنک کا ہر جرعہ انہی شاداب موسموں کی عطا ہے۔ یہ حسن کسی کو دکھائی دے یا نہ دے یہ اس کی بصارت کی کجی ہے ورنہ حسن تو ہر آن موجود ہے۔ کائنات کی ہر شئے انہی دو ذاتوں الذی (اللہ ربّ العزت) اور عبدہ (حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حسن و جمال کی آئینہ دار ہے۔ کارخانہ قدرت کی ہر چیز اور آئینہ خانے کا ہر عکس اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا دریوزہ گر ہے۔ کائنات کا ہر حسن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہگزر میں آنکھیں بچھا رہا ہے۔

۔ اے کہ ترے وجود پر خالق دو جہاں کو ناز7

آسمان سے اترنے والا ہر لفظ اور قلب اطہر پر نازل ہونے والا ہر پیغام، علم و حکمت اور دانائی کا حرف آخر ہے۔ آیت مقدسہ میں اگر ذات باری چاہتی تو اس مقام پر عبدہ کی جگہ نبیہ یا رسولہ کے الفاظ بھی استعمال کر سکتی تھی کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے نبی یا رسول کو سیر کے لئے لے گئی۔ ربّ کائنات نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل بندہ کہہ کر کیا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ نبوت اور مقام رسالت کو اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے جدا نہیں کیا جا

سکتا مگر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے بلایا جانا بندگی کی شان کے ساتھ ہے کیونکہ دونوں کے فرائض جدا جدا ہیں۔ نبی یا رسول خالق سے مخلوق کی طرف آتا ہے۔ وہ خود ہی خدا کے قرب و وصال کی لذتوں سے آشنا ہونے کا خواہش مند نہیں ہوتا بلکہ اپنے ساتھ مخلوق کو بھی یہ لذتیں اور حلاوتیں عطا کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس عبد مخلوق سے خالق کی طرف جاتا ہے۔ وہ خدا کی محبت اور اس کے مشاہدہ جمال میں غرق ہوتا ہے۔ اسی کے ذکر و فکر میں ڈوبا رہتا ہے۔ اس کی عبدیت اس وقت درجہ کمال کو پہنچتی ہے جب وہ اللہ کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔ گویا عبد مخلوق سے جتنا دور ہوتا ہے اتنا ہی خالق کے نزدیک ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے اس کا مرتبہ عبدیت بھی اتنا ہی بلند ہو گا تو چونکہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق سے خالق کی طرف گئے لہٰذا اس مقام پر عبد کا لفظ ہی استعمال کیا گیا کہ اس میں قرب اور وصل کی حلاوتیں اپنی انتہا کو پہنچی ہوتی ہیں۔

۔ عالم بشریت کی زد میں 8

عربی زبان کے محاورے اور گرائمر کے قواعد و ضوابط کی رو سے لفظ عبد اگر کسی زندہ شخص کے لئے مستعمل ہو تو اس سے جسم اور روح کا مجموعہ مراد ہو گا۔ اگر جسم زمین پر ہی رہے اور تنہا روح پرواز کر جائے تو اسے اسریٰ بروحہ کہا جائے گا، اسری بعبدہ نہیں ہوتا۔ گویا لفظ عبد کے استعمال سے بتانا یہ مقصود

تھا کہ ربّ ذوالجلال نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ سفر معراج کی عظمتوں سے ہمکنار کیا اور اقلیم رسالت کے اس آخری تاجدار معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معجزہ معراج عطا کر کے اس خلعت فاخرہ سے نوازا جس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اور آخری حقدار ٹھہرے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ معجزہ کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں ہوا۔ یہ اعزاز صرف اور صرف نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آیا کہ انہیں ان کے ربّ نے روح و جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرائی اور انہیں فضیلت کی ساری دستاروں کے لئے مختص کر دیا۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

۔ شاہکارِ صنّاعِ اَزل 9

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس صناع ازل کا شاہکار بے مثال کہ نہ کوئی نظیر نہ کوئی مثیل۔ جس طرح خدائے لم یزل اپنی ربوبیت میں یکتا و تنہا اسی طرح یتیم عبداللہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اقلیم رسالت میں یکتا و تنہا۔ پوری کائنات رسول ازل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کا تصدق، تمام روشنیاں انہی کی زلف معنبر کا عکس جمیل، نہ

کوئی نقص نہ کوئی عیب، نہ کوئی کجی نہ کوئی کمی، کسی بھی زاویہ نگاہ سے دیکھیں کسی بھی پیمانے یا کسوٹی پر پرکھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے لاشریک کی تخلیق بے مثال، شاہکار لازوال، رسول اول وآخر، نبی امروز وفردا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تخلیق کار بہت سی چیزیں تخلیق کرتا ہے لیکن اس کی ہر تخلیق شاہکار نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدرت کا وہ شاہکار بے مثال ہیں جس پر ربّ کائنات بھی مفتخر ہے اور اس پر خالق کائنات اور ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں۔ بلا تمثیل و بلا مثال اس مقام پر اللہ ربّ العزت نے یہ فرمانے کی بجائے کہ جس نے بندے کو سیر کرائی بلکہ یوں فرمایا کہ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی گویا فرمایا جا رہا ہے کہ خبردار! یہ میرا کوئی عام بندہ نہیں۔ اپنے میں جو اپنائیت ہے، جو چاہت ہے، وہ محبوبیت کے ہزار رخ آشکار کر رہی ہے۔ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ بندہ تو ہر کوئی ہے لیکن ہر بندہ ایسا بندہ نہیں ہوتا کہ اس پر فخر کیا جاسکے اور ڈنکے کی چوٹ پر کیا جائے۔ میرے اس بندے کو ہر پہلو سے دیکھو، ہر حوالے سے جانچو، تمہیں کوئی نقص نظر نہیں آئے گا، کوئی کجی دکھائی نہیں دے گی کہ یہ میرے حسن تخلیق کا شاہکار ہے۔ کسی تخلیق کو اپنانا اسے اپنے تعارف میں پیش کرنا یقیناً غیر معمولی بات ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

عبد دیگر عبدہ چیز دگر
ایں سراپا انتظار اُو منتظر

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر (معراج

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

مقصود کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک اپنے ظہور کے اعتبار سے تین مراحل سے گزرا۔

1. مرحلہ تخلیق
2. مرحلہ ولادت
3. مرحلہ بعثت

1۔ مرحلہ تخلیق

تخلیق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود کا وہ ظہور اول ہے جب اللہ رب العزت نے وجود نبوی کو عالم عدم سے عالم وجود میں منتقل کیا۔

2۔ مرحلہ ولادت

12 ربیع الاول اس لحاظ سے کائنات کا سب سے عظیم دن ہے کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے، ولادت باسعادت وجود مسعود کے ظہور کا دوسرا مرحلہ ہے۔

۔ مرحلہ بعثت 3

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مسعود کے ظہور کا تیسرا مرحلہ بعثت مبارکہ کا ہے۔ یہ مرحلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ کے چالیسویں سال میں ظہور پذیر ہوا۔

ظہور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تینوں مراحل کو ظہور اول، ظہور ثانی اور ظہور ثالث کے عنوان کے تحت بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے ستارۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائی۔ گویا ان تینوں مراحل کی قسم اٹھا کر اپنے محبوب کی عظمتوں اور رفعتوں میں اضافہ فرمایا۔ پیارے محبوب ! قسم ہے تیری کہ تو چمکتا ہوا ستارۂ اول الخلق ہے، قسم ہے تیری کہ تو نے آمنہ کے گھر قدم رنجہ فرمایا اور اے محبوب ! قسم ہے تیری کہ ہم نے چالیس سال کی عمر میں تجھے انسانوں کی رہبری کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اول بھی ہیں اور رسول آخر بھی، رسول ازل بھی اور رسول ابد بھی، اس لئے کہ جو چیز مطلقاً اصل ہو وہ حقیقتاً سب سے اول ہوتی ہے اور جو چیز حقیقتاً سب سے اول ہوتی ہے وہی چیز واقعتاً سب سے آخر میں ہوتی ہے۔ اس نکتے کی وضاحت میں دو مثالیں درج کی جاتی ہیں:

پہلی مثال : کاغذ پر دائرہ بنانے کے لئے جس نقطے سے آغاز کیا جائے وہ نقطہ حرف اول ہو گا اور دائرہ مکمل ہونے پر جہاں مکمل ہو گا وہ نقطہ حرف آخر ہو گا۔ گویا یہ نقطہ آخر وہی نقطہ ہے جہاں سے دائرہ کا آغاز ہوا تھا۔ ثابت ہوا کہ جو حقیقت میں اول ہوتا ہے وہی واقعتاً آخر ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اول اور رسول آخر کہا جاتا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے والنجم اذا ھوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کائنات کا نقطۂ آغاز قرار دیتے ہوئے آپ کی اس اولیت کی قسم کھائی ہے۔ قادر مطلق کا قسم کھانا اس بات کی علامت ہے کہ اے محبوب ! تو اس کائناتِ رنگ و بو کا حقیقتاً اول ہے اور واقعتاً آخر بھی تو ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا :

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

دوسری مثال : فرض کیجئے کہ آم کا ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلے آم کی گٹھلی زمین میں بوئی جاتی ہے۔ پھر وہ گٹھلی زیر زمین تخلیق کے عمل سے گزرتی ہے۔ اس کی کونپلیں زمین کا سینہ چاک کر کے سطح زمین پر نمودار ہوتی ہیں۔ پھر یہ ننھی منی کونپلیں نشوونما پا کر تنا بنتی ہیں۔ پھر اس تنے سے شاخیں نکلتی ہیں اور ان شاخوں پر پتے اور پھول آتے ہیں۔ پھول پھل بنتے ہیں۔ شاخیں پھلوں سے جھک جاتی ہیں۔ یہ شاخوں کا اظہار عجز ہوتا ہے۔

یہ بارگاہ خداوندی میں ان کا سجدۂ شکر ہوتا ہے کہ پروردگار تو نے ہمیں ثمر بار کیا اور پھر جب موسم آتا ہے تو یہی پھل آم کی صورت میں پک جاتا ہے۔ لوگ اسے کھاتے ہیں۔ آخر میں جو چیز رہ جاتی ہے یہ وہی گٹھلی ہوتی ہے جسے زمین میں بویا گیا تھا۔ وہی شئے جو درخت کی زندگی میں حرف اول تھی اس کی زندگی میں حرف آخر بھی ٹھہری۔ درخت کی زندگی کا سفر جہاں سے شروع ہوا تھا ختم بھی وہیں پر ہوا۔ یہ تخلیق کی وہ کائناتی سچائی ہے جس کا پوری کائنات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ گویا آیت مقدسہ میں والنجم کہہ کر اللہ ربّ العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولیت کی ہی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخریت کی بھی قسم کھائی۔ اسی لئے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا کہ محبوب ! اب تیرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تیرے ساتھ ہی ہماری وحی کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ اب قیامت تک ہر صدی تیری صدی ہے، ہر زمانہ تیرا زمانہ ہے۔ وہ قرآں جو تجھ پر نازل کیا گیا وہ بھی آسمانی ہدایت کا حرف آخر ہے کیونکہ اے محبوب ! تو رسول آخر ہے، تمام فضیلتیں تجھ پر ختم ہو رہی ہیں۔ تمام عظمتیں تیرے قدموں پر نثار ہو رہی ہیں۔ اب تیرے قدموں تک پہنچنا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ اے محبوب قسم ہے تیری کہ تو کائنات کا وجود اول بھی ہے اور کائنات کا وجود آخر بھی تو ہی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اول و آخر ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی بھی شان ہے۔ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو بھی اسی شان کا مظہر بنایا۔ وہ خالق ہو کر اول و آخر، یہ مخلوق ہو کر اول و آخر، وہ اپنی ربوبیت میں یکتا و تنہا، یہ عبدیت میں اپنا مثال آپ۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مخلوق کا موازنہ کسی صورت میں بھی خالق کائنات سے نہیں کیا جا سکتا۔ وہ خالق ہے یہ مخلوق، وہ معبود ہے یہ عابد، وہ مولائے کائنات ہے یہ رسول کائنات، وہ ربّ العالمین ہے یہ رحمۃ للعالمین۔

حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے :

.جعلتک اول النبیین خلقا واخرہم بعثا

(شفاء، 1 : 240)

میں آپ کو پیدا ہونے میں تمام انبیاء سے اول لایا اور ظاہر ہونے میں سب سے آخر میں۔

حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کائنات کا نقطۂ آغاز یا وجود اول ہے اور آپ سلسلۂ انبیاء کے ظہور میں آخری نبی ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ربّ کائنات نے فرمایا :

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىO

(النجم، 53 : 1)

اے محبوب ! تیری قسم کہ تو ہی تخلیق کائنات میں سب سے اول تھا اور ظہور میں سب سے آخرo

قسم ہے اے محبوب! تیری کہ تو اول کائنات ہے اور قسم ہے تیری کہ تو آخر کائنات ہے۔ کائنات کا نقطۂ آغاز بھی تو کائنات کا نقطۂ آخر بھی تو، اور اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے تیری کہ تو اپنے فیضان رحمت کے ساتھ پوری کائنات پر محیط ہے۔ خلق کی زندگی کا سرچشمہ حیات بھی تو اور حیات خلق کا آخری اشارہ بھی تو اور اے محبوب! درمیان میں تخلیق کی جتنی بھی صورتیں ہیں انہیں تیری رحمت لازوال نے اپنے محیط میں لے رکھا ہے۔ فرمایا:

O وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

(الانبیاء، 21 : 107)

Oاور اے محبوب! ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہم نے آپ کو سراپا رحمت بنایا، پھر اس عالم رنگ و بو کی تخلیق ہوئی، آپ کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی موجود تھے اور کائنات کے بعد بھی رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول کائنات آخر کائنات اور محیط کائنات کی تینوں قسمیں نجم کے تین حروف میں مضمر ہیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا دوسرا معنی: ظاہری و باطنی کمالاتِ مصطفوی کا ظہور

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ عربی زبان ادب میں لفظ نجم کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے اور کبھی بطور مصدر۔ ہم نے یہ بھی وضاحت کی تھی کہ اگر یہ لفظ بطور اسم آئے تو اس کا معنی درخشاں ستارہ ہوتا ہے اور اگر بطور مصدر آئے تو یہ لفظ طلوع و ظہور کے معنی دیتا ہے۔ جب نجم کو بطور اسم لیں اور ھوی کا معنی طلوع و ظہور ہو تو آیت کریمہ کا مفہوم کچھ اس طرح ہو گا: قسم ہے اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو شب معراج مطلع کائنات پر اس طرح طلوع ہوا کہ اس کے سارے ظاہری اور باطنی کمالات منصہ شہود پر جلوہ گر ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو النجم کیوں کہا گیا؟

محبت کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ یہ اپنے اظہار کے راستے خود تلاش کر لیتی ہے۔ یہاں بھی ایک نکتۂ محبت کا بیان بے جا نہ ہو گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر معراج کوئی معمولی واقعہ نہیں کہ اسے ایک واقعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ واقعہ ارتقائے انسانی کا فلسفہ بیان کر رہا ہے اور انسان کو عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار کر رہا ہے۔ یہ واقعہ حیات مقدسہ کا سب سے بڑا اعجاز تھا۔ ہم اپنی مادی زندگی میں لمحات مسرت کے موقع پر اپنے بچوں کے لئے آنکھ کا تارا، نظر کا نور جیسے الفاظ استعمال کر کے ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں پر اظہار مسرت و تشکر کرتے ہیں۔ شب معراج جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انعامات

خداوندی کی بارش ہوئی، عظمت و رفعت کی خلعت فاخرہ عطا ہوئی تو قدرتی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت وانبساط کی کوئی انتہا نہ تھی لیکن عظمت کے اس سفر پر روانہ ہونے پر آپ کو محبت بھرے الفاظ سے حرف تحسین پیش کرنے والا کوئی نہ تھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی زندہ تھے اور نہ والدہ مکرمہ، دادا جان بھی داغ مفارقت دے گئے تھے، شفیق چچا بھی اب اس دنیا میں نہیں تھے، اب شہر مکہ میں دو ہی گروہ رہ گئے تھے، ایک جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گروہ اور دوسرا کفار و مشرکین کا گروہ، جو آپ کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ آپ کو دنیا میں چمکتا ہوا ستارہ کہہ کر پکارنے والا کوئی نہ تھا۔ فرمایا محبوب ! کوئی بات نہیں ہم جو تجھے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کہہ کر پکارنے والے ہیں۔ قسم ہے اس ستارے کی جب وہ آن بان سے طلوع ہوا۔ اللہ نشاندہی کر دیتا تو بات محدود ہو کر رہ جاتی، اللہ نے مطلع مشرق کا ذکر کیا نہ مطلع مغرب کی طرف اشارہ کیا بلکہ مطلقاً فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اے محبوب ! ہم نے جتنے عالم پیدا کئے ہیں تو ہر ہر عالم کے مطلع پر طلوع ہوتا رہا، اس لئے کہ ہم نے تجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور تیری شان رحمت یہ ہے کہ کائنات کی ہر شئے تیرے محیط میں مانند حباب بن کر رہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ :

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

فاران کی چوٹیوں پر آفتاب رسالت چمکا تو ہر شئے سیل رنگ و نور میں نہا گئی۔ ظلمت شب سامان سفر سمیٹ کر رخصت ہوئی۔ قانون فطرت ہے کہ جب خورشید افق کے اس پار نظروں سے اوجھل رہتا ہے اور افق عالم پر اس کا ظہور نہیں ہوتا تو اس کی ساری ضو فشانیاں اس کی ساری تابانیاں انسانی آنکھ سے اوجھل رہتی ہیں لیکن جونہی وہ افق عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے گوشہ گوشہ منور ہو جاتا ہے۔ یہاں اس نکتے کی وضاحت ضروری ہے کہ کسی چیز کا وجود اس کے ظہور کے بغیر بھی ممکن ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہماری چشم بینا سے مخفی رہے یا عقل ناقص کے حیطہ ادراک میں نہ آسکے۔ آفتاب کے ظہور کے لئے اس کا طلوع ہونا ضروری ہے۔ طلوع کے بغیر ظہور ممکن نہیں چنانچہ جب آفتاب رسالت طلوع ہوا تو یہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور تھا، اسی لئے اس لمحہ جاوداں کو ظہور قدسی کا نام دیا گیا ہے۔ طلوع و ظہور کے تناظر میں النجم کا مفہوم کچھ اس طرح متعین ہو سکتا ہے کہ قسم ہے اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو شب معراج اس طرح جلوہ گر ہوا کہ اس کے سارے کمالات عالم بشریت پر اس طرح عیاں ہوئے کہ عالم میں پہلے انہیں کسی نے دیکھا تھا اور نہ کبھی بعد میں آنے والے زمانوں میں دیکھ پائیں گے۔ اس چمکتے ہوئے ستارے نے من کے اندر بھی روشنی بکھیری اور من کے باہر بھی ہر چیز کو منور کر دیا کہ صدیوں کی ظلمتوں کو رخت سفر باندھنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سرور کائنات صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کا حرفِ یقین ٹھہرے۔ ساری کائنات اسی پیکر جمال کی دریوزہ گر ہے، اسی در سے نور کی خیرات لیتی ہے۔ دہلیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نور کا باڑ ابٹتا ہے اور کشکول آرزو میں رحمت کے سکے گرتے ہیں۔ یہ چمکتا ہوا ستارہ بیت المقدس کے افق پر طلوع ہوا تو آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک تمام انبیاء اس مرکز انوار سے اکتساب نور کرنے کے لئے صف بہ صف جمع ہو گئے۔ اس نیر تاباں کی روشنی اکناف عالم میں پھیل گئی، جس نے عالم بشریت کو اپنی آغوش کرم میں سمیٹ لیا۔ قیصر و کسریٰ کا غرور خاک میں مل گیا، قریئ جبر پر ابر رحمت کھل کر برسا، انسان کی خدائی سے انسان کو رہائی ملی، دختر حوا کے پیروں کی زنجیریں ٹوٹ کر گر پڑیں، ظلم و استبداد کے دور کا خاتمہ ہوا، انسانی حقوق کی بازیابی کا عمل مکمل ہوا، افق عالم پر دائمی امن کا عہد نامہ تحریر ہوا، نفاذ عدل انسانی معاشروں کا طرہئ امتیاز ٹھہرا اور جنگل کی ساری تاریکی انسانی معاشروں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئی اور انسانیت کا شفاف چہرہ آئینے کی طرح چمکنے لگا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی میں مخفی حقائق

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا پہلا معنی بلندیوں تک پہنچنا ہے۔ معراج کی شب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وجود بشری کے ساتھ ان بلندیوں سے بھی

آگے تشریف لے گئے جن بلندیوں پر جبرئیل جیسے مقرب فرشتے کے بھی پر جلتے ہیں۔
کلام خدا پر جتنا بھی غور کیا جائے تفہیم کی نئی نئی پرتیں خود بخود سامنے آتی جاتی ہیں۔ اگر والنجم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود مراد لیا جائے اور لفظ ھَوٰی ھَوِیَّ سے مشتق ہو تو آیت کا مفہوم یہ ہو گا چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم جو زمین کی پستیوں سے ابھر کر عالم لامکاں کی بلندیوں کی انتہاء تک پہنچا۔ حقیقت معراج روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے۔ اب اس استدلال کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ کسی خواب کی کیفیت بیان نہیں ہو رہی بلکہ روح کا جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا ہی معراج ہے۔ اس کا ذکر ربّ کائنات نے قسم کھا کر کیا ہے کہ یہ واقعہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ بحالت خواب روحانی معراج کی مطلقاً کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ربّ کائنات کو قسم کھانے کی ضرورت تھی کہ خواب میں تو اس قسم کے محیر العقول مشاہدات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت کا قسم کھانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے واپس لوٹ آئے (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے) تو پھر بھی یہ واقعہ اتنی اہمیت کا حامل نہ ہوتا کہ سدرۃ المنتہیٰ تک تو جبرئیل کو بھی رسائی حاصل ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ عالم ملوکیت کی آخری حد ہے، جہاں شہداء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا گزر رہتا ہے، لہٰذا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا اتنی

عظیم بات نہ ہوتی اور اسے اس اہتمام سے بیان بھی نہ کیا جاتا لیکن بات سدرۃ المنتہی سے آگے کی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے قسم کھانے سے اس استدلال کو تقویت ملتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار عالم کی عطا کردہ قوت سے عالم بالا کے اس آخری کنارے تک پہنچے جہاں کوئی نبی مرسل یا فرشتہ پہنچنے کی نہ تاب رکھتا ہے اور نہ جرات، وہاں تک مرغ تخیل کی رسائی بھی ممکن نہیں۔

لفظ ھَوٰی سدرۃ المنتہی سے قاب قوسین تک کے سفر کو بیان کر رہا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اس لمحہ کی قسم جب میرے محبوب تو لامکاں کی حدوں کو پار کر کے میرے مقام قرب تک پہنچا۔ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ خدائے علیم و خبیر نے اس آیت مقدسہ میں اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائی جو شب معراج عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہوئے بلکہ سب رفعتوں اور عظمتوں کو اپنے قدموں کے نیچے چھوڑتے ہوئے بلندیوں کی آخری منزل تک جا پہنچے۔ اس منزل تک جس منزل تک عام انسان تو کجا فرشتوں تک کے پہنچنے کا تصور بھی محال ہے۔

سفرِ معراج کا نقطہ آغاز اور منتہائے کمال

،طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں کی سنگ باری کا دلخراش سانحہ گزر چکا تھا

مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کے مقفل دروازے کھل چکے تھے۔ قلب اطہر کفار و مشرکین مکہ کی مسلسل چیرہ دستیوں پر ملول تھا لیکن اب اقدس پر دعا کے پھول کھل رہے تھے۔ تحریک اسلامی کی قیادت عظمیٰ آزمائش کے مراحل سے گزر چکی تھی۔ دلجوئی کے لئے نہ عبدالمطلب تھے نہ ابوطالب، اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب کی دلجوئی اس طرح کی کہ انہیں عظمتوں اور رفعتوں کی اس منزل تک لے گیا جس کا تصور بھی ذہن انسانی میں نہیں سما سکتا۔ سدرۃ المنتہیٰ کی وہ منزل جس سے آگے جبرئیل جیسے مقرب فرشتے کو بھی دم مارنے کی جا نہیں، آپ کے سفر معراج کا ایک پڑاؤ ٹھہری۔

اس سفر عظیم کا آغاز حطیم کعبہ سے ہوا۔ آقائے کائنات استراحت فرما تھے۔ ادھر آسمانوں پر حور و ملائکہ محبوب کبریا کی پیشوائی کے منتظر تھے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اور وہ آسمانی مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں میں اپنی آنکھیں بچھانے کا اعزاز حاصل کرے۔ جبرئیل امین آسمانوں سے اترے، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا اور ایک سواری حاضر کی، جو دراز گوش سے اونچی اور خچر سے قدرے نیچی تھی۔ اس سواری کا نام براق تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ یہ ایک تیز رفتار سواری تھی۔ اس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ اس کا ہر ہر قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا۔ سفر کے پہلے مرحلے پر تاجدار

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس لے جائے گئے جہاں تمام انبیاء آپ کے منتظر تھے۔ نماز کا وقت ہوا، صفیں درست ہوئیں اور جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء کی امامت کے لئے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔۔۔ تمام انبیائے کرام نے سردار انبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ یہاں سے براق پر سوار ہو کر آپ نے آسمان دنیا پر ورود فرمایا۔

آسمان دنیا کے دروازے پر جبرئیل امین نے دستک دی تو دربان نے پوچھا کہ جبرئیل تمہارے ساتھ کون ہے؟ جب جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لیا تو دروازہ کھل گیا۔ حور و غلمان صف بہ صف کھڑے تھے۔ خوش آمدید یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش آمدید، مرحبا یا نبی مرحبا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ نے نسل انسانی کے جدامجد کو سلام کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے صالح بیٹے اور صالح نبی کہہ کر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتوں آسمانوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

عرش معلیٰ پر جشن کا سا سماں تھا۔ ہر طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے چرچے تھے۔ آج وہ مہمان ذی وقار آ رہے ہیں جن کے بارے میں ربّ کائنات نے فرمایا کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین ہوتی اور نہ یہ آسمان، پیارے یہ کائنات رنگ و بو تیرے قدموں کا صدقہ ہے، یہ زمین و آسمان تیرے نقوش پا کی خیرات ہے۔

فرشتے جوق در جوق استقبال کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ کائنات ارض و سماوات عالم بشریت کی زد میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمتوں اور رفعتوں کا یہ عظیم سفر طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ عروج آدم خاکی سے سہمے ہوئے انجم بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان پر آپ کی ملاقات بالترتیب حضرت یحییٰ و عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ہوئی۔ گویا آپ جہاں گئے انبیاء سے فرشتوں تک تمام آسمانی مخلوقات آپ کے لئے چشم براہ تھیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کا مقام بلند آگیا۔ جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور آگے بڑھنے سے معذوری کا اظہار کیا :

لو دنوت انملة لاحترقت.

(روح البیان، تفسیر نیشاپوری)

(الیواقیت والجواہر، 2 : 35)

اگر ایک پور برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے آگے جانے کی مجھے اجازت نہیں۔ آگے بڑھا تو میرے پر جل جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تن تنہا بڑھتے ہوئے آخر اس مقام پر پہنچ گئے جس کو قاب قوسین او ادنیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سارے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ قرآن کہتا ہے :

oفَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی oفَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡاَدۡنٰی oثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی

(النجم، 53 : 8 - 10)

پھر قریب ہوا (اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) پھر زیادہ قریب ہوا تو (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ربّ سے) دو کمانوں کی مقدار (نزدیک) ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب o تو وحی فرمائی اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی o

حدیث پاک میں مذکور ہے :

حتی جاء سدرۃ المنتہی دنی الجبار ربّ العزۃ فتدلی حتی کان منہ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡاَدۡنٰی

(صحیح البخاری، 2 : 1120)

یہاں تک کہ آپ سدرۃ المنتہی پر آ گئے، ربّ العزت اپنی شان کے لائق بہت ہی قریب ہوا یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

اللہ ربّ العزت نے اپنی شان کے مطابق اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور اتنا قریب ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بہت کم فاصلہ رہ گیا۔ گویا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پروردگار عالم کے جلوؤں کی ارزانی ہوئی۔ بارگاہ صمدیت میں تاجدار کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرتاپا

صفات ربانی میں اس طرح رنگے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اللہ تعالیٰ کی مظہریت کا پیکر اتم بن گئی۔

لامکاں کی وسعتوں سے زمین پر نزول

اللہ ربّ العزت نے آسمانوں پر اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلعت عظمت و رفعت سے نوازا، انہیں ان بلندیوں پر فائز کیا جن کا تصور بھی محال ہے۔ طائف کے بازاروں میں سنگ باری نے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملول کر دیا۔ ربّ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی فرماتے ہوئے آپ کا دامن عظمتوں اور رفعتوں سے بھر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب رسالت کو نئی شان عطا کی۔

عربی زبان و ادب کے قواعد کے مطابق اگر لفظ هَوٰی مصدر هُوِیٌّ سے مشتق ہو تو اس کا معنی ہو گا: الخذار، نزول، نیچے آنا۔ ان معانی کی رو سے اس آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہو گا:

. والنجم اذا ہوی ای اذا نزل من السماء الی الارض لیلۃ معراج

(الشفاء، ۱:)

قسم ہے اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو شب معراج انتہائی رفعتوں کو چھو کر زمین پر واپس آ گیا۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کا سفر بھی ایک معجزہ تھا اور عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد واپس اس کرہئ ارضی پر تشریف لے آنا بھی ایک معجزہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کا پہلوئے بشریت عالم بشریت کو فیض پہنچانے کے لئے تھا کہ آپ کو نسل انسانی کی رشد و ہدایت کے لئے جامئ بشریت میں مبعوث فرمایا گیا جبکہ نورانیت کا پہلو عالم ملکوت کی فیض رسائی کے لئے تھا۔ یہ دونوں پہلو فی الحقیقت حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی مقام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ آپ کی حقیقت، نورانیت و بشریت کے مقامات سے وراء الوراء ہے۔ اس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو نور و بشر کے مسائل میں الجھ کر خوامخواہ آپس میں دست و گریباں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام بشریت کو بیت المقدس میں چھوڑ گئے اور مقام نورانیت کو عالم ملکیت میں چھوڑ کر آگے گزر گئے۔ حقیقت محمدی ان دونوں مقامات کی انتہاء سے بھی بالاتر ہے۔ آپ کا اصلی گھر تو لامکاں تھا جہاں پر آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ یہ خالق موجودات کا ہم بندگان خاکی نہاد پر عظیم احسان ہے کہ اس نے اپنے لطف و کرم اور عنایت سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صفات کا مظہر اتم بنا کر ہمیں عطا کر دیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم زمین پر واپس آ گئے تاکہ زمین پر بسنے والی اولاد آدم کو ظلم و بربریت سے نجات دلائیں۔ دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے اور انسانی معاشروں میں عدل کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے تاکہ انسانی معاشرے استحصال کی ہر شکل سے پاک ہو جائیں۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سفر معراج رات کے وقت ہی کیوں کرایا گیا؟

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا کے ایمان افروز نکات

نالہ ہائے نیم شبی ندامت کے آنسوؤں کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور احساس ندامت کیساتھ چشم تر کا سجدہ اللہ کے ہاں بے حد مقبول ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے اور انکی توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ لفظ اسری اسراء سے ہے۔ عربی لغت کے مطابق اسراء کا معنی رات کے وقت سیر کرنا ہے رات کیلئے اس لفظ کا استعمال غالب ہے۔ اللہ ربّ العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا.

(الدخان، 44 : 23)

(ہم نے فرمایا) تو لے جاؤ میرے بندوں کو راتوں رات۔

آیت مذکورہ کی روشنی میں لفظ اسری کا معنی یہ ہوا کہ اس (اللہ تبارک و تعالیٰ) نے رات کے وقت سیر کرائی۔ ذہن انسانی میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ سفر رات کے وقت ہی کیوں کرایا گیا۔ اس میں کونسی حکمت کارفرما تھی۔ ان

: حکمتوں میں سے چند کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے

1۔ حصول مقصد میں رات کی فضیلت

رات کو دن پر کئی حوالوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ ان گنت اعزازات، بے شمار امتیازات اس کے دامن خوش رنگ میں روشن ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ قرآن پاک رات کے وقت نازل کیا گیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

O إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

(القدر، 97 : 1)

o بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے

علیم و خبیر ربّ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملاقات سے قبل ایک مجاہدے سے گزارنے کا فیصلہ کیا تو انہیں پروردگار عالم کی طرف سے تیس دن کے اعتکاف کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیس دن کے لئے دنیا کی مصروفیتوں سے ناطہ توڑ کر اپنے مالک حقیقی کی یاد کا چراغ روشن کرو۔ توبہ استغفار میں ایک ایک لمحہ گزارو، بعد میں تیس دن کی بجائے چالیس دن کر دیئے گئے۔ ان چالیس دنوں میں رات کو بھی مجاہدے اور ریاضت کا عمل جاری رہتا اور دن کو بھی۔ دن کو بھی انہیں کہیں جانے کی اجازت نہ تھی۔ حصول مقصد کے لئے رات چونکہ دن سے افضل ہے لہٰذا اس مجاہدے کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں کیا گیا

:

.وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً

(البقرہ، 2 : 51)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا۔

آخر شب کی دعاؤں کی رقت انگیزی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ بندہ راتوں کو پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی کا طلبگار ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اسے اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے، اس لئے عرفائے کرام اور اولیائے عظام فرماتے ہیں کہ اللہ کے بندوں کے لئے رات تخت سلطنت کی طرح ہوتی ہے کہ اس تخت پر بیٹھ کر وہ ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور گڑگڑا کر اپنے خالق سے اپنی مغفرت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ جو احوال دن میں طے نہیں ہوتے وہ رات کی تنہائیوں میں طے ہوتے ہیں۔ مشعل آرزو رات کے طاقچوں ہی میں فروزاں ہوتی ہے۔ قرب الٰہی کے لمحات اور وہ ساعتیں (جن میں خدائے رحیم و کریم کی خاص عنایتوں سے نوازا جاتا ہے اور خصوصی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں) بھی رات ہی کے دامن میں رکھی گئی ہیں :

.وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ

(الاسراء، 17 : 79)

اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نماز تہجد پڑھا کریں۔

معراج کا سفر بھی رات ہی کو اختیار کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی فضیلتیں عطا کی گئیں معراج کی فضیلت ان سب سے بڑھ کر تھی اور یہ فضیلت بھی رات ہی کے وقت دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سجائی گئی۔

۔شب جائے کہ من بودم 2

تقویٰ، پرہیزگاری اور تزکیہ نفس کے چراغ رات کے دامن ہی میں روشن ہوتے ہیں۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے، یہاں تک کہ پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا۔ دن کو جلوت میسر آتی ہے اور رات کو خلوت، خاص طور پر آخر شب کا وقت انتہائی خلوت کا ہوتا ہے۔ خالق ارض و سماوات اپنی شان کے مطابق آخر شب ہی آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا سچی محبت کرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ محبوب تو جاگ رہا ہے اور وہ سو رہے ہیں۔

.لَاتَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

(البقرہ، 2 : 255)

نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔

محبوب کی تو یہ شان ہے اور ادھر محبت کا دعویدار غفلت کی نیند سو رہا ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنے بندے کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرا رہے ہیں کہ وہ خود احتسابی کے عمل سے بھی گزریں۔ اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ وہ محبت الٰہی کے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں۔ کیا وہ اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لئے اپنے نرم و گداز بستروں سے اٹھ جاتے ہیں یا ان کی محبت کے دعوے پر نیند غالب رہتی ہے۔ ویسے بھی رات میں دو لمحوں کی ملاقات بھی کئی سالوں کی محنت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :

oلَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

(القدر، 97 : 3)

oشب قدر (فضیلت و برکت اور اجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے

معراج کا سفر عظمت سفر محبت بھی تھا، محب اور محبوب کی ملاقات کا سفر تھا۔ اس سفر کا مقصد جلیلہ اس صاحب شعور کے ذہن میں آ سکتا ہے جو خود بھی رات کو اٹھ اٹھ کر اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہو۔ آخر شب سجدہ ریزی جس کا معمول ہو، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی چشم بصیرت رکھتا ہو اور جو شب کی خلوتوں میں اترنے والے انعامات و اکرامات کا عینی شاہد ہو۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر شب معراج رونما ہونیوالے عجائبات کی تصدیق کر دی اور وہ لوگ جو رات کی خلوتوں کی اہمیت کے شناسا نہ تھے اور تمام تر واقعات کا ابوجہل کی چشم کور سے مشاہدہ کر رہے تھے، واقعہ معراج کا انکار کر بیٹھے اور دولت ایمان سے محروم رہے۔

3 ۔ وقت کی طنابیں سمیٹ لی گئیں

سفر معراج رات کے وقت کرایا گیا۔ یہ سفر عظمت پوری رات کا سفر نہ تھا بلکہ رات کے انتہائی قلیل عرصے پر محیط تھا۔ چونکہ اسری کے اندر رات کا معنی بھی پایا جاتا ہے لہٰذا اس آیت میں لیلًا کا باقاعدہ اضافہ کوئی خاص معنی رکھتا ہے جس سے کسی خاص نکتے کی طرف توجہ مبذول کرنا مقصود ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ سفر اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے کرایا لہٰذا اسکی جملہ جزئیات کا انکار اللہ کی قدرت کاملہ کا انکار ہے۔ یہ سفر اس تیزی سے طے ہوا کہ کسی کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ عقل اس معجزہ پر بھی عاجز اور بے بس ہے۔ اگر کوئی عقل کی کسوٹی پر ان واقعات کو پرکھے گا تو سوائے گمراہی کے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سفر کی اسی تیزی کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

ما فقد جسد رسول اللہ لیلۃ المعراج.

(طبری، 15 : 13)

(الشفاء، 1 : 246)

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اقدس (گویا) کہیں گیا ہی نہیں تھا۔

۔ سفر لامکاں 4

آیت مقدسہ میں لیلًا (رات) کا لفظ استعمال کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ رات کا وقت سورج اور اس کی روشنی سے پاک ہوتا ہے جبکہ دن کا وقت سورج کی روشنی ہر شئے پر محیط ہوتی ہے۔ گویا مخلوق کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ سفر نظام شمسی کے دائرے میں نہیں تھا بلکہ نظام شمسی کے دائرے سے باہر کا سفر ہے۔ حتیٰ کہ یہ سفر اس زمین اور آسمان کا بھی نہیں بلکہ یہ سفر تو لامکاں کی وسعتوں کا سفر ہے، حدود وقت سے آگے نکل جانے کا سفر ہے۔ خدا کے عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عظیم سفر عرش معلیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کا سفر ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا پہلا معنی۔۔۔ اصلِ کائنات

اکثر محدثین و مفسرین نے نجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں، علامہ

آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں، امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن اور نیشاپوری بقلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرائس البیان میں نجم کے اسی مفہوم کو اعتماد و اعتبار کی سند عطا کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد ائمہ تفسیر نے بھی نجم سے مراد سیاح لامکاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی لی ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نجم کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

خدا کی ذات بابرکات نے کنائے اور اشارے کے پیرائے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخشندہ و تابندہ ذات کی قسم کھائی اور فرمایا : قسم ہے اے محبوب ! کہ تو اصل ہے۔

(المفردات : 483)

بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل اور جڑ ہیں تو یہ کس چیز کی اصل یا جڑ ہیں ! جب ہم قرآن سے اس سوال کا جواب پوچھتے ہیں تو قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کسی شئے کا نام نہیں لیتا بلکہ مطلقاً کہتا ہے والنجم۔ قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر کہہ دیا جائے کہ بندہ فلاں چیز کی اصل اور منبع ہے تو یہ اصل اور منبع ہونا اس چیز کے ساتھ مختص ہو کر رہ جائے گا۔ اس اصل اور منبع کو دوسری چیزوں کا اصل اور منبع ہونے کا درجہ حاصل نہ ہو سکے گا اور اگر کسی چیز کا نام نہ لیا جائے تو اس

سے مراد ہر ہر چیز کی اصل و منبع ہوتا ہے۔ ربّ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر انہیں محدود کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے ذات سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی شئے سے مختص نہیں کیا گیا۔ جن و انس، شمس و قمر، شجر و حجر، برگ و ثمر، نباتات و جمادات، حور و غلمان، غرض کائنات ہست و بود کا وجود و ظہور سب کچھ تاجدارِ کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے توسل اور تصدق ہی سے قائم ہے۔ محبوب اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ سورج ہوتا اور نہ یہ چاند ستارے۔ اس آیت مقدسہ میں نجم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مراد لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقصود کائنات ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اس کائنات رنگ و بو میں صرف دو وجود ہیں :

1. اللہ۔۔۔ کہ وہ خالق کائنات ہے۔

2. ما سوا اللہ۔۔۔ اللہ کے سوا باقی سب کچھ یعنی تمام مخلوقات اور اشیاء اور اجسام فلکی وغیرہ

اللہ کی اصل اور جڑ کا تصور بھی شرک ہے۔ چونکہ اللہ کی اصل کا ہونا تو ممکن نہیں اس لئے اصل و جڑ مخلوقات ہی ہو سکتی ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر تمام مخلوقات میں سب سے افضل و برتر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ گویا اللہ کے سوا اس کائنات رنگ و بو کی ہر چیز

کی اصل یا جڑ آقائے نامدار حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قسم ہے اے محبوب! تیری کہ میرے سوا اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے یا بعد میں ہو گا، محبوب تو ان سب کی اصل ہے۔ یہ سب کچھ تیرے قدموں کی خیرات ہی تو ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اصل کے مقابلے میں ہر شئے فرع ہوتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے فرمایا: قسم ہے محبوب تیری کہ تو اصل ہے، اس کائنات رنگ و بو کا مرکز و منبع ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل فقط محبوب ربّ کریم ہیں اور باقی ساری کائنات آپ کی فرع ہے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی فرع کو انسانی شکل عطا کر دی، کسی کو جنات کا روپ دے دیا، کسی کو ملائکہ بنا دیا، کسی کو شجر و حجر کا درجہ دے دیا، کسی کو شمس و قمر بنا دیا، کسی کو آسمان اور کسی کو زمین کا وجود بخش دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی فرع کو تحت الثریٰ و کسی کو عرش معلیٰ بنا دیا۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہی تو ہو

تصویر کائنات کا مرکزی خیال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات رنگ و بو کا مرکزی نقطہ ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے وجود کائنات کا مبداء ہیں۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات بابرکات لولاک لماکے مصداق تمام کائنات کی اصل ہیں، اسی لئے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روح کائنات بھی کہتے ہیں۔ آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کا سائبان کائنات کی ہر شئے پر محیط ہے۔ یہ چشمۂ فیض ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ کائنات ارض و سماوات میں موجود ہر شئے اپنے وجود کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے دھوون کی محتاج ہے، سلطان بحر و بر کے نقش کف پا کے تصدق کی مرہون منت ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت تو اس وقت ہو چکی تھی جب عالم رنگ و بو ابھی تخلیق نہیں کیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے قدموں کے صدقے اس عالم ہست و بود کو خلعت وجود سے نوازا گیا۔

تصویرِ کائنات کا وہ مرکزی خیال

لوحِ جہاں پہ عظمتِ نرداں کہیں جسے

: تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

.اول ما خلق اللہ نوری و من نوری خلق کل شیء

(تفسیر روح البیان، 2 : 370)

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر میرے نور سے ہر

چیز کو بنایا۔

مذکورہ حدیث مقدسہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میری ذات براہ راست اللہ ربّ العزت کے نور سے اکتساب فیض کر رہی ہے جبکہ یہ ساری کائنات، اس کائنات کا ذرہ ذرہ، یہ تمام اجسام فلکی، چرند پرند، ملائکہ، جنات، شجر و حجر، شمس و قمر، غرض کائنات کی ہر شئے میرے نور سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا یارسول اللہ! بابی انت وامی، اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ تعالی قبل الاشیاء، قال: یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ، فجعل ذلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ، ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس، فلما اراد اللہ تعالی ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء، فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش، ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ، فخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی والثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع الاربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السموت ومن الثانی

. . .الارضین و من الثالث الجنتہ والنار

(المواہب اللدنیہ، 1 : 9)

(السیرۃ الحلبیہ، 1 : 50)

(زرقانی علی المواہب، 1 : 46)

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت تھی نہ دوزخ، فرشتہ تھا نہ آسمان، نہ زمین تھی، سورج تھا نہ چاند، جن تھا نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش اور چوتھے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے حصہ سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت و دوزخ۔۔۔

کثیر ائمہ کرام جن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں شامل ہیں، نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اسی بنا پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبداء کائنات کہا جاتا ہے۔ آپ ہی وجہ تکوین عالم ہیں۔ کائنات کا سارا حسن، حسن محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ایک جھلک ہے۔ پھولوں میں خوشبو انہی کے نقش قدم کا فیضان ہے، ستاروں میں روشنی انہی کے وجود مسعود کا پرتو ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو سورج کو خلعت نور عطا ہی نہ ہوتی بلکہ سرے سے اس کا وجود ہی نہ ہوتا۔

ھوی کا لفظ النجم کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو چونکہ ھوی میں ظہور کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہو گا :

اے محبوب ! قسم ہے تیری کہ تو اصل کائنات ہے اور قسم ہے تیری کہ تیرا نور مخفی تھا۔ جب میں نے چاہا تو منصہ شہود پر ظاہر ہو گیا۔

(روح المعانی، 14 : 45)

اگر غور کیا جائے اور منشائے ایزدی کو حیطۂ شعور میں لایا جائے تو انکشاف ہو گا کہ ربّ کائنات تخلیق محمدی کی قسم کھا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر پروردگار عالم صبح ولادت باسعادت کی قسم کھا رہا ہے۔ یہ کائنات رنگ و بو اس نے اپنے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرہ جلیلہ کی خاطر ہی تو سجائی ہے کہ جس میں ہر لمحہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے۔ تمام الہامی صحیفے صبح میلاد کے طلوع کی بشارت سے سرفراز نظر آتے ہیں۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سفر معراج کی جزئیات کا اِحاطہ ممکن نہیں

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

کائنات میں عجائبات کی ایک دنیا آباد ہے اس طرح سفرِ معراج میں بھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَن گِنت عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سفرِ معراج کی جملہ تفصیلات اور ان مشاہدات کی جزئیات کا احاطہ ممکن ہی نہیں۔ شبِ معراج کی تفصیلات تک رسائی حدیث کی ہزاروں کتابوں کے عمیق مطالعے کے بغیر نہیں ہو سکتی اور پھر اِن تفصیلات اور جزئیات کو حیطۂ اِدراک میں لانا عقلِ اِنسانی کے بس کی بات نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث کی چند کتابوں کا سرسری سا مطالعہ کرکے ہم نے جملہ تفصیلات سے آگاہی حاصل کر لی ہے چنانچہ اکثر لوگ اپنے محدود مطالعہ کی بناء پر کہہ دیتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفرِ معراج کا ذکر ملتا ہے، اِس سے آگے جو کچھ ہے وہ تخیّل کی بلند پروازی کا کرشمہ ہے یا صرف شاعرانہ باتیں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں حالانکہ اَمر یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے اِن ہزاروں کتابوں میں بکھری ہوئی تفصیلات کا مکمل شعور ممکن ہی نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کے سفر کو شاعری سمجھ لینا کور فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اِس ضمن میں اِمام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

.جاوز السبع الطباق و ہی السمٰوت

آپ ساتویں آسمان سے آگے نکل گئے۔

سفرِ معراج جو کائنات کا سب سے عظیم سفر ہے اور دیگر معجزات کی طرح اللہ رب العزت کی قدرت کا مظہر ہے سات طبقات، آسمانوں اور اُن سے وراء الوراء سدرۃ المنتہیٰ اور قاب قوسین اور پھر کرہِ ارضی کی طرف واپسی پر مشتمل ہے۔اِس کی توجیہ و توضیح عقلِ انسانی کے بس کی بات ہی نہیں۔اِذا ھَوٰی میں عظیم رفتار کی قسم زمانی اور مکانی فاصلوں کے ایک پل میں طے ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ فاصلے سمٹ رہے ہیں اور کروڑوں اَربوں سالوں کی مسافت لمحوں میں مکمل ہو رہی ہے۔ یہاں عقلِ ناقص اپنے عجز کا اِظہار کرنے کے سوا کیا کر سکتی ہے۔ سفرِ معراج اتنی بڑی کائناتی سچائی ہے کہ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا سارا اِرتقاء اِس سفر کے خوشہ چینی کے سوا کچھ نہیں، جوں جوں انسان اپنے علم اور تجربات کی روشنی میں سفرِ معراج کے مختلف مراحل کی پرتیں کھولتا جائے گا اَن گِنت کائناتی سچائیوں کا اِنکشاف ہوتا جائیگا اور جدید علوم کا دامن حیرت انگیز معلومات سے بھرتا جائیگا۔ سفرِ معراج کی جزئیات سے آگاہی علومِ جدیدہ کے ارتقاء کی ضامن ہے۔ معجزۂ معراج تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مقدّسہ کا ایک پہلو ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس سے اِکتسابِ شعور کرکے اِنسانی اِرتقائی بلندیوں پر گامزن رہا تو خدا

جانے آنیوالے زمانوں میں یہ اِرتقاء کی کن بلندیوں پر فائز ہوگا۔ یہ تمام بلندیاں بھی صاحبِ معراج کی گرد پا ہوں گی اِس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہر صدی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدی ہے، ہر زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے تو یہ کوئی جذباتی بات نہیں ہوتی بلکہ اِن کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقوشِ کفِ پا سے پھوٹنے والی اِن عظیم روشنیوں کے اِبلاغ پر اٹھائی جاتی ہے جو تہذیبِ انسانی کے اِرتقاء کے ہر مرحلے پر اِہتمامِ چراغاں کر رہی ہیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا پانچواں معنی : قلبِ انور کا اَنوار و تجلّیاتِ اِلٰہیہ کا مرکز بننا

اگر النجم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ منور مراد لیں تو اِس اَمر کی مناسبت سے ھویٰ کا ایک معنی اِنْشَرَحَ مِنَ الْاَنْوَار یعنی انوار و تجلیات سے کھل جانا ہوگا اور آیتِ مقدّسہ کا مفہوم کچھ یوں ہوگا قسم ہے ستارے کی طرح چمکتے ہوئے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے قلبِ منور کی، اِذَا هَوٰی جب اَنوار و تجلیاتِ اِلٰہیہ سے اِس کا اِنشراح ہوا یعنی وہ کھل گیا۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا چھٹا معنی : کائنات کی ہر چیز پر رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محیط ہے

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، اِس کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز پر رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محیط ہے۔ نجم کا ایک اور معنی بھی ہے گھاس النبت وہ گھاس جو قلیل مقدار میں لگائی جائے لیکن اتنی پھیل جائے کہ ساری کی ساری کیاری کو اپنے دامن میں سمیٹ لے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت نے بھی کائنات کی ہر شے کو اپنے دامن رحمت کے سائے میں لے رکھا ہے۔ سورہ الرحمٰن میں بھی نجم کا لفظ گھاس کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

O وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ

(الرحمٰن، 55 : 6)

oاور زمین پر پھیلنے والی بوٹیاں اور سب درخت (اسی کو) سجدہ کر رہے ہیں

یہاں بتایا جارہا ہے کہ نباتات اور درخت رب کائنات کے حکم کے پابند ہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اسکے تابع ہے کیونکہ وہ ہر جاندار اور غیر جاندار کا رب ہے اور کوئی اس کی خدائی میں اس کا شریک نہیں وہ ازل بھی ہے اور ابد بھی نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہاء۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھاس سے کیا مراد ہے اور درخت کسے کہتے ہیں۔

گھاس سے مراد وہ پودے ہیں جن کے تنے نہیں ہوتے، وہ براہ راست زمین سے اپنا رزق لیتے ہیں اور درخت سے مراد وہ پودے ہیں جن کے تنے ہوتے ہیں اور وہ اوپر کی طرف بڑھتے ہیں، گھاس کی طرح زمین پر پھیلتے نہیں اور پتے اور شاخیں ان تنوں کے ذریعے زمین سے توانائی حاصل کرکے نشوونما پاتے ہیں۔

آیتِ مقدسہ میں نجم کا لفظ اِستعارۃً بیان کیا گیا ہے۔ ہادیٔ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجم سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح گھاس پوری کیاری کو اپنے آنچل میں چھپا لیتی ہے اور ہر طرف گھاس ہی گھاس نظر آتی ہے اور زمین اس گھاس کے سائے میں چھپ جاتی ہے یعنی گھاس پھیل کر زمین کے اس ٹکڑے پر محیط ہو جاتی ہے، اے کالی کملی اوڑھ کر سونے والے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری رحمت اور تیرے نور کا دائرہ گھاس کی طرح ہر چیز کو اپنے دامنِ رحمت میں لے لیتا ہے کہ ہر سو تو ہی تو نظر آتا ہے ہر طرف تیری رحمت کے پرچم لہرا رہے ہیں ہر طرف تیرے محاسن اور محامد کی قندیلیں روشن ہیں۔ محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے رخ زیبا کی قسم، میں جس جس عالم کا رب ہوں اُس اُس عالم کے لئے تو رحمت ہے۔ یہ ساری کائنات رنگ و بو، یہ خلا کی بے اَنت وسعتیں، یہ سورج، چاند ستارے، دھنک کے بکھرتے ہوئے رنگ، پھولوں کی مہکاریں، پرندوں کی چہکاریں، کہکشاؤں کی پھیلتی ہوئی دنیائیں۔ محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ تیری مملکتِ کرم کا حصہ ہے۔ یہ سب کچھ

تیرے حیطۂ رحمت میں ہے حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ اور عرشِ بریں بھی تیرے نقوشِ کفِ پا کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے اِس لئے کہ سدرۃ المنتہیٰ اور عرشِ بریں بھی میری تخلیق ہے اور میری مخلوقات میں تو سب سے اول ہے۔ پیارے! تو میرا شاہکارِ تخلیق ہے، نہ تیری کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی تیری مثال، میں خالق ہونے میں یکتا و تنہا تو مخلوق ہونے میں یکتا و تنہا، عبدیت تیرا جمال، بندگی تیرا حسن اور عجز تیرا وقار ہے۔

محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا نورِ رحمت کائنات کی ہر شے پر محیط ہے۔ شبِ معراج ہم نے تجھے آسمانوں کی سیر اس لئے کرائی کہ تو دیکھ لے کہ تیری اَقلیمِ رحمت کی سرحدیں کہاں تک ہیں۔ محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس لئے تجھے رحمۃ للعالمین بنایا، تو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے، تمام جہان تیری رحمت کے محیط میں مانندِ حباب ہیں، ہر طرف تیرا ہی نور جلوہ فرما ہے، ہر طرف تیرے جمال کی رعنائیاں بکھری ہوئی ہیں، محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف تیری ہی روشنی ہے۔

اِقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

گنبدِ آبگینہ رنگ ترے محیط میں حباب

: لفظ طوی کے مختلف معانی

طوی کا پہلا معنی فنا ہونا

عربی لغت کے مطابق ھویٰ کا ایک معنی ہلاک ہونا، فنا ہونا بھی آتا ہے۔ اِس معنی کے مطابق آیتِ مقدسہ کا مفہوم کچھ یوں ہو گا کہ قسم ہے اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے پاک وجود کی، تیری ذاتِ اَقدس کی کہ وہ اللہ کی ذات میں فنا ہو کر بقائے دوام کے مقام پر فائز ہو گئی، اِسی طرح محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری صفات بھی اللہ رب العزت کی صفات میں فنا ہو کر بقا پا گئیں۔ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمارے قرب کے اِس درجے تک پہنچا کہ تیری ذات کو بھی فناءِ تام نصیب ہوا اور تیری صفات کو بھی۔

: قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

oفَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى oثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى

(النجم، 53 : 9 - 10)

پھر (اس محبوب حقیقی سے) آپ قریب ہوئے اور آگے بڑھے پھر (یہاں تک بڑھے oکہ) صرف دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا

اہلِ علم نے آیتِ مذکورہ کی متعدد تعبیرات بیان کی ہیں، اِن میں سے ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ دَنٰی اور تَدَلّٰی دو الگ الگ لفظ ہیں، یہ دونوں الفاظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے قریب ہونے یا کسی چیز کے قرب پر دلالت کرتے ہیں۔ عربی گرائمر کی رُو سے کلمہ دَنٰی فعل ہے، اِس کا فاعل ضمیرِ مُستتر (ہُوَ) ہے، اِسے خواہ اللہ کی طرف لوٹا دیں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

طرف، اس کا معنی ہوگا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات اللہ رب العزت کی صفات کے قریب ہوئیں اور اِتنا قریب ہوئیں جتنا ممکن تھا یعنی قرب اپنی اِنتہاء کو پہنچ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کو فناءِ تام نصیب ہو گیا۔ فَتَدَلّٰی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئی تو ذاتِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی فناءِ تام نصیب ہوا۔

دوسرا معنی : مانندِ برزخ ہونا

والنجم سے اگر مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا ہی مراد ہو تو پھر ھَوٰی کا ایک معنی مانندِ برزخ بھی ہے۔ الشیء القائم بین الحلق والصدر، وہ چیز جو حلق اور سینے کے درمیان اٹکی ہوئی ہو، اِس اِعتبار سے آیت مقدّسہ (والنجم اذا ھوی) کا مفہوم یہ ہوگا کہ قسم ہے چمکتے ہوئے ستارے محمد ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے وجود اور تیرے سراپا کی، جب تو شبِ معراج اِتنا اُونچا ہو گیا کہ خلق نیچے رہ گئی اور صرف خالق تری ذات کے اُوپر تھا۔ اے محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نے خالق اور اُس کی تمام مخلوقات کے درمیان درجہ پایا یعنی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تیرا سراپا خالق سے نیچے اور مخلوق سے اُوپر تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ برزخی ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل

خواص اُس برزخ کُبریٰ کو ہے حرف مشدّد کا

جس حرف کے اوپر شدّ ہو اسے حرفِ مشدّد کہتے ہیں۔ شد حرف کو واضح کرتی ہے اس کی تین حیثیتیں ہوتی ہیں، ایک حیثیت اِس کے اپنے سراپا کی یعنی جس سے وہ خود قائم ہے اور دو حیثیتیں اِس کی اور ہوتی ہیں مثلاً ایک لفظ ہے معلّم اِس میں لام حرف مشدّد ہے لام کی تین حیثیتیں ہیں۔

1. پہلی اس کی حرف لام کے طور پر اپنی حیثیت

2. دوسری یہ کہ لام اپنے سے پہلے حرف یعنی ع کے ساتھ ملا ہوا ہے،

3. تیری حیثیت اپنے سے اگلے حرف م سے ملا ہونا ہے

درمیان میں ل کا اپنا سراپا ہے ایک ہاتھ اس کا ع پر ہے اور ایک م پر، اگر ل درمیان میں ہو تو اِس کی وساطت سے پچھلا میم اگلے ع سے مل سکتا ہے لیکن اگر ل کا واسطہ درمیان سے نکال دیں اور چاہیں کہ م کا ع سے اِتصال ہو جائے تو یہ ناممکن ہے۔ اگر م عین سے ملنا چاہے تو اسے ل کا دامن پکڑنا پڑے گا، اسے کہتے ہیں حرف مشدّد۔ خدا نے فرمایا محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری

ذات حرفِ مشدّد کی طرح برزخی شان کی حامل ہے، میرے اور بندے کے درمیان ایک واسطہ تو ہے اب جو مجھ تک رسائی حاصل کرنا چاہے گا محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِسے تیری دہلیز پر ہو کر آنا پڑے گا کیونکہ تیرے واسطے کے بغیر مجھے اپنی توحید بھی قبول نہیں۔ اِس توحید کو سندِ اِعتبار عطا کروں گا جس کا اظہار تیری ذات کے حوالے سے ہو گا۔ محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس لئے میں نے کہیں بھی تجھے اپنے سے جدا نہیں کیا۔ اَذانوں میں میرے نام کے ساتھ محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرا نام بھی گونجتا ہے۔ اُس وقت تک میں کسی کی عبادت ہی قبول نہیں کرتا جب تک وہ نماز میں تجھ پر درود و سلام نہ بھیجے، محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور میرے فرشتے تجھ پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور اِیمان والوں کو بھی حکم ہے کہ تجھ پر درود اور سلام بھیجا کریں۔ محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری محبت ہی میرے مومنین کا معیارِ ایمان ہے۔ محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ کائنات کبھی بھی معرض وجود میں نہ آتی، یہ سب رعنائیاں تیرے ہی قدموں کا تصدق ہیں۔ یہ سب بہاریں تیری ذات اَطہر کی خیرات ہیں۔

رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین حیثیتیں

رسول کائنات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین حیثیتیں ہیں۔

ایک حیثیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے سراپے کی ہے۔

دوسری حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جل شانہ سے واصل ہیں۔
تیری حیثیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق میں شامل ہیں۔
رسولِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا سراپا درمیان میں ہے۔ اُدھر اللہ سے واصل اور اِدھر مخلوق میں شامل، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے کہ اللہ دیتا ہے، عطا کرتا ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات کا رب ہے، میں تقسیم کرنے والا ہوں اللہ کی نعمتیں بانٹنے والا ہوں یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ لازمی اور ضروری ہے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہاتھ دہلیز الوہیت پر ہے اور دوسرا مخلوقِ خدا کے برہنہ سروں پر، ایک ہاتھ سے اللہ رب العزت سے فیض لے رہے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے وہی فیض مخلوقِ خدا میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ درمیان میں سراپائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو اس وساطت سے مخلوق اپنے خالق سے مل رہی ہے۔

تیسرا معنٰی :۔ پھوٹنا، جاری ہونا

لفظ ھَوَیٰ پھوٹنے اور جاری ہونے کے معنوں میں بھی اِستعمال ہوتا ہے تو اِس اِعتبار سے آیتِ مقدّسہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ قسم ہے قلبِ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی کہ جب اِس سے اَنوارِ الٰہی کے چشمے پھوٹنے لگے، اِس نے انوارِ الٰہی کو اپنے اندر اتنا جذب کر لیا۔ اَنوارِ الٰہیہ کا اِنشراح و اِنفجار ہوا۔

: ارشاد باری تعالیٰ ہے

اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ . . .

(النور، 24 : 35)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں دنیا میں روشن ہے) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے؛ (وہ) چراغ، فانوس (قلبِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رکھا ہے۔ (یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پرتَو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر کا یہ عالم ہے کہ سینۂ اقدس کے شیشے سے اَنوار الٰہیہ کا اِنشراح ہو رہا ہے اور کرنیں پھوٹ پھوٹ کر باہر آ رہی ہیں۔

چوتھا معنی :۔ غیر اللہ سے منقطع ہونا

عربی لغت میں ھویٰ کا غیر اللہ سے منقطع ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اِس اِعتبار سے آیت مقدسہ سے مفہوم یہ ہوا قسم ہے قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس حال کی کہ جب وہ اللہ کے سوا ہر ایک سے منقطع ہو گیا، دنیا کی ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی یاد، مشاہدے اور وصال میں سب کچھ بھول گیا۔

oمَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

(النجم، 53 : 2)

تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے o

: ارشاد باری تعالیٰ ہے

oمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى

(النجم، 53 : 17)

اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی) o

پانچواں معنی : ۔ محبت و خواہش

عربی لغت میں ھوٰی کا ایک معنی محبت اور خواہش کا بھی ہے یعنی اَلْحُبّ وَالْاِشْتِهَاء

(الشفاء، 1 : 46)

: مثلاً قرآن مجید میں اس کا حقیقی معنی یہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

oإِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى oوَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى

(النجم، 53 : 3، 4)

اُن کا ارشاد سَراسَر وحی ہوتا ہے جو انہیں oاور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے oکی جاتی ہے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش اور اپنی مرضی سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی کچھ ارشاد فرماتے ہیں جو انہیں اپنے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے۔

oوَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى

(النازعات، 79 : 40)

oاور جس نے اپنے نفس کو (ہر بری) خواہش سے روکا ہو گا

قرآن مجید کی آیات مقدسہ کی روشنی میں ھوی کا معنی ہوا کسی خواہش کا پیدا ہونا، اس کا بھڑک اٹھنا، خواہش میں شدت پیدا ہونا، محبت، میلان اور رجحان کا اپنی انتہا کو پہنچ جانا، جذبے کی شدت کا اظہار مقصود ہو تو لفظ ھوی استعمال کیا جاتا ہے۔

ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى میں تو ھوی کی نفی کی جا رہی ہے۔ ھوی کا اثبات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح نفس کے درجات ہوتے ہیں اسی طرح ھوی کے بھی درجات ہوتے ہیں۔

درجات نفس

نفس کے مندرجہ ذیل درجات ہوتے ہیں۔

1. نفس امارہ
2. نفس لوامہ
3. نفس ملھمہ
4. نفس مطمئنہ
5. نفس راضیہ
6. نفس مرضیہ
7. نفس کاملہ
8. نفس صافیہ

اس آیتِ مقدسہ میں جس نفی کا ذکر کیا گیا ہے وہ نفسِ اَمّارہ کی ہے کیونکہ اس کی ھَوٰی مذموم ہوتی ہے۔ چونکہ ھَوٰی کا معنی میلان، رجحان اور رجوع اور رغبت ہے تو نفس جب تک اَمّارہ ہو اُس کا رجحان اور میلان اور رجوع حب

الشھوات اور مذموم خواہشات کی طرف ہو گا۔ گویا لذتِ گناہ اِس کے لئے زیادہ پر کشش ہو گی لیکن جب ھَوٰی کی نسبت تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور خدا کے مقرب بندوں کی طرف ہو تو اُس سے ھوائے مذموم کی نفی ہو جائے گی کیونکہ اَمّارہ ہو گا تو ھوائے مذموم ہو گی اور جب نفسِ مطمئنہ، راضیہ اور مَرضیہ کے رجوع اور میلان و رجحان میں بھی اِشتہاء ہوتی ہے۔ جس طرح نفسِ اَمّارہ کے اندر خواہش کی آگ بھڑکتی ہے اِسی طرح نفسِ مطمئنہ، راضیہ اور مَرضیہ کی حالت میں بھی خواہش کی آگ بھڑک اٹھتی ہے لیکن اَمّارہ کا رجوع مذموم ہوتا ہے جبکہ نفسِ مطمئنہ کا رجوع قرآن اِن اَلفاظ میں بیان کرتا ہے :

oارْجِعِی إِلَی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً oیَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

(الفجر، 89 : 27 - 28)

تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو o! اے اطمینان پا جانے والے نفس اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری oمطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب

یہ نہیں کہ نفس مطمئنہ کا رجوع اور میلان نہیں، نفس مطمئنہ کا بھی رجوع اور میلان ہے مگر رجوع مذموم کی بجائے یہ رجوع اور میلان اپنے رب کی طرف ہوتا

ہے۔ بالفاظ دیگر جب نفس نفس مطمئنہ کے درجے تک چلا جاتا ہے تو اس کا میلان خالقِ کائنات کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس کا منفی پہلو ختم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جب نفس کا رجحان یا میلان اپنے رب کی طرف ہو گا تو مثبت ھوی ہے منفی ھوی نہیں۔ اب اس آیت مقدسہ کا مفہوم کچھ یوں ہو گا قسم ہے محبوب تیرے پاک دل کی اس حالت کی جب اس میں میرے عشق و محبت اور میری ملاقات کی خواہش اور آرزو مندی کی آگ بھڑک اٹھی، جب اِس کے اندر لقائے الٰہی اور دیدارِ الٰہی اور وصال الٰہی کے شوق کی اور عشقِ الٰہی کی آگ مشتعل ہو گئی۔

: اس کی تائید بھی قرآن کریم فراہم کرتا ہے

O وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

(الضحیٰ، 93 : 7)

اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔

یا:- اور اس نے آپ کو بھٹکی ہوئی قوم کے درمیان (رہنمائی فرمانے والا) پایا تو اس (نے (انہیں آپ کے ذریعے) ہدایت دے دی

جب عشق کی آگ من میں بھڑک اٹھتی ہے، نفس کا رجحان و میلان اپنے رب کی طرف ہو جاتا ہے تو وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ فضائے اعتکاف اس کی روح پر بھی محیط ہو جاتی ہے۔ غاروں میں چالیس چالیس دن تک بن کھائے پیئے مراقبے ہونے لگے، دنیا کی رونقوں سے دل اچاٹ ہوا اور غار حرا کی خلوتوں میں جلوتوں کے چراغ جلنے لگے، غارِ حرا کے سناٹے ذکرِ الٰہی سے گونج اٹھے، تاریکیوں میں عشق کی

چاندنی بکھرتی چلی گئی، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ جوں جوں بعثت کا وقت قریب آتا گیا توں توں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت پسند ہوتے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہفتے یا دو ہفتوں کا کھانا لے کر گھر سے دور پہاڑوں میں چلے جاتے اور مہینہ مہینہ چالیس چالیس دن وہاں قیام فرماتے اور گھر تشریف نہ لاتے۔ آپ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ میں پریشان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب غار حرا میں آپ کے پاس پہنچتی تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی کہ جو کھانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے لائے تھے وہ اسی طرح ایک طرف پڑا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراقبے کی حالت میں تشریف فرما ہیں۔

فرمایا رب کائنات نے کہ اے محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم نے دیکھا کہ تیرے قلب اطہر کے اندر ہمارے عشق و وصال کی آگ اتنی بھڑک اٹھی ہے کہ تجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا حتی کہ تو اپنے آپ کو بھی بھول گیا تو ہم نے تجھے اپنے حسن مطلق کے بے نقاب جلوے کرائے۔ پھر فرمایا اذا ھوی قسم ہے محبوب تیرے دل کی اس حالت کی کہ جب اس میں میری ملاقات اور دیدار کی خواہش و آرزو مندی کی تڑپ شعلہ جوالہ بن گئی۔ جب ہم نے تمہارے دل کی اس حالت کو دیکھا تو تجھ پر انعامات و اکرامات کی بارشیں کر دیں اور تجھے سفر معراج کی

عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار کیا۔

آگ اتنی بھڑک اٹھی کہ حالت ضال کو جا پہنچی۔ سب کچھ بھول گیا۔ غاروں میں چالیس چالیس دن تک بن کھائے پیئے مراقبے ہونے لگے، دنیا کی رونقوں سے دل اچاٹ ہو گیا اور تحنث کی حالت کو جا پہنچے۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ فرماتی ہیں کہ جوں جوں بعثت کا وقت قریب آتا گیا توں توں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت پسند ہوتے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ، دو ہفتے کا کھانا وغیرہ لے کر گھر سے دور پہاڑوں میں چلے جاتے اور مہینہ مہینہ، چالس چالیس دن واپس نہ آتے۔ میں پریشان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈنے نکل پڑتی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب غار حرام میں آپ کے پاس پہنچتی تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی کہ جو کھانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے وہ اسی طرح ایک طرف پڑا ہے اور مراقبے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

oوَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى

(الضحیٰ، 93 : 7)

اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔

یا:- اور اس نے آپ کو بھٹکی ہوئی قوم کے درمیان (رہنمائی فرمانے)

o (والا) پایا تو اس نے (انہیں آپ کے ذریعے) ہدایت دے دی

اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم نے دیکھا کہ تیرے قلب مبارک کے اندر عشق و وصال کی آگ اتنی بھڑک اٹھی ہے کہ کچھ بھی یاد نہیں رہا حتی کہ اپنا آپ بھی بھول گیا تو فھلٰی ہم نے تجھے اپنے حسن مطلق کے بے نقاب جلوے کرائے۔

دوسری طرف فرمایا۔

اِذَا ھَوٰی قسم ہے محبوب! تیرے دل کی اس حالت کی کہ جب اس میں میری ملاقات اور دیدار کی خواہش و آرزو مندی کی تڑپ شعلہ جوالہ بن گئی۔ جب ہم نے آپ کے دل کی اس حالت کو دیکھا تو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی نوازشیں کیں۔

اِنتہائے قربِ الٰہی کی ایمان اَفروز تفسیر

شفق رنگ لمحوں کو تخلیقی سطح پر گرفت میں لیا جائے تو عجب سی طمانیت کا احساس ہوتا ہے۔ مشاہدہ قدرت میں قدم قدم پر یہی احساس کارفرما نظر آتا ہے مثلاً

جب آفتاب جہاں تاب مطلع آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے۔

جب سوا نیزہ پر بلند ہوتا ہے تو اس کے روپ کو اشراق کا نام دیتے ہیں۔ کچھ اور بلند ہوتا ہے تو اس حالت کو چاشت کہا جاتا ہے۔ طلوع کے یہ

مختلف روپ اور انداز مہر عالم تاب کی ضو فشانیوں کے مختلف مظاہر ہیں۔ جس طرح آفتاب دنیا کا طلوع تین مختلف مطالع پر جلوہ سامانیوں کے نئے انداز کے ساتھ سامنے آتا ہے اسی طرح آفتاب رسالت کی ضیا پاشیاں بھی تین مختلف مطالع پر جلوہ گر ہوئیں۔

اَنوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ہر شئے پر محیط ہیں۔ یہی انوار فرد کے باطن اور ظاہر کا منظر نامہ بھی دھنک کے سات رنگوں سے تحریر کرتے ہیں۔ یہی انوار فضائے بسیط میں پرفشاں نظر آتے ہیں۔ دلہنیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نور کا باڑا بٹتا ہے۔ فاران کی چوٹیوں پر چمکنے والے آفتاب رسالت کی ضیا پاشیاں کائنات کے ہر افق کو منور وتاباں رکھتی ہیں کیونکہ انوار محمدی اور رحمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی پیمانے میں محدود نہیں کیا گیا بلکہ خلا کی بے انتہا وسعتوں میں دامانِ رحمت کی اِسی اُترن کا فیضان دکھائی دیتا ہے۔

کفر و شرک کے گھپ اندھیروں میں آفتاب رسالت کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو ردائے شب کے چاک ہونے کا منظر دیدنی تھا۔ کرہئ ارضی پر بسنے والی اولادِ آدم کو گناہ اور گمراہی کی طویل شب کے خاتمے کا یقین ہی نہیں آتا تھا لیکن روشنی ان کے دروازوں پر دستک دے رہی تھی۔

جاری ہے۔۔

صوفیاء کی تعبیرِ معراج

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

صوفیاء کے نزدیک تاجدار کائنات حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج کے لئے اس کرہئ ارضی کی پستی سے عالم بالا کی طرف جانا اتنا بڑا معجزہ نہیں جتنا کہ مقامات علو سے دامن کش ہو کر جہان آب و گل کی پستی کی طرف لوٹ آنا ہے۔ اسی سبب سے والنجم کہہ کر ربّ کائنات قسم کھا رہا ہے اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اس کی حریم ذات کے قرب وصال کی رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد نوع انسانی کی بھلائی، اولاد آدم کی بہبود اور انسانی ہدایت کی خاطر واپس زمین پر تشریف لے آئے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر صوفیاء کے دو مراتب کا ذکر کیا ہے۔

1. مرتبۂ عروج
2. مرتبۂ نزول

1۔ مرتبۂ عروج

عروج وہ مرتبہ ہے جس میں روح اپنے اصل وطن کی طرف لوٹ جاتی ہے اور لذت وصال سے ہمکنار ہو کر ہجر و فراق کے مرتبہ کی طرف لوٹ آتی ہے۔ عرفاء کے نزدیک

عروج کا درجہ نزول کے درجے سے کم ہے اس لئے کہ عروج تکمیل کا سفر ہے جبکہ نزول اپنے تکمیل کے بعد دوسروں کی تکمیل کا متقاضی ہے اور یہ مرحلہ پہلے مرحلے کی نسبت آزمائش طلب، پر کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے۔ شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال تھا کہ وہ اس رفعتِ اَوْاَدْنٰی سے واپس لوٹ آئے۔ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے وہاں جانا نصیب ہوتا تو واپس آنے کا کبھی نام نہ لیتا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک تو مجھ میں اتنی روحانی توانائی نہ ہوتی کہ میں اپنی جسمانی اکائی کو برقرار رکھ سکتا۔ دوسرے اپنی ذات میں اس قدر مگن ہو جاتا اور خود غرضی مجھ پر اس قدر غالب آ جاتی کہ میں عالم انسانیت کو بھول کر صرف اپنا ہی ہو کر رہ جاتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت یہ ہے کہ وہ اتنی بلندیوں پر پہنچنے کے بعد لوٹ آئے۔ شعور بندگی اور احساس بندگی ہر قدم پر دامن گیر رہا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمتوں کی خلعت فاخرہ عطا ہونے کے بعد بھی اپنی ذات میں گم نہیں ہوئے بلکہ انہیں ہر لمحہ ہم گنہگاروں کی ہدایت اور اصلاح کا خیال رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی روحانی قوتوں کے مالک تھے کہ انوار و تجلیات کی مسلسل بارش میں اپنی ذات کی اکائی کو سلامت رکھنے میں کامیاب و کامران رہے اور واپس زمین کی طرف بھی لوٹ آئے کہ اس کرہئ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو اصنام پرستی کے تاریک غاروں سے نکال کر توحید پرستی کے حلقہئ انوار میں داخل کرنا تھا۔ یہ وہی زمین تھی

جہاں پتھروں کی بارش میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرچم توحید اٹھائے رکھا۔ جہاں قدم قدم پر آپ کے خون کے پیاسے آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ شان رسالت یہی تھی کہ اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس کی تائید و نصرت پر کامل یقین رکھتے ہوئے دلوں کے قفل توڑے جائیں اور ان کے سینوں کو توحید کے نور سے منور کیا جائے۔

پیکرِ جود و کرم کا احسان

اگر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں یہ عرض گزارتے کہ باری تعالیٰ میں نے منزل مقصود کو پا لیا۔ اس سے آگے کی منزل کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب دنیا میں جا کر مجھے کیا لینا، بس تیرے انہی جلووں میں گم ہو جانا چاہتا ہوں، مولا! واپسی کا کوئی ارادہ نہیں، تو کیا وہ مہربان خدا جس نے اپنے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار کیا ہے، اپنے قرب کے اعزاز لازوال سے نوازا تھا، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو رد کر سکتا تھا؟ ہرگز ہرگز نہیں، لیکن آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم غلاموں کو دشت بے اماں میں بھٹکنے کے لئے تنہا نہیں چھوڑا اور واپس ہمارے درمیان تشریف لے آئے۔ جہاں ہم نے نفرت کی دیواریں کھینچ رکھی تھیں۔ کفر و شرک کے حصار میں مقید اولاد آدم خدا پرستی کی ہر ادا کو بھول چکی تھی، جہاں زندگی شرمندگی

کا روپ اختیار کر کے ضمیر مردہ کا کفن اوڑھ چکی تھی۔

اقلیم تصوف میں روحانیت اور طریقت میں معراج عروج پر ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں مقصود اپنی ذات کا کمال ہوتا ہے مگر یہاں تو امت کو باکمال کرنا مقصود تھا لہٰذا باری تعالیٰ کے پیار بھرے سوال کا جواب انتہائی عاجزی سے عرض کیا کہ باری تعالیٰ واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس طرح معراج مصطفوی کا سفر عروج کی بجائے نزول پر ختم ہوا کیونکہ اگر نزول نہ ہوتا تو امت بے وسیلہ ہو جاتی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض نہ پا سکتی لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری بہتری اور بھلائی مقصود تھی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت اجابت (امت مسلمہ) پر ہی نہیں پوری امت (بشمول امت دعوت) پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے عالم انسانیت کو ایک ایسی محرومی سے بچا لیا جس کی تلافی حشر تک ممکن نہ ہوئی۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا تیسرا معنی۔۔۔ پورے سفر معراج کی قسم

سطور بالا میں ہم نے آیت مقدسہ کے دو معانی تفصیلاً بیان کئے ہیں۔ اس آیت مقدسہ کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ ربّ کائنات نے پورے سفر معراج کی قسم کھائی ہے۔ عربی زبان و لغت کے قواعد کے مطابق کسی چیز کے اوپر جا کر نیچے آنے کے پورے عمل کو بھی ھوی کہتے ہیں۔ اس معنی کی رو سے اللہ ربّ العزت اپنے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے سفر معراج کی قسم کھا رہا ہے۔ اب اس آیت مقدسہ کا مفہوم یوں ہو گا کہ قسم ہے ستارے کی طرح چمکتے ہوئے وجود مبارک کی جو شب معراج اوپر گیا اور اپنی منزل مقصود پا کر پھر واپس آ گیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں کی سیر اور عظمتوں سے ہمکنار ہونے کے بعد دوبارہ عالم انسانیت میں نزول فرمایا۔

قرآنی قسموں کی حکمتیں

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی مقامات پر قسم کھائی ہے۔ قسم کسی خاص واقعہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور ذہن انسانی میں اس کا نقش بٹھانے کے لئے اٹھائی جاتی ہے۔ اللہ ربّ العزت کے اپنے پیارے رسول کی قسم کھانے میں کئی حکمتیں، احوال اور رمزیں ہیں، کئی اسرار و رموز ہیں جن پر سے پردہ اٹھانا مقصود ہے۔ یہاں ہم بیشمار حکمتوں میں سے ایک پہلوئے محبت کو لے رہے ہیں، وہ یہ کہ اس آسمانی سفر پر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نہیں گئے بلکہ اللہ ربّ العزت کی طرف سے جبرئیل امین بلاوا لے کر آئے تھے کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج میں چاہتا ہوں کہ مقام قاب قوسین میں اپنے حسن مطلق کی جلوہ گاہ میں بٹھا کر تجھے دیکھوں اور تو میرے محبوب! جی بھر کر میرے حسن مطلق کے نظارے کرے۔ محبوب میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ آج قاب قوسین پر میرے سوا تجھے تکنے والا کوئی نہ ہو اور تیری نگاہوں کے سوا

میرے حسن مطلق کے جلوے کرنے والا کوئی دوسرا نہ ہو، تو تو ہو اور میں میں ہوں اور تیسرا کوئی نہ ہو۔ چونکہ خدائے لم یزل کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام قاب قوسین پر لے جایا جا رہا تھا اس لئے فرمایا: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى۔

دستور محبت بھی ہے اور ضابطۂ وفا بھی کہ جو لوگ عشق و محبت کی لذتوں، حلاوتوں اور سرشاریوں سے آشنا ہوتے ہیں، وہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ اگر کسی سے محبت ہو اور محبوب ملنے کے لئے آ رہا ہو تو اس کا ملنے کے لئے آنا بھی اتنی بھلی، پسندیدہ اور دل کو موہ لینے والی ادا ہوتی ہے کہ محب دیکھ کر لطف اندوز ہوتا رہتا ہے اور اس کے جسم کا بال بال ٹھنڈک محسوس کرتا ہے اور زبان حال سے یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ قربان جاؤں کہ کتنی پیاری ادا کے ساتھ تو میری طرف آ رہا ہے اور حرف تحسین بے ساختہ اس کے لبوں پر مچل اٹھتے ہیں۔ محب اپنے محبوب کی ہر ادا پر مچل اٹھتا ہے، نثار ہو ہو جاتا ہے، اس کا انگ انگ ان لمحات مسرت میں سراپا دید بن جاتا ہے اور جب محبوب واپس ہونے لگتا ہے تو اشتیاق سے اسے دیکھتا ہے۔ دیکھو میرا محبوب جب آیا تو اس کی چال میں کتنا وقار تھا، اب جا رہا ہے تو اس کی چال میں کتنی تمکنت ہے۔ یہ تو ہمارے پیمانہ ہائے محبت ہیں۔ بلا تمثیل وتشبیہ اللہ رب العزت بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور واپسی کی قسمیں کھا رہا

ہے۔ قسم ہے تیری اے چمکتے ہوئے ستارے ! إِذَا هَوَى، جب تو میرے بلاوے پر میرے حسن مطلق کی جلوہ گاہ میں آیا۔ تیرا آنا کتنا بھلا لگ رہا تھا اور اے میرے دمکتے ستارے ! تیری قسم جب تو قاب قوسین پر ان عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہو کر میری ذات و صفات کے انوار و تجلیات کو اپنے دامن میں سمو کر واپس جا رہا ہے۔ تیرے واپس جانے کی شان، ڈھنگ، انداز اتنا دلکش تھا کہ تیرے لوٹ کر جانے پر بھی پیار آ رہا تھا۔ تیرا آنا اور جانا دونوں لاجواب تھے۔

قسم اس سرزمین کی جس نے تیرے قدموں کو بوسہ دیا

جب انسان قسم اٹھاتا ہے تو اس کی یہ قسم عشق کی حلاوتوں اور شیرینیوں پر دلالت کرتی ہے اور جب اللہ ربّ العزت قسم اٹھاتا ہے اور وہ بھی اپنے محبوب بندے اور رسول کی تو اس کی اہمیت کا اندازہ لگانا بھی بندوں کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اگر راز محبت درمیان میں نہ ہو تو خدا کو کیا پڑی ہے کہ وہ اپنے بندے کی جو اس کی تخلیق ہے کے آنے جانے کی قسم کھائے۔ یہ وہی محبت اور شفقت کے راز ہائے سربستہ ہیں جن کا قرآن میں ذکر مذکور ہے کہ اے محبوب ! مجھے قسم ہے اور شہر دلنواز کی جس کی گلیوں میں تو چلتا پھرتا ہے۔

O وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ O لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ

(البلد، 90 : 1 - 2)

اے حبیبِ مکرّم!) اس لئے کہ آپ اس شہر) o میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں o میں تشریف فرما ہیں

فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب میں شہر مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ یہ تیرا شہر ہے ورنہ مجھے کیا پڑی کہ میں کسی شہر کی قسم کھاتا پھروں۔ میں تو ساری زمین کا مالک و مختار ہوں۔ میں تو زمینوں، آسمانوں، سورج، چاند، ستاروں سب کا خالق ہوں، میں کہیں ارضی کے کسی خاص ٹکڑے کی قسم کیوں کھاؤں۔ میں کسی چاند یا ستارے کی قسم کیوں کھاؤں، یہ تو سب میری مخلوقات ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ میری حمد بیان کرتا ہے، میری ذات کے گرد مصروف طواف رہتا ہے۔ اگر سرزمین مکہ میں کعبہ ہے تو کیا ہوا، یہ تمہارے لئے باعث برکت ہو سکتا ہے، میرے لئے تو یہ محض مخلوقات میں سے ایک ہے۔ اگر شہر مکہ میں صفا اور مروہ ہے تو بھی کیا ہوا! حضرت حاجرہ علیھا السلام کے نقوش پا ہی کو چومنے سے ان کو یہ عظمت ملی۔ یہ تمہارے لئے مقدس پہاڑیاں ہو سکتی ہیں لیکن میرے لئے ان کی حیثیت ریت کے ٹیلوں سے زیادہ نہیں۔ اگر شہر مکہ میں چاہ زم زم ہے تو یہ بھی میرے لئے ایک کنواں ہی ہے جو تمہارے لئے باعث فضیلت ہو سکتا ہے۔ میری ذات تو ان چیزوں سے ماوراء ہے۔ حطیم اور غلاف کعبہ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہیں لیکن میری ذات تو کسی چیز کی محتاج نہیں۔ مگر میں پھر بھی اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں، اس کی وجہ کعبہ ہے نہ مطاف و زمزم، یہاں ہزاروں

انبیاء کے مزارات ہیں لیکن یہ بھی میری قسم کا سبب نہیں بن سکتے۔ آ محبوب ! تجھے بتاؤں کہ میں شہر مکہ کی قسم کیوں کھاتا ہوں۔ محبوب ! اس لئے کہ یہ تیرا شہر ہے۔ اس سرزمین نے تیرے قدموں کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ یہ ریگ رواں تیرے تلوؤں کا دھوون پینے کی سعادت سے سرفراز ہوئی ہے۔ اس شہر کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ محبوب تو ان گلیوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ مجھے یہ گلیاں پیاری لگتی ہیں کہ یہ تیری پذیرائی کے لئے چشم براہ رہتی ہیں۔ محبوب ! تو چلتا ہے تو یہ تیری راہ میں عقیدت کا آنچل بچھا دیتی ہیں۔ اس شہر میں محبوب تیرا گھر ہے۔ یہ تیرے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ اسی شہر مکہ میں صبح میلاد ثویبہ نے تیری آمد کا مژدہ سنا کر رہائی پائی تھی کہ آج ساری انسانیت کا نجات دہندہ پیدا ہوا ہے۔ ان ہواؤں نے طشت تمنا میں تیری سانسوں کے گلاب سجائے ہیں۔ ان فضاؤں نے تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے۔ اسی شہر کے در و دیوار نے تیرے جلوؤں کی تابانی کو اپنا جھومر بنایا ہے۔ اس شہر میں تیرا بچپن گزرا، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا گزرا۔ محبوب ! ان فضاؤں میں تیری سانسوں کی خوشبو رچی بسی ہے۔ تیرے لب شیریں کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ یہ فضائیں محبوب ! تیرے پسینے کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہیں۔ ان ہواؤں نے تیرے دامن کو آنکھوں سے لگایا ہے۔ اے شہر مکہ ! تو مجھے محبوب ہے اس لئے کہ تو میرے محبوب کا شہر دلنواز ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کا چوتھا معنی : سفر معراج کی سرعت رفتاری

ھویٰ تیزی اور سرعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، سفر معراج انتہائی تیز رفتار سفر تھا۔ براق برق کی جمع ہے۔ سورج کی روشنی تقریباً 9 منٹ میں زمین پر پہنچتی ہے، روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے، یہ سفر براق اور رفرف پر طے ہوئے۔ ہزاروں لاکھوں روشنیوں کو اگر جمع کر لیا جائے تو براق اور رفرف کی رفتار اس سے بھی تیز ہو گی یعنی سفرِ معراج وہ سفر تھا جو پلک جھپکنے میں نہایت تیزی اور نہایت سُبک رفتاری سے طے ہو گیا۔ اگر ھویٰ سے مراد سُرعت اور تیزی لیا جائے تو آیتِ مقدسہ کا ترجمہ کچھ یوں ہوتا ہے کہ قسم ہے اِس ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو زمین سے اور مکاں کی ساری وسعتیں اور منزلیں طے کر کے اِتنی تیزی اور تیز رفتاری سے زمین کی طرف واپس پلٹا کہ وہ سفر جو کروڑوں سالوں میں بھی طے نہیں ہوتا آنِ واحد میں اِس طرح مکمل ہوا کہ جب وہ (حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس آیا تو اُس کے دروازے کی کنڈی اُسی طرح ہل رہی تھی اور غسل و وضو کا پانی اُسی طرح بہہ رہا تھا۔ والنجم قسم ہے چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذا ھویٰ تیری تیز رفتاری کی کہ تو حطیمِ کعبہ سے اٹھا، پہلے تو نے غسل کیا، وضو کیا، تیرا سینہ مبارک شق ہوا پھر میرے محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو براق پر سوار ہوا، فرشتے تیرے ہمرکاب تھے پھر تیری سواری بیت المقدس پہنچی، تو نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبرِ انور میں نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا۔ پھر بابِ محمد صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام پر جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے براق کو باندھنے کی جگہ کی نشاندہی کی، محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو براق سے نیچے اترا، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء صف باندھے تیرے منتظر تھے، تو آیا تو نماز میں انبیاء کی امامت کی کہ تو امام الانبیاء ہے، سردارِ مرسلین ہے۔

بیت المقدس کی زیارت کرنے اور انبیاء کی امامت کرنے کے بعد تیرا آسمانوں کا سفر شروع ہوا، تیرے آنے پر محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے آسمان کا دروازہ کھولا گیا۔ انبیاء اور ملائکہ نے نہ صرف خوش آمدید کہا بلکہ تیرے دیدار سے بھی مشرف ہوئے۔ محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تیرا نزول دوسرے آسمان پر ہوا، وہاں بھی انبیاء اور ملائکہ دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے، تیسرے اور چوتھے حتیٰ کہ تو ساتویں آسمان پر پہنچا پھر تو محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرشِ معلیٰ کی سیر کرتا رہا، آسمانوں نے تیری قدم بوسی کا اعزاز حاصل کیا، ملائکہ تیری راہوں میں آنکھیں بچھا رہے تھے، تمام قدسیوں نے میری بارگاہ میں التجا کرکے تیرا بے حجاب دیدار کیا، جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گیا کہ ایک قدم بھی بڑھتا تو جل جاتا، اب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے اکیلے ہی آنا تھا جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں، محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہاں بھی تجلیات میں نہا گیا، پھر رفرف

کو تجھے اپنا شہسوار بنانے کی سعادت نصیب ہوئی، پھر آگے بہت آگے سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے تو لامکاں کی حدود میں داخل ہو گیا۔

قف یا محمد ان ربک یصلی

(الیواقیت والجواہر، 2 : 35)

حبیب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جا تیرا رب تیرے قریب آ رہا ہے۔

محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تیرے استقبال میں درود پڑھتا رہا، پھر تو آگے بڑھا، میں اِستقبال میں اپنے شایان شان آگے بڑھا، پھر میں نے تجھے اپنے دامنِ قرب میں لے لیا، محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر میں نے تجھے اپنی لذتِ وصال سے ہمکنار کیا، پھر تجھ پر وحی اتاری، محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آسمانوں پر آیا تو میں نے تجھ سے دریافت کیا کہ محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ تو نے کہا کہ باری تعالیٰ اپنی بندگی اور امت کے گناہوں کا تحفہ لایا ہوں، محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے اِس جواب پر میں نے تجھ پر سلامتی بھیجی، میں نے تجھے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا، پھر راز و نیاز کی باتوں کے بعد تو واپس لوٹا، چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملا، موسیٰ نے کہا یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، واپس جایئے، آپ کی امت اِتنی نمازیں ادا نہ کرے گی

محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لوٹ کر میرے پاس آیا، میں چاہتا تو تو پینتالیس نمازیں بیک وقت معاف کر کے پانچ نمازوں کا تحفہ دے کر تجھے بھیج دیتا اور چاہتا تو شروع ہی میں تجھے دیتا ہی پانچ نمازوں کا تحفہ لیکن بار بار تجھے بھیجتا رہا، موسیٰ سے مل کر تو واپس آتا رہا، محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکمت یہ تھی کہ نمازیں بخشوانے کے لئے تو بار بار آتا رہے اور محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تجھے تکتا رہوں۔

اِس طرح بار بار تیرا آنا جانا رہا، پھر تو آسمانوں کی سیر، جنت اور دوزخ کا نظارہ کرتا ہوا سدرۃ المنتہیٰ کو پیچھے چھوڑتا ہوا آسمان کی بلندیوں سے نیچے کرہئ ارض پر آیا، پھر بیت المقدس کی سمت سے تو مکہ مکرمہ پہنچا تو محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے میں تو نے اونٹوں کے قافلے دیکھے اور جب تجھے پیاس محسوس ہوئی تو تو نے پیالے سے پانی پیا۔

میرے محبوب ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا طویل سفر طے کیا، اِتنی طویل سیر کی، اِتنی طویل گفتگو کی لیکن قسم ہے تیرے سفر کی تیزی کہ کے جب تو واپس آیا تو تیرے وضو کا پانی بھی بہہ رہا تھا، تیرے دروازے کی کنڈی بھی ہل رہی تھی اور تیرا بستر بھی گرم تھا۔ عظمتوں اور رفعتوں کے اِس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَن گنت عجائبات بھی دکھائے گئے، اللہ کے فضل و کرم کی گھٹائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب رہیں، کارخانہ

قدرت میں کارکنان قضا و قدر نے وقت کی طنابیں کھینچ لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرعت رفتار کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی جست میں تمام مسافتیں طے ہو گئیں، فاصلے سمٹ گئے اور وقت اُسی نقطے پر ٹھہر گیا جہاں صاحبِ معراج اِسے چھوڑ کر گئے تھے، ایک ہی لمحہ خدا جانے کتنے کروڑ سالوں پر محیط ہوگیا، کائنات پر ایک پل بھی نہ گزار کہ سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب زمانی و مکانی مسافتیں طے کرکے واپس بھی لوٹ آئے، یہ بے نظیر و بے عدیل سفر باوجود اپنی پہنائیوں اور بے کرانیوں کے رات کے ایک پل میں اِس طرح تمام ہوگیا کہ جانے اور واپس آنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہوئی۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

عشق کی ایک جَست نے طے کر دیا قصہ تمام
اِس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

خالق کائنات نے نبض ہستی کو روک دیا اور کارخانہ، عالم کی حرکت پذیری کو موقوف رکھا اس وقت تک جب تک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا یہ سفر تمام نہ ہوا۔

معجزۂ معراج میں رفتارِ نبوی کا بیان

وقت کی رفتار روک دی گئی، کارخانہ عالم کی ہر شے ساکت کر دی گئی کہ آج میرا محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں کی سیر کو آ رہا ہے۔ سفر معراج تیز رفتاری میں اپنی مثال آپ ہے کہ ایک قلیل عرصے میں اپنے اختتام سے بھی ہمکنار ہو گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کو عالم ملکوت کی آخری سرحد کہا جاتا ہے، ملائکہ کے لئے اس کو عبور کرنا ممکن نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براق پر سفر طے کیا، یہ تیز رفتاری براق کا کمال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کے ذاتی کمالات کا اظہار تو سدرۃ المنتہیٰ کی حد کو عبور کر جانے کے بعد ہوا جب براق کی برق پائی اور جولانیء رفتار جواب دے گئی۔ سدرۃ المنتہیٰ سے ماورا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کی عظمت رفتار سے عالم امر کی مخلوق یعنی براق کی تیز رفتاری کو دور کی نسبت بھی نہیں۔ براق کی رفتار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ اِسی طرح براق کے مقابلے میں انبیاء کرام کے روحانی تصرفات و کمالات کہیں بڑھ کر ہیں اور سرتاج انبیاء علیہ السلام کے کمالات جملہ انبیاء کرام سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ بیت المقدس کے سفر میں اثنائے راہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر حضرت موسیٰ کی قبر مبارک کے پاس سے ہوا۔ ارشاد گرامی ہے۔

وہو قائم یصلی فی قبرہ.

اور وہ (موسیٰ) اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

1. الصحیح لمسلم، 2 : 268، کتاب الفضائل، رقم : 165

2. سنن النسائی، 3 : 216، رقم : 1633. 1637

3. مسند احمد بن حنبل، 5 : 59

4. شرح السنہ، 13 : 351، رقم : 3760

5. صحیح ابن حبان، 1 : 242، رقم : 50

6. مصنف ابن ابی شیبۃ، 14 : 308، رقم : 18324

عربی لغت کے مطابق یصلی کا لفظ درود وسلام کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

عظمتِ رفتارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر یہاں یصلی کے یہ معانی لئے جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گذرگاہ میں سراپا انتظار بنے تھے، جونہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے انہوں نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا، جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ پہنچے تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشوائی کے لئے موجود تھے، جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت کے لئے مصلے پر

کھڑے ہوئے، آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء نے صفیں درست کیں اور سیاج لامکاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِقتدا میں نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ہم بیان کر رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سردارِ کائنات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ عالمِ بالا میں آیاتِ اِلٰہیہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورودِ مسعود چھٹے آسمان پر ہوا تو بخاری کی حدیث کے اور اَحادیث کی دیگر معتبر کتب کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشوائی کے لئے بنفس نفیس موجود تھے۔ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختلف مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تشریف لے آنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفتار اور روحانی تصرفات آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار اور روحانی تصرفات سے زیادہ تھے، مثلاً سفر معراج کے پہلے مرحلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیتِ المقدس تشریف لے گئے تو باقی تمام انبیاء کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے اور اُن کی اِقتدا میں نماز ادا کرنے والوں میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ معراج براق کے ذریعہ طے پا رہا تھا۔ ایک نبی کی طاقت کا براق کی طاقت سے زیادہ ہونا اک مسلّمہ امر ہے لیکن چونکہ افضلیت کے اِعتبار سے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے اَفضل ہیں اِس لئے عظمتِ رفتارِ مصطفوی تک پہنچنا کسی دوسرے نبی یا رسول کے لئے ممکن نہیں۔ یہاں اِس اَمر کی طرف اِشارہ کرنا ضروری ہے کہ جب سدرۃ المنتہیٰ پر جبرئیل علیہ السلام نے بھی آگے بڑھنے سے معذوری کا اِظہار کر دیا اور براق کی تیز رفتاری بھی ختم ہو گئی اور اُس کے بعد براق کے لئے ایک قدم اٹھانا بھی ممکن نہ رہا تو لامکاں کی بے کراں وسعتوں میں آگے کا سفر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے روحانی کمالات کا مرہون منت تھا جن کا اندازہ اور تصور بھی ذہنِ انسانی کے لئے ممکن نہیں۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

)آفتابِ رسالت کا تین مطالع پر طلوع (معراج

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

پہلا طلوع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ اولین مطلع عالم بشریت پر ہوا تو چہرہ بشریت اس کی ضو سے تابناک ہو گیا۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور شبستان ہستی کا گوشہ گوشہ انوار و تجلیات سے چمک گیا۔ بیت المقدس میں دیباچہ وخلاصہ کائنات جناب سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی ہوئے اور عالم بشریت کے مطلع پر وہ سحر طلوع ہوئی جس نے صدیوں کی تاریک رات کو سرمدی اجالوں میں بدل دیا۔ ظلمت شب اپنا رخت سفر باندھ کر رخصت ہوئی۔

دوسرا طلوع

سفرِ معراج نے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت اور نورانیت کو نئے مفاہیم عطا کئے بلکہ سرِ عرش مہمان عرش کی پذیرائی اور پیشوائی نے ان گنت اشکالات کو رفع کر کے حقائقِ مصطفوی پر سے پردہ اٹھایا اور عقلِ ناقص کے پاس اپنے عجز کی چادر کو سمیٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

دوسرا طلوع جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا ظہور ہوا وہ عالمِ ملکوت و نورانیت تھا۔ جہاں تمام قدسیانِ فلک اور ملائکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر چشم براہ تھے تاکہ جلوہ دیدار مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ بھی فیض یاب ہو سکیں۔ نہ جانے وہ کب سے اس ساعت سعید کے منتظرِ بارگاہِ صمدیت میں عرض پرداز تھے کہ اے باری تعالیٰ! ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے بہرہ ور فرما۔ احادیث میں ہے کہ بیک وقت ستر ہزار فرشتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری کی سعادت صرف ایک بار نصیب ہوتی ہے اور دوسری بار یہ موقعہ تا قیام قیامت میسر نہیں آتا۔

بارگاہِ صمدیت میں فرشتوں کی عرضداشت قبول ہوئی اور معراج کی ساعت مسعود آئی۔ انہیں سدرۃ المنتہیٰ پر اکٹھے ہونے کا حکم دیا گیا تاکہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گزریں اور یہاں کچھ دیر توقف فرمائیں تو وہ ان کے حسن و جمال کے دیدار سے فیض یاب ہو جائیں۔ حور و غلمان کے پرے کے پرے رہگزرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی پلکوں کا ریشم بچھا رہے تھے۔ ملائکہ، ہجوم در ہجوم نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتظر تھے۔ آج سدرۃ المنتہیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ انوارِ

رحمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشوائی کے لئے پُرفشاں تھے۔

چنانچہ مشیّتِ ایزدی سے تمام فرشتے جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہونے کے لئے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر سمٹ کر ہمہ تن دید ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو آمد آمد یارے کہ ما مے خواستیم کا غلغلہ بلند ہوا۔ قرآن اس منظر کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

O إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى

(النجم، 53 : 16)

جب نورِ حق کی تجلّیات سِدرَۃ (المنتہٰی) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیں O

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت میں ارشاد فرمایا کہ نخل سدرہ کے ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ بیٹھا ہوا تھا۔ سارے آسمانوں کے فرشتوں کے لئے سدرۃ المنتہیٰ گویا ایک بیٹھک کی طرح تھا جہاں کر و بیانِ افلاک آپ کے جلووں سے مستفیض ہونے کے لئے امڈ آئے تھے۔

جمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام ملکوت فروغ گیر ہوا اور اس کے انوار و تجلیات دوسرے مطلع پر ہر سمت پھیل گئے۔ اس طرح حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے معراج کے اس پہلو سے عالم ملکوت کا ہر فرد مستفیض ہوا اس لئے کہ انوار محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورانی مخلوقات کے سر کا بھی سائبان ہیں۔

تیسرا طلوع

نجم مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیسرے مطلع پر طلوع ہونے کا ہنگام آ پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تن تنہا سدرۃ المنتہیٰ سے آگے عالم لامکاں کی سمت بڑھے اور مقام قاب قوسین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرب و حضور کا جو اعزاز نصیب ہوا اسے قرآن پاک نے

O اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ

(الاسراء، 17 : 1)

بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

کے کلمات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ خالق اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا دوسرا اور کوئی نہ تھا اور عالم یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اس کا کلام اپنے کانوں سے سن رہے تھے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا اور ان کا کلام بھی سن رہا تھا اس لئے حقیقت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

ہماری محدود سوچ انوار رسالت کی پنہائیوں کو حیطہ شعور میں لانے سے قاصر ہے تو تجلیات انوار الٰہیہ کا ادراک ذہن انسان میں کیونکر سما سکتا ہے۔

بے مقصد مباحث

علمی موشگافیوں، فکری مغالطوں اور بے مقصد مباحث سے کبھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔ ابہام اور تشکیک کے گرد و غبار تخلیق کرتے رہنا علمی خیانت کے ذیل میں آتا ہے۔ مستشرقین نے اس علمی خیانت کو تخلیق کے لبادے میں چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن حقائق کا چہرہ مسخ کرنے کی ناپاک کوشش جزوی طور پر بظاہر کامیاب ہو بھی جائے لیکن حقائق کو زیادہ دیر تک وقت کی نظروں سے اوجھل کئے رکھنا شاید کسی کے بس کی بات بھی نہیں کیونکہ رات کتنی بھی گہری اور تاریک کیوں نہ ہو سورج کے آگے دیوار کھینچنے میں ناکام رہتی ہے۔ آج مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی گرد سے آلودہ فضا بھی صاف ہو رہی ہے کیونکہ گرد و غبار کو آخر پیوند زمیں بننا ہی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بارے میں اہل علم نے اپنی اپنی ہمت اور بساط کے مطابق علم کے بحر بے کنار میں غواصی کی اور جس کے ہاتھ جو کچھ آیا وہ مختلف اقوال کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ کسی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامی اور روحانی معراج نصیب ہوا یعنی یہ کیفیت

حالت خواب میں نصیب ہوئی۔ بعض کے نزدیک معراج متعدد بار ہوا۔ عالم بیداری میں ایک مرتبہ اور باقی ہر دفعہ حالت خواب مین، بعض کے خیال میں اسراء جسمانی طور پر اور معراج روحانی طور پر ہوا لیکن جمہور علماء بشمول صحابہ کرام رضی اللہ عنھم، تابعین رضی اللہ عنھم، محدثین رضی اللہ عنھم، فقہاء رضی اللہ عنھم، مفسرین اور متکلمین سب کا اس پر اجماع ہے کہ اسراء اور معراج دونوں جسمانی حالت میں ہوئے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج کے لئے آسمانوں پر اور عالم لامکاں میں تشریف لے گئے۔ یہی قول حق ہے جس پر آج تک جمہور اہل ایمان قائم ہیں۔ یہ مباحث چھیڑ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج نصیب ہوئی تھی یا روحانی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غبار تشکیک کی نذر کرنے کی گھناؤنی سازش تھی جسے اہل علم نے علمی سطح پر بھی مسترد کر دیا۔

معراج مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین حیثیات

سفر معراج کے تین مطالع اور مراحل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین شانوں اور حیثیتوں کا مظہر ہیں۔ یہ مراحل درج ذیل ہیں۔

1. بشریت
2. ملکیت و نورانیت

3. مظہریت و حقیقت

1۔ بشریت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد آدم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہونے والے انبیاء کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ اس عالم بشریت میں آپ نے اپنی حیات مقدسہ گزاری۔ اسی کرہ ارضی پر آپ نے ازدواجی زندگی بھی بسر کی، آپ کی بشریت کا انکار کفر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم آب و گل میں شان بشریت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے تاکہ یہ عالم انس و جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکے۔ بیت اللہ سے بیت المقدس کا سفر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی معراج کا آئینہ دار ہے تاکہ یہ شان اپنے نقطہ کمال کو پہنچ جائے۔ جشن عید میلاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی بشریت کے جمالیاتی اور مجلسی اقرار کا نام ہے۔

2۔ ملکیت و نورانیت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار بھی حد ادب کے منافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو

نور کائنات ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کائنات کی ہر شئے پر محیط ہے۔

مسجد اقصیٰ سے عالم افلاک میں سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ملکیت و نورانیت کو اپنے منتہائے کمال تک پہنچانے کے لئے تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض رسانی سے عالم انوار و ارواح بھی محروم نہ رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور کائنات کی ہر شئے کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لے۔

۔ مظہریت و حقیقت 3

حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کے سوا کوئی نہ جان سکا کیونکہ ہماری عقل ناقص یا تو گمراہیوں کے جال بن سکتی ہے یا اپنے عجز کا اظہار کر سکتی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے ماوراء سفر معراج اس لئے کرایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان محمدیت ذات حق تعالیٰ کی صفات اور حسن و جمال کا مظہر اتم بن جائے اور یہی معراج کا آخری منتہائے کمال ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہاء ہو گئی۔

جاری ہے۔۔۔۔

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے (معراج)

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

مسلمہ امور سے انحراف کرکے اپنی ذات کو نمایاں کرنے کی روش نے جہاں فکری مغالطوں کو جنم دیا ہے وہاں بعض خود ساختہ دانشوروں نے اپنے قاری کے ذہن کو غبار تشکیک میں لپیٹ کر اعتقادی بے راہروی کی بنیاد بھی رکھی ہے۔ برصغیر میں برطانوی استعمار نے ہماری اسی مجلسی کمزوری کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو بھی مباحثوں اور مناظروں کا موضوع بنا کر جس گھناؤنی سازش کا ارتکاب کیا تھا ہم اس کے منحوس اثرات سے آج تک چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے بلکہ یہ غلط روش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناآسودہ امت کو مختلف خانوں میں بانٹ کر ان کی اجتماعی قوت کو مفلوج کرنے کا باعث بنی ہے۔ اَفراط و تفریط کے اِسی موسم ناروا میں فرقہ واریت کا تھوہڑ خوب پنپا ہے۔

آیہ معراج کی تشریح کرتے ہوئے کچھ علماء تفسیر رؤیت کے بارے میں سخت مغالطے کا شکار ہوئے ہیں۔ وہ آیہ کریمہ میں دو کمانوں یا اس سے بھی کم باہمی قرب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام کے درمیان قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ رؤیت باری تعالیٰ کو خارج از امکان قرار دیتے ہوئے اس گمان

میں مبتلا ہیں کہ مقام دنی فتدلی اور قاب قوسین او ادنی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام کا قرب اور اصل صورت میں دیدار نصیب ہوا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ بفرض محال اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو کیا قرب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی عظمت کا آئینہ دار ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا عکاس، جنہیں خالق موجودات نے بطور مہمان خصوصی معراج کے لئے بلوایا تھا، جبرئیل علیہ السلام ان گنت بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور وہ بارگاہ حریم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بغیر اجازت داخل نہ ہوتے تھے۔ اگر معراج میں جبرئیل علیہ السلام کی عظمت کا اظہار مقصود ہوتا تو فی الواقع یہ معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے جبرئیل علیہ السلام کی ہوتی۔

صحیح بخاری میں آیہ کریمہ مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

دنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی

صحیح البخاری، 2 : 1120، کتاب التوحید، رقم : 7079 .1

اللہ رب العزت اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں کے درمیان جتنا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

حدیث مبارکہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ آیہ کریمہ میں وہ ذات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئی اس سے مراد رب العزت ہے جو جبار ہے۔

علماء میں ایک ایسا گروہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باری تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا۔

انکارِ رؤیت کی دو ممکنہ صورتیں

پہلی صورت : پہلی صورت یہ کہ اللہ کا دیدار سرے سے ممکن ہی نہیں اور انسانی آنکھ کو اتنی تاب کہاں کہ وہ اللہ کا دیدار کر سکے۔

دوسری صورت : یہ کہ امکان تو موجود ہے لیکن شب معراج ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

ان دونوں امکانی صورتوں کو جن کی بناپر رؤیت باری تعالیٰ سے انکار کیا جاتا ہے ہم علماء کی طرف سے پیش کردہ ہر صورت کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جائزہ لیں گے۔

لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَار کی تشریح

پہلی صورت میں قرآن حکیم کی جس آیہ مقدسہ کو رؤیت باری تعالیٰ کے عدم امکان کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے وہ درج ذیل ہے۔

لَّا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَہُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ.

(الانعام، 6 : 103)

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔
مذکورہ آیہ مقدسہ کا بالعموم یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ کسی آنکھ کو اتنی قدرت حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرسکے۔ اس آیت سے یہ معنی مراد لینا اسے نہ سمجھنے کے مترادف ہے اس لئے کہ اس میں رؤیت کا نہیں بلکہ ادراک، کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوا کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے اور ادراک دیکھنے کے معنی میں نہیں بلکہ کسی شئے کے احاطہ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ دیکھنا اور بات ہے اور کسی چیز کا احاطہ کرنا دوسری بات ہے۔ مذکورہ آیہ کریمہ میں رب ذوالجلال نے اپنے دیکھے جانے کی نفی نہیں کی بلکہ ارشاد یہ ہوا ہے کہ عالم امکان میں ساری آنکھیں بھی مل کر اس کی ذات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور صرف اسی کی ذات ہر چیز کا احاطہ کرنے پر قادر ہے لہٰذا ادراک سے دیکھنا مراد لے کر آیت کا یہ معنی نکالنا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی آنکھ کے لئے ممکن ہی نہیں، چنداں درست نہیں۔

(مدارج النبوۃ، 1 : 207) (شرح مسلم، 1 : 97)

مثال : اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے ایک مثال یوں دی جا سکتی ہے۔ ایک مقرر جم

غفیر سے خطاب کر رہا ہے۔ مجمع دور تک پھیلا ہوا ہے جسے وہ دیکھ تو سکتا ہے لیکن سب حاضرین جلسہ کا وہ احاطہ نہیں کر سکتا۔ جو لوگ سامنے اس کے قریب ہیں انہیں وہ دیکھتا ہے لیکن جو لوگ پس دیوار ہیں وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ اس سے یہ نکتہ کھلتا ہے کہ کوئی محدود وجود غیر محدود وجود کو دیکھ تو سکتا ہے مگر اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ کسی جزو کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ کل کا احاطہ کر سکے۔ پس ذات خداوندی جو غیر محدود اور کل ہے اس کا احاطہ سب انسانی آنکھیں جو محدود اور جزو ہیں مل کر بھی نہیں کر سکتیں جبکہ وہ ذات ہر شئے کا احاطہ کرنے پر قادر ہے۔ اس ساری گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا دیدار اور مشاہدہ عین ممکن ہے مگر اس کا ادراک ممکن نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف

اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ صحابی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کی قرآن فہمی مشہور خاص و عام تھی اور جنہیں صاحب قرآن نے ترجمان القرآن کے خطاب سے نوازا تھا، انہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنھم سے جو مذکورہ آیت سے نفی رؤیت کی دلیل لاتے تھے اختلاف کیا اور فرمایا کہ اس آیت میں رؤیت کی نہیں بلکہ ذات باری تعالیٰ کے ادراک کی نفی کی گئی ہے۔

دوسری آیت کی تشریح

دوسری آیہ کریمہ نفی رؤیت کے لئے جس کا سہارا لیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

. وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗىِٕ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

(الشوریٰ، 42 : 51)

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) بات کرے مگر ہاں (اس کی تین صورتیں ہیں یا تو) وحی (کے ذریعے) یا پردے کے پیچھے سے یا (اللہ) کسی فرشتے کو بھیج دے۔

علماء نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی بشر کی مجال نہیں کہ وہ بے حجاب اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوسکے اس لئے اس کا دیدار بے حجاب ممکن ہی نہیں۔ اس دلیل کی بنا پر وہ تسلیم نہیں کرتے کہ شب معراج آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذات باری تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کیا۔ اس آیت کو سمجھنے میں ان سے وہی مغالطہ سرزد ہوا جو سابقہ آیت کو سمجھنے میں ہوا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کریمہ میں بے حجاب کلام کی نفی کی گئی ہے نہ کہ بے حجاب مشاہدے کی، جبکہ اس میں دیدار اور مشاہدے کا نہیں بلکہ بے حجاب کلام کا ذکر ہے اور یہ تو نہیں کہا گیا کہ اللہ کو طاقت نہیں کہ وہ اپنا دیدار کسی کو

بے حجاب کرا سکے۔ چونکہ اس آیت میں خدا کی نہیں بلکہ بشر کی طاقت کی نفی کی جا رہی ہے اس لئے اسے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار الٰہی کی نفی کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

سفر معراج رب کائنات کی قدرت کاملہ کا مظہر

ہم نے گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے کہ معجزہ معراج کا انکار اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کا انکار ہے کیونکہ خدائے رحیم و کریم، کائنات کا ہر ذرہ جس کے حکم کا پابند ہے نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرئیل امین کے ذریعہ براق بھیج کر بلوایا اور انہیں آسمانوں کی سیر کرائی کہ محبوب تیری چادرِ رحمت کائنات کی ہر شئے پر محیط ہے۔ قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ پر اِستعجاب کیسا؟

واقعہ معراج کو قرآن نے اول تا آخر خدائے لم یزل کی قدرت کاملہ قرار دیا ہے اسی لئے اس قصے کو سبحان الذی سے شروع کیا تاکہ ذہن میں کسی قسم کا خلجان باقی نہ رہے کہ اس واقعہ کی ذمہ داری اس عظیم و برتر ذات پر ہے جو ہر قسم کی کمزوری، نقص اور عیب سے پاک ہے اور بلاشرکتِ غیرے اس بات پر قادر ہے کہ وہ معراج جیسا عظیم و بے مثال سفر کرا سکے۔ اگر دعویٰ کسی فرد بشر کی طرف سے ہوتا کہ میں نے اپنی طاقت اور صلاحیت کے بل بوتے پر معراج کیا تو معاملے کی صورت مختلف ہوتی لیکن یہاں تو بات ہی اور ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات کو ہر

کمزوری، عیب اور سقم سے پاک قرار دے کر معراج کو اپنی طاقت اور قدرت کاملہ سے منسوب کر رہا ہے لہٰذا یہ بحث کہ رؤیت باری تعالیٰ کس طرح ممکن ہے خود خالقِ مطلق کی قدرت و اختیار کے دائرے کو زیر بحث لانے کے مترادف ہو گا لیکن خدا کی قدرت و طاقت کا اندازہ انسان کے حیطہ ادراک سے باہر ہے۔ اگر واقعہ معراج کی صحت کی کسوٹی انسان کی طاقت و قدرت ہو تو پھر یہ سارا معاملہ انسان کی دسترس اور دائرہ اختیار سے باہر ہے لیکن جہاں خدا کی قدرت اور اختیار کی بات آ جائے تو پھر اس واقعہ کی مختلف جہتوں سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

قرآن و حدیث کی روایات کی من مانی تاویل سے واقعہ معراج کی عظمت سے روگردانی کا پہلو نکلتا ہے۔ معجزہ معراج کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے سے ممکن و ناممکن کی لایعنی بحث کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پھر بیت المقدس کے سفر، آسمانوں اور عالمِ اُخروی کے مشاہدات کی عقلی توجیہہ ذہن میں ان گنت سوال چھوڑ جاتی ہے۔ معجزہ تو ہے ہی وہ خرق عادت واقعہ جو عقل میں نہ آ سکے۔ اسے دلیل نبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ بنابریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک معجزے کا انکار سارے معجزات کا انکار اور خود رسالت کا انکار سمجھا جائے گا۔

انکارِ رؤیت کی تیسری دلیل

منکرین رؤیت باری تعالیٰ اِس حدیث کے حوالے سے دیتے ہیں جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان سے معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

نورٌ اَنّٰی اَرَاہ.

وہ تو نور تھا میں بھلا اسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔

(الصحیح لمسلم، 1 : 99، کتاب الایمان، رقم : 291)

اس حدیث مبارکہ کا ترجمہ بالعموم یہی کیا جاتا ہے اور اسی سے وہ نفی رؤیت کا استدال کرتے ہیں۔ اگر ہم گہرائی میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی پر غور کریں تو اس کا یہ معنی نہیں جو بادی النظر میں سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے اگلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ

رایت نورا

میں نے نور کو دیکھا۔

(الصحیح لمسلم، 1 : 99، کتاب الایمان، رقم : 292)

اس کی روشنی میں متذکرہ بالا حدیث کا معنی یہ ہوا کہ میں نے جس طرف سے بھی دیکھا اسے نور پایا۔ یہ معنی نہیں کہ وہ نور تھا میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ رایت نورا کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدار الٰہی کا اثبات کرتے ہوئے اس کی کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کو جس طرف سے بھی دیکھا نورٌ علیٰ نور پایا۔

اللہ تعالیٰ خالق نور ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نور اپنی ماہیت کے اعتبار سے وہ چیز ہے جس کو دیکھا نہیں جا سکتا بلکہ اس کی مدد سے اشیاء نظر آتی ہیں لہٰذا اللہ کے نور کا دیدار چہ معنی دارد؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی ماہیت کو نور قرار دینا اصلاً غلط ہو گا کیونکہ بشر کی طرح نور بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جسے اپنی ذات کے اعتبار سے کسی جہت اور ہیئت میں مقید نہیں کیا جا سکتا اس لئے بعض علماء کے نزدیک اللہ کو نور کہنا کفر کے مترادف ہے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ خالق نور ہے کہ وہ بشر اور دیگر مخلوقات کا خالق ہے مگر جب باری تعالیٰ نے اپنا تعارف قرآن پاک میں اس طرح کرایا ہے کہ

.اللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

(النور، 24 : 35)

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

تو مفسرین قرآن اور ائمہ کرام نے اس کا معنی مراد یہ لیا ہے کہ وہ ذات جو آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والی ہے لہٰذا آیت کریمہ میں مجازاً سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو نور سے تعبیر کیا ہے جس سے مراد اس کی تجلی ذات ہے نہ کہ اس کی ماہیت۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کا دیدار کیا تو اس کے جلوہ ذات کی کیفیت کو نور کی مانند پایا جس نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ یہی نورانی اراہ کا مفہوم ہے اور اس کی کیفیت کو جس کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج مشاہدہ کیا دیدار الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اِمکانِ رؤیت باری تعالیٰ

رؤیت باری تعالیٰ کے ضمن میں یہ خیال عام ہے کہ اس دنیا میں اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے اور بطور انعام دیدار الٰہی محض آخرت کا حصہ ہے۔ اس سلسلے میں قرآن حکیم کی دو آیات کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہو گا جس سے اس دنیا میں دیدار الٰہی کی اِمکانی صورت واضح ہو جائے گی۔

قرآن کریم کی پہلی آیت کا محل موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا بارگاہ رب العزت میں دیدار کے لئے خواستگار ہونا ہے۔ وہ سراپا سوال بن کر باری تعالیٰ کے حضور اِستدعا کرتے نظر آتے ہیں۔

.رَبِّ اَرِنِی اَنْظُرْ اِلَیْکَ

(الاعراف، 7 : 143)

اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار کر لوں۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی جنہیں بارہا اپنے رب سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے، اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ وہ دیدارِ الٰہی کا مطالبہ کرکے ایسی چیز کا تقاضا کر رہے ہیں جو سرے سے ممکن ہی نہیں؟ جناب کلیم اللہ کا رؤیت باری تعالیٰ کے عدم امکان کے بارے میں بے خبر ہونا بعید از فہم ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا بارہا خدا کے حضور دیدار کا تقاضا کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ علی وجہ البصیرت ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں عین ممکن ہے۔ یہی سبب ہے کہ سر طور رب ارنی کی صدا بلند کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کے جواب میں باری تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا وہ بھی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ خدا کی طرف سے اپنے کلیم کو خطاب فرمایا گیا۔

.لَنْ تَرَانِی

(الاعراف، 7 : 143)

تم مجھے (براہِ راست) ہر گز دیکھ نہ سکو گے۔

جواب کی نوعیت پر غور کریں تو اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ مجھے دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تیری آنکھ مجھے دیکھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہ نہیں کہا کہ کوئی آنکھ مجھے دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتی۔ اس سے امکان رؤیت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس فرمودہ خداوندی میں اس بات کا اثبات مضمر ہے کہ میرے دیدار کا شرف معراج کی شب صرف میرا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرے گا۔ قضا و قدر نے یہ شرف و امتیاز حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں رکھا ہے۔ یہی سبب تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجا کو شرف پذیرائی نہ بخشا گیا کیونکہ اس سعادت کے لئے ازل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو منتخب کیا جا چکا تھا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسری آیت میں اہل جنت کے لئے مژدہ ہے کہ انہیں اللہ رب العزت اپنے دیدار سے نوازیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

O إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ

(القیامۃ، 75 : 22 - 23)

اور (بلا حجاب) اپنے رب (کے o بہت سے چہرے اُس دن شگفتہ و تروتازہ ہوں گے o حسن و جمال) کو تکٹ رہے ہوں گے

بموجب ارشاد خداوندی اہل خلد کے تروتازہ چہروں پر بشاشت کی لہر دوڑ جائے گی جب انہیں خدا کا دیدارِ عام بے حجاب کرایا جائے گا۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے بے حجاب دیدار سے بڑھ کر اور کوئی نعمت اہل ایمان کے لئے نہ ہو گی۔

رؤیت باری پر متفق علیہ حدیث

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

انکم سترون ربکم عیانا

بے شک تم اپنے رب کو اعلانیہ دیکھو گے۔

صحیح البخاری، 2 : 1105، کتاب التوحید، رقم : 6998 .1

مسند احمد بن حنبل، 3 : 16 .2

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودھویں کے چاند کی رات ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا :

انکم سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون القمر ہذا

تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو۔

1. صحیح البخاری، 2 : 1106، کتاب التوحید
2. سنن ابی داؤد، 2 : 302، کتاب السنۃ، رقم : 4729
3. سنن ابن ماجہ، 1 : 63، رقم : 177
4. مسند احمد بن حنبل، 4 : 360

اس سے یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ مندرجہ بالا ارشادات مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے ذات باری تعالیٰ کے مطلقاً دیدار کی نفی نہیں ہوئی۔ اب اگر بالفرض اس کے عدم امکان کو تسلیم کر لیا جائے تو منطق کے اصول کے مطابق جو چیز اس جہان میں ناممکن ہے وہ عالم اخروی میں بھی ناممکن ہے لیکن بفحوائے ارشاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مومن کے لئے آخرت میں سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی ہو گا۔

دولتِ دیدارِ الٰہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مختص تھی

یہ بات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اپنے ہر ایمان دار امتی سے بدرجہئ اَتم کہیں بڑھ کر ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ہر مومن کو ایمان کی دولت ان کے صدقے سے عطا ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ منفرد امتیاز صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو حاصل ہے کہ انہیں معراج کی شب مشاہدہ و دیدار حق نصیب ہوا جبکہ دوسرے اہل ایمان کو یہ سعادت آخرت

میں نصیب ہو گی۔ احادیث میں ہے کہ معراج کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احوال آخرت، جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا جبکہ باقی سب کو ان کا چشم دید مشاہدہ موت کے بعد کرایا جائے گا۔ بلاشبہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات میں شامل ہے کہ انہیں قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی پیشگی مشاہدے کے ذریعے خبر دے دی گئی اور آخرت کے سب احوال ان پر بے نقاب کر دیئے گئے۔ اس بنا پر تسلیم کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے کہ منجملہ کمالات میں سے یہ کمال صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا کہ دیدار الٰہی کی وہ عظمت عظمیٰ جو مومنوں کو آخرت میں عطا ہو گی وہ آپ کو شب معراج ارزانی فرما دی گئی۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ چھوٹی نعمتوں کے باوصف سب سے بڑی نعمت جو دیدار الٰہی ہے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محروم کر دیا جاتا۔

امکان کی بات سے قطع نظر سورہ نجم کی آیات معراج میں چار مقامات ایسے ہیں جن میں ذات باری تعالیٰ کے حسن مطلق کے دیدار کا ذکر کیا گیا ہے۔

oفَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى oثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى

(النجم، 53 : 8 - 9)

پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) قریب ہوا پھر اور پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم صلی اللہ علیہ oزیادہ قریب ہوگیا

وآلہ وسلم میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس (سے بھی کم (ہو گیا

ارشاد ربانی میں اس انتہائی درجے کے قرب کی نشاندہی کی گئی ہے جس کا حتمی نتیجہ اور نقطہ منتہی سوائے دیدار الٰہی کے اور کچھ قرین فہم نہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔

oمَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى

(النجم، 53 : 11)

oاُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا)

قرآن حکیم نے یہ واضح فرما دیا کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمال ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ دل کی آنکھ سے بھی کیا اور سر کی آنکھ سے بھی۔

دیدارِ الٰہی کے بارے میں علماءِ امت کی تصریحات

حدیث طبرانی میں ہے کہ

.ان محمدا رای ربہ مرتین مرۃ بعینہ و مرۃ بفوادہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل سے۔

1. المعجم الکبیر، 12 : 71، رقم : 12564

2. المعجم الاوسط، 6 : 356، رقم : 5757

المواہب اللدنیہ، 2 : 37 .3

نشر الطیب : 55 .4

اس حدیث پاک سے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں اوپر درج کی گئی قرآنی آیات کے مضمون کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیسے برگزیدہ اصحاب رسول کی صحبت سے فیض یافتہ نامور تابعی ہیں، ان سے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا انہوں نے معراج کی شب ذات باری تعالیٰ کا دیدار کیا؟ تو انہوں نے تین بار قسم کھا کر اس بات کا اقرار کیا کہ ہاں انہوں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

اسی طرح جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تین بار یہ الفاظ دہرائے، قد رای ربہ یعنی انہوں نے اپنے رب کو دیکھا، یہاں تک کہ ان کی سانس پھول گئی۔

یہ خیالات و معتقدات سب ممتاز اور قابل ذکر صحابہ، صحابیات، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے ہیں۔ قرآن حکیم نے رؤیت باری کی تائید فرماتے ہوئے

شک کرنے والوں سے پوچھا۔

oاَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى

(النجم، 53 : 12)

oکیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو جو انہوں نے دیکھا

سرور دوجہاں، ہادی انس و جاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری آنکھ کے علاوہ ایک آنکھ باطنی دل کی بھی عطا فرمائی تھی۔ جب ساعت دیدار آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری جلوہ اور باطنی جلوہ دونوں نصیب ہوئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

oوَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى

(النجم، 53 : 13)

اور بیشک انہوں نے تو اُس (جلوہِ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)o

بارگاہِ خداوندی میں مسلسل حاضری

اس سے پہلے یہ ذکر آ چکا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خالق و مالک سے وصال و دیدار کی نعمتوں سے مالامال ہونے کے بعد سفلی دنیا کی طرف لوٹے تو اللہ جل مجدہ کی طرف سے امت کے لئے پچاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا تحفہ لائے۔ راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی

تو ان کے استفسار پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صورتحال سے مطلع فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اصرار کرکے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار رب تعالیٰ کے ہاں بھیجتے رہے یہاں تک کہ آپ نے 9 مرتبہ ذات باری تعالیٰ سے ملاقات کی جس کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے تخفیف فرما کر پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کے بارے میں اصرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اب دسویں مرتبہ رب کے ہاں جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نو مرتبہ دیدار اور ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔

چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدارِ الٰہی میں محو تھیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ مبارک جو دیدارِ الٰہی کے شرف سے مشرف ہوئیں، کائنات سماوی کا ایک ایک نقش جن میں ثبت ہے، کتاب زندگی کے سرورق کا وہ جلی عنوان ہے جو ان گنت کائناتی سچائیوں کے انکشاف کا نقیب ہے، انہیں چشمان مبارک کے تصدق میں کائنات رنگ و بو میں رعنائیوں کے جھرمٹ اترتے ہیں، انہی چشمان مقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی آرزو، انوار و تجلیات الٰہیہ کی صورت میں جاگزیں ہے اور یہی چشمان مقدس سدرۃ المنتہیٰ کے جمال کی عینی شاہد ہیں۔

کلام ربانی میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان مبارک آنکھوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اپنے حوصلے، اعتماد، ہمت اور عزم و یقین کے باعث اس ارشاد ربانی کا مصداق ٹھہریں۔

O مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

(النجم، 53 : 17)

اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر (جمی رہی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصارت اس درجہ طاقت و وسعت کی حامل تھی کہ شب معراج مشاہدہ حق کے وقت اس میں نہ صرف اضمحلال واقع نہ ہوا بلکہ وہ کمال ہوش کے ساتھ مشاہدہ جمال میں محو رہی۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستری رحمۃ اللہ علیہ اسی مشاہدہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

شاہد نفسہ والی مشاہد تہا وانما کان مشاہدا ربہ تعالی بشاہد مایظہر علیہ من الصفات التی اوجبت الثبوت فی ذلک المحل

(روح المعانی، 27 : 54)

اس طرح مستغرق ہوئے کہ سوائے ذات باری اور صفات الٰہیہ کے کسی طرف متوجہ نہ

ہوئے۔

اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تجلی الٰہی کی ایک جھلک بھی برداشت نہ کر سکے اور صفاتی تجلی کی انعکاسی شعاع کے اثر سے آپ علیہ السلام کا خرمن ہوش جل گیا۔

کسی صاحب نظر نے بصارت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بصارت موسیٰ علیہ السلام سے کیا خوبصورت موازنہ کیا ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

قرآن آگے چل کر رؤیت آیات الٰہیہ کے باب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال بصارت کا ذکر بایں الفاظ کرتا ہے۔

oلَقَدْ رَاٰی مِنْ آیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی

(النجم، 53 : 18)

o بیشک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان چشمان مقدس نے اللہ رب العزت کا بے حجاب نظارہ کیا۔ اب اس کے بعد وہ کونسی چیز ہو گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم بینا سے پوشیدہ رہی ہو گی۔ یہی چشم بینا کائنات کی ہر چیز کا

احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ماضی، حال کے علاوہ مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات اور تغیرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک پر روز روشن کی طرح واضح اور نمایاں تھے۔

دل نے تجلیاتِ الٰہیہ کی تصدیق کی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال بصارت کے ذکر کے بعد قرآن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور کا ذکر بھی کرتا ہے، ارشاد ہوتا ہے :

oمَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی

(النجم، 53 : 11)

oاُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا)

سفرِ مراجعت

معراج سے واپسی کا سفر براق پر طے ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کی راہ سے حرم کعبہ میں تشریف لائے۔ رات کی وہی تاریکی تھی جب آپ بستر پر محو استراحت ہوئے۔ وہ ایک لمحہ جو کائنات ارضی و سماوی کی زمانی و مکانی وسعتوں کو محیط تھا اپنے دامن میں معراج کی عظمتوں اور رفعتوں کو سمیٹے ہوئے تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب اور بیداری کے بارے میں حدیث پاک کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

.واستیقظ وھو فی مسجد الحرام

میں بیدار ہوا حالانکہ میں مسجد حرام میں تھا۔

(صحیح البخاری، 2 : 1120، کتاب التوحید، رقم 7079)

اس حدیث مبارکہ سے کچھ لوگ مغالطے کا شکار ہو گئے اور انہیں واقعہ معراج میں تضاد دکھائی دینے لگا۔ لوگوں پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب ائمہ کرام (جن میں امام ترمذی، امام عسقلانی اور امام قسطلانی رحمھم اللہ تعالیٰ کے نام قابل ذکر ہیں) نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ دیا ہے لیکن وہ جن کی سوچ میں کجی اور عدم مطالعہ کی بنا پر جن کا مبلغ علم محدود ہے انہیں واقعہ معراج میں سوائے تضادات کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

سفر معراج پر روانہ ہونا بھی عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل ہے اور سفر معراج سے مراجعت یعنی اس کرہ ارضی کی طرف واپسی بھی شوکت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مظہر ہے۔ جن عجائبات کا آپ نے اس سفر میں مشاہدہ کیا وہ بھی رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو دوبالا کرنے کے لئے تھے۔ سفر معراج سے عروج آدم خاکی کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ علوم جدیدہ نے جن کائناتی سچائیوں کو بے نقاب کیا ہے ان میں سفر معراج بھی شامل ہے۔ اگر تمام تعصّبات سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے کہ کائنات کی بے کراں

وسعتوں میں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم مقدسہ کی تلاش ہی جدید سائنسی انکشافات کی بنیاد ہے۔ دنیا اس حقیقت کا بلاواسطہ اعتراف نہیں کرے گی کہ آج کا انسان اپنی تمام آزاد خیالی کے سفلی اور علاقائی تعصبات سے دامن نہیں چھڑا سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی اور انسانی بنیادوں پر جس وسیع معاشرے کی بنیاد رکھی تھی دنیا شعوری اور لاشعوری دونوں سطحوں پر ان اہداف کے حصول کے لئے مصروف عمل ہے۔ اگر سفر معراج کو جدید سائنسی انکشافات کی بنیاد قرار دیا جائے تو یہ اس عظیم معجزہ کے محض ایک پہلو کا اعتراف ہو گا لیکن جوں جوں سائنس ترقی کرے گی ذہن انسانی میں تحقیق و جستجو کے نئے نئے دروازے کھلیں گے توں توں سفر معراج کے حوالے سے ان گنت کائناتی پیچیدگیاں خود بخود حل ہوتی جائیں گی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ زندہ معجزہ اللہ رب العزت کی قدرت مطلقہ کا مظہر بن کر شاہراہ حیات کا وہ سنگ میل ثابت ہو گا کہ جسے بوسہ دیئے بغیر ارتقاء کے سفر پر روانہ ہونے والا انسان ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے گا۔ سفر معراج عروج آدم خاکی وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہوئے بغیر انسان پتھر اور دھات کے زمانے کی طرف تو لوٹ سکتا ہے ارتقاء کی سیڑھی کے پہلے زینے پر بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔

ختم شد:

اللہ کی حمد رسول اللہ پر درود۔۔۔ اور تفسیر نعیمی

حمد ہے اللہ شانہ' کو جس نے حضرت محمد رسول اللہ, کو پیدا فرمایا۔ درود ہو حضرت محمد رسول اللہ پر جنہوں نے اللہ کو ظاہر فرمایا، حمد اس اللہ کو جس نے ہمیں انسان کیا، درود ہو اس مصطفے علیہ السلام پر جنہوں نے ہمیں مسلمان کیا، حمد ہے اس رب کریم کی جس نے ہمیں بولنا سکھایا، درود ہو اس نبی رؤف و رحیم پر جس نے ہمیں کلمہ پڑھایا ، حمد ہے اس ربِ بے نیاز کو جس نے ہمیں ایمان دیا۔ درود ہو اس صاحبِ تخت وتاج پر جس نے ہمیں قرآن دیا، حمد ہے اس مالک یوم الدین پر جس نے زمین پر انسان بکھیرے ،درود ہو اس شاہئ عرش پر جس نے یہ بکھرے ہوئے جمع فرمائے، حمد ہے اس رب کو جس نے رنگ برنگا انسان بنایا، درود ہو اس نبی علیہ السلام پر جس نے ان کو اِک رنگ بنایا۔

صبغۃ اللہ ہست رنگ خم او

ہستھا یک رنگ گرد اندراود

حمد ہے اس رب کو جس نے ہمیں عقل و ہوش دیا ،درود ہو اس نبی پر جس نے جام عرفان سے متوالا و مدہوش کیا، حمد ہے اس رب کو جس نے آسمانِ نبوت پر مختلف تارے کھلائے ،درود اس آفتابِ رسالت پر جس نے اپنے دامن نور میں سارے تارے

چھپائے ، حمد اس جبار و قہار کو جس نے جہنم کو بھڑایا، درود اس شفیع روز شمار پر جس نے اس بھڑکتے کو بجھایا ، حمد ہے اس ستار و غفار پر جس نے دار الخلد بنایا، درود ہو اس مدنی سرکار پر جس نے اسے بسایا ، حمد ہے اس خالق کو جس سے سب کو ابتداء ہے، درود ہو اس اتم پر جس پر سب کی انتہا ہے،۔

درود ہو اس نبی پر جس نے فرمایا۔

،الا الٰہ الا اللہ

حمد ہو اس اللہ کو جس نے فرمایا

محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

امّا بعد' جاننا چاہیے کہ نظر انسانی آفتابِ آسمانی کے مقابل خیرہ شبنم شمسی نور سے کافور اور کمزور روئے روشن آگ سے فیض لینے سے معذور' غرض کہ ہر ادنی اعلیٰ کے مقابل محض مجبور یہ تو مخلوق کا آپس میں معاملہ ہے ذات خالق تو کہیں اعلیٰ و بالا ہے کس آنکھ میں طاقت ہے کہ اس کی تجلی جھیل سکے کس گوش و ہوش میں قوت ہے کہ اس کے مخاطبہ کی قوت لاسکے، کس مخلوق میں قدرت ہے کہ اس کے مقابل ٹھہر سکے ، یہ ظلمت و ،ہ نور، وہ قادر یہ مجبور، وہ قاہر یہ مقہور

ان مجبوریوں میں مخلوق کا خالق سے تعلق کیونکر قائم ہوتا اور افاضہ اور استفاضہ کی کیا صورت ہوتی مخلوق کی یہ بے کسی ایسی برزخ کبریٰ کی تلاش میں

تھی جو رب و مربوب عابد و معبود خالق و مخلوق میں فیض دینے اور لینے کا سلسلہ قائم کرے' خلقت کی کمزور نگاہ کسی ایسے گہرے رنگ والے شیشے کی جستجو میں تھی جو نور لم یزل کی جلالی شعاعوں کو شانِ جمالی میں اس تک پہنچادے خلقت کی ہستی کسی ایسے مضبوط واسطے کی جویاں تھی جو اس کمزور ادنی کی اس قوی و اعلیٰ تک رسائی کرادے دائرہ کائنات کسی ایسے مرکز کا متلاشی تھا جس کی طرف سب کا رجوع ہو اس مجبوری وہ معذوری پر ربِ قدیر نے رحم فرمایا کہ مخلوق سے ملانے، گرتوں کے اٹھانے، بگڑوں کو بنانے کے لیے اس ذات کو پیدا فرمایا جو ہستی کا پہلا نقش، دفتر مخلوقات کا حرف اولین، گلزار خلائق انفیس پھول۔ آسمان وجود کا نیرِ اعظم ہے جسے جہاں والے تو مکی مدنی کہتے ہیں اور جناں والے سرور جمنی بلبل انہیں گل کہے قمری سرو جانفزا بتائیں، عرش والے انہیں مجتبی کہتے ہیں، اور فرش والے محمد مصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم الی یوم الجزائی۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا

ان کی ذات' حبل اللہ المتین' اور واعتصموا بحبل اللہ جمعیا حکم رب العالمین ان کا نام پاک ہی ان کے کام کا پتہ دیتا ہے۔ '' اللہ '' بولنے سے دونوں لب جدا ہوجاتے ہیں اور لفظ '' محمد '' کہتے ہی مل جاتے ہیں' کہ وہ نیچوں کو

اعلیٰ سے ملانے ہی تو آئے ہیں ان کا نام حرز جان طفلان تیغ نوجوانان اور عصائے پیر و ناتواں ہے پھر وہ خالی نہ آئے' ایک نسخہ کیمیا ساتھ لائے جس کا نام ہے قرآن کریم۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

سبحان اللہ ! نسخہ کیا ہے' کیمیا ہے' بیماروں کی شفا' تندرستوں کا ذریعہ بقاء گمراہوں کا راہنما' مسجدوں میں اس کی تلاوت ہے میدانوں میں اس سے جہاد، عدالتوں مں اس سے فیصلے، بیماروں کے گلوں میں تعویذ بن کر پڑے، جان کنی میں مشکل حل کرے، بعد موت قبر اور حشر میں بھی کام آئے، غرض کہ انسان کی دینی اور دنیوی زندگی کا دستور العمل ہے، ہر مسلمان کے دل میں جذبہ ہے کہ اسے سمجھے، ہر مومن کے قلب میں تڑپ ہے کہ اس کے فرمان تک اس کی رسائی ہو۔

علماء تو محنت کرکے اس کے مضامین تک پہنچتے ہیں مگر عام لوگ چاہتے ہیں کہ اس کے مضامین ہماری زبان میں ہم تک پہنچیں، اس لیے تقریباً ہر زبان میں اس کی بے شمار تفسیریں لکھی گئی۔ زبان اردو بھی کسی سے پیچھے نہ رہی اور اردو زبان میں ویسے تو بہت سی تفاسیر منظر عام پر آئی لیکن علماء و عوام میں جو

مقبولیت تفسیر نعیمی کو حاصل ہوئی وہ کسی تفسیر کو نہ مل سکی اس تفسیر میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

ا۔ یہ تفسیر، تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، تفسیر عزیز، تفسیر مدارک، تفسیری محی الدین ابن عربی کا گویا خلاصہ ہے

۲۔ اردو تفاسیر میں سب سے بہتر تفسیر خزائن العرفان مصنفہ حضرت مرشدی استاذی صدرالافاضل مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی دام ظلہم ہے' اس کو مشعل راہ بنایا گیا گویا یہ تفسیر اس کی تفصیل ہے۔

۳۔ اردو ترجموں میں نہایت اعلیٰ اور بہتر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ '' کنزالایمان اسی پر تفسیر کی گئی۔''

۴۔ ہر آیت کا پہلی آیت سے نہایت عمدہ تعلق اور ربط بیان کیا گیا۔

۵۔ آیات کا شان نزول نہایت وضاحت سے بتایا گیا اور اگر شان نزول چند مروی ہیں تو ان کی مطابقت کی گئی۔

۶۔ ہر آیت کی اولا تفسیر اور پھر خلاصہ تفسیر اور پھر تفسیر صوفیانہ دلکش اور ایمان افروز طریقہ سے کی گئی۔

۷۔ ہر آیت کے ساتھ علمی فوائد اور فقہی مسائل بیان کیے گئے۔

۸۔ تقریباً ہر آیت کے ماتحت آریہ، عیسائی وغیرہ دیگر ادیان اور، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، بد مذہب وغیرہم کے اعتراضات، معہ جوابات بیان کیے گئے، ستیبار تھ پرکاش چودھویں باب کے جوابات بھی دیئے گئے' لیکن یہ کتاب مفتی

صاحب کو کچھ بعد ہیں ملی۔ اس لیے اس کی باقاعدہ تردید کچھ دور جا کر شروع ہوئی۔
اس تفسیر کے مطالعہ کے وقت قرآن پاک سامنے رکھا جائے اور جب آیت کی تفسیر دیکھنا ہو اس پر نظر رہے تو انشاء اللہ بہت لطف آئے گا۔

۹۔ بہت کوشش کی گئی ہے زبان آسان ہو اور مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھا دیئے جائیں، مگر پھر بھی مسائل علمی ہیں، جیسے مسئلہ امان کذب یا امکان نظیر یا مسئلہ صمت انبیاء یا حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث یا آیاتِ واحادیث کی مطابقت اگر ان میں سے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو چند بار مطالعہ کریں یا کسی سنی عالم سے حل کرلیں۔

۱۰۔ تفسیر کی تعریف اور تفسیر وتاویل و تحریف کا فرق اور مولوی اور صوفی کی تعریفیں اور ان میں عمدہ فرق اور ان دونوں جماعتوں ی ضرورت پارہ اول کے آخیر میں بیان کی گئیں وہاں ملاحظہ فرمائیں اور جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ فقیر بے نوا کو دعائے خیر ہیں یاد رکھے۔

مفتی صاحب نے اس کا تاریخی نام ''اشرف التفاسیر'' المعروف '' تفسیر نعیمی'' رکھا۔
حق تعالیٰ مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں اس سے خوب خوب استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(سونے کے دروازے والا محل (فضائل رمضان

محترم قارئین کرام !خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا کروڑہا کروڑ اِحسان کہ اُس نے ہمیں ماہِ رَمَضَان جیسی عظیم الشّان نِعمت سے سَرفَراز فرمایا۔ ماہِ رَمَضَان کے فَیضَان کے کیا کہنے !اِس کی تو ہر گھڑی رَحمت بھری ہے۔اِس مہینے میں اَجر وثَواب بَہُت ہی بڑھ جاتا ہے۔نَفل کا ثواب فَرض کے برابر اور فَرض کا ثواب سَتّر گُنا کر دیا جاتا ہے۔بلکہ اِس مہینے میں تو روزہ دار کا سونا بھی عبادت میں شُمار کیا جاتا ہے۔عَرش اُٹھانے والے فِرشتے روزہ داروں کی دُعاء پر آمین کہتے ہیں اور ایک حدیثِ پاک کے مُطابِق '' رَمَضَان کے روزہ دار کیلئے دریا کی مچھلیاں اِفطار تک دُعائے مَغفِرت کرتی رہتی ہیں ۔'' (اَلتّرغیب والتّرہیب،ج ۲،ص ۵۵،حدیث ۶)

عبادت کا دروازہ:

روزہ باطِنی عِبادت ہے،کیوں کہ ہمارے بتائے بِغیر کِسی کو یہ عِلْم نہیں ہو سکتا کہ ہمارا روزہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ باطِنی عِبادت کو زِیادہ پسند فرماتا ہے۔ایک حدیثِ پاک کے مطابِق، ''روزہ عِبادت کا دروازہ ہے۔''

(الجامع الصغیر،ص ۱۴۶،حدیث ۲۴۱۵)

:نزول قرآن

اِس ماہِ مُبارَک کی ایک خُصُوصِیَّت یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس میں قُرآنِ پاک نازِل فرمایا ہے۔چُنانچِہ مُقدّس قُرآن میں خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا نُزُولِ قُرآن اور ماہِ رَمَضان کے بارے میں فرمانِ عالیشان ہے :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(پ ۲، البقرہ، ۱۸۵)

ترجمہ کنز الایمان: رَمَضان کا مہینہ ، جس میں قُرآن اُترا، لوگوں کے لئے ہِدایت اور رَہنُمائی اور فیصلہ کی رُوشن باتیں ،تو تُم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضَرور اِس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سَفر میں ہو تو اُتنے روزے اور دِنوں میں۔اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تُم پر آسانی چاہتا ہے اور تُم پر دُشواری نہیں چاہتا اور اِس لئے کہ تم گِنتی پوری کرو اور اللہ

(

عَزَّوَجَلَّ) کی بڑائی بولو اِس پر کہ اُس نے تمہیں ہِدایت کی اور کہیں تم حق گُزار ہو۔

رمضان کی تعریف

اِس آیتِ مُقدّسہ کے اِبتِدائی حِصّہ شَہرُ رَمَضَانَ الَّذِ ی کے تحت مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضر تِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان تفسیرِ نعیمیمیں فرماتے ہیں: '' رَمَضَان '' یا تو '' رحمٰن عَزَّوَجَلَّ '' کی طرح اللّٰہعَزَّوَجَلَّ کا نام ہے، چُونکہ اِس مہینہ میں دِن رات اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت ہوتی ہے۔ لہٰذا اِسے شَہرِ رَمَضان یعنی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مسجِد و کعبہ کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا گھر کہتے ہیں کہ وہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہی کام ہوتے ہیں۔ ایسے ہی رَمضَان اللہ عزوجلَ کا مہینہ ہے کہ اِس مہینے میں اللہ عزوجل کے ہی کام ہوتے ہیں۔ رَوزہ تَراویح وغیرہ تو ہیں ہی اللّٰہعَزَّوَجَلَّ کے۔ مگر بَحَالتِ روزہ جو جائز نوکری اور جائز تِجارت وغیرہ کی جاتی ہے وہ بھی اللّٰہعَزَّوَجَلَّکے کام قرار پاتے ہیں۔ اِس لئے اِس ماہ کا نام رَمَضَان یعنی اللہ عزوجل کا مہینہ ہے۔ یا یہ '' رَمْضَاءٌ '' سے مُشْتَق ہے۔ رَمْضَاءٌ موسِمِ خَرِیف کی بارِش کو کہتے ہیں، جس سے زمین دُھل جاتی ہے اور '' رَبِیع '' کی فَصل خُوب ہوتی ہے۔ چُونکہ یہ مہینہ بھی دِل کے گَرد

وغُبار دھودیتا ہے اور اس سے اَعمال کی کھیتی ہَری بَھری رہتی ہے اِس لئے اِسے رَمَضَان کہتے ہیں۔ ''ساوَن'' میں روزانہ بارِشیں چاہئیں اور ''بھادَوں'' میں چار۔ پھر ''اَساڑ'' میں ایک۔اِس ایک سے کھیتیاں پَک جاتی ہے ں۔تو اِسی طرح گیارہ مہینے برابر نیکیاں کی جاتی رَہیں۔پھر رَمَضَان کے روزوں نے اِن نیکیوں کی کھیتی کو پَکا دیا۔یا یہ ''رَمْض'' سے بنا جس کے معنٰی ہیں ''گرمی یا جلنا۔'' چُونکہ اِس میں مُسلمان بُھوک پیاس کی تپش برداشت کرتے ہیں یا یہ گناہوں کو جَلا ڈالتا ہے،اِس لئے اِسے رَمَضَان کہاجاتا ہے۔(کنزالعُمّال کی آٹھویں جلد کے صفحہ نمبر دو سو ستّرہ پر حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ نبیِّ کریم، رءُوفٌ رّحیم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا، ''اس مہینے کا نام رَمَضَان رکھا گیا ہے کیونکہ یہ گناہوں کو جلادیتا ہے'')

مہینوں کے نام کی وجہ

حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: بعض مُفَسِّرین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی نے فرمایا کہ جب مہینوں کے نام رکھے گئے تو جس موسِم میں جو مہینہ تھا اُسی سے اُس کا نام ہُوا۔جو مہینہ گرمی میں تھا اُسے رَمَضَان کہہ دیا گیا اور جو موسِمِ بَہار میں تھا اُسے ربیع

اُنَاوَلا اور جو سردی میں تھا جب پانی جم رہا تھا اُسے جُمادِی اُنَاولی کہا گیا۔اِسلام میں ہر نام کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور نام کام کے مُطابِق رکھا جاتا ہے۔دُوسری اِصطِلاحات مے ں یہ بات نہیں ۔ ہمارے یہاں بڑے جاہِل کا نام'' محمّد فاضِل'' ، اور بُزدِل کا نام ''شیر بہادُر''، ہوتا ہے اور بدصُورت کو ''یُوسُف خان'' کہتے ہیں !اِسلام میں یہ عَیب نہیں۔رَمَضَان بَہُت خُوبیوں کا جامِع تھا اِسی لئے اس کا نام رَمَضَان ہوا۔

(تفسیر نعیمی، ج ۲،ص ۲۰۵)

سونے کے دروازے والا محل

سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مکّی مَدَنی سلطان، رَحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے: ''جب ماہِ رَمَضَان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخِر رات تک بند نہیں ہوتے جو کوئی بندہ اس ماہِ مُبارَک کی کسی بھی رات میں نَماز پڑھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے ہر سَجدہ کے عِوَض (یعنی بدلہ میں) اُس کے لئے پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اُس کے لئے جنّت میں سُرخ یاقُوت کا گھر بناتا ہے۔جس میں ساٹھ ہزار دروازے ہوں گے۔اور ہر دروازے کے پَٹ سونے کے بنے ہوں گے جن میں یاقُوتِ سُرخ جَڑے ہوں گے۔پس جو کوئی ماہِ رَمَضَان کا پہلا

روزہ رکھتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ مہینے کے آخِر دِن تک اُس کے گُناہ مُعاف فرمادیتا ہے،اور اُس کیلئے صبح سے شام تک ستّر ہزار فِرِشتے دُعائے مَغفِرت کرتے رہتے ہیں۔ رات اور دِن میں جب بھی وہ سَجدہ کرتا ہے اُس کے ہر سَجدہ کے عِوَض (یعنی بدلے) اُسے جَنّت میں) ایک ایک ایسا دَرَخت عطا کیا جاتا ہے کہ اُس کے سائے میں گھوڑے سُوار) ''پانچ سو برس تک چلتا رہے۔

(شُعَبُ الایمان ،ج ۳ ،ص ۳۱۴، حدیث ۳۶۳۵)

سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ محترم قارئین کرام !خدائے حَنّان و مَنّان عَزَّوَجَلَّ کا کِس قَدر عظیم اِحسان ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے حبیبِ ذیشان ، رَحمتِ عالَمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے طُفیل ایسا ماہِ رَمَضان عطا فرمایا کہ اِس ماہِ مُکَرَّم میں جنّت کے تمام دروازے کُھل جاتے ہیں۔اور نیکیوں کا اَجْر خوب خوب بڑھ جاتا ہے۔ بیان کردہ حدیث کے مُطابِق رَمَضانُ الْمبارَک کی راتوں میں نَماز ادا کرنے والے کو ہر ایک سَجدہ کے بدلے میں پندرَہ سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں نیز جنّت کا عظیمُ الشّان مَحَل مزید بَرآں ۔اِس حدیثِ مُبارَک میں رَوزہ داروں کے لئے یہ بِشارتِ عُظمیٰ بھی مَوجُود ہے کہ صُبح تا شام ستّر ہزار فِرِشتے اُن کے لئے دُعائے مَغفِرت کرتے رہتے ہیں۔

جاری ہے۔۔۔۔

(آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بیانِ جنتِ نشان (فضائل رمضان

حضرتِ سَیِّدُنا جابِر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رَحمتِ عالَمیان، سلطانِ دوجہان، شَہَنْشاہِ کون ومکان، حبیبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ ذِی شان ہے: ''میری اُمّت کو ماہِ رَمَضان میں پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہ ملیں:

(۱) جب رَمَضانُ الْمبارَک کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل انکی طرف رَحمت کی نَظَر فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظرِ رَحمت فرمائے اُسے کبھی بھی عذاب نہ دے گا۔

(۲) شام کے وَقت ان کے مُنہ کی بُو (جو بھوک کی وجہ سے ہوتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے

(۳) فِرِشتے ہر رات اور دن انکے لئے مغفِرت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

۴)اللہ تعالیٰ جنّت کو حکم فرماتا ہے،''میرے (نیک) بندوں کے لئے مُزَیَّن (یعنی آراستہ) ہوجاعنقریب وہ دنیا کی
مَشَقَّت سے میرے گھراور کرم میں راحت پائیں گے۔

۵) جب ماہِ رَمَضان کی آخِری رات آتی ہے تواللہعَزَوَجَلَّسب کی مغفرت فرمادیتاہے) ۔ قوم میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی ، یارسول اللہ عزوجلَ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کیا یہ لَیلَۃُ القَدْر ہے ؟ارشاد فرمایا: ''نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ''مزدور جب اپنے کاموں سے فارِغ ہوجاتے ہیں تو انہیں اُجرت دی جاتی ہے۔

(اَلتَّرغِیب وَالتَّرہِیب، ج ۲، ص ۵۶، حدیث ۷)

صغیرہ گناہوں کا کفارہ

حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے ، حضورِپُر نور، شافِعِ یومُ النُّشُور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ پُر سُرُور ہے،''پانچوں نَمازیں ،اور جُمُعہ اگلے جُمُعہ تک اور ماہِ رَمَضان اگلے ماہِ رَمَضان تک گناہوں کا کَفّارہ ہیں جب تک (کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔'' (صحیح مُسلِم، ص ۱۴۴، حدیث ۲۳۳

توبہ کا طریقہ

سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ رَمَضانُ الْمبارَک میں رَحمتوں کی چَھماچَھم بارِشیں اورگناہِ صغیرہ کے کَفّارے کاسامان ہوجاتا ہے۔گناہِ کبیرہ توبہ سے مُعاف ہوتے ہیں۔ توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جوگناہ ہواخاص اُس گناہ کا ذِکْر کرکے دل کی بیزاری اور آئندہ اُس سے بچنے کا عہد کرکے توبہ کرے۔مَثَلاً جھوٹ بولا،تو بارگاہِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّمیں عرض کرے، یااللہ !عَزَّوَجَلَّ میں نے جو یہ جھوٹ بولااِس سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ نہیں بولوں گا۔توبہ کے دَوران دل میں جھوٹ سے نفرت ہو اور'' آئندہ نہیں بولوں گا'' کہتے وَقت دل میں یہ ارادہ بھی ہو کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں ایسا ہی کروں گا جبھی توبہ ہے۔اگر بندے کی حق تلفی کی ہے تو توبہ کے ساتھ ساتھ اُس بندے سے مُعاف کروانا بھی ضَروری ہے۔

محترم قارئین کرام ! ماہِ رَمَضان کے فضائل سے کُتُبِ اَحادیث مالا مال ہیں۔رَمَضانُ الْمُبارَک میں اِس قَدر بَرَکتیں اور رَحمتیں ہیں کہ ہمارے پیارے پیارے آقا، مکّے مدینے والے مصطَفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے یہاں تک ارشاد فرمایا،''اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رَمَضان کیا ہے تو میری اُمّت تمنّا کرتی کہ کاش ! پورا سال '' رَمَضان ہی ہو۔

(صحیح ابنِ خُزیمہ، ج ۳، ص ۱۹۰، حدیث ۱۸۸۶)

آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا بیان جنتِ نشان

حضرتِ سَیِّدُنا سَلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ '' محبوبِ رَحمٰن، سرورِ ذیشان، رَحمتِ عالمیان، سَلطانِ مَدَنی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ماہِ شعبان کے آخِری دن بیان فرمایا: ''اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا بَرَکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات (ایسی بھی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اِس (ماہِ مُبارَک) کے روزے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرض کیے اور اِس کی رات میں قِیام (یہاں قیام سے مراد تراویح ہے) تَطَوُّع (یعنی سنّت) ہے، جو اِس میں نیکی کا کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فَرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دِنوں میں ستّر فَرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صَبْر کا ہے اور صَبْر کا ثواب جَنّت ہے اور یہ مہینہ مُوَاسات (یعنی غمخواری اور بَھلائی) کا ہے اور اس مہینے میں مومِن کا رِزْق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اِس میں روزہ دار کو اِفطار کرائے اُس کے گُناہوں کے لئے مَغفِرت ہے اور اُس کی گردن آگ سے آزاد کردی جائے گی۔ اور اِس اِفطار کرانے والے کو وَیسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا۔ بغیر اِس کے کہ اُس کے اَجْر میں کچھ کمی ہو۔'' ہم نے عرض کی، یارسولَ اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ اِفطار کروائے۔ آپ صلّی

اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب (تو) اُس (شخص) کو دے گا جو ایک گھونٹ دُودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ اِفطار کروائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کِھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حَوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جَنّت میں داخِل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اِس کا اوّل (یعنی اِبتدائی دس دن) رَحمت ہے اور اِس کا اَوسَط (یعنی درمِیانی دس دن) مَغفِرت ہے اور آخِر (یعنی آخِری دس دن) جہنّم سے آزادی ہے۔ جو اپنے غُلام پر اِس مہینے میں تخفِیف کرے (یعنی کام کم لے) اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنّم سے آزاد فرمادے گا اِس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذرِیعے تم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کروگے اور بقیّہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔

: پس وہ دو باتیں جن کے ذرِیعے تم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّکو راضی کروگے وہ یہ ہیں

۱) لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا۔)

۲) اِستِغفار کرنا۔)

: جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غَنا (بے نیازی) نہیں وہ یہ ہیں

۱) اللہ تعالیٰ سے جَنّت طَلَب کرنا۔)

۲) جہنّم سے اللہ عزوجلَ کی پناہ طَلَب کرنا۔'' (صحیح ابنِ خُزَیمہ، ج ۳)

(ص۱۸۸۷،

محترم قارئین کرام ! ابھی جو حدیثِ پاک بیان کی گئی اس میں ماہِ رَمَضانُ المبارک کی رَحمتوں، بَرَکتوں اور عظمتوں کا خوب تذکرہ ہے۔اس ماہِ مُبارَک میں کلمہ شریف زیادہ تعداد میں پڑھ کر اور بار بار اِستِغفار یعنی خوب توبہ کے ذَرِیعے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی سَعی کرنی ہے۔اور ان دو باتوں سے تو کسی صورت میں بھی لاپرواہی نہیں ہونی چاہئے یعنی اللہ تعالیٰ سے جَنَّت میں داخِلہ اور جہنّم سے پناہ کی بَہُت زیادہ التجائیں کرنی ہیں۔

رمضان المبارک کے چار نام

اَللہُ اَکْبَرُ عَزَّوَجَلَّ ! ماہِ رَمَضان کا بھی کیا خُوب فیضان ہے ! مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان تفسیرِ نعیمی میں فرماتے ہیں: ''اِس ماہِ مُبارَک کے کُل چار نام ہیں:

۱) ماہِ رَمَضان)

۲) ماہِ صَبْر)

۳) ماہِ مُوَاسات اور)

۴) ماہِ وُسْعَتِ رِزق۔)

مزید فرماتے ہیں، روزہ صَبْر ہے جس کی جزا اللہ عزوجلَ ہے اور وہ اِسی مہینے میں رکھا جاتا ہے۔اِس لئے اِسے ماہِ صَبْر کہتے ہیں۔ مُوَاسات کے معنٰی ہیں بَھلائی کرنا۔ چُونکہ اِس مہینہ میں سارے مُسلمانوں سے خاص کر اہلِ قَرابَت سے بَھلائی کرنا زِیادہ ثواب ہے اِس لئے اسے ماہِ مُوَاسات کہتے ہیں اِس میں رِزْق کی فَراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نِعمتیں کھالیتے ہیں، اِسی لئے اِس کا نام ماہِ وُسْعَتِ رِزْق بھی ہے۔'' (تفسیرِ نعیمی (ج ۲، ص ۲۰۸،

جاری ہے۔۔۔۔۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

اکعبہء مُعَظّمہ مُسلمانوں کو بُلا کر دیتا ہے اور یہ آ کر رَحمتیں بانٹتا ہے۔ گویا وہ (یعنی کعبہ) کُنواں ہے اور یہ (یعنی رَمَضان شریف) دریا، یاوہ (یعنی کعبہ) دریا ہے اور یہ (یعنی رَمَضان) بارِش۔

۲ ہر مہینے میں خاص تاریخیں اور تاریخوں میں بھی خاص وَقْت میں عبادت ہوتی ہے۔ مَثَلاً بَقَر عید کی چند (مخصوص) تاریخوں میں حج، مُحَرَّم کی دسویں تاریخ اَفضل، مگر ماہِ رَمَضان میں ہر دن اور ہَر وقت عبادت ہوتی ہے۔ روزہ عِبادت، اِفطار عِبادت، اِفطار کے بعد تراویح کا اِنتِظار عِبادت، تراویح پڑھ کر سَحَری کے اِنتِظار میں سونا عِبادت، پھر سَحَری کھانا بھی عبادت اَلْغَرَض ہر آن میں خدا عَزَّوَجَلَّ کی شان نظر آتی ہے۔

۳ رَمَضان ایک بَھٹّی ہے جیسے کہ بَھٹّی گندے لوہے کو صاف اور صاف لوہے کو مشین کا پُرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو زیور بنا کر اِستِعمال کے لائق کر دیتی ہے۔ ایسے ہی ماہِ رَمَضان گنہگاروں کو پاک کرتا اور نیک لوگوں کے دَرَجے بڑھاتا ہے۔

۴ رَمَضان میں نَفْل کا ثواب فَرض کے برابر اور فَرض کا ثواب ستر گُنا ملتا ہے۔
۵ بعض عُلَماء فرماتے ہیں کہ جو رَمَضان میں مَرجائے اُس سے سُوالاتِ قَبر بھی نہیں ہوتے۔
۶ اِس مہینے میں شبِ قَدْر ہے۔ گُزشتہ آیت سے معلوم ہوا کہ قُرآن رَمَضان میں آیا اور دُوسری جگہ فرمایا:۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ0
(پ۳۰، القدر، ۱)
تَرجَمَہ کَنْزُالْاِیْمَان: بے شک ہم نے اِسے شبِ قَدْر میں اُتارا۔
دونوں آیتوں کے مِلانے سے معلوم ہوا کہ شبِ قَدْر رَمَضان میں ہی ہے اور وہ غالِباً ستائیسویں شب ہے۔ کیونکہ لَیلۃُ القَدْر میں نو حُروف ہیں اور یہ لفظ سُورۂ قَدْر میں تین بار آیا۔ جس سے ستائیس حاصِل ہوئے معلوم ہوا کہ وہ ستائیسویں شَب ہے۔

۷ رَمَضان میں اِبلیس قید کرلیا جاتا ہے اور دَوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جنت آراستہ کی جاتی ہے اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اِسی لئے اِن دنوں میں نیکیوں کی زیادَتی اور گُناہوں کی کمی ہوتی ہے جو لوگ گُناہ کرتے بھی ہیں وہ نفسِ اَمّارہ یا اپنے ساتھی شیطان (قَرین) کے بَہکانے سے کرتے ہیں۔

۸ رَمَضان کے کھانے پینے کا حِساب نہیں۔

۹ قِیامت میں رَمَضان و قرآن روزہ دار کی شَفاعت کریں گے کہ رَمَضا تو کہے گا، مولیٰ عَزَّوَجَلَّ ! میں نے اِسے دن میں کھانے پینے سے روکا تھا اور قُرآن عَرض کرے گا کہ یا ربّ ! عَزَّوَجَلَّ میں نے اِسے رات میں تِلاوت و تراویح کے ذَرِیعے سونے سے روکا۔

۱۰ حُضُورِ پُر نُور، شافِعِ یَومُ النُّشُور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَمَضانُ المُبارَک میں سر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ بھی رَمَضان میں جَہَنّمیوں کو چھوڑتا ہے۔ لہٰذا چاہئے کہ رَمَضان میں نیک کام کئے جائیں اور گُناہوں سے بچا جائے۔

۱۱ قُرآنِ کریم میں صِرف رَمَضان شریف ہی کا نام لیا گیا اور اسی کے فضائل بیان ہوئے ۔ کسی دُوسرے مہینے کا نہ صَراحتاً نام ہے نہ ایسے فضائل ۔ مہینوں میں صِرف ماہِ رَمَضان کا نام قُرآن شریف میں لیا گیا۔ عورتوں میں صِرفبی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام قُرآن میں آیا ۔ صَحابہ میں صِرف حضرت سَیِّدُنا زید ابنِ حارِثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام قُرآن میں لیا گیا جس سے ان تینوں کی عَظمت معلوم ہوئی۔

۱۲ رَمَضان شریف میں اِفطار اور سَحَری کے وقت دُعاء قَبول ہوتی ہے ۔ یعنی اِفطار کرتے وَقت اور سَحَری کھا کر۔ یہ مرتبہ کسی اور مہینے کو حاصِل نہیں۔

۱۳ رَمَضان میں پانچ حُروف ہیں ر، م، ض، ا، ن۔ ر سے مُراد ''رَحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ'' میم سے مُراد مَحبّتِ اِلٰہی عَزَّوَجَلَّ، ضاد سے مُراد ضَمانِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ اَلِف سے امانِ اِلٰہیعَزَّوَجَلَّ، ن سے نُورِ اِلٰہیعَزَّوَجَلَّ۔ اور رَمَضان میں پانچ عِبادات خُصُوصی ہوتی ہیں۔ روزہ، تَراویح تِلاوتِ قرآن، اِعتِکاف، شبِ قَدر میں عبادات ۔ تو جو کوئی صِدْقِ دِل سے یہ پانچ، عِبادات کرے وہ اُن پانچ اِنعاموں کا مُستحق ہے۔

(تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۲۰۸)

جاری ہے۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(سارا سال جنت سجائی جاتی ہے (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

محترم قارئین کرام ! رَمَضانُ الْمبارَک کے اِستِقبال کیلئے سارا سال جَنّت کو سجایا جاتا ہے۔چُنانچِہ حضرت سَیِدُنا عبدُاللہ ابنِ عُمَر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رِوایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، سُرورِ قَلْب وسینہ ، فیض گنجینہ ، صاحِبِ مُعَطّر پسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے ، ''بے شک جَنّت اِبتِدائی سال سے آئندہ سال تک رَمَضانُ الْمبارَک کے لئے سجائی جاتی ہے اور فرمایا رَمَضان شریف کے پہلے دِن جَنّت کے دَرَختوں کے نیچے سے بڑی بڑی آنکھوں والی حُوروں پر ہَوا چلتی ہے اور وہ عَرض کرتی ہیں ،''اے پروردگار ! عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے ایسے بندوں کو ہمارا شوہر بنا جن کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور جب وہ ہمیں دیکھیں تو اُن کی آنکھیں بھی ٹھنڈی ہوں۔ (شُعَبُ الایمان، ج ۳، ص ۳۱۲، حدیث ۳۶۳۳)

حضرتِ سَیِدُنا عبدُاللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ شہنشاہِ ذیشان، مکّی مَدَنی سلطان، رحمتِ عالمیان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے، ''رَمَضان

شریف کی ہر شب آسمانوں میں صُبح صادِق تک ایک مُنادِی یہ نِدا کرتا ہے، ''اے اچّھائی مانگنے والے ! مکمّل کر (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف آگے بڑھ) اور خوش ہوجا۔اور اے شریر ! شَر سے باز آجا اور عِبرت حاصِل کر۔ہے کوئی مغفِرت کا طالِب ! کہ اُس کی طَلَب پُوری کی جائے۔ہے کوئی تَوبہ کرنے والا ! کہ اُس کی تَوبہ قَبول کی جائے ۔ہے کوئی دُعاء مانگنے والا ! کہ اُس کی دُعا قَبول کی جائے۔ہے کوئی سائل ! کہ اُس کا سُوال پورا کیا جائے۔اللہ تعالیٰ رَمَضانُ الْمبارَک کی ہر شب میں اِفطار کے وَقت ساٹھ ہزار گُناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرمادیتا ہے۔اور عید کے دِن سارے مہینے کے برابر گُناہگاروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ (اَلدُّرُ المَنثُور،ج۱، ص۱۴۶

محترم قارئین کرام ! رَمَضانُ الْمبارَک کی جلوہ گَری تو کیا ہوتی ہے ، ہم غریبوں کے وارے نیارے ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رَحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور خُوب مَغفِرت کے پَروانے تقسیم ہوتے ہیں۔کاش ! ہم گُنہگاروں کو بَطُفیلِ ماہِ رَمَضان، سَرورِ کَون ومَکان، مَکّی مَدَنی سُلطان، رَحمتِ عالمیان محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے رَحمت بھرے ہاتھوں جہنّم، سے رِہائی کا پَروانہ مِل جائے ۔امامِ اہلسنت علیہ رحمۃ الرحمٰن بارگاہِ رِسالت صلّی اللہ ،تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں عرض کرتے ہیں

تمنّا ہے فرمائے ے روزِ مَحشَر
یہ تیری رِہائی کی چِٹّھی ملی ہے

روزانہ دس لاکھ گنہگاروں کی دوزخ سے رہائی

اللہ تعالیٰ کی عِنایتوں، رَحمتوں اور بَخشِشوں کا تذکِرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار، بِاذنِ پروَردگار دوعالَم کے مالِک ومُختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب رَمَضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مَخلوق کی طرف نَظَر فرماتا ہے'' اور جب اللہ عزوجل کِسی بندے کی طِرف نظر فرمائے تو اُسے کبھی عذاب نہ دے گا۔اور ہر رَوز دس لاکھ (گُنہگاروں) کو جہنّم سے آزاد فرماتا ہے اور جب اُنتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے اُن کے مَجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد فرماتا ہے۔ پھر جب عِیدُ الفِطر کی رات آتی ہے۔ مَلائِکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نُور کی خاص تجلّی فرماتا ہے اور فِرِشتوں سے فرماتا ہے،''اے گُروہِ مَلائکہ ! اُس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا؟''فِرِشتے عرض کرتے ہیں ،''اُس کو پُورا پُورا اَجْر دیا جائے۔''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،''میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بَخش دیا۔

(کنز العمال، ج ۸، ص ۲۱۹، حدیث ۲۳۷۰۲) ''

جاری ہے۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزانہ دس10 لاکھ افراد کی بخشش (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مَحبُوبِ ربُّ العٰلمین، سیِّدُ الانبیاء وَالمُرسَلین ، شفیعُ المُذنبین، جنابِ رحمۃٌ لِّلعٰلمین عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ دلنشین ہے، ''اللہ عزوَجَلَّ ماہِ رَمَضان میں روزانہ اِفطار کے وَقت دس لاکھ ایسے گُنہگاروں کو جَہنّم سے آزاد فرماتا ہے جن پر گُناہوں کی وجہ سے جہنّم واجِب ہوچُکا تھا،نیز شبِ جُمُعہ اور روزِ جُمُعہ (یعنی جُمعرات کو غُروبِ آفتاب سے لے کر جُمُعہ کو غُروبِ آفتاب تک) کی ہر ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گنہگاروں کو جہنّم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے حقدار قرار دئے ے جا چُکے ہوتے ہیں۔ (کَنزُ العُمّال،ج ۸،ص ۲۲۳،حدیث ۲۳۷۱۶)

عِصیاں سے کبھی ہم نے کَنارہ نہ کیا
ہم نے تو جہنّم کی بَہُت کی تجہیز
پَر تُو نے دِل آزُردہ ہمارا نہ کِیا
لیکن تِری رَحمت نے گوارا نہ کِیا

محترم قارئین کرام ! بیان کردہ احادیثِ مُبارکہ میں ربُّ الْاَنام عَزَّوَجَلَّ کے کس قدر عظیم الشّان اِنعام واِکرام کا ذِکر ہے۔ سُبْحٰنَ اللہ عزوجلَّ ! رَمَضانُ الْمبارک میں روز انہ دس لاکھ ایسے گنہگاروں کی بخشش ہوجایا کرتی ہے جو اپنے گُناہوں کے سبب جہنّم کے حقدار قرار پاچکے ہوتے ہیں۔ نیز شبِ جُمُعہ اور روزِ جُمُعہ کی تو ہر ہر گھڑی میں دس دس لاکھ گنہگار عذابِ نار سے آزاد قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر رَمَضانُ الْمبارک کی آخِری شب کی تو کیا خوب بہار ہے کہ سارے ماہ رَمَضان میں جتنے بخشے گئے تھے اُس کے شُمار کے برابر گنہگار اُس ایک رات میں عذابِ نار سے نَجات پاتے ہیں۔ اے کاش ! اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں اور بدکاروں کو بھی اِن مَغفِرت یافتگان میں شامِل کرلے۔

جب کہا عِصیاں سے میں نے سخت لاچاروں میں ہوں
جن کے پلّے کچھ نہیں ہے اُن خریداروں میں ہوں
تیری رَحمت کے لئے شامِل گُنہگاروں میں ہوں
بول اُٹھی رَحمت نہ گھبرا میں مددگاروں میں ہوں
بھلائی ہی بھلائی

امیرُ الْمُؤمِنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے : ''اُس مہینے کو خُوش آمدید ہے جو ہمیں پاک کرنے والا ہے

پُورا رَمَضان خَیر ہی خَیر ہے دِن کا روزہ ہو یا رات کا قِیام۔اِس مہینے میں خَرچ کرنا (جِہاد میں خَرچ کرنے کا دَرَجہ رکھتا ہے۔'' (تَنْبِیہُ الْغافِلین، ص۱۷۶

خرچ میں کشادگی کرو

حضرتِ سَیِّدُنا ضَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ نبیوں کے سُلطان، سرورِ ذیشان، رَحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ برکت نشان ہے: ''ماہِ رَمَضان میں گھر والوں کے خرچ میں کُشادَگی کرو'' کیونکہ ماہِ رَمَضان میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرح ہے۔

(الجامع الصغیر، ص۱۶۲، حدیث۲۷۱۶)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(بڑی بڑی آنکھ والی حوریں (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

حضرتِ سَیِّدُنا عبدُاللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مَروی ہے کہ رحمتِ عالَم ،نُورِ مُجَسَّم ، حبیبِ اکرم، نبیِّ محترم ،شاہِ بنی آدم ، رسولِ مُحتَشَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ معظّم ہے: ''جب رَمَضان شریف کی پہلی تاریخ آتی ہے تو عرشِ عظیم کے نیچے سے مُثیرہ نامی ہَوا چلتی ہے جو جَنّت کے درختوں کے پتّوں کو ہلاتی ہے۔اِس ہَوا کے چلنے سے ایسی دِلکش آواز بُلند ہوتی ہے کہ اِس سے بہتر آواز آج تک کسی نے نہیں سُنی۔اِس آواز کو سُن کر بڑی بڑی آنکھوں والی حُوریں ظاہِر ہوتی ہیں یہاں تک کہ جنّت کے بُلند مَحَلّوں پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور کہتی ہیں: '' ہے کوئی جو ہم کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے کہ ہمارا نکاح اُس سے ہو؟'' پھر وہ حُوریں داروغۂ جنّت (حضرت) رِضوان (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے پوچھتی ہیں: ''آج یہ کیسی رات ہے؟'' (حضرت) رِضوان (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) جواباً تَلبِیَہ (یعنی لبّیک) کہتے ہیں، پھر کہتے ہیں: ''یہ ماہِ رَمَضان کی پہلی رات ہے، جنّت کے دروازے اُمّتِ مُحمّدِیہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے روزے داروں کے لئے کھول دئے گئے ہیں۔

''(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۶۰، حدیث ۲۳)

: دو اندھیرے دور

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سَیِّدُنا مُوسیٰ کَلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے فرمایا کہ میں نے اُمّتِ مُحَمَّدِیہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو دو نور عطا کئے ہیں تاکہ وہ دو اندھیروں کے ضَرَر (یعنی نُقصان) سے مَحفُوظ رہیں۔ سَیِّدُنا مُوسیٰ کَلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے عَرض کی: یااللہ! عَزَّوَجَلَّ وہ دو نور کون کون سے ہیں؟ اِرشاد ہوا، ''نورِ رَمَضان اور نُورِ قُراٰن'' سَیِّدُنا مُوسیٰ کَلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے عَرض کی: دو اندھیرے کون کون سے ہیں؟ فرمایا، ''ایک قَبر کا اور دُوسرا قِیامت کا''۔

(دُرَّۃُ النَّاصِحِین، ص۹)

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے؟ خُدائے حَنّان ومَنّان عَزَّوَجَلَّ ماہِ رَمَضان کے قَدر دان پر کِس دَرَجہ مہربان ہے۔ پیش کردہ دونوں روایتوں میں ماہِ رَمَضان کی کِس قَدر عظیم رحمتوں اور بَرَکتوں کا ذِکر کیا گیا ہے۔ ماہِ رَمَضان کا قَدر دان روزے رکھ کر خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصِل کرکے جَنّتوں کی اَبدی اور سَرمدی نِعمتیں حاصِل کرتا ہے۔ نیز دوسری

حکایت بیان۔دو ۲ نور اور دو ۲ اندھیروں کا ذِکر کیا گیا ہے۔اندھیروں کو دُور کرنے کیلئے روشنی کا وجود ناگُزیر ہے۔ خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کے اس عظیم اِحسان پر قربان ! کہ اِس نے ہمیں قُرآن و رَمَضان کے دو نُور عطا کر دئے ہے تاکہ قبر و قِیامت کے ہولناک اندھیرے دُور ہوں اور نور ہی نور ہو جائے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزہ و قرآن شفاعت کریں گے (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

روزہ اور قُرآن روزِ محشر مُسلمان کیلئے شَفاعَت کا سامان بھی فراہم کریں گے۔چُنانچِہ مدینے کے سُلطان، سردارِ دوجہان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں، روزہ اور قُرآن بندے کیلئے قِیامت کے دن شَفاعت کریں گے۔روزہ عَرض کرے گا، اے ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ! میں نے کھانے اور خواہِشوں سے دن میں اِسے روک دیا، میری شَفاعَت اِس کے حَق میں قَبول فرما۔قُرآن کہے گا، میں نے اِسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شَفاعَت اِس کے لئے قَبول کر۔پس دونوں کی شَفاعَتیں قَبول ہوں گی۔''

(مُسند امام احمد، ج۲، ص۵۸۶، حدیث ۶۶۳۷)

بخشش کا بہانہ:

امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیم فرماتے ہیں، ''اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اُمّتِ مُحَمَّدِی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم پر عذاب کرنا مقصود ہوتا تو ان کو رَمَضان اور سُورۂ قُلْ ھُوَاللہ شریف

ہرگز عِنایت نہ فرماتا۔

(نُزہَۃُ المجالس، ج۱، ص۲۱۶)''

ڈر تھا کہ عِصیاں کی سَزا اب ہوگی یا روزِ جَزا

دی اُن کی رَحمت نے صَدا یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

(حدائقِ بخشش)

لاکھ رمضان کا ثواب

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، باذنِ پروَردگار، دو عالَم کے مالِک و مختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں، '' جس نے مکّہ مکرّمہ میں ماہِ رَمَضان پایا اور رَوزہ رکھا اور رات میں جتنا مُیَسَّر آئے قِیام کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لئے ایک لاکھ رَمَضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جِہاد میں گھوڑے پر سُوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

(ابنِ ماجہ، ج۳، ص۵۲۳، حدیث۳۱۱۷)''

فیضانِ سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(ایک لاکھ رمضان کا ثواب (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، باذنِ پروَردگار، دو عالَم کے مالِک و مختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں، '' جس نے مکّہ مکرّمہ میں ماہِ رَمَضان پایا اور رَوزہ رکھا اور رات میں جتنا مُیَسَّر آئے اِقیام کیا تو اللہ عزوجل اُس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رَمَضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جِہاد میں گھوڑے پر سُوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

'' (ابنِ ماجہ، ج ۳، ص ۵۲۳، حدیث ۳۱۱۷)

محترم قارئین کرام ! اللہ کے حبیب ، حبیبِ لبیب، ہم گنہگاروں کے مریضوں کے طبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا دِیارِ وِلادَت مکّۂ مُکَرَّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّ تَعظِیْمًا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مُکَرَّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے صَدْقے میں کس قَدر لُطف و کرم فرمایا ہے کہ شاہِ اَنام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلّم کا کوئی غُلام اگر ماہِ رَمَضان مکّہ ءِ مُکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعظِیمًا میں گُزارلے اور وہیں روزے رکھے اور رات کو حسبِ توفیق نوافِل وغیرہ ادا کرے تو اُسے دُوسرے مَقامات کے ایک لاکھ رَمَضان کے برابر ثواب عطاکیا جائے گا اور ہر روزوشب ایک ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب اور ایک ایک عظیمُ الشّان نیکی مزید بَرآں۔اے کاش ! ہمیں بھی مکّہ ءِ مُکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعظِیمًا میں ماہِ رَمَضان گُزارنے کی عظیم سَعادت نصیب ہوجائے اور اُس میں خوب عِبادت کرنے کی بھی توفیق ملے اور پھر ماہِ رَمَضان گُزار کر فوراً ہی عِید مَنانے کیلئے اپنے میٹھے میٹھے آقا مَکّی مَدَنی مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے رَوضَہ ءِ ضِیا بار پر حاضِر ہو جائیں اور وہاں پر رورو کر ''عیدی'' کی بھیک مانگیں اور سَبز سَبز گنبد کے مَکین ، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی رَحمت جوش پر آجائے اور اے کاش ! سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے دَستِ پُرانوار سے ہم گُنہگار ''عِیدی'' پائیں اور یہ سب کچھ اُن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے کرم ہی سے ممکِن ہے۔

: آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم عبادت پر کمربستہ ہو جاتے

محترم قارئین کرام ! ماہِ رَمَضان میں ہمیں اللہ عزوجل کی خوب خوب عِبادت کرنی چاہئے اور ہر وہ کام کرنا چاہئے جس سے اللہ عزوجل اور اسکے مَحبوب ، دانائے

غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی رِضا ہو۔ اگر اِس پاکیزہ مہینے میں بھی کوئی اپنی بخشش نہ کروا سکا تو پھر کب کروائے گا؟ ہمارے پیارے پیارے اور میٹھے مے مٹھے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اس مبارک مہینے کی آمد کے ساتھ ہی عِبادتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں بہت زیادہ مگن ہو جایا کرتے تھے۔ چُنانچِہ اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''جب ماہِ رَمَضان آتا تو میرے سَرتاج، صاحِبِ مِعراج صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت کے لئے کمر بَستہ ہو جاتے اور سارا مہینہ اپنے بِستر مُنوَّر پر تشریف نہ لاتے۔'' (اَلدُّرُّ المَنثُور، ج۱، ص۴۴۹)

: آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم رمضان میں خوب دعائیں مانگتے

مزید فرماتی ہیں کہ جب ماہِ رَمَضان تشریف لاتا تو حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا رنگ مبارک مُتَغَیِّر ہو جاتا اور آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نَماز کی کثرت فرماتے اور خوب گڑگڑا کر دُعائیں مانگتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر طاری رہتا۔

(شُعَبُ الْاِیمان، ج ۳، ص ۳۱۰، حدیث ۳۶۲۵)

:آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رمضان میں خوب خیرات کرتے

محترم قارئین کرام !اِس ماہِ مبارک میں خوب صَدَقہ وخیرات کرنا بھی سنّت ہے۔چُنانچِہ سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ،'' جب ماہِ رَمَضان آتا تو سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ہر قیدی کو رِہا کردیتے اور ہر (سائِل کو عطا فرماتے۔'' (اَلدُّرُّ الْمَنْثُور، ج۱، ص۴۴۹

:سب سے بڑھ کر سخی

سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:''رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم لوگوں میں سب سے بڑھ کر سخی ہیں اور سخاوت کا دریا سب سے زیادہ اس وقت جوش پر ہوتا۔جب رَمَضان ہیں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے جبرئیلِ امین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ملاقات کے لئے حاضِر ہوتے،جبرئیلِ امین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام (رَمَضانُ المبارَک کی) ہر رات میں ملاقات کیلئے حاضِر ہوتے اور رسولِ کریم،رءُوفٌ رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسلیم انکے ساتھ قرآنِ عظیم کا دَور فرماتے ۔''پس رسولُ اللہ

عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ خیر کے معاملے
میں سخاوت فرماتے۔
(صحیح بخاری، ج۱، ص۹، حدیث۶)
ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم
ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم
(حدائق بخشش شریف)
فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(رمضان کا دیوانہ (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

محترم قارئین کرام ! ماہِ رَمَضانُ المُبارَک میں نیکیوں کا اَجْر بَہُت بڑھ جاتا ہے لہٰذا کوشش کرکے زیادہ سے زیادہ نیکیاں اِس ماہ میں جَمْع کرلینی چاہئیں۔چُنانچِہ حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم نَخَعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''ماہِ رَمَضان میں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک ہزار دن کے روزوں سے افضل ہے اور ماہِ رَمَضان میں ایک مرتبہ تسبیح کرنا (یعنی سبحٰن اللہ کہنا) اس ماہ کے علاوہ ایک ہزار مرتبہ تسبیح کرنے (یعنی سبحٰنَ اللہ) کہنے سے افضل ہے اور ماہِ رَمَضان میں ایک رَکْعَت پڑھنا غیر رَمَضان کی ایک ہزار رَکْعَتوں سے افضل ہے۔

(اَلدُّرُّ المَنثُور،ج۱،ص ۴۵۴)

رمضان میں ذکر کی فضیلت

امیرُ المُؤمِنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ انور، مدینے کے تاجور، نبیوں کے سرور، محبوبِ ربِّ اکبر، سیِّدہ آمِنہ کے دِلبر صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کا فرمانِ رَحمت نِشان ہے:

'' ذَاکِرُ اللّٰہِ فِیْ رَمَضَانَ یُغْفَرُ لَہ، وَسَائِلُ اللّٰہِ فِیْہِ لَایَخِیْبُ ''

(شُعَبُ الْاِیمان، ج ۳، ص ۳۱۱، حدیث ۳۶۲۷)

ترجَمہ: رَمَضان میں ذکراللہ عزوجل کرنے والے کو بخش دیا جاتا ہے اور اِس مہینے میں (اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا۔

بِالفرض دُعاء کی قَبولیّت کا اَثر ظاہِر نہ ہو تب بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لانا چاہئے۔ ہماری بھلائی کس بات میں ہے اِس کو یقینا اللہ عزوجل ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں پاک پروردگار کا شکر گزار بندہ بن کر رَہنا چاہئے۔ وہ بیٹا دے تب بھی اُس کا شکر، بیٹی دے تب بھی شکر، دونوں دے تب بھی شکر اور نہ دے تب بھی شکر، ہر حال میں شکر شکر اور شکر ہی ادا کرنا چاہئے۔

(پارہ ۲۵ سورۃُ الشُّوریٰ کی آیت نمبر ۴۹ اور ۵۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

(پ ۲۵، الشوریٰ ۴۹، ۵۰)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولینا سیّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں، وہ مالِک ہے اپنی نِعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے جسے جو چاہے دے۔ انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا لُوط عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام و حضرتِ سیّدُنا شُعَیب عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے صرف بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا اور حضرتِ سیّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے صرف فرزند تھے کوئی دُختر ہوئی ہی نہیں اور سیّدُ الانبیاء حبیبِ خدا مُحَمَّدِ مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اللہ تعالٰی نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحبزادیاں اور حضرت سیّدُنا یحیٰی عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور حضرتِ سیّدُنا عیسٰی رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔

(خزائن العرفان، ص ۷۷۷)

: رمضان کا دیوانہ

مُحَمَّد نامی ایک آدمی سارا سال نَماز نہ پڑھتا تھا۔ جب رَمَضَان شریف کا مُتَبَرَّک مہینہ آتا تو وہ پاک صاف کپڑے پہنتا اور پانچوں وَقت پابندی کے ساتھ نَماز پڑھتا اور سالِ گُزشتہ کی قَضاء نَمازیں بھی ادا کرتا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا، تُو ایسا کیوں کرتا ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ مہینہ رَحمت، بَرَکت، توبہ اور مغفِرت کا ہے، شاید اللہ تعالیٰ مجھے میرے اِسی عمل کے سبب بَخش دے۔ جب اُس کا اِنتقال ہوگیا تو کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو پُوچھا، مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا مُعاملہ کیا؟ اُس نے جواب دیا، ''میرے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اِحترامِ رَمَضَان شریف بجا لانے کے سبب بَخش دیا۔ (دُرَّۃُ النَّاصِحین، ص ۸)

اللہ عزوجل بے نیاز ہے

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے؟ خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ ماہِ رَمَضَان کے قَدْردان پر کس دَرَجہ مہربان ہے کہ سال کے باقی مہینے چھوڑ کر صِرف ماہِ رَمَضَان میں عبادت کرنے والے کی مغفِرت فرمادی۔ اِس حِکایت سے کہیں

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اب تو (مَعَاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ) سارا سال نَمازوں کی چُھٹّی ہو گئی! صِرف رَمَضَانُ الْمُبارَک میں روزہ نَماز کرلیا کریں گے اور سیدھے جنّت میں چلے جائیں گے۔ پیارے بھائیو! دراصل بخشنا یا عذاب کرنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر موقوف ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اگر چاہے تو کسی مسلمان کو بظاہر چھوٹے سے نیک عمل پر ہی اپنے فضل سے بخش دے اور اگر چاہے تو بڑی بڑی نیکیوں کے باوُجود کسی کو محض ایک چھوٹے سے گُناہ پر اپنے عدل سے پکڑلے۔ (پارہ ۳ سُورۃُ البقرہ کی آیت نمبر ۲۸۴) میں ارشادِ ربِّ بے نیاز ہے:

(فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ (پ ۳، البقرہ ۲۸۴

ترجَمۂ کنزالایمان: تو جسے چاہے گا (اپنے فضل سے اہلِ ایمان کو) بخشے گا اور جسے چاہے گا اپنے عدل سے) سزا دے گا۔)

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شُمار جرم
دیتا ہوں واسِطہ تجھے شاہِ حجاز کا

فیضانِ سنّت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تین کے اندر تین پوشیدہ (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

محترم قارئین کرام ! کوئی نیکی چھوڑنی نہیں چاہئے نہ جانے اللہ عَزَوَجَلَّ کو کونسی نیکی پسند آجائے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی نہیں کرنا چاہئے کہ نہ جانے کس گناہ پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے اور اُس کا دردناک عذاب آکر گھیر لے۔ خلیفہء اعلیٰ حضرت ، فقیہِ اَعظم سیّدُنا ابو یوسف محمد شریف مُحدِّث کوٹلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نقل فرماتے ہیں: ''اللہ عَزَوَجَل نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں مُخفی (یعنی پوشیدہ) رکھا ہے:

(۱) اپنی رِضا کو اپنی اِطاعت میں اور

(۲) اپنی ناراضگی کو اپنی نافرمانی میں اور

(۳) اپنے اولیاء کو اپنے بندوں میں۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد فَقیہِ اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: '' لہٰذا ہر طاعت اور ہر نیکی کو عمل میں لانا چاہئے کہ معلوم نہیں کس نیکی پر وہ راضی ہوجائے اور ہر بدی سے بچنا چاہئے کیونکہ معلوم نہیں کس بدی پر وہ ناراض ہوجائے۔ خواہ وہ بدی کیسی ہی صَغیر (یعنی چھوٹی) ہو۔ مَثَلاً (بِلا اجازت) کسی کے تنکے کا خِلال کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ یا کسی

ہمسایہ کی مٹّی سے اُس کی اجازت کے بِغیر ہاتھ دھونا گویا ایک چھوٹی سی بات ہے۔ مگر مُمکن ہے کہ اِس بُرائی میں ہی حق تعالیٰ کی ناراضگی مَخفی (یعنی چُھپی ہوئی) ہو۔ تو ایسی (چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی بچنا چاہئے۔ (اَخلاقُ الصّٰلِحین، ص ۵۶

کتے کو پانی پلانے والی بخشی گئی

رَحمت کے طلبگارو! جب اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے پر آتا ہے تو بظاہر نیکی کتنی ہی چھوٹی ہو وہ اِسی کے سبب کرم فرمادیتا ہے۔چُنانچِہ اِس ضِمن میں کثیر احادیث وارِد ہیں۔ مَثَلاً ایک عورت کو صِرف اِس لئے بخش دیا گیا کہ اُس نے ایک پیاسے کتّے کو پانی پلایا تھا۔ (صحیح (بخاری، ج ۲، ص ۴۰۹، حدیث ۳۳۲۱

ایک حدیث میں سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا یہ فرمانِ عالیشان بھی مِلتا ہے کہ ایک شخص نے راستے میں سے ایک دَرَخت کو اِس لئے ہٹا دیا تاکہ لوگوں کو اِس سے اِیذا نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ نے (خوش ہو کر اُس کی مغفِرت فرمادی۔ (صحیح مسلم، ص ۱۴۱۰، حدیث ۱۹۱۴

ایک صحیح حدیث میں تقاضے میں نرمی (یعنی قرض کی وُصولی میں آسانی) کرنے والے ایک شخص کی نَجات ہوجانے کا واقِعہ بھی آیا ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۲، حدیث ۲۰۷۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کے واقِعات جَمْع کرنے جائیں تو اتنے ہیں کہ ہم جَمْع ہی نہ کرسکیں۔

مژدہ باد اے عاصیو! ذاتِ خُدا غفّار ہے
تَمْنِیَت اے مجرمو! شافِع شہِ اَبرار ہے
(حدائقِ بخشش)

فیضانِ سنّت کا فیضان۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(آگ کے دو پہاڑ (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

گنہگاروں کی 4 حکایت ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔

(۱) قبر میں آگ بھڑک اٹھی !

حضرتِ سَیِّدُنا عَمْرو بن شُعَیْبِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا شخص اِنْتِقال کرگیا جس کو لوگ صالح سمجھتے تھے۔جب اُسے دَفْن کردیا گیا تو اُس کی قبر میں عذاب کے فِرِشتے آ پہنچے اور کہنے لگے، ہم تجھ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کے سو کوڑے ماریں گے۔اُس نے خوفزدہ ہو کر کہا کہ مجھے کیوں مارو گے ؟میں تو پرہیز گار آدمی تھا۔تو اُنھوں نے کہا، اچھا چلو پچاس ہی مارتے ہیں مگر وہ برابر بَحث کرتا رہا حتّٰی کہ فِرِشتے ایک پر آ گئے اور اُنھوں نے ایک کوڑا مار ہی دیا۔ جس سے تمام قبر میں آگ بھڑک اُٹھی اور وہ شخص جل کر خاکِستَر (یعنی راکھ) ہو گیا۔پھر اُس کو زِندہ کیا گیا تو اُس نے دَرد سے تِلمِلاتے اور روتے ہوئے فریاد کی، آخِر مجھے یہ کوڑا کیوں مارا گیا؟تو اُنھوں نے جواب دیا، ایک روز تُو نے بے وُضو نَماز پڑھ لی تھی۔اور ایک روز ایک مظلوم تیرے پاس فریاد لے کر آیا

مگر تُو نے فریاد رَسی نہ کی۔
(شَرحُ الصُّدور، ص ۱۶۵)

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ناراض ہُوا تو اُس نے نیک اور پرہیزگار شخص کی بھی گرِفت فرمائی اور وہ عذابِ قبر میں گھِر گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حالِ زار پر رَحم فرمائے۔ اور ہماری بے حساب مغفِرت فرمائے۔

۲) ماپنے میں بے اِحتیاطی کے سبب عِتاب)

حضرتِ سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کَیّال (یعنی غَلّہ ماپنے والے) نے اِس کام کو چھوڑ دیا اور عِبادتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مشغول ہوا۔ جب وہ مر گیا۔ تو اُس کے بَعض اَحباب نے اُس کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، مافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا مُعاملہ کیا؟ اُس نے کہا، ''میرا وہ پیمانہ جس میں غَلّہ وغیرہ ماپا کرتا تھا، اُس میں میری بے اِحتیاطی کی وجہ سے کچھ مِٹّی سی بیٹھ گئی تھی جس کو میں نے لاپرواہی کے سَبَب صاف نہ کیا تو ہر مرتبہ ماپنے کے وَقت بقَدر اُس مِٹّی کے کم ہو جاتا تھا۔ میں اُس قُصُور کے سَبَب عِتاب میں گرِفتار ہوں۔'' (اَخلاقُ الصّٰلِحین، ص ۵۶)

۳) قَبر سے چلانے کی آواز)

اِسی طرح ایک اور شخص بھی اپنی تَرازُو کو مِٹّی وغیرہ سے صاف نہیں کرتا تھااور اِسی طرح چیز تَول دیتا تھا۔جب وہ مرگیاتو اُس کو بھی قَبر میں عذاب شُروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اُس کی قَبر سے چیخنے چِلّانے کی آواز سُنی ۔ بعض صالِحین (یعنی نیک لوگوں) کو قَبر سے چِلّانے کی آواز سُن کر رَحم آگیااور اُنھوں نے اُس کیلئے دُعائے (مَغفِرت کی تَو اِس کی بَرَکت سے اللہ تعالیٰ نے اُس کے عذاب کو دَفْع کیا۔ (اَیضاً

حرام کی کمائی کہاں جاتی ہے؟

مذکورہ دونوں لَرزہ خیز حِکایات سے وہ لوگ ضَرور دَرسِ عِبرت حاصِل کریں جو ڈنڈی مارتے اور کم ماپ تَول کرتے ہیں۔ مُسلمانو! ڈنڈی مار کر کم ماپ کر بَعض اَوقات بظاہِر مال میں کچھ زیادَتی نظر آ بھی جاتی ہے مگر ایسی آمَدنی کس کام کی ! بسا اوقات دُنیا میں بھی اِس قِسْم کا مال وَبال بن جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹروں کی فیسوں، بیماریوں کی دواؤں، جیب کَتروں ، چوروں یا رِشوت خوروں کے ہاتھوں میں یہ مال چلا جائے۔اور پھر مَعاذاللہ عَزَّوَجَلَّ آخِرت کا عذابِ شدید بھی بُھگتنا پڑ جائے۔

کرلے توبہ ربّ کی رَحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

آگ کے دو پہاڑ

روحُ البیان میں ہے،''جو شخص ناپ تَول میں خِیانت کرتا ہے، قِیامت کے روز اُسے دوزخ کی گہرائیوں میں ڈالا جائے گا اور آگ کے دو پہاڑ وں کے درمیان بِٹھا کر حکم دیا جائے گا، اِن پہاڑوں کو ناپو اور تولو! جب تولنے لگے گا تو آگ اُسے جَلا ڈالے گی۔ (تفسیر روحُ البیان، ج۱۰، ص۳۶۴)''

محترم قارئین کرام! خوب غور فرمایئے! مختصر سی زندگی میں چند فانی سِکّے حاصِل کرنے کیلئے اگر ڈنڈی مار لی تو کس قَدر شدید عذاب کی وَعید ہے۔آج معمولی گرمی برداشت نہیں ہوتی تو جہنّم میں آگ کے پہاڑوں کی تپش کس طرح برداشت ہوگی! خُدارا! اپنے حال پر رَحم کرتے ہوئے مال کی ہَوَس سے دُور رہئے۔ورنہ مالِ غیرِ حَلال دونوں جہاں میں وَبال ہی وَبال ثابِت ہوگا۔

۴) تنکے کا بوجھ)

حضرتِ سَیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ (مُ۔نَب۔بِہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے ہر قِسم کے گُناہوں سے تَوبہ کی۔پھر ستّر سال تک مُسَلسَل عِبادت کرتا رہا۔دِن کو روزہ رکھتا، رات کو جاگتا۔اُس کے تَقْویٰ کا یہ عالَم تھا کہ نہ کسی سایہ کے نیچے آرام کرتا

اور نہ ہی کوئی عُمدہ غِذا کھاتا۔جب اُس کا اِنتِقال ہوگیا تو اُس کے بَعض دوستوں نے اُسے خواب میں دیکھ کر پُوچھا، مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ ؟یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا مُعَامَلہ کیا؟اُس نے بتایا کہ ، اللّٰہعَزَّوَجَلَّ نے میرا حِساب لیا، پھر سب گُناہوں کو بَخش دیا مگر آہ !ایک تِنکا ، جِسے میں نے اُس کے مالِک کی مرضی کے بِغیر لے لیا تھا اور اُس سے دانتوں میں خِلال کیا تھا وہ تِنکا اُس کے مالِک سے مُعاف کروانا رَہ گیا تھا۔ افسوس صَد (افسوس !اِسی سَبَب سے ابھی تک مجھے جنّت سے روکا ہوا ہے۔ (تنبیہ المُغتَرِّین، ص ۵۱

گناہ آخر گناہ ہے

محترم قارئین کرام ! لرز جاؤ ! تھرّا اُٹھو ! ! کہ جب غَضَبِ جَبّار اور قہرِ قَہّار عَزَّوَجَلَّ جوش پر آتا ہے تو ایسے گُناہ پر بھی گرفت ہو جاتی ہے جسے دنیا والوں کے نزدیک بَہُت ہی معمولی تَصوُّر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابھی حِکایت میں گُزرا کہ ایک عابِد وزاہِد اور نیک بندہ صِرف اور صِرف اِس وجہ سے جنّت سے روک دیا گیا کہ اُس نے ایک حَقیر تِنکا اُس کے مالِک کی اِجازت کے بِغیر لے کر اُس سے دانتوں میں خِلال کر لیا اور پھر بے مُعاف کروائے اِنتِقال کر گیا تو پھنس گیا۔ ذرا سوچئے ! غور کیجئے ! ! ایک تِنکا تو کیا شَے ہے؟آج کل تو لوگ نہ جانے کیسی کیسی قیمتی اَمانتیں ہڑپ کر جاتے ہیں اور

دُکار تک نہیں لیتے۔

ادائے قرض میں بلا مہلت لئے تاخیر گناہ ہے

مُسلمانو ! ڈرجاؤ ! !حُقُوقُ الْعِباد کا مُعاملہ نِہایت ہی سَخت ہے۔ اگر ہم نے کسی بندے کا حق دَبا لیا۔ یا اُس کو گالی دے دی، آنکھیں دکھا کر ڈرایا، دھمکایا، غُصّہ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جس سے اُس کا دِل دُکھا۔ اَلْغَرَض کسی طرح بھی بے اجازت شرعی اُس کی دِل آزاری کی یا قَرضہ دبا لیا بلکہ بِغیر صحیح مجبوری کے قَرض کی ادائیگی میں تاخیر ہی کی۔ یہ سب بندوں کی حق تلفیاں ہیں۔ یاد رکھئے ! اگر آپ نے کسی سے قَرض لیا اور ادائیگی کے لئے رقم پاس نہیں ہے مگر گھر کے اَسباب، فرنیچر وغیرہ بیچ کر قَرض ادا کیا جاسکتا ہے تو یہ بھی کرنا پڑے گا۔ قَرض ادا کرنے کی ممکن صُورت ہونے کے باوُجود قرضدار سے مُہلَت لئے بِغیر آپ قرض کی ادائیگی میں جب تک تاخیر کرتے رہیں گے گنہگار ہوتے رہیں گے۔ اب خواہ آپ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں ایک ایک لمحے کا گُناہ لکھا جاتا رہے گا۔ گویا ادائیگیء قرض تک مُسَلسَل آپ کے گُناہوں کا مے ٹَر چلتا رہے گا۔ اَلْاَمان وَالْحَفِیْظ۔ جب قَرض کی ادائیگی میں تاخیر کا یہ وَبال ہے تو جو کوئی پُورا قَرضہ ہی دَبالے ! اُس کا کیا حال ہوگا

تین پیسے کا وبال

میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولینا الشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن سے قرضے کی ادائیگی میں سُستی اور جھوٹے حِیَل (ح۔ی۔ل) وحُجّت کرنے والے شخص زید کے بارے میں اِستفسار ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''زید فاسِق وفاجِر، مُرتکِبِ کَبائر، ظالِم، کذّاب، مُستحَقِ عذاب ہے اس سے زِیادہ اور کیا اَلقاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اِس حالت میں مرگیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اِس پر باقی رہا، اِس کی نیکیاں اُن (قرضخواہوں) کے مُطالَبہ میں دی جائیں گی۔ کیونکر دی جائیں گی یعنی کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سُن لیجئے) تقریباً تین پیسہ دَین (قرض) کے عِوَض (یعنی بدلے) سات سو نمازیں باجماعت (دینی پڑیں گی)۔ جب اِس (قرضہ دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرضخواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر '' پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مُلخصاً فتاوٰی رضویہ، ج۲۵، ص۶۹)

مت دبا قرضہ کسی کا نابکار

روئے گا دوزخ میں ورنہ زار زار

محترم قارئین کرام! دُنیا میں کسی پر ذرّہ برابر ظُلم کرنے والا بھی جب تک مظلوم کو راضی نہیں کرلے گا اُس وقت تک اُس کی خَلاصی (یعنی چُھٹکارا) ناممکن ہے۔ ہاں، اللہ عَزَّوَجَلَّ اگر چاہے گا تو اپنے فضل وکرم سے

قِیامت کے روز ظالم و مظلوم میں صُلح کروادے گا۔ بَصُورتِ دِیگر اُس مظلوم کو ظالِم کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ اگر اس سے بھی مظلوم یا مظلومین کے حُقُوق ادا نہ ہوئے تو مظلومین کے گُناہ ظالِم کے سَر پر ڈال دئے جائیں گے اور اِس طرح وہ ظالِم اگرچہ دنیا میں نیک و پرہیزگار رہ کر بڑی بڑی نیکیاں لے کر قِیامت میں آیا ہوگا۔ مگر بندوں کے حُقُوق ضائع کرنے کے سَبَب بالکل مُفلِس وقَلّاش ہوجائے گا اور اِسی وجہ سے جہنّم رَسید کردیا جائے گا۔ والْعِیاذُ بِاللّٰہِ تعالٰی۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(عذاب سے چھٹکارے کے اسباب (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

محترم قارئین کرام !جب اللہ عَزَوَجَلَّ رَحمت کرنے پر آتا ہے تو یوں بھی سبب بناتا ہے کہ کسی ایک عمل کو اپنی بارگاہ میں شَرَفِ قَبولیَّت عطا فرمادیتا ہے اور پھر اسی کے باعِث اُس پر رَحمتوں کی بارِش کردیتا ہے۔ لہٰذا اب ایک حدیثِ مُبارَک پیش کی جاتی ہے جس میں مُتَعَدَّد ایسے لوگوں کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی نیکی کے سبب اللہ تعالیٰ کی گرِفت سے بچ گئے اور رَحمتِ خُداوندی عَزَوَجَلَّ نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔چُنانچِہ حضرت سَیِّدُنا عبدالرحمٰن بن سَمُرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک بار حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، نبیِّ محترم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا،'' آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ

۱ : ایک شخص کی رُوح قبض کرنے کیلئے مَلَکُ الموت (علیہ الصلوٰۃ وَالسلام) تشریف لائے لیکن اُس کا ماں باپ کی اِطاعت کرنا سامنے آگیا اور وہ بچ گیا۔

۲: ایک شخص پر عذابِ قَبر چھاگیا لیکن اُس کے وُضو (کی نیکی) نے اُسے بچالیا۔

۳: ایک شخص کو شیاطین نے گھیر لیا لیکن ذِکرُاللہ عَزَوَجَلَّ (کرنے کی

نیکی نے) اُسے بچالیا۔
۴: ایک شخص کو عذاب کے فِرِشتوں نے گھیر لیا لیکن اُسے (اُس کی) نَماز نے بچالیا۔
۵: ایک شخص کو دیکھا کہ پیاس کی شِدّت سے زَبان نکالے ہوئے تھا اور ایک حَوض پر پانی پینے جاتا تھا مگر لوٹادیا جاتا تھا کہ اتنے میں اُس کے روزے آ گئے (اور اِس نیکی نے) اُس کو سَیراب کردیا۔
۶: ایک شخص کو دیکھا کہ جہاں انبیاءِ کِرام (علیہمُ الصلٰوۃُ والسّلام) حلقے بنائے ہوئے تشریف فرما تھے، وہاں ان کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن دُھتکار دیا جاتا تھا کہ اتنے میں اُس کا غُسلِ جَنابت آیا اور (اُس نیکی نے) اُس کو میرے پاس بٹھادیا۔
۷: ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کے آگے پیچھے، داہیں بائیں، اوپر نیچے اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور وہ اس اندھیرے میں حیران وپریشان ہے تو اُس کے حج وعُمرہ آگئے اور (ان نیکیوں نے) اُس کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں پہنچادیا۔
۸: ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مُسلمانوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہے لیکن کوئی اُس کو منہ نہیں لگاتا تو صِلہِ رِحمی (یعنی رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک کرنے کی نیکی) نے مؤمنین سے کہا کہ تم اِس سے بات چیت کرو۔ تو مسلمانوں نے اُس سے بات کرنا شروع کی۔
۹: ایک شخص کے جِسم اور چِہرے کی طرف آگ بڑھ رہی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے

بچا رہا ہے تو اُس کا صَدَقہ آگیا اور اُس کے آگے ڈھال بن گیا اور اُسکے سر پر سایہ فِگَن ہو گیا۔

۱۰: ایک شَخص کو زبانیہ (یعنی عذاب کے مَخصوص فِرِشتوں) نے چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن اُس کا اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ آیا (یعنی نیکی کا حُکم کرنے اور بُرائی سے مَنْع کرنے کی نیکی آئی) اور اُس نے اُسے بچالیا اور رَحمت کے فِرِشتوں کے حوالے کر دیا۔

۱۱: ایک شَخص کو دیکھا جو گُھٹنوں کے بَل بیٹھا ہے لیکن اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حِجاب (یعنی پَردا) ہے مگر اُس کا حُسنِ اَخلاق آیا اِس (نیکی) نے اُس کو بچالیا اور اللہ تعالیٰ سے مِلادیا۔

۱۲: ایک شَخص کو اُس کا اَعمالنامہ اُلٹے ہاتھ میں دیا جانے لگا تو اُسکا خوفِ خُدا عَزَّوَجَلَّ آگیا اور (اِس عظیم نیکی کی بَرَکت سے) اُس کا نامہء اَعمال سیدھے ہاتھ میں دے دیا گیا۔

۱۳: ایک شخص کی نیکیوں کا وَزن ہلکا رہا مگر اُس کی سَخاوت آ گئی اور نیکیوں کا وَزن بڑھ گیا۔

۱۴: ایک شَخص جہنَّم کے کَنارے پر کھڑا تھا مگر اُس کا خوفِ خُدا عَزَّوَجَلَّ آگیا اور وہ بچ گیا۔

۱۵: ایک شخص جہنَّم میں گر گیا لیکن اُس کے خوفِ خُدا عَزَّوَجَل میں بہائے ہوئے آنسو آ گئے اور (اِن آنسوؤں کی بَرَکت سے) وہ بچ گیا۔

۱۶: ایک شخص پُلْ صِراط پر کھڑا تھا اور ٹہنی کی طرح لرز رہا تھا لیکن اُس کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ حُسنِ ظَن (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گُمان کہ وہ رَحمت ہی کرے گا) آیا (اور اِس نیکی) نے اُسے بچالیا اور وہ پُلْ صِراط سے گُزر گیا۔

۱۷: ایک شخص پُلْ صِراط پر گِھسَٹ گِھسَٹ کر چل رہا تھا کہ اُسکا مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھنا آگیا اور (اس نیکی نے) اُسکو کھڑا کرکے پُلْ صِراط پار کروادیا۔

۱۸: میری اُمّت کاایک شخص جنّت کے دروازوں کے پاس پہنچا تو وہ سب اسپر بند تھے کہ اسکا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا آیا اور اُسکے لئے جنّتی دروازے کُھل گئے اور وہ جنّت میں داخِل ہوگیا۔

چُغلی کا دردناک عذاب

۱۹ : کچھ لوگوں کے ہونٹ کاٹے جارہے تھے میں نے جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ وَالسلام) سے دریافت کیا، یہ کون ہیں؟ تو اُنھوں نے بتایا کہ یہ لوگوں کے درمیان چُغل خَوری کرنے والے ہیں۔

اِلْزامِ گناہ کی خوفناک سزا

۲۰ : کچھ لوگوں کو رَبانوں سے لٹکا دیا گیا تھا۔ میں نے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ وَالسلام سے اُن کے بارے میں پُوچھا تو اُنھوں نے بتایا کہ یہ

(لوگوں پر بِلا وجہ اِلزامِ گُناہ لگانے والے ہیں۔ (شرحُ الصُّدر، ص ۱۸۲

کوئی بھی نیکی نہیں چھوڑنی چاہئے

محترم قارئین کرام !آپ نے مُلاحظہ فرمایا، اِطاعتِ والِدین، وُضو، نَماز، روزہ، ذِکرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ، حج وعُمرہ، صِلہءِ رِحمی، اَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ، صَدَقہ، حُسنِ اَخلاق، سَخاوت، خَوفِ خدا عَزَّوَجَل یہاں رونا، نیز اللہ عَزَّوَجَل کے ساتھ حُسنِ ظَن وغیرہ وغیرہ نیکیوں کے سَبَب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مُعَذَّبین (یعنی جو لوگ عذاب میں مبتَلا تھے اُن) پر کرم فرمادیا اور اُنہیں عِتاب و عذاب سے رِہائی مِل گئی۔ بَہَر حال یہ اُس کے فضل وکرم کے مُعامَلات ہیں۔ وہ مالِک ومُختار عَزَّوَجَلَّ ہے۔ جِسے چاہے بَخش دے، جسے چاہے عذاب کرے، یہ سب اُس کا عَدْل ہی عَدْل ہے۔ جہاں وہ کسی ایک نیکی سے خوش ہو کر اپنی رَحمت سے بخش دیتا ہے وَہیں کسی ایک گُناہ پر جب وہ ناراض ہوجاتا ہے تو اُس کا قَہر و غضب جوش پر آجاتا ہے اور پھر اُس کی گِرفت نِہایت ہی سَخت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابھی گزشتہ طویل حدیث کے آخِر میں چُغل خَوروں اور دوسروں پر گناہ کی تُہمت باندھنے والوں کا اَنجام بھی ہمارے پیارے آقا صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مُلاحظہ فرما کر ہمیں بتا کر تَنَبِّہ (یعنی خبردار) کیا لہٰذا عَقلمند وُہی ہے کہ بظاہِر

کوئی چھوٹی سی بھی نیکی ہو اُسے تَرک نہ کرے کہ ہوسکتا ہے یہی نیکی نَجات کا ذَرِیعہ بن جائے اور بظاہِر گُناہ کتنا ہی معمولی نظر آتا ہو ہر گز ہر گز نہ کرے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ برما کے تمام مسلمانوں کی جان ومال

عزت وآبرو کی حفاظت فرما اٰمین۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(ظالم اور مفلس کون ؟ (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

تاجدارِ مدینہء منوّرہ، سلطانِ مکّہء مکرّمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے صَحابہء کِرَام علیہمُ الرضوان سے اِستِفْسار فرمایا، ''کیا تم جانتے ہو کہ مُفْلِس کِون ہے؟'' صَحابہء کِرَام علیہم الرضوان نے عرض کی، یا رسولَ اللہ عزوجل وَ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہم میں سے مُفلِس تو وہ ہے جِس کے پاس دِرہم و دُنیاوی ساز وسامان نہ ہو۔ تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: '' میری اُمّت کا مُفلِس ترین شخص وہ ہے جو قِیامت کے دن نَماز، روزہ، زکوٰۃ تو لیکر آئے گا مگر ساتھ ہی کسی کو گالی بھی دی ہوگی، کسی کو تُہمت لگائی ہوگی، اُس کا مالِ ناحَق کھایا ہوگا، اُسکا خون بہایا ہوگا، اسکو مارا ہوگا، پس ان سب گُناہوں کے بدلے میں اس کی نیکیاں لی جائیں گی۔ پس اگر اسکی نیکیاں خَتْم ہوجائیں اور مزید حَقدار باقی ہوں تو اُن (یعنی مظلوموں) کے گُناہ لیکر بدلے میں اِس (یعنی ظالم) پر ڈالے جائیں گے پھر اس (ظالم) شخص کو جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم، ص ۱۳۹۴، حدیث ۲۵۸۱)

ظالم سے مراد کون ہے؟

یاد رہے! یہاں ظالم سے مُراد صرف قاتِل، ڈاکو یا مار دھاڑ کرنے والا ہی نہیں۔ بلکہ جس نے بظاہر کسی کی تھوڑی سی بھی حق تلفی کی مَثَلاً ایک آدھ روپیہ ہی دبا لیا ہو، بِلا اجازتِ شَرعی ڈانٹ ڈپٹ کی ہو یا غصّے میں گھورا ہو، مذاق اُڑایا ہو وغیرہ تب بھی یہ ظالِم ہے اور وہ مظلوم۔ اب رہا یہ جُدا بات ہے کہ اِس ''مظلوم'' نے بھی ''اُس ظالم'' کی بعض حق تلفیاں کی ہوں۔ اِس صورتِ حال میں دونوں ایک دوسرے کے حق میں مخصوص مُعاملات میں ''ظالم'' بھی ہیں اور ''مظلوم'' بھی۔ اسی طرح کئی لوگ ہونگے جو بعضوں کے حق میں ''ظالم'' اور بعضوں کے حق میں'' مظلوم'' ہوں گے۔

حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ اَنیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ قِیامت کے دن ارشاد فرمائے گا،'' کوئی دوزخی دوزخ میں اور کوئی جنّتی جنّت میں داخِل نہ ہو، جب تک وہ حُقُوقُ الْعِباد کا بدلہ نہ ادا کرے۔ یعنی جِس کسی کا حَق جس کسی نے دَبایا ہو اُس کا (فیصلہ ہونے تک دوزخ یا جنّت مے ں داخِل نہ ہوگا۔ (اخلاقُ الصّٰلِحین، ص ۵۵

حُقُوقُ الْعِباد کی تفصیلی معلومات کیلئے مکتبۃُ المدینہ کا مطبوعہ تحریری بیان ظلم کا انجام ضرور مُلاحظہ فرمایئے۔ یااللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب

مُسلمانوں کو ایک دُوسرے کی حق تلفی کرنے سے بچا اور جو کچھ اس سلسلے میں کوتاہیاں ہوچکی ہیں اِنہیں آپس میں مُعاف کروالینے کی توفیق مَرحمت فرما۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ برما کے تمام مسلمانوں کی جان ومال

عزت وآبرو کی حفاظت فرما اٰمین۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(ماہِ رمضان میں مرنے کی فضیلت (فضائل رمضان

جو خوش نصیب مُسلمان ماہِ رَمَضان میں اِنتِقال کرتا ہے اُس کو سُوالاتِ قَبر سے اَمان مِل جاتی ، عذابِ قَبر سے بچ جاتااور جنّت کا حَقدار قرار پاتا ہے۔چُنانچِہ حضراتِ مُحَدِّثِین کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المبین کا قَول ہے، ''جو مؤمِن اِس مہینے میں مرتا ہے وہ سیدھا جَنّت میں جاتا ہے، گویا اُس کے لئے دوزخ کا دروازہ بند ہے۔'' (انیسُ الواعظین، ص ۲۵)

تین افراد کے لئے جنت کی بشارت

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ، نبیوں کے سردار، دو عالَم کے مالِک ومختار، باذنِ پروَردگار ہم بے کسوں کے مددگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: ''جسکو رَمَضان کے اختِتام کے وَقت موت آئی وہ جنّت میں داخِل ہوگا اور جسکی موت عَرَفہ کے دن (یعنی ۹ ذُوالحجّۃُ الحرام) کے خَتْم ہوتے وَقت آئی وہ بھی جنّت میں داخِل ہوگااور جسکی موت صَدَقہ دینے کی حالت میں آئی وہ بھی داخِلِ جنّت ہوگا۔'' (حِلْیَۃُ الاولیاء، ج ۵، ص ۲۶، حدیث ۶۱۸۷)

قیامت تک کے روزوں کا ثواب

اُمُّ الْمُؤمنین سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، میرے سرتاج، صاحبِ معراج صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشادِ بشارت بنیاد ہے: ''جس کا روزہ کی حالت میں اِنتِقال ہوا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسکو قِیامت تک کے روزوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔'' (الفردوس بماثور الخطاب، ج ۳، ص ۵۰۴، حدیث ۵۵۵۷)

سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! روزہ دار کس قَدَر نصیب دار ہے کہ اگر روزے کی حالت میں موت سے ہَمکنار ہوا تو قِیامت تک کے روزوں کے ثواب کا حقدار قرار پائے گا۔

حضرتِ سیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم، رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو فرماتے ہوئے سنا، ''یہ رمضان تمہارے پاس آگیا ہے، اس میں جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، محروم ہے وہ شخص جس نے رَمضان کو پایا اور اس کی مغفِرت نہ ہوئی کہ جب اس کی رَمضان میں مغفِرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟'' (مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۳۴۵، حدیث ۴۷۸۸)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

،یا اللہ برما کے تمام مسلمانوں کی جان ومال

عزت وآبرو کی حفاظت فرما آمین۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(شیطان قید میں ہونے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں

محترم قارئین کرام ! ماہِ رَمَضان تو کیا آتا ہے رَحمت وجَنّت کے دروازے کُھل جاتے ، دوزخ کو تالے پڑ جاتے اور شیاطین قید کر لیے جاتے ہیں ۔چُنانچِہ حضرت سَیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم، رحمتِ عالَم ، نُورِ مُجَسَّم ، شاہِ بنی آدم ، رسولِ مُحتَشَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اپنے صَحَابہء کرام رِضوانُ اللّٰہِ تَعالیٰ علیہم اَجْمَعینکوخُوش خبری سُناتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ''رَمَضان کا مہینہ آگیا ہے جو کہ بَہُت ہی بابَرَکت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کے روزے تم پر فَرض کئے ہیں،اِس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں ۔اور جہنّم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں۔سَرکَش شیطانوں کو قَید کرلیا جاتا ہے۔اِس میں اللہ تعالیٰ کی ایک رات شبِ قَدر ہے ، جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے جو اسکی بھلائی سے محروم ہوا وُہی محروم ہے۔''

(سُنَنِ نَسائی،ج ۴ ،ص ۱۲۹)

شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں

حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا: جب رَمَضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، ج اوّل، ص ۶۲۶، حدیث ۱۸۹۹)

اور ایک روایت میں ہے کہ جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ رَحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم، ص ۵۴۳، حدیث ۱۰۷۹)

شیطان قید میں ہونے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں

مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ ماہِ رَمَضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رَحمتیں زمین پر اُترتی ہیں اور جنّتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنّت والے حُور و غِلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رَمَضان آ گیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے

ہیں۔ ماہِ رَمَضان میں واقعی دوزخ کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینے میں گنہگاروں بلکہ کافِروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رَمَضان میں عذابِ قَبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں اِبلیس مَع اپنی ذُرِّیَّتوں (یعنی اولاد) کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اِس مہینے میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفسِ اَمّارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ شیطان کے بہکانے سے۔

(مراٰۃ المناجیح، ج ۳، ص ۱۳۳)

گناہوں میں کمی تو آ ہی جاتی ہے

محترم قارئین کرام! بَسَر کیف عام مُشاہدہ یہی ہے کہ رَمَضانُ المبارک میں ہماری مساجِد غَیرِ رَمَضان کے مُقابلہ میں زِیادہ آباد ہو جاتی ہیں۔ نیکیاں کرنے میں آسانیاں رہتی ہیں اور اتنا ضَرور ہے کہ ماہِ رَمَضان میں گُناہوں کا سِلسِلہ کچھ نہ کچھ کم ہو جاتا ہے۔

جوں ہی شیطان آزاد ہوتا ہے!

رَمَضانُ المبارک کے رُخصت ہوتے ہی، شیطان آزاد ہو جاتا اور گُناہوں کا زور خُوب بڑھ جاتا ہے۔ اور عید کے دِن تو اِس قَدر گُناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے کہ وہ سینما گھر جو شاید سارے سال میں کبھی نہ بھرتے ہوں اُن پر بھی '' ہاؤس

فُل '' کا بُورڈ لگ جاتا ہے ،پُورے سال میں جن تماشوں کے مَیلے نہیں لگتے وہ بھی عید کے روز ضَرور لگ جاتے ہیں ، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے کی قید کے سَبَب شیطان بے حد بپھر چکا ہے اور ماہِ رَمَضانُ المبارک کی ساری کسَر وہ عِید کے روز ہی نِکال دینا چاہتا ہے۔ تمام تفریح گاہیں بے پردہ عورتوں اور مَردوں سے بَھر جاتی ہیں، تمام ڈِرامہ گاہوں میں اِزدِحام ہوتا ہے، بلکہ عِید کے لئے نئی نئی فِلمیں اور جدید ڈِرامے لگا دیئے جاتے ہیں ۔افسوس ! شیطان کے ہاتھوں بے شمار مسلمان کِھلونا بن کر رہ جاتے ہیں۔ مگر ایسے خوش نصیب مسلمان بھی ہوتے ہیں جو اللہ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غفلت نہیں کرتے اور شیطان کے بَہکانے سے مَحفُوظ رہتے ہیں ۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

،یا اللہ برما کے تمام مسلمانوں کی جان ومال

عزت وآبرو کی حفاظت فرما اٰمین۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(رمضان میں علی الاعلان کھانے پینے کی دنیوی سزا (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

بُخارا میں ایک مجوسی (آتش پَرَست) رہتا تھا ایک مرتبہ رَمَضان شریف میں وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مسلمانوں کے بازار سے گُزر رہا تھا۔ اُس کے بیٹے نے کوئی چیز عَلانیہ طور پر کھانی شُروع کردی۔ مَجوسی نے جب یہ دیکھا تو اپنے بیٹے کو ایک طَمانچہ رَسید کردیا اور خوب ڈانٹ کر کہا، تجھے رَمَضانُ المُبارَک کے مہینہ میں مسلمانوں کے بازار میں کھاتے ہوئے شَرم نہیں آتی؟ لڑکے نے جواب دیا، ابّا جان! آپ بھی تو رَمَضان شریف میں کھاتے ہیں۔ والدِ نے کہا، میں مسلمانوں کے سامنے نہیں اپنے گھر میں کے اندر چُھپ کر کھاتا ہوں، اِس ماہِ مُبارَک کی بے حُرمتی نہیں کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اُس شخص کا اِنتِقال ہوگیا۔ کسی نے خواب میں اُس کو جنّت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا تو حیرت سے پُوچھا، تُو تو مَجوسی تھا، جنّت میں کیسے آگیا؟ کہنے لگا، ''واقعی میں مَجوسی تھا، لیکن جب موت کا وَقت قریب آیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِحتِرامِ رَمَضان کی بَرَکت سے مجھے ایمان کی دولت سے اور مرنے کے بعد جنّت سے سرفراز فرمایا۔''

(نُزھَۃُ المَجالِس، ج۱، ص۲۱۷)

رمضان میں علی الاعلان کھانے کی دنیوی سزا

محترم قارئین کرام ! دیکھا آپ نے ؟رَمَضانُ المبارک کی تعظیم کے سَبَب ایک آتش پَرَست کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہ صِرف دَولتِ اِیمان سے نَواز دیا بلکہ اُس کو جنّت کی لازوال نعمتوں سے بھی مالا مال فرمادیا ۔اِس واقِعہ سے خُصُوصاً ہمارے اُن غافِل بھائیوں کو دَرسِ عِبرت حاصِل کرنا چاہئے جو مسلمان ہونے کے باوُجُود رَمَضانُ المُبارک کا بِالکل اِحتِرام نہیں کرتے۔اَوّل تو وہ روزہ نہیں رکھتے، پھر چوری اور سینہ زوری یُوں کہ روزہ داروں کے سامنے ہی سگریٹ کے کَش لگاتے، پان چباتے ،حَتّٰی کہ بَعض تَو اتنے بیباک و بے مُروّت کہ سرِ عام پانی پیتے بلکہ کھانا کھاتے بھی نہیں شرماتے۔ یاد رکھئے ! فُقَہائے کِرام (رَحِمَھُمُ اللہ تعالٰی) فرماتے ہیں،''جو شخص رَمَضانُ المُبارَک میں دن کے وقت بِغیر کسی مَجبوری کے عَلَی الاِعلان جان بُوجھ کر کھائے پیئے اُس کو (بادشاہِ اسلام کی طرف سے) قتل کردیا جائے۔

(دُرِّمُختار مع رَدُّالمُحتار، ج۳، ص ۳۹۲)''

کیا آپ کو مرنا نہیں ؟

محترم قارئین کرام ! غور کیجئے ! خوب سوچئے ! !جب روزہ خَوروں کی دُنیا میں اِس

قدر سخت سزا تجویز کی گئی ہے (یہ سزا صرف حاکمِ اسلام ہی دے سکتا ہے) تو آخرت کی سزا کس قدر ہولناک اور تباہ کُن ہوگی؟ مُسلمانو! ہوش میں آیئے! کب تک اِس دُنیا میں گلچھرّے اُڑائیں گے؟ کیا آپ کو مَرنا نہیں؟ کیا اِس دُنیا میں ہمیشہ اِسی طرح دَنَدناتے پھریں گے؟ یاد رکھئے! ایک نہ ایک دِن موت ضَرور آئے گی اور آپ کا رِشتۂ حیات مُنْقَطِع کرکے (یعنی کاٹ کر) نرم و آرام دِہ گَدیلوں سے اُٹھا کر مِٹّی پر سُلادے گی۔ ہر طرح کے سامانِ طَرَب سے آراستہ و پَیراستہ کمروں سے نکال کر اندھیری قبروں میں پہنچادے گی، پھر پچھتانے سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ ابھی مَوقع ہے، گُناہوں سے سچّی توبہ کرلیجئے اور روزہ و نَماز کی پابندی اِختیار کیجئے۔

کرلے توبہ ربّ کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی
سال بھر کی نیکیاں برباد

حضرتِ سیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہُما سے مَروی ہے کہ نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے، ''بے شک جنّت ماہِ رَمَضان کے لئے ایک سال سے دوسرے سال تک سجائی جاتی ہے، پس جب ماہِ رَمَضان آتا ہے تو جنّت کہتی ہے، ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اِس مہینے

میں اپنے بندوں میں سے (میرے اندر) رہنے والے عطا فرمادے۔''اور حُورِ عین کہتی ہیں، ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اِس مہینے میں ہمیں اپنے بندوں میں سے شوہر عطا فرما۔''پھر سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا، ''جس نے اِس ماہ میں اپنے نفس کی حِفاظت کی کہ نہ تو کوئی نَشہ آور شَے پی اور نہ ہی کسی مؤمن پر بُہتان لگایا اور نہ ہی اِس ماہ میں کوئی گُناہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سر رات کے بدلے اِسکا سو حُوروں سے نکاح فرمائے گا اور اسکے لئے جنّت میں سونے، چاندی، یاقُوت اور زَبَرجد کا ایسا مَحَل بنائے گا کہ اگر ساری دُنیا جَمْع ہو جائے اور اِس مَحَل میں آ جائے تو اس مَحَل کی اُتنی ہی جگہ گھیرے گی جتنا بکریوں کا ایک باڑہ دُنیا کی جگہ گھیرتا ہے، اور جس نے اِس ماہ میں کوئی نَشہ آور شَے پی یا کسی مؤمن پر بُہتان باندھا یا اِس ماہ میں کوئی گُناہ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسکے ایک سال کے اَعمال برباد فرمادے گا۔ پس تم ماہِ رَمَضان (کے حق) میں کوتاہی کرنے سے ڈرو کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے گیارہ مہینے کردئے کہ ان میں نِعمتوں سے لُطف اندوز ہو اور تَلَذُّذ (لذّت) حاصِل کرو اور اپنے لئے ایک مہینہ خاص کرلیا ہے۔ پس تم ماہِ رَمَضان کے مُعاملے میں ڈرو۔ (المعجم الاوسط، ج ۲، ص ۴۱۴، حدیث ۳۶۸۸) ''

محترم قارئین کرام ! معلوم ہوا جہاں ماہِ رَمَضانُ المبارک کی تعظیم کرنے والوں کیلئے اُخروی اِنعامات و کرامات کی بِشارَات ہیں وہاں اِس مبارک مہینے کی ناقدری کرتے ہوئے اِس میں گناہ کرنے والوں کیلئے وَعیدات بھی ہیں۔ اِس حدیثِ پاک میں نَشہ آور چیز پینے اور مؤمن پر بُہتان باندھنے کا خُصُوصیّت کے ساتھ تذکرہ ہے یاد رکھئے ! شراب اُمُّ الخَبائِث (یعنی بُرائیوں کی ماں ہے) اِس کا پینا حرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے۔ حضرت سَیِّدُنا جابِر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے، سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، ''جو چیز زیادہ مِقدار میں نَشہ لائے تو اُس کی تھوڑی سی مِقدار بھی حرام ہے۔'' (سُنَنِ ابوداود، ج ۳، ص ۴۵۹، الحدیث ۳۶۸۱)

دوزخیوں کا خون اور پیپ

مُؤمِن پر بُہتان باندھنا بھی حرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے، حدیثِ پاک میں ہے: ''جو کسی مُؤمِن کے بارے میں ایسی چیز کہے جو اس میں نہ ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس (بُہتان تراش) کو اُس وقت تک رَدْغَۃُ الخَبال میں رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنی (کہی ہوئی بات سے نکل جائے۔ (سُنَنِ ابوداود، ج ۳، ص ۴۲۷، حدیث ۳۵۹۷)

رَدْغَۃُ الْخَبَالِ جہنّم میں وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا خون اور پیپ جَمع ہوتا ہے۔ (مِراٰۃُ الْمَناجیح، ج۵، ص۳۱۳) اس کے تحت مُحَقِّق عَلَی الْاِطْلاق حضرت شاہ عبدُالحق مُحَدِّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللہ القَوی فرماتے ہیں: ''یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے'' مراد یہ ہے کہ ''اس گناہ سے توبہ کے ذَرِیعے یا جس عذاب کا وہ مُستحق ہوچکا ہے اسے بُھگتنے کے بعد پاک ہوجائے۔ (اشعۃ اللمعات، ج۳، ص۲۹۰)

فیضان سنت کا فیضان۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ برما کے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(رمضان کے ناقدرو خبردار! (فضائل رمضان

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

سَیِّدَتُنا اُمِّ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، دو جہاں کے سلطان، شَہَنشاہِ کون و مکان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے، ''میری اُمّت ذلیل و رُسوا نہ ہوگی جب تک وہ ماہِ رَمَضان کا حق ادا کرتی رہے گی۔'' عرض کی گئی، یارسولَ اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَمَضان کے حق کو ضائع کرنے میں ان کا ذلیل و رُسوا ہونا کیا ہے؟ فرمایا، ''اِس ماہ میں انکا حرام کاموں کا کرنا، پھر فرمایا، جس نے اِس ماہ میں زِنا کیا یا شراب پی تو اگلے رَمَضان تک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور جتنے آسمانی فِرِشتے ہیں سب اُس پر لعنت کرتے ہیں۔ پس اگر یہ شخص اگلے ماہِ رَمَضان کو پانے سے پہلے ہی مرگیا تو اس کے پاس کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جو اسے جہنّم کی آگ سے بچاسکے۔ پس تم ماہِ رَمَضان کے معاملے میں ڈرو کیونکہ جس طرح اِس ماہ میں اور مہینوں کے مقابلے میں نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں اِسی طرح گناہوں کا بھی مُعاملہ ہے۔'' (المعجم الصغیر للطبرانی، ج۹، ص۶۰، حدیث ۱۴۸۸)

!ناقدرو خبردار

محترم قارئین کرام !لرز اٹھئے ! ماہِ رَمَضان کی ناقَدری سے بچنے کا خُصُوصیّت کے ساتھ سامان کیجئے۔اس ماہِ مبارک میں دوسرے مہینوں کے مقابلے میں جس طرح نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں اِسی طرح دیگر مہینوں کے مقابلے میں گناہوں کی ہَلاکت خَیزیاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ماہِ رَمَضان میں شراب پینے والا اور زِنا کرنے والا تو ایسا بد نصیب ہے کہ آئندہ رَمَضان سے پہلے پہلے مرگیا تو اب اس کے پاس کوئی نیکی ایسی نہ ہوگی جو اسے جہنّم کی آگ سے بچاسکے۔ یاد رہے ! آنکھوں کا زِنا بد نگاہی، ہاتھوں کا زِنا اَجنبیہ کو چُھونا ہے لہٰذا خبردار ! خبردار ! خبردار ! ماہِ رَمَضان میں بالخصوص اپنے آپ کو بد نِگاہی سے بچایئے۔ حتَّی الامکان ''آنکھوں کا قفلِ مدینہ'' لگا لیجئے یعنی نگاہیں نیچی رکھنے کی بھرپور سعی کیجئے۔ افسوس ! صد ہزار افسوس ! بَسا اوقات نَمازی اور روزہ دار بھی ماہِ رَمَضان کی بے حُرمتی کرکے قَہّارِ قَہّار اور غَضبِ جبّار کا شِکار ہو کر عذابِ نار میں گرِفتار ہو جاتے ہیں۔

دل پر سیاہ نقطہ

حدیثِ مُبارَک میں آتا ہے، ''جب کوئی انسان گُناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر ایک سیاہ نُقطہ بن جاتا ہے، جب دوسری بار گُناہ کرتا ہے تو دُوسرا سِیاہ نُقطہ بنتا ہے یہاں تک کہ اُس کا دِل سِیاہ ہو جاتا ہے۔ نتیجۃً بَھلائی کی

بات اُس کے دِل پر اثرانداز نہیں ہوتی۔
(الدُّرُّالمَنثور،ج۸،ص۴۴۶)''

اب ظاہِر ہے کہ جس کا دِل ہی زنگ آلُودا ور سیاہ ہوچکا ہو اُس پر بَھلائی کی بات اور نصیحت کہاں اثر کرے گی؟ماہِ رَمَضان ہو یا غیرِ رَمَضان ایسے انسان کا گُناہوں سے باز و بیزار رہنا نہایت ہی دُشوار ہوجاتا ہے۔اُس کا دِل نیکی کی طرف مائِل ہی نہیں ہوتا۔اگر وہ نیکی کی طرف آ بھی گیا تو بسا اَوقات اُس کا جی اِسی سِیاہی کے سَبَب نیکی میں نہیں لگتا اور وہ سنّتوں بھرے مَدَنی ماحَول سے بھاگنے ہی کی تدبیریں سوچتا ہے۔اُس کا نَفْس اُسے لمبی اُمّیدیں دِلاتا،غَفلت اُسے گھیر لیتی اور وہ بد نصیب سنّتوں بھرے مَدَنی ماحَول سے دُور جاپڑتا ہے۔ماہِ رَمَضان کی مُبارَک ساعَتیں بلکہ بسا اوقات پوری پوری راتیں ایسا شخص، کھیل کُود،گانے باجے،تاش وشَطرنج،گپ شپ وغیرہ میں برباد کرتا ہے۔

دل کی سیاہی کا علاج

اِس سِیاہ قَلبی کا عِلاج ضَروری ہے اور اِس کے عِلاج کا ایک مُؤثر ذَرِیعہ پیرِ کامِل بھی ہے یعنی کسی ایسے بُزُرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا جائے جو پرہیز گار اور مُتّبِعِ سُنّت ہو جس کی زِیارت خُدا و مُصْطَفٰے

عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی یاد دِلائے جس کی باتیں صَلوٰۃ و سُنّت کا شَوق اُبھارنے والی ہوں جس کی صُحبت موت وآخِرت کی تیّاری کا جذبہ بڑھاتی ہو (جیسا کہ امیر اہلسنت بانیئ دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ہمارے درمیان موجود ہے)۔اگر خوش قسمتی سے ایسا پیرِ کامِل مُیَسَّر آگیا تو اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَل دل کی سِیاہی کا ضَرور عِلاج ہوجائے گا۔لیکن کسی مُعَیَّن گنہگار مسلمان کے بارے میں یہ کہنے کی اجازت نہیں کہ اس کے دل پر مہر لگ گئی یا اُس کا دل سیاہ ہوگیا جبھی نیکی کی دعوت اس پر اثر نہیں کرتی۔یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ اس بات پر قادِر ہے کہ اُسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے جس سے وہ راہِ راست پر آجائے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے دِل کی سِیاہی کو دُور فرمائے۔آمین

(اشعۃ اللمعات،ج ۳،ص ۲۹۰)

فیضان سنت کا فیضان۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ برما کے مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزے میں بُرائیوں کا ارتکاب کرنے والے متوجہ ہوں ! (فضائل رمضان

سب سے پہلے تمام عاشقان رسول کو آمد رمضان ۔۔۔ مبارک ہو۔۔۔۔

ماہِ رمضان کی آمد ۔۔۔ مرحبا۔۔۔ ماہِ غفران کی آمد۔۔۔ مرحبا۔۔۔ ماہِ صیام کی آمد۔۔۔ مرحبا۔۔۔ ماہِ رحمان کی آمد۔۔۔ مرحبا۔

آمد رمضان ہے آمد رمضان ہے آمد رمضان ہے

کھل اٹھے مرجھائے دل تازہ ہو ایمان ہے۔۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

ایک عِبرت انگیز حکایت پیش کرتا ہوں اِس کو پڑھئے اور خوفِ خداوندی عَزَّوَجَل سے لرزئے ! خاص کر وہ لوگ اِس حِکایت سے دَرسِ عِبرت حاصِل کریں جو روزہ رکھنے کے باوُجود تاش، شَطرَنج ، ، وِڈیو گیمز، فِلمیں ڈِرامے، گانے باجے وغیرہ وغیرہ بُرائیوں سے باز نہیں رہتے ۔چُنانچِہ مَنقُول ہے،

قبر کا بھیانک منظر !

ایک بار امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا (کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم) زِیارتِ قُبور کے لئے کوفہ

کے قبرِ ستان تشریف لے گئے۔ وہاں ایک تازہ قبر پر نظر پڑی۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کو اُس کے حالات معلوم کرنے کی خواہش ہوئی چُنانچہ بارگاہِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ میں عَرض گُزار ہوئے، ''یااللّٰہ عَزَّوَجَلَّ !اِس مَیّت کے حالات مجھ پر مُنکَشِف (یعنی ظاہِر) فرما۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں آپ کی اِلتجا فوراً مَسْمُوع ہوئی (یعنی سُنی گئی) اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے اور اُس مُردے کے درمیان جتنے پردے حائل تھے تمام اٹھادئے گئے۔اب ایک قبر کا بھیانک منظر آپ کے سامنے تھا۔کیا دیکھتے ہیں کہ مُردہ آگ کی لپیٹ میں ہے اور رو رو کر آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم سے اِس طرح فریاد کررہا ہے:

یَا عَلِیُّ ! اَنَا غَرِیْقٌ فِی النَّارِ وَحَرِیْقٌ فِی النَّارِ۔

یعنی یا علی !کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم میں آگ میں ڈوبا ہوا ہوں اور آگ میں جل رہا ہوں۔ قبر کے دَہشت ناک منظر اور مُردے کی دردناک پُکار نے حیدرِ کرار کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کو بے قرار کردیا۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم نے اپنے رَحمت والے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے دربار میں ہاتھ اُٹھادئے اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اُس مَیّت کی بخشش کیلئے درخواست پیش کی۔ غیب سے آواز آئی، ''اے علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم) !آپ (کَرَّمَ

اللہ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم) اِس کی سِفارش نہ ہی فرمائیں کیوں کہ روزے رکھنے کے باوُجود یہ شخص رَمَضانُ المُبارَک کی بے حُرمتی کرتا، رَمَضانُ المُبارَک میں بھی گُناہوں سے باز نہ آتا تھا۔ دن کو روزے تو رکھ لیتا مگر راتوں کو گُناہوں میں مُبتَلا رہتا تھا۔ مَولائے کائنات علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم یہ سُن کر اور بھی رنجیدہ ہوگئے اور سَجدے میں گِر کر رو رو کر عرض کرنے لگے ، یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! میری لاج تیرے ہاتھ میں ہے، اِس بندے نے بڑی اُمّید کے ساتھ مجھے پُکارا ہے ، میرے مالِک عَزَّوَجَلَّ ! تُو مجھے اِس کے آگے رُسوا نہ فرما، اس کی بے بَسی پر رَحم فرمادے اور اِس بیچارے کو بَخش دے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم رو رو کر مُناجات کررہے تھے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت کا دریا جوش میں آ گیا اور نِدا آئی، اے علی ! (کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم) ہم نے تمہاری شِکستہ دِلی کے سَبَب اِسے بخش دیا۔ چُنانچِہ اُس مُردے پر سے عذاب اُٹھا لیا گیا۔

(انیسُ الْواعِظین، ص ۲۵)

! کیوں نہ مُشکِل کُشا کہوں تم کو
تم نے بگڑی مِری بنائی ہے

مُردوں سے گفتگو

محترم قارئین کرام ! امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کی عظمت وشان کے کیا کہنے ! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اہلِ قُبور سے گفتگو فرمالیا کرتے تھے۔ ایک اور حِکایت پیشِ خدمت ہے۔چُنانچِہ حضرت علّامہ جلالُ الدّین السُّیُوطی الشّافعی علیہ رحمۃ اللّٰہِ القوی نَقل کرتے ہیں، حضرت سَیِّدُنا سعید بن مُسَیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ، ''ہم امیرُ المُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کے ہمراہ قبرستان سے گزرے۔ حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم نے ارشاد فرمایا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَہْلَ الْقُبُوْرِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ تم ہم کو اپنی خبریں سُناتے ہو یا ہم تم کو اپنی خبریں سُنائیں ؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ایک قبر کے اندر سے آواز سنی وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ، یا امیرَ المُؤمنین کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم ! آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم ہمیں بتایئے ہمارے بعد دنیا میں کیا ہوا؟ تو آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم نے فرمایا، '' تمہاری بیویاں نئی شادیاں کرچُکیں، تمہارے مال بَٹ چکے ، اور اَولاد یتیموں کے زُمرہ میں شامِل ہے، وہ گھر جو تم نے پُختہ

بنائے تھے،اُن میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔اب تم اپنا حال سُناؤ''۔ توایک قبر سے آواز آئی، کفن پھٹ چکے ، بال بکھر گئے، کھالیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں اور آنکھیں رُخساروں پر بہہ گئیں اور نتھنوں کا پیپ بن گیا، جیسا کیا ویسا پایا، جو چھوڑ کر آئے اس میں نقصان اُٹھایا اور اب اعمال کے بدلے رَہن ہیں۔'' (یعنی جس کے اچھّے اعمال ہوں گے آخرت میں آسائش پائے گا اور بُرے اعمال والا اپنی کرنی کا پھل بُھگتے گا)

(شرح الصدور، ص۲۰۹)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(رمضان کی راتوں میں کھیل کود ! (فضائل رمضان

سب سے پہلے تمام عاشقان رسول کوآمد رمضان ۔۔۔مبارک ہو۔۔۔۔

ماہِ رمضان کی آمد ۔۔۔ مرحبا۔۔۔ماہِ غفران کی آمد۔۔۔ مرحبا۔۔۔ماہِ صیام کی آمد۔۔۔ مرحبا۔۔۔ماہِ رحمان کی آمد۔۔۔ مرحبا۔

آمد رمضان ہے آمد رمضان ہے آمد رمضان ہے

کھل اٹھے مرجھائے دل تازہ ہو ایمان ہے

گزشتہ سے پیوستہ۔۔

محترم قارئین کرام ! گزشتہ دونوں حِکایات میں ہمارے لئے عبرت سے لبریز بے شمار معلومات ہیں۔ زندہ انسان خوب پُھدکتا ہے مگر جب موت کا شکار ہو کر قبر میں اتار دیا جاتا ہے ، اُس وقت آنکھیں بند ہونے کے بجائے حقیقت میں کُھل چکی ہوتی ہیں ۔اچھے اعمال اور راہِ خُدائے ذُوالجلال عَزَّوَجَلَّ میں دیا ہوا مال تو کام آتا ہے مگر جو کچھ دَھن دولت پیچھے چھوڑ آتا ہے اُس میں بھلائی کا اِمکان نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے ۔ وُرثاء سے یہ اُمّید کم ہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مرحوم عزیز کی آخرت کی بہتری کیلئے مالِ کثیر خرچ کریں۔ بلکہ مرنے والا اگر حرام وناجائز مال مَثَلاً گُناہوں کے اَسباب جیسا

کہ آلاتِ مُوسیقی ،وِڈیو گیمز کی دُکان ، میُوزک سینٹر سینما گھر، شراب خانہ ، جُوا کا اڈا ملاوٹ والے مال کا کاروبار وغیرہ پیچھے چھوڑے تو اُس کیلئے مرنے کے بعد سخت ترین اور ناقابلِ تصوُّر نقصان ہے۔ قَبر کا بھیانک منظر نامی حکایت میں رَمَضانُ الْمبارَک کی بے حُرمتی کرنے والے کا خوفناک انجام پیش کیا گیا ہے۔ اس سے دَرسِ عِبرت حاصِل کیجئے۔ افسوس ! رَمَضانُ الْمبارَک کی پاکیزہ راتوں میں کئی نوجوان مَحلّہ میں کرکٹ ،فُٹ بال وغیرہ کھیل کھیلتے ،خوب شور مچاتے ہیں اور اِس طرح یہ بد نصیب خود تو عِبادت سے محروم رَہتے ہی ہیں، دوسروں کیلئے بھی بے حد پریشانی کا باعِث بنتے ہیں۔ نہ تو خود عِبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں ۔ اِس قِسْم کے کھیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافِل کرنے والے ہیں ۔ نیک لوگ تو اِن کھیلوں سے سَدا دُور ہی رہتے ہیں ۔ خود کھیلنا تو دَر کنار ایسے کھیل تماشے دیکھتے بھی نہیں بلکہ اِس قِسْم کے کھیلوں کا بھی نہیں سُنتے ۔ لہٰذا اِن حَرَکات سے ہمیشہ (COMMENTARY) آنکھوں دیکھا حال بچنا چاہیے اور خُصُوصاً رَمَضانُ الْمبارَک کے بابَرکت لَمحات تو ہرگز ہرگز اِس طرح برباد نہیں کرنے چاہئیں ۔

روزے میں وقت پاس کرنے کے لئے۔۔۔۔

کافی نادان ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں جو اگرچہ روزہ تو رکھ لیتے ہیں مگر

پھر ان بے چاروں کا وقت ''پاس'' نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ بھی اِحترامِ رَمَضان شریف کو ایک طرف رکھ کر حرام وناجائز کاموں کا سہارا لے کر وقت ''پاس'' کرتے ہیں اور یُوں رَمَضان شریف میں شَطْرَنج تاش، گانے باجے، وغیرہ بیہودہ مشغول ہوجاتے ہیں۔ یاد رکھئے! شَطْرنج اور تاش وغیرہ پر کسی قِسم کی بازی یا شَرط نہ بھی لگائی جائے تب بھی یہ کھیل ناجائز ہیں۔ بلکہ تاش میں چُونکہ جانداروں کی تصویریں بھی ہوتی ہیں اِس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاش کھیلنے کو مُطلقاً حرام لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، گنجِفہ (پتّوں کے ذَرِیعے کھیلے جانے والے ایک کھیل کا نام اور) تاش حرامِ مُطلق ہیں کہ ان میں علاوہ لَھو ولَعِب کے تصویروں کی تعظیم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۱۴۱)

افضل عبادت کون سی؟

اے جنّت کے طَلبگار روزہ دار بھائیو! رَمَضانُ الْمبارَک کے مُقدّس لَمحات کو فُضُولیات وخُرافات میں برباد ہونے سے بچایئے! زندگی بے حد مختصر ہے اِس کو غنیمت جانئے، تاش کی گڈّیوں اور فِلمی گانوں کے ذَرِیعے وَقت ''پاس'' (بلکہ برباد) کرنے کے بجائے تلاوتِ قُرآن اور ذِکر ودُرُود میں وَقت گُزارنے کی کوشِش فرمایئے۔ بُھوک پیاس کی شِدّت جس قَدر زیادہ محسوس ہوگی صَبر کرنے پر اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ثواب بھی اُسی

قَدر زائد ملے گا۔ جیسا کہ منقول ہے،'' اَفْضَلُ الْعِبَادَاتِ اَحْمَزُھَا یعنی افضل عبادت وہ ہے جس میں زحمت (تکلیف) زیادہ ہے۔'' (کَشْفُ الْخِفَاء وَمُزِیْلُ الْاِلْبَاس، ج۱، ص ۱۴۱، حدیث ۴۵۹)

امام شَرَفُ الدّین نَوَوِی علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں،''یعنی عبادات میں مشقت اور خرچ زیادہ ہونے سے ثواب اور فضیلت زیادہ ہوجاتی ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ج۱، ص ۳۹۰)

حضرتِ سیدُنا ابراہیم بن اَدْھَم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمانِ معظّم ہے،''دُنیا میں جو نیک عَمَل جتنا دُشوار ہوگا قیامت کے روز نیکیوں کے پلڑے میں اُتنا ہی زیادہ وَزن دار ہوگا۔'' (تذکرۃ الاولیاء، ص ۹۵)

اِن روایات سے صاف ظاہِر ہوا کہ ہمارے لئے روزہ رکھنا جتنا دُشوار اور نَفْسِ بدکار کے لئے جس قَدر ناگوار ہوگا۔اِن شآءَ اللہ الْغَفَّار عَزَّوَجَلَّ بروزِ شُمار میزانِ عمل میں اُتنا ہی زیادہ وَزن دار ہوگا۔

روزے میں زیادہ سونا

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں، ''روزہ دار کے لئے سُنّت یہ ہے کہ دِن کے وَقت زیادہ دیر نہ سوئے بلکہ جاگتا رہے تاکہ بُھوک اور ضُعف (یعنی کمزوری) کا اَثر مَحسوس ہو۔'' (کیمیائے سعادت، ص ۱۸۵)

اگرچہ افضل کم سونا ہی ہے پھر بھی اگر ضروری عبادات کے علاوہ کوئی شخص سویا رہے (تو گنہگار نہ ہوگا)

محترم قارئین کرام! صاف ظاہر ہے کہ جو دِن بھر روزہ میں سو کر وَقت گُزار دے اُس کو روزہ کا پتا ہی کیا چلے گا؟ ذرا سوچو تو سہی! حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سیِّدُنا اِمام مُحَمَّد غَزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی تو زیادہ سونے سے بھی مَنْع فرماتے ہیں کہ اِس طرح بھی وَقت فالتو ''پاس'' ہو جائے گا۔ تو جو لوگ کھیل تَماشوں اور حرام کاموں میں وَقت برباد کرتے ہیں وہ کس قَدر مَحْرُوم و بد نصیب ہیں۔ اِس مُبارَک مہینے کی قَدر کیجئے، اِس کا اِحْتِرام بجالائیے، اِس میں خُوش دِلی کے ساتھ روزے رکھئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصِل کیجئے۔

اے ہمارے پیارے پیارے اللہ عَزَّوَجَلَّ فیضانِ رَمَضان سے ہر مسلمان کو مالا مال فرما۔ اس ماہِ مبارک کی ہمیں قَدْر و مَنزِلت نصیب کر اور اس کی

بے ادبی سے بچا۔ آمین

ختم شد۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تلاوت و ذکر و نعت کی اجرت حرام ہے (فیضانِ تراویح

درود شریف کی فضیلت

امیرُالمُؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''دعاء آسمان وزمین کے درمیان مُعلّق رَہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں چڑھتا (یعنی دعاء قَبول نہیں ہوتی) جب تک تُو اپنے نبی پر دُرود نہ بھیجے۔

(جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۸، حدیث ۴۸۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !

صلَّی اللہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

سنت کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ رَمَضانُ الْمبارَک میں جہاں ہمیں بے شمار نعمتیں مُیسَّر آتی ہیں انہی میں تراویح کی سنّت بھی شامِل ہے اور سنّت کی عظمت کے کیا کہنے ! اللہ کے پیارے رسول، رسولِ مقبول، سیِّدہ آمِنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ جنّت نشان ہے، ''جس نے میری سنّت سے مَحَبَّت کی اُس نے مجھ سے مَحَبَّت کی اور جس نے مجھ سے مَحَبَّت کی وہ جنّت میں میرے

''ساتھ ہوگا۔

(جامع ترمذی، ج ۴، ص ۳۱۰، حدیث ۲۶۸۷)

رمضان میں 61 بار ختم قرآن

تراویح سنّتِ مُؤکّدہ ہے اور اس میں کم از کم ایک بار ختمِ قراٰن بھی سنّتِ مُؤکّدہ۔ ہمارے امامِ اعظم سیّدُنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رَمَضانُ الْمبارَک میں اِکسٹھ بار قراٰنِ کریم خَتْم کیا کرتے۔ تیس دن میں، تیس رات میں اور ایک تراویح میں نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پَینتالیس برس عشاء کے وُضو سے نمازِ فجر ادا فرمائی۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۴، ص ۳۷)

ایک اور روایت کے مطابِق امامِ اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم نے زندگی میں 55 حج کئے اور جس مکان میں وفات پائی اُس میں سات ہزار بار قراٰنِ مجید خَتْم فرمائے تھے۔

(عقود الجمان، ص ۲۲۱)

تلاوت اور اہل اللہ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: امام الائمہ سیّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر)

رات ایک رکعت میں قرآنِ کریم خَتْم کیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ، ج ۷، ص ۶۷)

عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی نے فرمایا ہے، سَلَف صالحین (رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المبین) میں بعض اکابر دن رات میں دو خَتْم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزانُ الشّریعۃ از امام عبد الوہّاب شَعرانی (قُدِّسَ سِرُّہُ النّورانی) میں ہے کہ سیّدی علی مرصفی قُدِّسَ سرُّہُ الرَّبّانی نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار خَتْم فرماتے۔

(المیزانُ الشریعۃ الکبرٰی، ج ۱، ص ۷۹)

آثار میں ہے، امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیم بایاں پاؤں رِکاب میں رکھ کر قرآنِ مجید شروع فرماتے اور دَہنا سیدھا) پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف خَتْم ہو جاتا۔ بلکہ خود حدیث شریف) میں ارشادِ مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہے کہ حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اپنی سواری تیار کرنے کا حکم فرماتے اور اس سے پہلے کہ سواری پر زین کس دی جائے (یہ) زبور شریف ختم فرما لیتے۔ (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۴۴۷، حدیث ۳۴۱۷)

محترم قارئین کرام ! ہو سکتا ہے کسی کو وسوسہ آئے کہ ایک دن میں کئی بار بلکہ لمحہ بھر میں خَتْمقراٰنِ پاک یا خَتْمزبور و توراۃ شریف کیسے ممکن ہے ؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اولیاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰیکی کرامات اور حضرت سیِّدُنا داود عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامکا معجزہ ہے اور معجزہ اور کرامت وہی ہوتی ہے جو عقلًا مُحال یعنی نا ممکن ہو۔

حرف چبانا

افسوس ! آج کل دینی مُعَامَلات میں سُستی کادَور دورہ ہے، عُمُوماً تراویح میں قراٰنِ مجید ایک بار بھی صحیح معنوں میں خَتْم نہیں ہو پاتا۔ قراٰنِ پاک ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے، مگر حال یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو لوگ اُس کے ساتھ تراویح پڑھنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔اب وُہی حافِظ پسند کیا جاتا ہے جو تَراویح سے جلد فارِغ کردے۔ یاد رکھیئے ! تراویح کے علاوہ بھی تِلاوت میں حَرْف چبا جانا حرام ہے۔ اگر جلدی جلدی پڑھنے میں حافِظ صاحِب پورے قراٰنِ مجید میں سے صِرْف ایک حَرْف بھی چبا گئے تو خَتْمِ قراٰنکی سنّت ادا نہ ہو گی۔ لہٰذا کسی آیت میں کوئی حَرْف ''چَب'' گیا یا اپنے ''مَخْرَج'' سے نہ نکلا تو لوگوں سے شرمائے بِغیر پلٹ پڑیئے اور دُرُست پڑھ کر پھر آگے بڑھیئے۔ ایک افسوس ناک اَمْر یہ بھی ہے کہ حُفّاظ کی ایک تعداد ایسی ہوتی ہے جسے ترتیل کے ساتھ پڑھنا ہی نہیں آتا ! تیزی سے

نہ پڑھیں تو بے چارے بھول جاتے ہیں ! ایسوں کی خدمت میں ہمدردانہ مَدَنی مشورہ ہے، لوگوں سے نہ شرمائیں، خدا کی قسم ! اللہ عزوجل کی ناراضگی بَہُت بھاری پڑے گی لہٰذا بلا تاخیر تجوید کے ساتھ پڑھانے والے کسی قاری صاحِب کی مدد سے از اِبتِداء تا اِنتِہا اپنا حرفِ ظ دُرُست فرمالیں۔ مدولین (واؤ، ی اور الف ساکن اور ما قبل کی حرکت موافق ہو تو اس مد اور واؤ اور ی ساکن ما قبل مفتوح کو لین کہتے ہیں۔ (نصاب التجوید ص ۹ المدینۃ العلمیۃ باب المدینہ)، (یعنی واؤ کے پہلے پیش اور ی کے پہلے زیر اور الف کے پہلے زبر۔) کا خیال رکھنا لازِمی ہے نیز مد، غُنّہ، اظہار، اِخفا وغیرہ کی بھی رعایت فرمائیں۔ صاحِبِ بہارِ شریعت حضرت صدرُ الشّریعہ بدرُ الطَّریقہ علّامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، ''فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قِراءَت کرے اور تراویح میں مُتَوَسِّط (یعنی درمیانہ) انداز پر اور رات کے نوافِل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے، مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آئے یعنی کم سے کم ''مَدّ'' کا جو دَرَجہ قارِیوں نے رکھا ہے اُس کو ادا کرے ورنہ حرام ہے۔ اس لئے کہ تَرتیل سے (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر) قراٰن پڑھنے کا حُکم ہے۔'' (الدُّرُّ المُختار و رَدُّ المُحتار، ج ۲، ص ۶ ۲ ۲)

پارہ ۲۹ سورۃُ المُزَّمِّل کی چوتھی آیت میں ارشادِ ربّانی ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ ط

ترجَمہ کنزالایمان: اور قراٰن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کمالین علی حاشیہ جلالین کے حوالے سے '' ترتیل '' کی وضاحت کرتے ہوئے نَقل کرتے ہیں: یعنی قراٰنِ مجید اِس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اِس کی آیات و الفاظ گن سکے۔

(فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ، ج ۶، ص ۲۷۶)

نیز فرض نَماز میں اس طرح تِلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں مُتَوَسِّط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔

(دُرِّمُختار، ج ۱، ص ۸۰)

مدارک التنزیل میں ہے: قراٰن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے'' ترتیلا'' اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل، ج ۴، ص ۲۰۳، دارالکتب العربیہ بیروت، فتاوٰی رضویہ (تخریج شدہ، ج ۶، ص ۲۷۹ ۸، ۲۷

تراویح بغیر اجرت پڑھائے

پڑھنے پڑھانے والوں کو اپنے اندر اِخلاص پیدا کرنا ضَروری ہے اگر حافظ اپنی تیزی دکھانے، خوش آوازی کی داد پانے اور نام چمکانے کیلئے قراٰنِ پاک پڑھے گا تو ثواب تو دُور کی بات ہے، اُلٹا حبِّ جاہ اور ریاکاری کی تباہ کاری میں جا پڑے گا۔ اِسی طرح اُجرت کا لین دین بھی نہ ہو۔ طے کرنے ہی کو اُجرت نہیں کہتے بلکہ اگر یہاں تراویح پڑھانے اِسی لئے آتے ہیں کہ معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ طے نہ ہوا ہو تو یہ بھی اُجرت ہی ہے۔ اُجرت رقم ہی کا نام نہیں بلکہ کپڑے یا غلّہ وغیرہ کی صورت میں بھی اُجرت، اُجرت ہی ہے۔ ہاں اگر حافِظ صاحِب اصلاحِ نیّت کے ساتھ صاف صاف کہہ دیں کہ میں کچھ نہیں لوں گا یا پڑھوانے والا کہہ دے، نہیں دوں گا۔ پھر بعد میں حافِظ صاحِب کی خدمت کردیں تو حرج نہیں کہ حدیثِ مبارک میں ہے، اِنّما الاَعْمالُ بِالنِّیّات یعنی اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے۔

(صحیح بخاری، ج۱، ص۶، حدیث۱)

تلاوت و ذکر و نعت کی اجرت حرام ہے

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت مولٰینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی بارگاہ میں اُجرت دے کر میّت کے ایصالِ ثواب کیلئے خَتْمِ

قراٰن وذکرُ اللہ عزوجل کروانے سے مُتَعَلِّق جب اِستِفتاء پیش ہوا تو جواباً ارشادفرمایا: ''تلاوتِ قراٰن وذکرِ الٰہی عزوجل پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہے۔ لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور جب یہ فعلِ حرام کے مُرتکِب ہیں تو ثواب کس چیز کا اَموات یعنی مرنے والوں) کو بھیجیں گے؟ گناہ پر ثواب کی اُمّید اور زیادہ سخت واَشَد (یعنی) شدید ترین جُرم) ہے۔ اگر لوگ چاہیں کہ ایصالِ ثواب بھی ہو اور طریقۂ جائزہ شَرعِیہ بھی حاصِل ہو (یعنی شرعاً جائز بھی رہے) تو اُوس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لئے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اُتنی دیر کی ہر شخص کی مُعَیَّن مقرّر) کردیں۔ مَثَلاً پڑھوانے والا کہے، میں نے تجھے آج فُلاں وَقْت سے فُلاں وَقْت) کیلئے اِس اُجرت پر نوکر رکھا (کہ) جو کام چاہوں گا لوں گا۔ وہ کہے، میں نے قَبول کیا۔ اب وہ اُتنی دیر کے واسطے اَجِیر (یعنی مُلازِم) ہوگیا۔ جو کام چاہے لے سکتا ہے اس کے بعد اُوس سے کہے فُلاں مَیِّت کے لئے اِتنا قراٰنِ عظیم یا اِس قَدر کَلِمۂ طیِّبہ یا دُرُود پاک پڑھ دو۔ یہ صورت جواز (یعنی جائز ہونے) کی ہے۔'' (فتاوٰی رضویہ، ج۱۰، ص ۱۹۳، ۱۹۴)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزہ فرض ہونے کی وجہ (احکامِ روزہ

دُرُود شریف کی فضیلت

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ اَحمد بن مَنْصور علیہ رحمۃ الغفور جب فَوت ہوئے تو اہلِ شِیراز میں سے کِسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شِیراز کی جامع مَسجِد کی مِحراب میں کھڑے ہیں اور اُنھوں نے بِہترین حُلّہ (جنتی لباس) زیبِ تَن کیا ہوا ہے اور سَر پر مَوتیوں والا تاج سَجا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے حال دریافت کیا تو فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بَخشا، کرم فرمایا اور تاج پَہنا کر جنّت میں داخِل کیا۔'' پوچھا، کِس سبب سے؟ فرمایا: ''میں تاجدارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر کثرت سے دُرُودِ پاک پڑھا کرتا تھا یہی عَمَل کام آگیا۔'' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

(القولُ البدیع، ص ۲۵۴)

(احکام روزہ میں ہر جگہ مسائل فقہِ حنفی کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کے بھائی فقہی مسائل کے معاملے میں اپنے اپنے عُلَمائے کرام سے رُجوع کریں)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اُس نے ہم پر ماہِ

رَمَضانُ المبارک کے روزے فرض کرکے ہمارے لئے تقویٰ اور اپنی رِضا جُوئی کا سامان فراہم کیا۔ اللہ عزوجل (پارہ ۲ سُورۃُ البَقرۃ کی آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۴) میں ارشاد فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَ عَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ۲، البقرہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

ترجَمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! تم پر روزے فَرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے، گِنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دِنوں میں اور جنہیں اِس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اُس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

تَوحِید و رِسالت کا اِقْرار کرنے اور تمام ضَروریاتِ دِین پر ایمان لانے کے بعد جس طرح ہر مُسلمان پر نَماز فَرْض قرار دی گئی ہے اسی طرح رَمَضان شریف کے روزے بھی ہر مُسلمان (مَرد و عورت) عاقِل و بالِغ پر فَرض ہیں۔ دُرِّمُختار میں ہے، روزے ۱۰ شعبانُ المُعَظَّم ۲ھ کو فرض ہوئے۔ (دُرِّمُختار مع رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۳۳۰)

روزہ فرض ہونے کی وجہ

اِسلام میں اکثر اَعمال کسی نہ کسی رُوحِ پُرور واقِعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے مُقَرَّر کئے گئے ہیں۔ مَثَلاً صَفا اور مَروَہ کے درمیان حاجیوں کی سَعْی حضرتِ سَیِّدَتُنا ہاجِرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یادگار ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے لختِ جِگر حضرتِ سَیِّدُنا اِسماعیل ذَبِیحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے پانی تلاش کرنے کیلئے اِن دونوں پہاڑوں کے درمیان سات بار چلی اور دَوڑی تھیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو حضرت سَیِّدَتُنا ھاجِرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ ادا پسند آ گئی، لہٰذا اِسی سُنّتِ ہاجِرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے باقی رکھتے ہوئے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لئے صَفا و مَروَہ کی سَعْی کو واجِب کر دیا۔ اِسی طرح ماہِ رَمَضانُ المبارَک میں سے

کچھ دن ہمارے پیارے سرکار، مکّے مدینے کے تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے غارِ حرا میں گُزارے تھے۔اِس دَوران آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم دن کو کھانے سے پرہیز کرتے اور رات کو ذِکرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغُول رہتے تھے۔تواللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن دِنوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے روزے فَرض کئے تاکہ اُس کے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی سُنّت قائِم رہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے روزے

روزہ گُزشتہ اُمّتوں میں بھی تھا مگر اُس کی صُورت ہمارے روزوں سے مختلِف تھی۔ رِوایات سے پتا چلتا ہے کہ ''حضرتِ سَیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نے ۱۵، ۱۴، ۱۳تاریخ کو روزہ رکھا۔'' (کنزالعُمّال، ج۸، ص۲۵۸، حدیث ۲۴۱۸۸

''حضرتِ سَیِّدُنا نُوح نَجِیُّ اللہ علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ روزہ دار رہتے۔''

(ابنِ ماجہ، ج ۲، ص ۳۳۳، حدیث ۱۷۱۴)

حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے'' ''کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(کنزالعُمّال، ج۸، ص ۳۰۴، حدیث ۲۴۶۲۴)

حضرتِ سَیِّدُنا داود علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ '' رکھتے

(صحیح مسلم، ص ۵۸۴، حدیث ۱۱۸۹)

حضرتِ سَیِّدُنا سُلَیمان علیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تین دن مہینے کے شروع میں تین دن درمیان میں اور تین دن آخر میں (یعنی مہینے میں ۹ دن) روزہ رکھا کرتے۔

(کَنزالعُمّال، ج۸، ص ۳۰۴، حدیث ۲۴۶۲۴)

! روزہ دار کا ایمان کتنا پختہ ہے

محترم قارئین کرام! سَخت گرمی ہے، پیاس سے حلق سُوکھ رہا ہے، ہونٹ خُشک ہو رہے ہیں، پانی موجُود ہے مگر روزہ دار اُس کی طرف دیکھتا تک نہیں، کھانا موجُود ہے بُھوک کی شِدّت سے حالت دِگرگُوں ہے مگر وہ کھانے کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھاتا۔ آپ اندازہ فرمایئے اِس شخص کا خُدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ پر کِتنا پُختہ ایمان ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اِس کی حَرَکت ساری دُنیا سے تو چُھپ سکتی ہے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس کا یہ یقینِ کامِل روزے کا عملی نتیجہ ہے۔ کیونکہ دُوسری عِبادتیں کِسی نہ کِسی ظاہِری حَرَکت سے ادا کی جاتی ہیں مگر روزے کا تعلق باطِن سے ہے۔ اِس کا حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سِوا کوئی نہیں

جانتا اگر وہ چُھپ کر کھاپی لے تب بھی لوگ تَو یہی سمجھتے رہیں گے کہ یہ روزہ دار ہے۔ مگر وہ محض خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے باعث کھانے پینے سے اپنے آپ کو بچا رہا ہے۔

محترم قارئین کرام! ہوسکے تَو اپنے بچّوں کو بھی جلدی جلدی روزہ رکھنے کی عادت ڈلوایئے تاکہ جب وہ بالغ ہوجائیں تو اُنہیں روزہ رکھنے میں دُشواری نہ ہو۔ چُنانچہ فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ تعالٰی فرماتے ہیں، ''بچّہ کی عُمر دس سال کی ہو جائے اور اُس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اُس سے رَمَضانُ الْمبارَکمیں روزہ رکھوایا جائے۔ اگر پُوری طاقت ہونے کے باوُجود نہ رکھے تو مار کر رکھوایئے اگر رکھ کر توڑ دیا تَو قَضاء کا حُکم نہ دیں گے۔ اور نَماز توڑ دے تَو پھر پڑھوایئے۔ (رَدُّالْمُحتار، ج ۳، ص ۳۸۵)

کیا روزہ سے آدمی بیمار ہوجاتا ہے؟

بعض لوگوں میں یہ تَاثُّر پایا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر بیمار پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

الملفوظ، حصّہ دُوُم ص ۱۴۳ پر ہے، میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی

علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''ایک سال رَمَضانُ الْمبارَک سے تھوڑا عرصہ قبل والدِ مرحوم حضرتِ رئیسُا المتکلمین سَیِّدُنا و مولٰینا نقی علی خان علیہ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: بیٹا! آئندہ رَمَضان شریف ہیں تم سَخت بیمار ہوجاؤگے مگر خیال رکھنا کوئی روزہ قَضاء نہ ہونے پائے۔ چُنانچِہ والد صاحِب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، کے حسبُ الارشاد واقعی رَمَضانُ الْمبارَک میں سَخت بیمار ہوگیا۔ لیکن کوئی روزہ نہ چُھوٹا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! روزوں ہی کی بَرَکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے صِحّت عطا فرمائی۔ اور صِحّت کیوں نہ ملتی کہ سَیِّدُ الْمَحْبُوبِین صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشادِ پاک بھی تو ہے: صُوْمُوْا تَصِحُّوا یعنی روزہ رکھو صِحّتیاب ہوجاؤگے۔'' (دُرِّمَنثور، ج۱ ص۴۴۰)

روزے سے صحت ملتی ہے

امیرُالْمُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ الْمُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم سے مَروی ہے، اللہ کے پیارے رسول، رسولِ مقبول، سیِّدہ آمِنہ کے گلشن کے مہکتے پھول عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم و رضی اللہ تعالٰی عنہا کا فرمانِ صِحّت نشان ہے، ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی

علیہ السلام کی طرف وَحی فرمائی کہ آپ اپنی قوم کو خبر دیجئے کہ جو بھی بندہ میری رِضا کیلئے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے تو میں اُس کے جِسم کو صِحّت بھی عطا فرماتا ہوں اور (اسکو عظیم اَجر بھی دُونگا۔'' (شُعَبُ الایمان ،ج ۳ ،ص ۴۱۲، حدیث ۳۹۲۳

معدے کا ورم

محترم قارئین کرام !اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ احادیثِ مبارکہ سے مُستَفاد (مُسْ۔تَ۔فاد) ہوا کہ روزہ اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ حُصولِ صحّت کا بھی ذَرِیعہ ہے۔اب تو سائنسدان بھی اپنی تَحقیقات میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر مورپالِڈ (MOORE PALID) کہتا ہے ،''میں اسلامی عُلوم پڑھ رہا تھا جب روزوں کے بارے میں پڑھا تو اُچھل پڑا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو کیسا عظیم اُلشان نُسخہ دیا ہے ! مجھے بھی شوق ہوا، لہٰذا میں نے مسلمانوں کی طرز پر روزے رکھنے شروع کردئے ۔ عرصۂ دراز سے میرے مِعدے پر وَرم تھا۔کچھ ہی دِنوں کے بعد مجھے تکلیف میں کمی مَحسوس ہوئی میں روزے رکھتا رہا یہاں تک کہ ایک مہینے میں میرا مرض بالکل ختم ہوگیا !''

حیرت انگیز انکشافات

کہتا ہے، میں نے شُوگر، دل اور مِعدے کے (ALF GAAL) ہالینڈ کا پادری ایلف گال مریضوں کو مسلسل 30 دن روزے رکھوائے، نَتیجتًا شُوگر والوں کی شوگر کنڑول ہو گئی دِل کے مریضوں کی گھبراہٹ اور سانس کا پھولنا کم ہوا اور مِعدے کے مریضوں کو، (SIGMEND) سب سے زیادہ فائدہ ہوا۔ایک اِنگریز ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائیڈ (FRIDE) کا بیان ہے، روزے سے جسمانی کِھچاؤ، ذِہنی ڈِپریشن اور نفسیاتی اَمراض کا خاتِمہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹروں کی تحقیقاتی ٹیم

ایک اخباری رپورٹ کے مطابِق جَرمنی، اِنگلینڈ اور امریکہ کے ماہِر ڈاکٹروں کی تحقیقاتی ٹیم رَمَضانُ الْمبارَک میں پاکستان آئی اور اُنھوں نے بابُ المدینہ کراچی، مرکز الاولیاء رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی لاہور اور دِیارِ مُحَدِّثِ اعظم علیہ الرحمۃ سردار آباد (فیصل آباد) کا کے بعد اُنھوں نے یہ رپورٹ پیش کی، چُونکہ مسلمان (SURVEY) انتِخاب کیا۔ جائزہ نَماز پڑھتے اور رَمَضانُ الْمبارَک میں اس کی زیادہ پابندی کرتے ہیں اسلئے وُضو کرنے یعنی ناک، کان، اور گلے کے اَمراض میں کمی واقع ہوجاتی ہے، نیز مسلمان E.N.T. سے روزے کے باعِث کم کھاتے ہیں لہٰذا مِعدے جگر، دل اور اَعصاب (یعنی پٹّھوں) کے '' اَمراض یہاں کم مبتَلا ہوتے ہیں۔

خوب ڈٹ کر کھانے سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں

محترم قارئین کرام ! اِفْئ نَفْسِہٖ روزہ سے کوئی بیمار نہیں ہوتا بلکہ سَحَری و اِفطاری میں بے اِحتیاطیوں اور بد پرہیزیوں کے سبب نیز دونوں وَقت خوب مُرَغَّن (یعنی تیل ، گھی والی) غِذاؤں کے اِستِعمال اور رات بھر وقتاً فوقتاً کھاتے پیتے رہنے سے روزہ دار بیمار ہوجاتا ہے۔ لہٰذا سَحَری اور اِفطاری کے وَقت کھانے پینے میں اِحتِیاط برتنی چاہئے۔ رات کے دَوران پیٹ میں غذا کا اتنا زیادہ بھی ذخیرہ نہ کرلیا جائے کہ دن بھر ڈکاریں آتی رہیں اور روزے میں بُھوک و پیاس کا اِحساس ہی نہ رہے۔ کیونکہ اگر بُھوک و پیاس کا اِحساس ہی نہ رہا تو پھر روزے کا لُطف ہی کیا ہے؟ روزہ کا تو مزا ہی اِس بات میں ہے کہ سَخت گرمی ہو ، شدّتِ پیاس سے لَب سُوکھ گئے ہوں اور بُھوک سے خوب نِڈھال ہو چکے ہوں ۔ ایسے میں کاش ! مدینۂ منوّر زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعظِیْمًا کی میٹھی میٹھی گرمی اور ٹھنڈی ٹھنڈی دُھوپ کی یاد تازہ ہو۔ اور اے کاش ! کربلا کے تپتے ہوئے صَحرا اور گُلستانِ نُبُوَّت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مَہکتے ہوئے نوشگُفتہ پُھولوں ، تین دن کی بُھوک اور پیاس سے تڑپتے بِلکتے مدینے کے '' حقیقی مَدَنی مُنّوں '' اور شَہَنشاہِ مدینہ سُرورِ قَلب و سینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بھوکے پیاسے مظلوم شہزادوں کی ، یاد تڑپانے لگے ، اور جس وَقت بُھوک اور پیاس کچھ زیادہ ہی سَتائے اُس وقت تسلیم و رِضا کے پیکر ، مدینے کے

تاجور، نبیوں کے سَرور، مَحبوبِ داوَر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے شِکَمِ اَطہَر پر بندھے ہوئے بامُقَدَّر پتّھر بھی یاد آجائیں تو کیا کہنے ! لہٰذا محترم قارئین کرام واقعی روزے تو ایسے ہونے چاہئیں کہ ہم اپنے آقاؤں اور سَرکاروں کی حَسِین یادوں میں گُم ہو جائیں۔

کیسے آقاؤں کا ہوں بندہ رضاؔ
بول بالے مِری سرکاروں کے

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(سبز گنبد کی تاریخ (فیضان تراویح

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

ختمِ قرآن اور رقت

جہاں تراویح میں ایک بار قراٰنِ پاک کی تلاوت کی جائے وہاں بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب کو خَتمْ کریں۔ رقّت و سوز کے ساتھ اِختِتام ہو اور یہ اِحساس دل کو تڑپا کر رکھ دے کہ میں نے صحیح معنوں میں قراٰنِ پاک پڑھا یا سنا نہیں، کوتاہیاں بھی ہوئیں، دل جَمعْی بھی نہ رہی، اِخلاص میں بھی کمی تھی۔ صد ہزار افسوس ! دُنیوی شخصیت کا کلام تو توجُّہ کے ساتھ سنا جاتا ہے مگر سب سے کے خالق و مالِک اپنے پیارے پیارے اللہ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ کا پاکیزہ کلام دھیان سے نہ سنا، ساتھ ہی یہ بھی غم ہو کہ افسوس ! اب ماہِ رَمَضانُ الْمُبارَک چند گھڑیوں کا مہمان رَہ گیا، نہ جانے آئندہ سال اس کی تشریف آوَری کے وَقت اس کی بہاریں لوٹنے کیلئے میں زندہ رہوں گا یا نہیں !اِس طرح کے تصوُّرات جما کر اپنی لاپرواہیوں پر خود کو شرمندہ کرے اور ہو سکے تو روئے اگر رونا نہ آئے تو رونے کی سی صورت بنائے کہ اچھّوں کی نَقْل بھی اچّھی ہے۔ اگر کسی کی آنکھ سے محبت قراٰن وفِراقِ رَمَضان میں ایک آدھ قطرہ آنسو ٹپک کر مقبولِ بارگاہِ الٰہی

عَزَّوَجَلَّ ہو گیا تو کیا بعید کہ اُسی کے صَدْقے خدائے غفّار عَزَّوَجَلَّ سبھی حاضِرین کو بخش دے۔

لاج رکھ لے گنہگاروں کی
عیب میرے نہ کھول مَحشر میں
بے سبب بخش دے نہ پوچھ عمل
!نام رحمٰن ہے ترا یارب
!نام ستّار ہے ترا یارب
!نام غفّار ہے ترا یارب
!تو کریم اور کریم بھی ایسا کہ نہیں جس کا دوسرا یارب

تراویح کی جماعت بدعتِ حسنہ ہے

اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خود بھی تراویح ادا فرمائی اور اس کو خوب پسند بھی فرمایا: چُنانچِہ صاحِبِ قُراٰن، مدینے کے سلطان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، جو ایمان و طلبِ ثواب کے سبب سے رَمَضان میں قِیام کرے اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یعنی صغیرہ گناہ) پھر اس اندیشے کی وجہ سے ترک فرمائی کہ کہیں امّت پر (تراویح) فرض

نہ کر دی جائے۔ پھر امیرُ المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنے دورِ خِلافت میں) ماہِ رَمَضان المُبَارَک کی ایک رات مسجد میں دیکھا کہ لوگ جُدا جُدا انداز پر (تراویح) ادا کر رہے ہیں، کوئی اکیلا تو کچھ حضرات کسی کی اقتداء میں پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مناسِب خیال کرتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سِیدُنا اُبَیِّ ابنِ کَعْب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب کا امام بنا دیا۔ پھر جب دوسری رات تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ باجماعت (تراویح) ادا کر رہے ہیں، تو بہت خوش ہوئے اور) فرمایا)

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یعنی'' یہ اچھی بدعت ہے''۔ (صحیح بخاری، ج۱، ص۶۵۸، حدیث ۲۰۱۰)

محترم قارئین کرام! محبوبِ ربِّ ذُوالجَلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ہمارا کتنا خیال ہے! محض اِس خوف سے تراویح پر ہمیشگی نہ فرمائی کہ کہیں اُمّت پر فرض نہ کر دی جائے۔ اِس حدیثِ پاک سے بعض وَساوِس کا علاج بھی ہو گیا۔ مثلاً تراویح کی باقاعِدہ جماعت سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم بھی جاری فرما سکتے تھے مگر نہ فرمائی اور یوں اسلام میں اچّھے اچّھے طریقے رائج کرنے کا اپنے غلاموں کو موقع فراہم کیا۔

جو کام شاہِ خیرُ الانام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے نہیں کیا وہ کام سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محض اپنی مرضی سے نہیں کیا بلکہ سرکارِ عالمِ مدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے تا قیامت ایسے اچّھے اچّھے کام جاری کرتے رہنے کی اپنی حیاتِ ظاہِری میں ہی اجازت مَرحَمت فرمادی تھی۔ چنانچہ حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ مُعظّم ہے، ''جو کوئی اسلام میں اچّھا طریقہ جاری کرے اُس کو اس کا ثواب ملے گا اور اُس کا بھی جو (لوگ) اِس کے بعد اُس پر عمل کریں گے اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو گا اور جو شخص اِسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے اُس پر اِس کا گناہ بھی ہے اور ان (لوگوں) کا بھی جو اِس کے بعد اِس پر عمل کریں اور اُن کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

(صحیح مُسلم، ص ۱۱۴۳۸، حدیث ۱۰۱۷)

بدعاتِ حَسَنہ 12''

اِس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا، قِیامت تک اسلام میں اچّھے اچّھے نئے طریقے نکالنے کی اجازت ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ نکالے بھی جا رہے ہیں جیسا کہ

۱) امیرُ المُؤمِنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا اور اس کو خود اچھی بدعت بھی قرار دیا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے وِصال ظاہری کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی جو اچھا نیا کام جاری کریں وہ بھی بدعتِ حَسَنہ کہلاتا ہے۔

۲) مسجِد میں امام کیلئے طاق نُما محراب نہیں ہوتی تھی سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدُ النَّبَوِی الشّریف علیٰ صاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام میں محراب بنانے کی سعادت حاصل کی اِس نئی ایجاد (بدعتِ حَسَنہ) کو اس قدر مقبولیّت حاصل ہے کہ اب دنیا بھر میں مسجد کی پہچان اِسی سے ہے۔

۳) اِسی طرح مساجِد پر گُنبد و مینار بنانا بھی بعد کی ایجاد ہے۔ بلکہ کعبے کے مَنارے بھی سرکارمدینہ وصحابہ کرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم وعلیہم الرضوان کے دَور میں نہیں تھے۔

۴) ایمانِ مُفَصَّل)

۵) ایمانِ مُجمَل)

۶) چھ کلمے ان کی تعداد و ترکیب کہ یہ پہلا یہ دوسرا اور ان کے نام)

۷) قراٰنِ پاک کے تیس پارے بنانا، اِعراب لگانا ان میں رُکوع بنانا، رُمُوزِ اَوقاف کی) علامات لگانا۔ بلکہ نُقطے بھی بعد میں لگائے گئے، خوبصورت جِلدیں چھاپنا وغیرہ۔

۸)احادیثِ مبارکہ کو کتابی شکل دینا،اس کی اَسناد پر جرح کرنا،ان کی صحیح ، حَسَن ، ضعیف اور مَوضُوع وغیرہ اَقسام بنانا۔

۹) فِقْہ ، اُصولِ فِقْہ و عِلْمِ کلام۔)

۱۰)زکوۃ و فطرہ سکّہ رائجُالْوقت بلکہ با تصویر نوٹوں سے ادا کرنا۔)

۱۱)اونٹوں وغیرہ کے بجائے سفینے یا ہوائی جہاز کے ذَرِیعے سفرِ حج کرنا۔)

۱۲) شریعت و طریقت کے چاروں سلسلے یعنی حنفی ،شافِعی، مالکی ، حَنبلی اسی طرح قادِری نَقْشبندی، سُہروردی اور چشتی۔

ہر بدعت گمراہی نہیں ہے

ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذِہن میں یہ سُوال پیدا ہو کہ ان دو احادیث مبارکہ

۱) کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّار یعنی ہر بدعت (نئی بات) گمراہی ہے اور ہر (گمراہی جہنّم میں (لے جانے والی) ہے۔ (سُنَنُ النَّسائی، ج ۲، ص ۱۸۹

۲) شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃ یعنی بدترین کام نئے طریقے ہیں ہر بدعت (نئی بات) گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۴۳۰، حدیث ۸۶۷)

کے کیا معنی ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں احادیثِ مبارکہ حق ہیں۔ یہاں بدعت سے مُراد بدعتِ سَیِّئَہ (سَیْ۔یِ۔ءَ ہ) یعنی بُری بدعت ہے اور

یقیناً ہر وہ بدعت بُری ہے جو کسی سنّت کے خِلاف یا سنّت کو مٹانے والی ہو۔ جیساکہ دیگر احادیث میں اس مسئلے کی مزید وضاحت موجود ہے چنانچہ ہمارے پیارے پیارے آقا مکّی مَدَنی مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ گمراہ کرنے والی بدعت جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہ ہو تو اس گمراہی والی بدعت کو جاری کرنے والے پر اس بدعت پر عمل کرنے والوں کی مثل گناہ ہے، اسے گناہ مل جانا لوگوں کے گناہوں میں کمی نہیں کرے گا۔ (جامع ترمذی، ج۴، ص۳۰۹، حدیث ۲۶۸۶)

ایک اور حدیثِ مبارک میں مزید وَضاحت ملاحظہ فرمایئے چُنانچہ اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ فِیْہِ فَھُوَ رَدٌّ'' یعنی ''جو ہمارے دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اس (کی اصل) میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔'' (صحیح بخاری شریف، ج۶، ص۲۱۱، الحدیث ۲۶۹۷)

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا ایسی نئی بات جو سنّت سے دُور کرکے گمراہ کرنے والی ہو، جس کی اصل دین میں نہ ہو وہ بدعتِ سَیِّئَہ یعنی بُری بدعت

ہے جبکہ دین میں ایسی نئی بات جو سنّت پر عمل کرنے میں مدد کرنے والی ہو اور جس کی اصل دین سے ثابت ہو وہ بدعتِ حَسَنہ یعنی اچّھی بدعت ہے۔

حضرتِ سیِّدُ نا شیخ عبدُالحق مُحدِّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللّٰہِ القوی حدیثِ پاک، وَکُلُّ ضَلالَۃٍ فِی النّار'' کے تَحت فرماتے ہیں، جو بِدعت کہ اُصول اور قواعدِ سنّت کے مُوافِق اور اُس کے مطابِق قِیاس کی ہوئی ہے (یعنی شریعت و سنّت سے نہیں ٹکراتی) اُس کو بدعتِ حَسَنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہ بدعتِ ضَلالت یعنی گمراہی والی بدعت کہلاتی ہے۔ (اَشِعَّۃُ اللّمعات، ج اوّل، ص ۱۳۵

بدعتِ حسنہ کے بغیر گزارہ نہیں

بَہَر حال اچّھی اور بُری بدعات کی تقسیم ضَروری ہے ورنہ کئی اچّھی اچّھی بدعتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو صِرف اس لئے تَرک کر دیا جائے کہ قُرُونِ ثلٰثہ یعنی شاہِ خیر الانام، صَحابۂ کِرام وتابِعینِ عِظام، صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم و علیہم الرضوان کے اَدوارِ پُر انوار میں نہیں تھیں، تو دین کا موجودہ نِظام ہی نہ چل سکے۔ جیسا کہ دینی مدارِس، ان میں درسِ نظامی، قُراٰن و احادیث اور اسلامی کتابوں کی پریس میں چھپائی وغیرہ وغیرہ یہ تمام کام پہلے نہ تھے بعد میں جاری ہوئے اور بدعتِ حَسَنہ میں شا

مل ہیں۔ بَہَر حال ربِّ ذُوالْجلال عزوجل کی عطا سے اُس کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم یقیناً یہ سارے اچّھے اچّھے کام اپنی حیاتِ ظاہِری میں بھی رائج فرما سکتے تھے۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے غلاموں کے لئے ثوابِ جاریہ کمانے کے بے شمار مَواقع فراہم کر دیئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں نے صَدَقۂ جاریہ کی خاطر جو شریعت سے نہیں ٹکراتی ہیں ایسی نئی ایجادوں کی دھوم مچادی۔ کسی نے اذان سے پہلے دُرُود و سلام پڑھنے کا رَواج ڈالا، کسی نے عیدِ میلاد منانے کا طریقہ نکالا پھر اس میں چَراغاں اور سبز سبز پرچموں اور مرحبا کی دھومیں مچاتے مَدَنی جلوسوں کا سلسلہ ہوا، کسی نے گیارھویں شریف تو کسی نے اَعراسِ بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المبین کی بنیاد رکھ دی اور اب بھی یہ سلسلے جاری ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی والوں نے سنّتوں بھرے اجتماعات وغیرہ میں اُذْکُرُوااللہ ! (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذِکْر کرو !) اور صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! (یعنی حبیب پر دُرود بھیجو !) کے نعرے لگانے کی بالکل نئی ترکیب نکال کر اللہ اللہ اور دُرُود و سلام کی پُر کیف صداؤں کا حَسین ! سماں قائم کر دیا

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

سبز گنبد کی تاریخ

سبز سبز گنبد جس کے دیدار کے لئے ہر عاشق کا دل بے قرار ہوتا اور آنکھ اشکبار ہو جایا کرتی ہے۔ یہ بھی بدعتِ حَسَنہ ہے کیوں کہ وہ سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے وصالِ ظاہری کے سینکڑوں برس بعد بنا ہے۔ اس کی مختصراً معلومات بھی حاصِل کر لیجئے

سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے روضۂ انور پر سب سے پہلا گنبد شریف ۶۷۸ھ (1269ئ) میں تعمیر ہوا اور اس پر زرد رنگ کروایا گیا اور وہ پیلا گنبد کہلایا، پھر مختلف ادوار میں تغیّر وتبدُّل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۸۸۸ھ (1483ئ) میں کالے پتھر سے نیا گنبد بنایا گیا اور اس پر سفید رنگ کروایا گیا۔ عُشّاق اُس کو قُبَّۃُ البَیضاء یا ''گنبدِ بَیضائ'' یعنی سفید گُنبد کہنے لگے۔ ۹۸۰ھ (1572ئ) میں انتہائی حسین گنبد بنایا گیا اور اُس کو رنگ برنگے پتّھروں سے سجایا گیا۔ اب اس کا ایک رنگ نہ رہا۔ غالباً میناکاری کے دلکش و جاذبِ نظر منظر کے باعث وہ رنگ برنگا گنبد کہلایا۔ ۱۲۳۳ھ (1818ئ) میں ناسِر نواس کی تعمیر کی گئی اور اس پر سبز رنگ کیا گیا جو اَلقُبَّۃُ الخَضراء یعنی سبز گنبد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد اب تک کسی نے اس میں ردّوبدل نہیں کیا۔ ہاں سبز رنگ

کو یہ سعادت ملتی رہتی ہے کہ وہ خُدّام کے ہاتھوں اُوپر جا کر لپَٹتا جاتا ہے۔ گنبد خَضرا جو کہ یقیناً قطعاً بدعتِ حَسَنہ ہے وہ اب دنیا بھر کے مسلمانوں کا مَرجَع، آنکھوں کا نور اور دل کا سُرُور ہے۔ اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ جو اس کو عِناداً (یعنی بُغض کی وجہ سے) مٹانا چاہے گا اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ خود ہی مِٹ جائے گا۔

گنبدِ خَضرا خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

اِن جیسے تمام نَوایجاد نیک کاموں کی بنیاد وُہی حدیثِ پاک ہے جو مُسلِم شریف کے حوالے سے ماقبل گُزری جس میں فرمایا گیا ہے، جو کوئی اسلام میں اچّھا طریقہ جاری کرے اُس کو اِس کا ثواب ملیگا اور اُس کا بھی جو اِس کے بعد اس پر عمل کریں۔ نوٹ: مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنان کی کتاب) مستطاب ''جاء الحق وزھق الباطل'' میں بدعات اور ان کی اقسام وغیرہ کے بارے میں (مزید تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزہ کا خصوصی انعام (احکامِ روزہ

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

سابقہ گناہوں کا کفارہ

حضرتِ سَیِّدُنا ابو سَعید خُدْری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی مصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: ''جس نے رَمَضان کا روزہ رکھا اور اُس کی حُدُود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو (کچھ گناہ) پہلے کرچکا ہے اُس کا کَفّارہ ہوگیا۔'' (صحیح ابنِ حبّان، ج۵، ص۱۸۳، حدیث ۳۴۲۴)

روزہ کی جزا

حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ سلطانِ دوجہان شَہَنشاہِ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: ''آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو گُنا تک دیا جاتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ سوائے روزے کے کہ روزہ میرے لئے ہے اور اِس کی جَزا میں خود دوں گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مزید ارشاد ہے، بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو صِرف میری وَجہ سے تَرک کرتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو

خوشیاں ہیں۔ایک اِفطار کے وَقت اور ایک اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے مُلاقات کے وَقت۔ ''روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مُشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح مسلم، ص ۵۸۰، حدیث ۱۱۵۱)

مزید ارشاد ہے، ''روزہ سِپَر (یعنی ڈھال) ہے اور جب کسی کے روزہ کا دِن ہو تو نہ بے ہُودہ بکے اور نہ ہی چیخے۔ پھر اگر کوئی اور شخص اِس سے گالم گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو، تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۶۲۴، حدیث ۱۸۹۴

روزہ کا خصوصی انعام

محترم قارئین کرام! بیان کردہ اَحادیثِ مُبارکہ میں روزہ کی کئی خُصُوصِیّات ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ کتنی پیاری بِشارت ہے اُس روزہ دار کے لئے جس نے اِس طرح روزہ رکھا جس طرح روزہ رکھنے کا حق ہے۔یعنی کھانے پینے اور جِماع سے بچنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اَعْضاء کو بھی گُناہوں سے باز رکھا تو وہ روزہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل وکرم سے اُس کیلئے تمام پچھلے گُناہوں کا کَفّارہ ہو گیا۔اور حدیثِ مُبارک کا یہ فرمانِ عالیشان تو خاص طور پر قابِلِ تَوجُّہ ہے جیسا کہ سرکارِ نامدار، بِاذنِ پَر

وَردگار، دوعالَم کے مالِک ومُختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اپنے پروَردگار عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ خوشگوار سُناتے ہیں ''فَاِنَّہ، لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ''۔یعنی روزہ میرے لئے ہے اور اِس کی جَزا میں خود ہی دُوں گا۔ حدیثِ قُدسی کے اِس ارشادِ پاک کو بَعض مُحَدِّثینِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ نے، ''اَنَا اُجْزیٰ بِہٖ، بھی پڑھا ہے جیسا کہ تفسیر نعیمی وغیرہ میں ہے تو پھر معنٰی یہ ہوں گے، '' روزہ کی جَزا میں خُود ہی ہوں۔'' سُبْحٰنَ اللہ !عَزَّوَجَلَّ یعنی روزہ رکھ کر روزہ دار بَندات خود اللہ تَبارَکَ وَتعالیٰ ہی کو پالیتا ہے۔

نیک اعمال کی جزا جنت ہے

محترم قارئین کرام ! قُرآن کریم میں مختلف مَقامات پر بیان ہُوا ہے کہ جو اچّھے اَعمال کرے گا اُسے جنّت ملے گی۔چُنانچِہ اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ (پارہ ۳۰ سورۃُ البَیِّنَہ کی آیت نمبر ۷ اور ۸) میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ 0 جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ 0

(پ ۳۰، البینۃ ۸،۷)

ترجَمہ کنزالایمان: بے شک جو ایمان لائے اور اچّھے کام کئے وُہی تمام مخلوق یہ اں بہتر ہے ں۔اُن کا صِلہ اُن کے ربّ کے پاس بَسنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بَہیں، اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔اللہ (عزوجل) اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی۔ یہ اُس کیلئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرے۔

غیر صحابی کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنا کیسا؟

محترم قارئین کرام! یہ بات بالکل غَلَط ہے کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا لکھنا صِرف صَحابی کے نام کے ساتھ مخصُوص ہے۔پیش کردہ آیات کے اِس آخِری حصّے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ، 0 (ترجَمۂ کنزالایمان: اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی۔ یہ اُس کیلئے ہے جو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے) نے اِس عوامی غَلَط فَہمی کو جَڑ سے اُکھاڑ دیا! خوفِ خُدا عَزَّوَجَلَّ رکھنے والے ہر مؤمِن کے لئے یہ بِشارتِ عُظمیٰ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جو بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا ہے وہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے رُمرُہ میں داخِل ہے۔اِس میں صَحابی وغیرِ صَحابی کی کوئی تخصیص نہیں، ہر صَحابی اور ہر وَلی کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا اور بولنا بِالکل دُرُست و

جائز ہے۔ جس نے ایمان کے ساتھ سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حیاتِ ظاہری میں سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ایک لمحہ بھر بھی صُحبت پائی یا دیکھا اور اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا وہ صَحابی ہے۔ بڑے سے بڑا ولی، صَحابی کے مرتبہ کو نہیں پا سکتا، ہر صَحابی عادِل اور قَطعی جنّتی ہے۔ ان کے ساتھ جب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جائے گا تو معنیٰ یہ ہوں گے، ''اللہ عَزَوَجَلَّ ان سے راضی ہُوا۔'' اور جب کسی غیر صَحابی کے لئے لکھا یا بولا جائے گا تو دعائیہ معنیٰ مُراد لئے جائیں گے، یعنی'' اللہ عَزَوَجَلَّ اُن سے راضی ہو ۔'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات تو ضِمناً آ گئی دَر اصل بتانا یہ مقصُود تھا کہ نَماز، حج زکوٰۃ، غُرباء کی اِمداد، بیماروں کی عِیادت، مَساکِین کی خَبر گیری وغیرہ تمام اَعمالِ خَیر سے جنّت ملتی ہے۔ مگر روزہ وہ عِبادت ہے، جس سے جنّت والا یعنی خود مالِک حقیقی عَزَوَجَلَّ ہی مِل جاتا ہے۔ کہتے ہیں، کہ

مجھے موتیوں والا چاہئے

ایک مرتبہ مَحمود غَزنوی علیہ رحمۃ القوی نے کچھ قیمتی مَوتی اپنے افسران کے سامنے پھینکتے ہوئے فرمایا: ''چُن لیجئے اور خود آگے چل دئے۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد مُڑ کر دیکھا تو اَیاز گھوڑے پر سُوار پیچھے چلا آ رہا ہے۔ پوچھا، اَیاز! کیا تجھے مَوتی نہیں چاہئیں؟ ایاز نے عَرض کی،'' عالی جاہ! جو موتیوں

''کے طالِب تھے وہ موتی چُن رہے ہیں، مجھے تو مَوتی نہیں بلکہ موتیوں والا چاہیے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے

جنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی

اِس سلسلے میں ایک حدیثِ مُبارَک بھی مُلاحَظہ فرمایئے۔ حضرتِ سَیِّدُنا رَبِیعہ بن کَعب اَسْلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے حُضُور، سَراپا نُور، فیضِ گنجور، شاہِ غَیُور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو وُضو کروایا تو رَحمۃٌ لِّلْعٰلَمِین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا: سَلْ رَبِیعَۃُ! یعنی رَبِیعہ ! مانگ کیا مانگتا ہے؟ حضرت رَبِیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عَرض کی، اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ، یعنی سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم جنّت میں آپ کی رَفاقت (یعنی پڑوس) چاہئے۔

(گویا عَرض کر رہے ہیں)

تجھ سے تجھی کو مانگ لوں تو سب کچھ مل جائے سو سُوالوں سے یہی ایک سُوال اچھا ہے

دریائے رَحمت مزید جوش میں آیا اور فرمایا، ''اَوَغَیْرَ ذٰلِکَ ؟ یعنی کچھ اور مانگنا ہے؟'' میں نے عرض کی، ''بس صِرف یہی۔'' (یعنی یارسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ! جنّتُ الفِردُوس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا پڑوس مانگنے کے بعد اب دُنیا و عُقبیٰ کی اور کونسی نِعمت باقی رَہ جاتی ہے جسے مانگا جائے !)

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات
مجھ سا کوئی گَدا نہیں، تجھ سا کوئی سَخی نہیں

جب حضرتِ سَیِّدُنا رَبیعہ بن کَعْب اَسْلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنّت کی رَفاقت (پڑوس) طَلَب کر چکے اور مزید کسی حاجت کے طَلَب کرنے سے اِنکار کر دیا تو اِس پر سرکارِ نامدار، بِاذنِ پروَردگار دو عالَم کے مالِک ومُختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:

فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ ''یعنی اپنے نَفس پر کثرتِ سُجُود (یعنی زِیادہ نَوافِل) سے میری مدد کر۔''

(صحیح مسلم، ص ۲۵۳، حدیث ۴۸۹)

یعنی ہم نے تمہیں جنّت تو عطا کر ہی دی اب تم بھی بطورِ شُکرانہ نَوافِل کی کثرت کرتے رہو۔

! جو چاہو مانگ لو

سُبحٰنَ اللہ ! سُبحٰنَ اللہ ! سُبحٰنَ اللہ ! عَزَّوَجَلَّ اِس حدیثِ مُبارَک نے تَوایمان ہی تازہ کردیا۔ حضرت سَیِّدُنا شیخ عَبدُالحَقّ مُحَدِّث دِہلوی علیہ رَحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں، سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحِبِ مُعَطَّر پسینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا بِلا کسی تَقْیِید و تَخْصِیص مُطْلَقاً فرمانا، سَلْ؟ یعنی مانگ کیا مانگتا ہے؟اِس بات کو ظاہِر کرتا ہے کہ سارے ہی مُعامَلات سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مبارک ہاتھ میں ہیں، جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم سے عطا کردیں۔عَلّامہ بُوصیری رحمۃُ اللہ تعالٰی علیہ قصیدۂ بُردہ شریف میں فرماتے ہیں

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَم

یعنی، یا رسولَ اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ! دُنیااور آخِرت آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہی کی سَخاوت کا حِصّہ ہے اور لَوح وقَلم کا عِلم تو آپ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے

عُلُومِ مُبارَکہ کا ایک حِصّہ ہے۔

اگر خیریت دُنیا و عُقبیٰ آرزُو داری

بَدَرگاہش بیَادِ ہَر چہ مَن خواہی تمنا کُن

یعنی دُنیا وآخرت کی خَیر چاہتے ہو تو اِس آستانِ عَرش نِشان پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو

(اَشِعَّۃُ اللَّمعات ،ج ۱، ص ۴۲۵، ۴۲۴)

خالِقِ کُل نے آپ کو مالِکِ کُل بنادیا

دونوں جہان دے دئے ہے قبضہ واِختیار میں

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم وعنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تراویح کے 35 مَدَنی پھول (فیضان تراویح

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

۱: تراویح ہر عاقِل و بالغ اسلامی بھائی اور اسلامی بہن کیلئے سنّتِ مُؤکّدہ ہے۔ (دُرِّ مُختار، ج ۲، ص ۴۹۳) اس کا تَرک جائز نہیں۔

۲: تراویح کی بیس رَکعتیں ہیں۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بیس رَکعتیں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ (السُّنَنُ الکبریٰ بیہقی، ج ۲، ص ۶۹۹، حدیث ۴۶۱۷)

۳: تراویح کی جماعت سنّتِ مُؤکّدہ عَلَی الکِفَایہ ہے۔ اگر مسجد کے سارے لوگوں نے چھوڑ دی تو سب اِساءَت کے مُرتکِب ہوئے (یعنی بُرا کیا) اور اگر چند افراد نے با جماعت پڑھ لی تو تنہا پڑھنے والا جماعت کی فضیلت سے محروم رہا۔ ھِدایہ، ج ۱، ص ۷۰)

۴: تراویح کا وقت عِشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صُبحِ صادِق تک ہے۔ عشاء کے فرض ادا کرنے سے پہلے اگر پڑھ لی تو نہ ہوگی۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۵)

۵: عشاء کے فرض و وِتْر کے بعد بھی تراویح پڑھی جا سکتی ہے۔ (الدُّرُّ المُختار، ج ۲، ص ۴۹۴) جیسا کہ بعض اوقات ۲۹ کو رُویتِ ہِلال کی شہادت ملنے میں تاخیر کے سبب ایسا ہو جاتا ہے۔

۶: مُستَحَب یہ ہے تراویح میں تہائی رات تک تاخیر کریں اگر آدھی رات کے بعد پڑھیں تب بھی کراہت نہیں۔
(الدُّرُّالمُختار، ج۲، ص۴۹۵)

(۷: تراویح اگر فوت ہوئی تو اس کی قضاء نہیں۔ (الدُّرُّالمُختار، ج۲، ص۴۹۴

۸: بِہتر یہ ہے کہ تراویح کی بیس رَکعتیں دو دو کرکے دس سلام کے ساتھ ادا کرے۔
(الدُّرُّالمُختار، ج۲، ص۴۹۵)

۹: تراویح کی بیس رَکعتیں ایک سلام کے ساتھ بھی ادا کی جاسکتی ہیں، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، ہر دو رَکعَت پر قعدہ کرنا فَرض ہے۔ ہر قَعدہ میں اَلتَّحِیَّات کے بعد دُرُود شریف بھی پڑھے اور طاق رَکعَت (یعنی پہلی، تیسری، پانچویں وغیرہ) میں ثَناء پڑھے (اور امام تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ بھی پڑھے۔ (الدُّرُّالمُختار، ج۲، ص۴۹۶

۱۰: جب دو دو رَکعَت کرکے پڑھ رہا ہے تو ہر دو رَکعَت پر الگ الگ نیّت کرے اور اگر (بیس رَکعتوں کی ایک ساتھ نیّت کر لی تب بھی جائز ہے۔ (الدُّرُّالمُختار، ج۲، ص۴۹۴

۱۱: بِلاعُذر تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے بلکہ بعض فُقَہائے کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی کے نزدیک تو ہوتی ہی نہیں۔

(الدُّرُّ المُختار، ج ۲، ص ۴۹۹)

۱۲: تراویح مسجد میں باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔ اگر گھر میں باجماعت ادا کی تو تَرکِ جماعت کا گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۶)

عشاء کے فرض مسجد میں باجماعت ادا کرکے گھر یا ہال وغیرہ میں تراویح ادا کیجئے اگر بلا عذر شرعی مسجد کے بجائے گھر یا ہال وغیرہ میں عشاء کے فرض کی جماعت قائم کر لی تو ترک واجب کے گناہ گار ہوں گے اس کا تفصیلی مسئلہ فیضان سنت کے باب ''پیٹ کا قفلِ مدینہ'' پر ملاحظہ فرمالیجئے۔

۱۳: نابالغ امام کے پیچھے صرف نابالغان ہی تراویح پڑھ سکتے ہیں۔

۱۴: بالغ کی تراویح (بلکہ کوئی بھی نماز حتّٰی کہ نَفل بھی) نابالغ کے پیچھے نہیں ہوتی۔

۱۵: تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سُنّتِ مُؤکّدہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف تخریج شدہ، ج ۷، ص ۴۵۸)

۱۶: اگر باشرائط حافظ نہ مل سکے یا کسی وجہ سے خَتْم نہ ہوسکے تو تراویح میں کوئی سی بھی سورتیں پڑھ لیجئے اگر چاہیں تو اَلَمْ تَرَ سے وَالنَّاس دو بار پڑھ لیجئے، اِس طرح بیس رَکْعَتیں یاد رکھنا آسان رہے گا۔

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۸)

۱۷: ایک بار بِسمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ جَہر کے ساتھ (یعنی اُونچی

آواز سے) پڑھنا سنّت ہے اور ہر سُورۃ کی ابتِدا میں آہستہ پڑھنا مُستَحَب ہے۔ مُتَاَخِّرین یعنی بعد میں آنے والے فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی) نے خَتْم تراویح میں تین) بار قُل ھُوَاللہ شریف پڑھنا مُستَحَب کہا نیز بہتر یہ ہے کہ خَتْم کے دن پچھلی رَکْعَت میں (آمّ سے مُفْلِحُون تک پڑھے ۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۴، ص ۳۷

۱۸: اگر کسی وجہ سے (تراویح) کی نَماز فاسِد ہو جائے تو جتنا قراٰنِ پاک اُن رَکْعَتوں (میں پڑھا تھا اُن کا اِعادہ کریں تاکہ خَتْم میں نقصان نہ رہے۔ (عالمگیری ،ج ۱، ص ۱۱۸

۱۹: امام غَلَطی سے کوئی آیت یا سُورۃ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تو مُستَحَب یہ ہے کہ اُسے پڑھ کر پھر آگے بڑھے۔

(عالمگیری، ج ۱، ص ۱۱۸)

۲۰ : الگ الگ مسجد میں تراویح پڑھ سکتا ہے جبکہ خَتْمِ قراٰن میں نقصان نہ ہو۔ مَثَلاً تین مساجِد ایسی ہیں کہ ان میں ہر روز سوا پارہ پڑھا جاتا ہے تو تینوں میں روزانہ باری باری جا سکتا ہے۔

۲۱: دو رَکْعَت پر بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری کا سَجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے آخر میں سَجدۂ سَہْو کر لے۔ اور اگر تیسری کا سَجدہ کر لیا تو چار پوری کر لے مگر یہ دو شمار ہوں گی۔ ہاں اگر دو پر قعدہ کیا تھا تو چار ہوئیں۔

(عالمگیری ،ج ۱، ص ۱۱۸)

۲۲: تین رَکْعَتیں پڑھ کر سلام پھیرا اگر دوسری پر بیٹھا نہیں تھا تو نہ ہوئیں ان کے (بدلے کی دو رَکْعَتیں دوبارہ پڑھے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۸

۲۳: سلام پھیرنے کے بعد کوئی کہتا ہے دو ہوئیں کوئی کہتا ہے تین، تو امام کو جو یاد ہو اُس کا اعتِبار ہے، اگر امام خود بھی تَذَبْذُب کا شکار ہو تو جس پر اعتِماد ہو اُس کی بات (مان لے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۷

۲۴: اگر لوگوں کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ؟ تو دو رَکْعَت تنہا تنہا پڑھیں۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۷)

۲۵: اَفضل یہ ہے کہ تمام شُفعوں میں قِراءَت برابر ہو اگر ایسا نہ کیا جب بھی حرج نہیں اِسی طرح ہر شُفع (کہ دو رکعت پر مُشْتَمِل ہوتا ہے اس) کی پہلی اور دوسری رَکْعَتکی قِراءَت مَساوی (یعنی یکساں) ہو دوسری کی قِراءَت پہلی سے زائد نہیں ہونی (چاہیئے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۷

۲۶: اِمام و مقتدی ہر دو رَکْعَت کی پہلی پر ثناء پڑھیں (امام اعوذ اور بسم اللہ بھی پڑھے) (اور اَلتَّحِیَّاتُ کے بعد دُرُودِ ابراھیم اور دعا بھی۔ (درمختار، ج۲، ص۴۹۸

۲۷: اگر مقتدیوں پر گرانی ہوتی ہو تو تَشَہُّد کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ پر اکتِفا کرے۔ (درمختار، ج۲، ص۴۹۹)

۲۸: اگر ستائیوں کو (یا اس سے قبل) قراٰنِ پاک خَتْم ہو گیا تب بھی آخِر

(رَمَضان تک تراویح پڑھتے رہیں کہ سنّتِ مُؤکّدہ ہے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۸

۲۹: ہر چار رَکعتوں کے بعد اُتنی دیر آرام لینے کیلئے بیٹھنا مُستَحَب ہے جتنی دیر میں چار (رَکعات پڑھی ہیں۔اِس وَقفے کو تَرویحہ کہتے ہیں۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۵

۳۰: تَرویحہ کے دَوران اختیار ہے کہ چُپ بیٹھا رہے یا ذِکر و دُرود اور تِلاوت کرے یا تنہا نَفل پڑھے (در مختار، ج۲، ص۴۹۷) یہ تسبیح بھی پڑھ سکتے ہیں:۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ۝ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّتِ وَالْعَظْمَتِ وَالْھَیْبَتِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ ۝ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ ۝ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ ۝ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ۝ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

۳۱: بیس رَکعتیں ہو چکنے کے بعد پانچواں ترویحہ بھی مُستَحَب ہے، اگر لوگوں پر گراں ہو (تو پانچویں بار نہ بیٹھے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۵

۳۲: بعض مُقتدی بیٹھے رہتے ہیں جب امام رُکوع کرنے والا ہوتا ہے اُس وَقت کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ مُنافِقین کی مُشابَہت ہے۔چُنانچِہ (سورۃُ النِّسا کی آیت نمبر ۱۴۲) میں ہے، وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا

سُسلی (ترجمۂ کنز الایمان: اور (منافق) جب نَماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے) فرض کی جماعت میں بھی اگر امام رُکوع سے اُٹھ گیا تو سَجدوں وغیرہ میں فوراً شریک ہو جائیں نیز امام قعدہ اُولیٰ میں ہو تب بھی اُس کے کھڑے ہونے کا اِنتِظار نہ کریں بلکہ شامل ہو جائیں۔ اگر قعدہ میں شامل ہو گئے اور امام کھڑا ہو گیا تو اَلتَّحِیَّاتُ پوری کئے بغیر نہ کھڑے ہوں۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۴، ص ۳۶، غنیۃ المتملی، ص ۴۱۰)

۳۳: رَمَضان شریف میں وِتْر جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ مگر جس نے عشاء کے فرض بِغیر جماعت کے پڑھے وہ وِتْر بھی تنہا پڑھے۔ (بہارِ شریعت، حصّہ ۴، ص ۳۶)

۳۴: ایک امام کے پیچھے عشاء کے فرض، دوسرے امام کے پیچھے تراویح اور تیسرے امام کے پیچھے وِتْر پڑھے اِس میں حرج نہیں۔

۳۵: حضرت سیِّدُنا عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرض و وِتْر کی جماعت کرواتے تھے۔ اور حضرتِ سیِّدُنا اُبَیّ بِن کَعْب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح پڑھاتے۔ (عالمگیری، ج ۱ ص ۱۱۶)

اے ہمارے پیارے پیارے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں نیک، مُخلِص اور دُرُست پڑھنے والے حافِظ صاحب کے پیچھے اِخلاص و دل جَمْعی کے ساتھ ہر سال تراویح ادا کرنے کی سعادت نصیب کر اور قَبول بھی فرما۔

(جنتی دروازہ (احکام روزہ

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

حضرتِ سَیِّدُنا سَھل بن عبدُاللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ماہِ نُبُوَّت، مہرِ رِسالت، منبعِ جود و سخاوت، قاسِمِ نِعمت، سراپا رحمت، شافِعِ اُمّت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عظمت نِشان ہے،'' بے شک جنّت میں ایک دروازہ ہے جسکو رَیّان کہا جاتا ہے اس سے قِیامت کے دن روزہ دار داخِل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی اور داخِل نہ ہوگا۔ کہا جائے گا روزے دار کہاں ہیں؟ پس یہ لوگ کھڑے ہوں گے ان کے علاوہ کوئی اور اِس دروازے سے داخِل نہ ہوگا۔جب یہ داخِل ہوجائیں گے تو دروازہ بند کردیا جائے گا پس پھر کوئی اس دروازے سے داخِل نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری ،ج۱،ص ۶۲۵، حدیث ۱۸۹۶)

محترم قارئین کرام ! سُبْحٰنَ اللہ ! روزہ داروں کا بھی خوب مُقدّر ہے۔روزِ قیامت ان کا خصُوصی اعزاز ہوگا۔جانا جنّت ہی میں ہے دیگر خوش قسمت بھی جُوق در جُوق داخِلِ جنّت ہورہے ہوں گے مگر روزہ دار خُصُوصی طور پر'' بابُ الرَّیّان'' سے داخِلِ جنّت ہوں گے۔

ایک روزے کی فضیلت

حضرتِ سَیِّدُنا سَلَمہ بن قَیصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسولوں کے سالار، نبیوں کے سردار، دوعالَم کے مالِک و مختار باِذنِ پروَردگار، شَہَنشاہِ اَبرار عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ خوشبودار ہے، جس نے ایک دن کا روزہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصِل کرنے کیلئے رکھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جہنّم سے اتنا دُور کردے گا جتنا کہ ایک کوّا جو اپنے بچپن سے اُڑنا شروع کرے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مَرجائے۔ (مسند ابی یعلٰی، ج۱، ص ۳۸۳، حدیث ۹۱۷)

کوّے کی عمر

محترم قارئین کرام! کوّا لمبی عُمر پانے والا پرندہ ہے۔ غُنْیَۃُ الطَّالِبِین میں ہے، کہا جاتا ہے، کوّے کی عُمر پانچ سو سال تک ہوتی ہے''۔''

سرخ یاقوت کا مکان

امیرُالْمُؤمِنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم علیہ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسلیم کا فرمانِ عظیم ہے، ''جس نے ماہِ رَمَضان کا ایک روزہ بھی خاموشی

اور سُکون سے رکھا اسکے لئے جنّت میں ایک گھر سُرخ یا قوت یا سبز زبرجد کا بنایا جائے گا۔'' (مَجمَعُ الزَّوائد، ج ۳، ص ۳۴۶، حدیث ۴۷۹۲

جسم کی زکوۃ

حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، حُضورِ پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ پُرسُرور ہے، ''ہر شئے کیلئے زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے اور روزہ آدھا صَبر ہے۔'' (سنن ابنِ ماجہ، ج ۲، ص ۳۴۷ (حدیث ۱۷۴۵،

سونا بھی عبادت ہے

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن اَبی اَوفٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مدینے کے تاجور، دلبروں کے دلبر، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ مُنوّر ہے، ''روزہ دار کا سونا عبادت اور اسکی خاموشی تسبیح کرنا اور اسکی دعاء (قَبول اور اسکا عمل مقبول ہوتا ہے۔'' (شُعَبُ الایمان، ج ۳، ص ۴۱۵، حدیث ۳۹۳۸

سُبحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! روزہ دار کس قَدر بَخشُوَر ہے کہ اُس کا سونا بندگی، خاموشی تسبیحِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ، دعائیں اور اعمالِ حَسَنہ

مقبولِ بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ ہیں۔

! تیرے کرم سے اے کریم

، جھولی ہماری تنگ ہے

کون سی شے ملی نہیں

تیرے یہاں کمی نہیں

اعضاء کا تسبیح کرنا

اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میرے سر تاج، صاحبِ مِعراج صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''جو بندہ روزہ کی حالت میں صُبح کرتا ہے، اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور اسکے اَعْضاء تسبیح کرتے ہیں اور آسمانِ دُنیا پر رَہنے والے (فِرِشتے) اسکے لئے سورج ڈوبنے تک مغفِرت کی دُعاء کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ ایک یا دو ۲ رَکعتیں پڑھتا ہے تو یہ آسمانوں میں اسکے لئے نُور بن جاتی ہیں اور حُورِ عین (یعنی بڑی آنکھوں والی حوروں) میں سے اُسکی بیویاں کہتی ہیں، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تُو اس کو ہمارے پاس بھیج دے ہم اس کے دیدار کی بَہُت زِیادہ مُشتاق ہیں۔ اور اگر وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یا سُبْحٰنَ اللہ یا اللہُ اَکْبَر پڑھتا

ہے تو ستّر ہزار فِرِشتے اُسکا ثواب سورج ڈوبنے تک لکھتے رہتے ہیں۔ (شُعَبُ الایمان ،ج ۳ (ص ۲۹۹، حدیث ۳۵۹۱،

سُبحٰنَ اللہ عَزَوَجَلَّ ! سُبحٰنَ اللہ عَزَوَجَلَّ ! سُبحٰنَ اللہ عَزَوَجَلَّ ! روزہ دار کے تو وارے ہی نیارے ہیں کہ اسکے لئے آسمان کے دروازے کھلیں ،اسکے جسم کے اَعضا اللہ عَزَوَجَلَّ کی تسبیح کریں،آسمانِ دنیا پر رہنے والے ملائکہ غروبِ آفتاب تک اسکے لئے دعائے مغفِرت مانگیں ،نَماز پڑھے تو اسکے لئے آسمان میں روشنی ہواور حُورِ عین یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جو اس کے لئے مُقَرّر ہوئی ہیں وہ جنّت میں اِس کی آمد کا اِنتِظار کریں،لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یا سُبْحٰنَ اللہ یا اللہُ اَکْبَرُ کہے تو ستّر ہزار فِرِشتے غُروبِ آفتاب تک اس کا ثواب لکھیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(۱) گرمیوں کا روزہ (روزہ داروں کی حِکایات)

انشاء اللہ عزوجل روزہ داروں کی 12 حکایات مسلسل بیان کی جائیں گی اس کے بعد زندگی رہی تو فیضان اعتکاف سلسلہ شروع کیا جائے گا۔آپ حضرات اپنی قیمتی مشوروں سے ضرور اس ناچیز کو نوازیے گا اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

(پ ۱۳،یُوسُف، ۱۱۱)

ترجَمہ کنزالایمان: بے شک ان کی خبروں (حکایات) سے عقلمندوں کی آنکھیں کُھلتی ہیں۔

سرکارِ دو جہان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ مغفِرت نشان ہے، جو میری مَحبَّت اور میری طرف شوق کی وجہ سے مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین بار دُرُود شریف پڑھے تو اللہ عَزَّوَجَل پر حق ہے کہ وہ اِس کے اُس دن اور اُس رات کے گناہ بخش دے۔ (المعجم الکبیر، ج۱۸، ص۳۶۱، حدیث ۹۲۸)

۱) گرمیوں کا روزہ)

حَجّاج بن یوسُف ایک مرتبہ دَورانِ سفرِ حج مکّہ معظّمہ ومدینۂ منوّرہ زادَھُمَااللّٰہُ شَرَفًاوَّتعظیمًاکے درمیان ایک منزِل میں اُترا اور دوپہر کا کھانا تیّار کروایا اور اپنے حاجِب (یعنی چوبدار) سے کہا کہ کسی مہمان کو لے آؤ۔ حاجِب خَیمہ سے باہَر نِکلا تو اُسے ایک اَعرابی لیٹا ہوا نظر آیا، اِس نے اُسے جگایا اور کہا، چلو تمہیں امیر حَجّاج بُلا رہے ہیں۔ اَعرابی آیا تو حَجّاج نے کہا، میری دعوت قَبول کرو اور ہاتھ دھو کر میرے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاؤ۔ اَعرابی بولا: مُعاف فرمایئے! آپ کی دعوت سے پہلے میں آپ سے بہتر ایک کریم کی دعوت قَبول کرچکا ہوں۔ حَجّاج نے کہا، وہ کس کی؟ وہ بولا: اللّٰہ تعالیٰ کی جس نے مجھے روزہ رکھنے کی دعوت دی اور میں روزہ رکھ چکا ہوں۔ حَجّاج نے کہا، اتنی سخت گرمی میں روزہ؟ اَعرابی نے کہا، ہاں! قِیامت کی سخت ترین گرمی سے بچنے کیلئے۔ حَجّاج نے کہا، آج کھانا کھالو اور یہ روزہ کل رکھ لینا۔ اَعرابی بولا، کیا آپ اِس بات کی ضَمانت دیتے ہیں کہ میں کل تک زندہ رہوں گا! حَجّاج نے کہا یہ بات تو نہیں۔ اَعرابی بولا، تو پھر وہ بات بھی نہیں۔ یہ کہا اور چل دیا۔ (رَوضُ الرِّیاحِین، ص ۲۱۲)

محترم قارئین کرام! اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے کسی دُنیوی حاکِم کے رُعب

میں نہیں آتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ یہاں کی گرمی برداشت کرکے روزہ رکھتے ہیں وہ کل قِیامت کی ہولناک گرمی سے محفوظ رہیں گے۔اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَل۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

ہر بیماری سے شِفاء

کھجور کے 26 مدنی پھول

1: طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ صحّت نشان ہے، عالی رُتبہ عَجْوہ (مدینۂ منورہ کی سب سے عظیم کھجور کا نام) میں ہر بیماری سے شِفاء ہے۔ عَلّامہ بَدرُالدّین عَینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کے مطابِق ''سات روز تک روزانہ سات عَدَد عَجْوہ کھجور کھانا جُذام (یعنی کوڑھ) کو روکتا ہے۔''

(عُمدَۃُ القاری، ج۱۴، ص۴۴۶، حدیث ۵۷۶۸)

2: میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے، عَجْوہ کھجور جنّت سے ہے، اس میں زہر سے شِفاء ہے۔ (جامع ترمذی، ج۴، ص۱۷، حدیث ۲۰۷۳)

بخاری شریف کی رِوایت کے مطابِق جس نے نَہار مُنہ عَجْوہ کھجور کے سات دانے کھالئے اُس دن اسے جادو اور زہر بھی نقصان نہ دے سکیں گے۔ (صحیح بخاری، ج۳، ص۵۴۰، حدیث ۵۴۴۵)

3 : سیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کھجور کھانے سے قُولَنج (قولنج کہتے ہیں۔) (یعنی بڑی انتڑی کا درد) نہیں (APPENDIX) کو انگریزی میں اپنڈکس (ہوتا۔ (کَنزُ العُمّال، ج۱۰، ص ۱۲، حدیث ۲۴۱۹۱

4 : طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمان شِفاء نشان ہے، نَہارمُنہ کھجور کھاؤ اِس سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے (ہیں۔ (الجامِعُ الصَّغیر، ص ۳۹۸، حدیث ۶۳۹۴

5 : حضرتِ سیِّدُنا رَبیع بِنتِ خُثَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،'' میرے نزدیک حاملہ کے لئے کھجور سے اور مریض کیلئے شَہد سے بہتر کسی چیز میں شِفاء نہیں '' (درمنثور، ج۵ (ص ۵۰۵،

6 : سیِّدی محمد احمد دَھبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، حاملہ کو کھجوریں کھلانے سے اِن شآءَاللہ عزوجل لڑکا پیدا ہوگا جو کہ خوبصورت بُردبار اور نَرم مزاج ہوگا۔

7 : جو فاقہ کی وجہ سے کمزور ہوگیا ہو اُس کیلئے کھجور بَہُت مفید ہے کیونکہ یہ غِذائیت سے بھرپور ہے۔ اسکے کھانے سے جَلد توانائی بحال ہو

جاتی ہے۔ لھٰذا کھجور سے افطار کرنے میں یہ حکمت بھی ہے۔

8: روزے میں فوراً برف کا ٹھنڈا پانی پی لینے سے گیس، تَبَخُّرِ معدہ اور جگر کے وَرم کا سخت خطرہ ہے۔ کھجور کھا کر ٹھنڈا پانی پینے سے نقصان کا خطرہ ٹل جاتا ہے، مگر سخت ٹھنڈا پانی پینا ہر وَقت نقصان دِہ ہے۔

9: کھجور اور کھیرا یا ککڑی، نیز کھجور اور تَربوز ایک ساتھ کھانا سنّت ہے۔ اِس میں بھی حِکمتوں کے مَدَنی پھول ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہمارے عمل کیلئے تو اس کا سنّت ہونا ہی کافی ہے۔ اَطِبّاء کا کہنا ہے کہ اس سے جِنسی و جسمانی کمزوری اور دُبلا پن دُور ہوتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے، مکھن کے ساتھ کھجور کھانا بھی سنّت ہے، (سنن ابن ماجہ، ج ۴ ص ۴۱، حدیث ۳۳۳۴)

10: بَیَک وقت پُرانی اور تازہ کھجوریں کھانا بھی سنّت ہے۔ ابنِ ماجہ میں ہے، جب شیطان کسی کو ایسا کرتا دیکھتا ہے تو افسوس کرتا ہے کہ پُرانی کیساتھ نئی کھجور کھا کر آدمی تَنُومَن (یعنی مضبوط جسم والا) ہو گیا۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۴، ص ۴۰، حدیث ۳۳۳۰)

11: کھجور کھانے سے پُرانی قَبض دُور ہوتی ہے۔

12: کھجور مُفید ہے۔ یہ بلغم خارِج کرتی، مُنہ کی خشکی کو دُور کرتی، قُوّتِ باہ بڑھاتی اور پیشاب آور ہے۔

13: دِل کی بیماری اور کالا مَوتیا کیلئے کھجور کو گٹھلی سَمیت کُوٹ کر کھانا مُفید ہے۔

14: کھجور کو بھگو کر اِس کا پانی پی لینے سے جِگر کی بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔ دَست کی بیماری میں بھی یہ پانی مفید ہے۔ (رات کو بھگو کر صُبح نہار مُنہ اِس کا پانی پیئیں مگر بھگونے کے لئے فریزر میں نہ رکھیں۔

15: کھجور کو دودھ میں اُبال کر کھانا بہترین مُقوّی (یعنی طاقت دینے والی) غذاء ہے۔ یہ غذاء بیماری کے بعد کی کمزوری دُور کرنے کیلئے بے حد مفید ہے۔

16: کھجور کھانے سے زخم جلدی بھرتا ہے۔

یَرقان (یعنی پیلیا) کیلئے کھجور بہترین دواء ہے۔ 17:

تازہ پکی ہوئی کھجوریں صَفراء (یعنی ''پت'' جس میں قَے کے ذَرِیعے کڑوا پانی 18:
کو خَتم کرتی ہیں۔ (ACIDITI) نکلتا ہے) اور تیزابیّت

کھجور کی گٹھلیوں کو آگ پر جلا کر اِس کا مَنجن بنا لیجئے۔ یہ دانتوں کو چمکدار اور 19:
مُنہ کی بدبُو کو دُور کرتا ہے۔

کھجور کی جلی ہوئی گٹھلیوں کی راکھ لگانے سے زَخم کا خون بند ہوتا اور زَخم بھر 20:
جاتا ہے۔

کھجور کی گٹھلیوں کو آگ میں ڈال کر دُھونی لینا بواسیر کے مَسّوں کو خشک کرتا 21:
ہے۔

کھجور کے دَرَخت کی جَڑوں یا پتّوں کی راکھ سے منجن کرنا دانتوں کے دَرد کیلئے 22:
مفید ہے۔ جَڑوں یا پتّوں کو پانی میں اُبال کر اِس سے کُلّیاں کرنا بھی دانتوں کے دَرد
میں فائدہ مند ہے۔

23: جس کو کھجور کھانے سے کسی قسم کا نقصان (SIDE EFFECT) ہوتا ہو تو انار کا رس، یا خشخاش یا کالی مرچ کے ساتھ استعمال کرے اِن شآءَاللہ عزوجل فائدہ ہو گا۔

24: اَدھ پکی اور پُرانی کھجوریں بَیَک وَقت کھانا نقصان دہ ہے۔اسی طرح کھجور کے ساتھ انگور یا کِشمِش یا مُنَقّہ ملا کر کھانا، کھجور اور اَنجیر بَیَک وقت کھانا، بیماری سے اُٹھتے ہی کمزوری میں زیادہ کھجوریں کھانا اور آنکھوں کی بیماری میں کھجوریں کھانا مُضِر یعنی نقصان دِہ ہے۔

25: ایک وقت میں ۵ تولہ (یعنی تقریباً ۶۰ گرام) سے زیادہ کھجوریں نہ کھائیں۔ پُرانی کھجور کھاتے وَقت کھول کر اندر سے دیکھ لیجئے کیوں کہ اِس میں بعض اَوقات سُرسُریاں (یعنی چھوٹے چھوٹے لال کیڑے) ہوتے ہیں لھٰذا صاف کرکے کھایئے۔جس کھجور میں کیڑے ہونے کا گمان ہو اُس کو صاف کئے بِغیر کھانا مکروہ ہے۔ (عون المعبود، ج۱۰، ص ۲۴۶)

بچنے والے چمکانے کیلئے اکثر سَرسوں کا تیل لگا دیتے ہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کھجوروں کو چند مِنَٹ کیلئے پانی میں بھگو دیں۔ تا مکھیوں کی بِیٹ اور مَیل کُچیل چھوٹ جائے۔ پھر دھو کر استِعمال فرمائیں۔ دَرُخت

کی پکی ہوئی کھجوریں زیادہ مُفید ہوتی ہیں۔

مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعظِیمًا کیکھجوروں کی گُٹھلیاں مت پھینکئے۔ کسی: 26 اَدَب کی جگہ ڈالدیجئے یاذَریابُرد فرمادیجئے، بلکہ ہوسکے تو سَرَوْتے سے باریک ٹکڑیاں کرکے ڈِبیہ میں ڈالکر جَیب میں رکھ لیجئے اورچھالیہ کی جگہ استِعمال کرکے اسکی بَرَکتیں لوٹئے۔ کوئی چیز خواہ دُنیاکے کسی بھی خطّے کی ہو جب مدینۂ منوّرہ زادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعظِیمًا کی فَضاؤں میں داخِل ہوئی تو مدینے کی ہوگئی لہٰذا عُشّاق اس کا اَدَب کرتے ہیں

۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برماکے مسلمانوں
کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(جنتی پھل (احکام روزہ

جنتی پھل

امیرُالمُؤمنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم سے روایت ہے، امامُ الصّابِرین، سیِّدُ الشّاکِرین، سلطانُ المُتَوَکِّلین، مُحِبُّ الفُقَراءِ وَالمَساکِین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ دلنشین ہے: ''جس کو روزے نے کھانے یا پینے سے روک دیا کہ جسکی اسے خواہش تھی تو اللہ تعالٰی اسے جنّتیپھلوں میں سے کھلائے گا اور جنّتیشراب سے سیراب کرے گا۔'' (شُعَبُ الْاِیمان، ج۳، ص۴۱۰، حدیث۳۹۱۷)

سونے کا دستر خوان

حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مَروی ہے، مالِکِ جنّت، ساقیٔ کوثر، محبوبِ ربِّ داوَر عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ پُر اثر ہے، ''قِیامت والے دن روزہ داروں کے لئے ایک سونے کا دستر خوان رکھا جائے گا، حالانکہ لوگ (حساب کتاب کے) منتظِر ہوں گے''۔ (کَنْزُ العُمّال، ج۸، ص۲۱۴، حدیث ۲۳۶۴۰)

سات قسم کے اعمال

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبیِّ کریم رء وفٌ رَحیم محبوبِ ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: '' اللّٰہعَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اعمال سات قسم پر ہیں، دو عمل واجِب کرنے والے ،دو عملوں کی جَزاء (ان کی) مِثْل ،ایک عمل کی جَزاء اپنے سے دس گُنا ،ایک عمل کی سات سو گُنا تک اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ پس جو دو واجِب کرنے والے ہیں

۱) وہ شخص جو اللّٰہعَزَّوَجَلَّ سے اِس حال میں ملا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت اِخْلاص کے) ساتھ اسطرح کی کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا تو اس کیلئے جنّت واجِب ہو گئی۔

۲) اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو) اس کیلئے دوزخ واجِب ہو گئی۔ اور جس نے ایک گناہ کیا تو اس کی مِثْل (یعنی ایک ہی گناہ کی) جزاء پائے گا اور جس نے صِرف نیکی کا ارادہ کیا تو ایک نیکی کی جزاء پائے گا۔ اور جس نے نیکی کر لی تو وہ دس (نیکیوں کا اجر) پائے گا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا تو

اس کے خرچ کئے ہوئے ایک دِرہم کو سات سو دِرہم اور ایک دینار کو سات سو دینار میں بڑھا دیا جائے گا اور روزہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اسکے رکھنے والے کا ثواب اللہ عَزَوَجَلَّ (کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' (کنزالعُمّال، ج۸، ص۲۱۱، حدیث ۲۳۶۱۶

محترم قارئین کرام!! جس کا ایمان پر خاتِمہ ہوگا وہ یا تواللہ عَزَوَجَلَّ کی رَحمت سے بے حساب یا معاذاللہ عَزَوَجَلَّ گناہوں کا عذاب ہواتب بھی بِالآخر یقینا داخِلِ جنّت ہوگا۔اور جس کا (معاذاللہ عَزَوَجَلَّ) خاتِمہ کُفْر پر ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔جس نے ایک گناہ کیا اُس کو ایک ہی گناہ کا بدلہ ملے گا۔ اللہ عَزَوَجَلَّ کی رَحمت کے قربان! صرف نیکی کی نِیّت کرنے پر ایک نیکی کا ثواب اوراگر نیکی کرلی تو ثواب دس گُنا، راہِ خُدا عَزَوَجَلَّ میں خرچ کرنے والے کو سات سو گُنا اور روزہ دار کی بھی کتنی زبردست عظمت ہے کہ اس کے ثواب کواللہ عَزَوَجَلَّ کے سِوا کوئی نہیں جانتا۔

بے حساب اجر

حضرتِ سَیِّدُنا کَعبُ الاَحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، فرماتے ہیں، ''بروزِ قیامت ایک مُنادی اسطرح نِداء کریگا، ہر بَونے والے (یعنی عمل

کرنے والے) کو اس کی کھیتی (یعنی عمل) کے برابر اَجْر دیا جائے گا سوائے قُرآن والوں (یعنی عالِمِ قُرآن) اور روزہ داروں کے کہ انہیں بے حد و بے حِساب اَجْر دیا (جائیگا۔'' (شُعَبُ الایمان، ج۳، ص۴۱۳، حدیث ۳۹۲۸

محترم قارئین کرام! دنیا میں جیسا بوئیں گے وَیسا کاٹیں گے۔ عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ اور روزہ دار بَہُت ہی نصیب دار ہیں کہ بروزِ قِیامت ان کو بے حِساب ثواب سے نوازا جائیگا۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزہ کی نیت کے متعلق اہم معلومات (احکام روزہ)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔

روزہ کی نیت

محترم قارئین کرام ! روزہ کیلئے بھی اُسی طرح نیّت شَرط ہے جس طرح کہ نَماز ، زکوۃ وغیرہ کے لئے ۔ لہٰذا'' بے نیّتِ روزہ اگر کوئی بھائی یا بہن صُبح صادِق کے بعد سے لے کر غُروبِ آفتاب تک بالکل نہ کھائے پیئے تب بھی اُس کا روزہ نہ ہوگا۔ (رَدُّالمُحتَار، ج ۳، ص ۳۳۱)

رَمَضان شریف کا روزہ ہو یا نَفل یا نَذرِ مُعَیّن کا روزہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے کسی مَخصُوص دِن کے روزہ کی مَنّت مانی ہو مَثَلاً خُود سُن سکے اتنی آواز سے یُوں کہا ہو کہ '' مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اِس سال رَبیعُ النُّور شریف کی ہر پیر شریف کا روزہ ہے ۔ تو یہ نَذرِ مُعَیّن ہے اور اِس مَنّت کا پُورا کرنا واجِب ہوگیا۔ اِن تینوں قِسم کے روزوں کے لئے غُروبِ آفتاب کے بعد سے لیکر '' نِصفُ النَّہارِ شَرعی '' (اِسے ضَحوَہ کُبریٰ بھی کہتے ہیں) سے پہلے پہلے تک جب بھی نیّت کرلیں روزہ

(ہو جائے گا۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۳۲

نصف النہار شرعی کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

شاید آپ کے ذِہن میں یہ سُوال اُبھر رہا ہوگا کہ نِصفُ النَّہار شَرعی کا وَقت کونسا ہے ؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جس دِن کا نِصف النَّہار شَرعی معلوم کرنا ہو اُس دِن کے صُبح صادِق سے لے کر غُروبِ آفتاب تک کا وَقْت شُمار کر لیجئے اور اُس سارے وَقت کے دو حصّے کر لیجئے پہلا آدھا حِصّہ ختم ہوتے ہی ''نِصف النَّہار شَرعی'' کا وَقت شُروع ہو گیا۔ مَثَلاً آج صُبح صادِق ٹھیک پانچ بجے ہے اور غُروبِ آفتاب ٹھیک چھ بجے۔ تو دونوں کے درمیان کا وَقت کُل تیرہ گھنٹے ہوا۔ اِن کے دو حصّے کریں تو دونوں میں کا ہر ایک حِصّہ ساڑھے چھ گھنٹے کا ہوا۔ اب صُبح صادِق کے پانچ بجے کے بعد والے ابتِدائی ساڑھے چھ گھنٹے ساتھ مِلا لیجئے۔ تو اِس طرح دِن کے ساڑھے گیارہ بجے ''نِصفُ النَّہار شَرعی'' کا وَقت شُروع ہو گیا۔ تو اب ان تین طرح کے روزوں کی نیّت نہیں ہو سکتی۔

(رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۴۱، ملخصاً)

بیان کردہ تین قِسْم کے روزوں کے عِلاوہ دیگر جِتنی بھی اَقسامِ روزہ ہیں اُن سب کیلئے یہ لازِمی ہے کہ راتوں رات یعنی غُروبِ آفتاب کے بعد سے لیکر صُبح صادِق تک نیت کر لیں۔ اگر صُبح صادِق ہو گئی تو اب نیّت نہیں ہو سکے

گی۔مثلاً قضائے روزۂ رَمضان ،کَفّارے کے روزے ،قضائے روزۂ نَفل (روزۂ نَفل شُروع کرنے سے واجِب ہوجاتا ہے۔اب بے عُذرِ شَرعی توڑنا گُناہ ہے۔اگر کسی طرح سے بھی ٹوٹ گیا خواہ عُذر سے ہو یا بلا عُذر،اِس کی قَضا بَہَر حال واجِب ہے) روزۂ نَذرِ غیر مُعَیَّن '' (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے روزہ کی مَنّت تو مانی ہو مگر دِن مَخصُوص'' نہ کیا ہو اِس مَنّت کا بھی پورا کرنا واجِب ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے مانی ہوئی ہر جائز مَنّت کا پورا کرنا واجِب ہے۔جب کہ زَبان سے اِس طرح کے اَلفاظ اتنی آواز سے کہے ہوں کہ خود سن سکے،مثلاً اِس طرح کہا،'' مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ایک روزہ ہے''اب چُونکہ اِس میں دِن مخصُوص نہیں کیا کہ کونسا روزہ رکھوں گا۔ لہٰذا زِندگی میں جب بھی مَنّت کی نِیّت سے روزہ رکھ لیں گے مَنّت ادا ہوجائے گی۔مَنّت کیلئے زَبان سے کہنا شَرط ہے اور یہ بھی شَرط ہے کہ کم از کم اتنی آواز سے کہیں کہ خود سُن لیں۔مَنّت کے اَلفاظ اِتنی آواز سے ادا تو کئے کہ خود سُن لیتا مگر بَہرا پن یا کسی قِسم کے شَور وغُل وغیرہ کی وجہ سے سُن نہ پایا جب بھی مَنّت ہو گئی اِس کا پُورا کرنا واجِب ہے) وغیرہ وغیرہ ان سب (روزوں کی نِیّت رات میں ہی کرلینی ضَروری ہے۔(مُلَخَّص از رَدُّ المحتار،ج ۳،ص ۴۴۳

روزہ کی نیّت کے متعلق اہم معلومات

۱: ادائے روزۂ رَمَضان اور نَذرِ مُعَیَّن اور نَفل کے روزوں کے لئے نِیَّت کا وَقت غُروبِ آفتاب کے بعد سے ضَحوۂ کُبریٰ یعنی نِصفُ النَّہارِ شرعی سے پہلے پہلے تک ہے اِس پورے وَقت کے دَوران آپ جب بھی نِیَّت کرلیں گے یہ روزے ہوجائیں گے۔
(رَدُّالمحتار، ج۳، ص ۳۳۲)

۲: نِیَّت دِل کے اِرادے کا نام ہے زَبان سے کہنا شَرط نہیں، مگر زَبان سے کہہ لینا مُستَحَب ہے اگر رات میں روزۂ رَمَضان کی نِیَّت کریں تو یُوں کہیں:

نَوَیتُ اَن اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِن فَرضِ رَمَضان۔

ترجَمہ: میں نے نِیَّت کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے اِس رَمَضان کا فَرض روزہ کل رکھوں گا۔

۳-: اگر دن میں نِیَّت کریں تو یُوں کہیں:

نَوَیتُ اَن اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَومَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مِن فَرضِ رَمَضان۔

ترجَمہ: میں نے نِیَّت کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے آج رَمَضان کا فَرض

روزہ رکھوں گا۔
(رَدُّالمحتار، ج۳، ص ۳۳۲)

۴: عَرَبی میں نِیَّت کے کلِمات ادا کرنے اُسی وَقت نِیَّت شُمار کئے جائیں گے جبکہ اُن کے معنیٰ بھی آتے ہوں۔اور یہ بھی یاد رہے کہ زُبان سے نِیَّت کرنا خواہ کسی بھی زُبان (میں ہواُسی وَقت کارآمد ہوگا جبکہ اُس وقت دِل میں بھی نِیَّت مَوجُود ہو۔ (اَیضاً

۵: نِیَّت اپنی مادَری زُبان میں بھی کی جاسکتی ہے۔مگر شَرط یہی ہے کہ عَرَبی میں کریں خواہ کسی اور زُبان میں۔نِیَّت کرتے وَقت دِل میں بھی اِرادہ مَوجُود ہو،وَرنہ بے خیالی میں صِرف زُبان سے رَٹے رَٹائے جملے ادا کرلینے سے نِیَّت نہ ہوگی۔ہاں اگر بِالفَرض زُبان سے رَٹی ہوئی نِیَّت کہہ لی مگر بعد میں نیّت کیلئے مقرّرہ وَقت کے اندر دِل میں بھی نِیَّت کرلی تَواب نِیَّت صحیح ہے۔
(رَدُّالمحتار، ج۳، ص ۳۳۲)

۶: اگر دِن میں نِیَّت کریں تَو ضَروری ہے کہ یہ نِیَّت کریں کہ میں صُبح سے روزہ دار ہوں۔اگراِس طرح نِیَّت کی کہ اب سے روزہ دار ہوں صُبح سے

((نہیں ،تَو روزہ نہ ہوا۔ (الجَوہَرَۃُ النَّیِّرَۃ، ج۱، ص۱۷۵

۷: دِن میں وہ نِیَّت کام کی ہے کہ صُبح صادِق سے نِیَّت کرتے وَقت تک روزے کے خِلاف کوئی اَمر نہ پایا گیا ہو۔ البتّہ اگر صُبح صادِق کے بعد بُھول کر کھاپی لیا یا جِماع کرلیا تب بھی نِیَّت صحیح ہو جائے گی۔ کیوں کہ بُھول کر اگر کوئی ڈٹ کر بھی کھاپی لے تَو (اِس سے روزہ نہیں جاتا۔ (مُلَخَّص از ردالمحتار، ج۳، ص۳۶۷

۸: آپ نے اگر یُوں نِیَّت کی کہ ''کل کہیں دعوت ہوئی تَو روزہ نہیں اور نہ ہوئی تَو روزہ ہے''۔ یہ نِیَّت صحیح نہیں۔ بَہَر حال آپ روزہ دار نہ ہوئے۔ (عَالمگِیری، ج۱، ص ۱۹۵)

۹: ماہِ رَمَضان کے دِن میں نہ روزہ کی نِیَّت کی نہ ہی یہ کہ ''روزہ نہیں'' اگرچِہ معلوم (ہے کہ یہ رَمَضانُ الْمبارَک کا مہینہ ہے تَو روزہ نہ ہوگا۔ (عَالمگِیری، ج۱، ص۱۹۵

۱۰: غُروبِ آفتاب کے بعد سے لیکر رات کے کسی وَقْت میں بھی نِیَّت کی پھر اِس کے بعد رات ہی میں کھایا پِیا تَو نِیَّت نہ ٹُوٹی ، وُہی پہلی ہی کافی

(ہے پھر سے نیّت کرنا ضَروری نہیں۔ (الجَوہَرَۃُ النَّیرۃ، ج۱، ص۱۷۵

۱۱: آپ نے اگر رات میں روزہ کی نیّت تو کی مگر پھر راتوں رات پکّا اِرادہ کرڈالا کہ روزہ نہیں رکھوں گا۔'' تو اب وہ آپ کی، کی ہوئی نیّت جاتی رہی۔ اگر نئی نیّت نہ کی'' اور دِن بھر روزہ داروں کی طرح بھوکے پیاسے رہے تب بھی روزہ نہ ہوا۔

(درمُختار مع ردُّالمُحتار، ج۳، ص۳۴۵)

۱۲: دَورانِ نَماز کلام (بات چیت) کی نیّت تو کی مگر بات نہیں کی تو نَماز فاسِد نہ ہوگی۔ اِسی طرح روزے کے دَوران توڑنے کی صِرف نیّت کر لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک توڑنے والی کوئی چیز نہ کرے۔ (الجَوہَرَۃُ النَّیرۃ، ج۱، ص۱۷۵

یعنی صِرف یہ نیّت کرلی بس اب میں روزہ توڑ ڈالتا ہوں تو اسطرح اُس وَقت تک روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک حَلْق کے نیچے کوئی چیز نہ اُتاریں گے یا کوئی ایسا فِعل نہ کر گزریں گے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو۔

۱۳: سَحَری کھانا بھی نیّت ہی ہے۔ خواہ ماہِ رَمَضان کے روزے کیلئے ہو یا

کسی اور روزے کیلئے مگر جب سَحَری کھاتے وَقت یہ اِرادہ ہے کہ صُبح کو روزہ نہ رکھوں گا تو یہ سَحَری کھانا نیّت نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج۱، ص ۱۷۶)

۱۴: رَمَضانُ الْمبارَک کے ہر روزے کے لئے نئی نیّت ضَروری ہے۔ پہلی تاریخ یا کسی بھی اور تاریخ میں اگر پُورے ماہِ رَمَضان کے روزے کی نیّت کر بھی لی تو یہ نیّت صِرف اُسی ایک دن کے حق میں ہے، باقی دِنوں کیلئے نہیں۔ (ایضاً، ص ۱۶۷)

۱۵: ادائے رَمَضان اور نَذرِ مُعَیَّن اور نَفل کے عِلاوہ باقی روزے مَثَلاً قضائے رَمَضان اور نَذرِ غیر مُعَیَّن اور نَفل کی قَضاء (یعنی نَفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اُس کی قضائی) اور نَذرِ مُعَیَّن کی قَضاء اور کَفّارے کا روزہ اور تَمَتُّع (حج کی تین قسمیں ہیں (۱) قِران، (۲) تَمَتُّع (۳) اِفراد۔ قِران اور تَمَتُّع والے پر حج ادا کرنے کے بعد بطورِ شکرانہ حج کی قربانی کرنا واجب ہے جب کہ اِفراد والے کے لئے مستحب۔ اگر قِران اور تَمَتُّع والے بہت زیادہ مسکین اور محتاج ہیں مگر قِران اور تَمَتُّع کی نیت کر لی ہے اور اب ان کے پاس نہ کوئی قربانی کے لائق کوئی جانور ہے نہ رقم نہ ہی کوئی ایسا سامان وغیرہ ہے جسے فروخت کرکے قربانی کا

انتظام کر سکیں تو اب قربانی کے بدلے ان پر دس روزے واجب ہوں گے۔ تین روزے حج کے مہینوں میں یعنی یکم شَوَّالُ الْمُکَرَّم سے نویں ذِی الْحِجَّۃِ الْحَرام تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہیں رکھ لیں۔ترتیب وار رکھنا ضروری نہیں۔ناغہ کرکے بھی رکھ سکتے ہیں۔بہتر یہ ہے کہ سات،آٹھ اور نویں ذِی الْحِجَّۃِ الْحَرام کو رکھیں اور پھر تیرہ ذِی الْحِجَّۃِ الْحَرامکے بعد بقیہ سات روزے جب چاہیں رکھ سکتے ہیں بہتر یہ ہے کہ گھر جا کر رکھیں۔) روزہ اِن سب میں عَین چمکتے وَقتِ صُبح صادِق یا رات میں نِیَّت کرنا ضَروری ہے اور یہ بھی ضَروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے خاص اُسی مَخصُوص روزے کی نِیَّت کریں۔اگر اِن روزوں کی نِیَّت دِن میں (یعنی صُبح صادِق سے لیکر ضَحوۂ کُبرٰی سے پہلے پہلے) کی تو نَفل ہوئے پھر بھی اِن کا پُورا کرنا ضَروری ہے۔توڑیں گے تو قَضاء واجِب ہوگی۔اگرچہ یہ بات آپ کے عِلم میں ہو کہ میں جو روزہ رکھنا چاہتا تھا یہ وہ (روزہ نہیں ہے بلکہ نَفل ہی ہے۔ (دُرِّ مُختار مَعَہ، رَدُّالْمُحتار، ج۳، ص ۴۴۳

۱۶: آپ نے یہ گُمان کرکے روزہ رکھا کہ میرے ذِمّے روزے کی قَضاء ہے،اب رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ گُمان غَلَط تھا۔اگر فوراً توڑ دیں تو کوئی حَرَج نہیں۔البتّہ بہتر یہی ہے کہ پُورا کرلیں۔اگر معلوم ہونے کے فوراً بعد نہ توڑا تو اب لازِم ہوگیا اسے نہیں توڑ سکتے اگر توڑیں گے تو قَضاء واجِب ہے۔

(رَدُّالْمُحتار، ج۳، ص۳۴۶)

۱۷: رات میں آپ نے قَضاء روزے کی نیّت کی، اگر اب صُبح شُروع ہو جانے کے بعد اِسے نَفْل کرنا چاہتے ہیں تو نہیں کر سکتے۔ (ایضاً، ص ۳۴۵)

۱۸: دَورانِ نَماز بھی اگر روزے کی نیّت کی تو یہ نیّت صحیح ہے۔ (دُرِّمُختار، رَدُّالْمُحتار، ج ۳، ص۳۴۵)

۱۹: کئی روزے قَضاء ہوں تو نیّت میں یہ ہونا چاہیے کہ اُس رَمَضان کے پہلے روزے کی قَضاء، دوسرے کی قَضاء اور اگر کچھ اِس سال کے قَضاء ہو گئے کچھ پچھلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیّت ہونی چاہئے کہ اِس رَمَضان کی قضاء اور اُس رَمَضان کی قضاء اور اگر دِن کو مُعَیَّن نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۹۶)

۲۰: مَعاذَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آپ نے رَمَضان کا روزہ قَصداً (یعنی جان بُوجھ کر) توڑ ڈالا تھا تو آپ پر اِس روزہ کی قَضاء بھی ہے اور (اگر کَفّارے کی شرائط پائی گئیں تو) ساٹھ روزے کَفّارے کے بھی۔ اب آپ نے اِکسٹھ روزے رکھ لئے قَضاء کا دِن مُعَیَّن نہ کیا تو اِس میں قَضاء اور کَفّارہ دونوں ادا ہو گئے۔ (عَالمگیری، ج۱، ص۱۹۶)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(۲) روزہ دار کی سانس شیطان کے لئے شُعلہ (روزہ داروں کی حکایات)

ایک بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجِد کے دروازے پر شیطان کو حَیران و پریشان کھڑے ہوئے دیکھ کر پوچھا، کیا بات ہے ؟ شیطان نے کہا، اندر دیکھئے ۔اُنھوں نے اندر دیکھا تو ایک شخص نَماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدَمی مسجِد کے دروازے کے پاس سو رہا تھا۔ شیطان نے بتایا کہ وہ جو اندر نَماز پڑھ رہا ہے اُس کے دل میں وَسوَسہ ڈالنے کیلئے میں اندر جانا چاہتا ہوں لیکن جو دروازے کے قریب سو رہا ہے، یہ روزہ دار ہے، یہ سویا ہوا روزہ دار جب سانس باہَر نکالتا ہے تو اُس کی وہ سانس میرے لئے شُعلہ بن کر مجھے اندر جانے سے روک دیتی ہے۔ (اَلرَّوضُ الفَائِق مصری، ص ۳۹)

محترم قارئین کرام ! شیطان کے وار سے بچنے کے لئے روزہ ایک زبردست ڈھال ہے۔ روزہ دار اگرچہ سو رہا ہے مگر اس کی سانس شیطان کیلئے گویا تلوار ہے۔ معلوم ہو ا روزہ دار سے شَیطان بڑا گھبراتا ہے ، شیطان چُونکہ ماہِ رَمَضانُ المُبارَک میں قید کرلیا جاتا ہے اِس لئے وہ جہاں بھی اور جب بھی روزدار کو دیکھتا ہے پریشان ہو جاتا ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(کھانا پینا بند کر دیجئے (احکام روزہ

سحری کرنا سنت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کروڑہا کروڑ اِحسان کہ اُس نے ہمیں روزہ جیسی عظیم الشّان نِعمت عطا فرمائی اور ساتھ ہی قُوّت کیلئے سَحَری کی نہ صِرف اِجازت مَرحمت فرمائی، بلکہ اِس میں ہمارے لئے ڈھیروں ثواب بھی رکھ دیا۔ ہمارے پیارے آقا، مَدَنی مُصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اگرچہ کھانے، پینے کے ہماری طرح محتاج نہیں۔ تاہم ہمارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ہم غُلاموں کی خاطِر سَحَری فرمایا کرتے تاکہ مَحبّت والے غُلام اپنے مُحسِن آقا، شاہِ خَیرُ الاَنام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی سُنّت سمجھ کر سَحَری کرلیا کریں۔ یُوں انہیں دِن کے وَقت روزہ میں قُوّت کے ساتھ ساتھ سُنّت پر عَمَل کرنے کا ثواب بھی ہاتھ آئے۔

بعض اِسلامی بھائیوں کو دیکھا گیا ہے کہ کبھی سَحَری کرنے سے رہ جاتے ہیں تو فخریہ باتیں بناتے ہیں اور یوں کہتے سنائی دیتے ہیں، ہم نے تو سَحَری کے بِغیر ہی روزہ رکھ لیا ہے۔ مکّی مَدَنی آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے دِیوانو! سَحَری کے بِغیر روزہ رکھنا کوئی کمال تو نہیں جس

پر فخر کیا جارہا ہے۔ بلکہ سَحَری کی سُنّت چُھوٹنے پر نَدامت ہونی چاہیئے، افسوس کرنا چاہیئے کہ تاجدارِ رِسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ایک عظیم سُنّت چُھوٹ گئی۔

ہزار سال کی عبادت سے بہتر

حضرت سَیِّدُنا شیخ شَرَفُ الدّین اَلمعروف بابا بُلبُل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اللہ تَبارَکَ وَتَعالیٰ نے مجھے اپنی رَحمت سے اِتنی طاقت بخشی ہے کہ میں بِغیر کھائے پیئے اور بِغیر ساز و سامان کے اپنی زندگی گُزار سکتا ہوں۔ مگر چُونکہ یہ اُمور مدینے کے سُلطان، رَحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی سُنّت نہیں ہیں، اِس لئے میں اِن سے بچتا ہوں، میرے نزدیک سُنّت کی پَیروی ہزار سال کی عِبادت سے بہتر ہے۔

بَہَر حال تمام تر اَعمال کا حُسن وجمال اِتّباعِ سُنّتِ محبوبِ رَبِّ ذُوالجَلال عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ہی میں پنہاں ہے۔

سونے کے بعد سحری کی اجازت نہ تھی

ابتِدائً رات کو اُٹھ کر سَحَری کرنے کی اِجازت نہیں تھی۔ روزہ رکھنے والے کو غُروبِ آفتاب کے بعد صِرف اُس وَقت تک کھانے پینے کی اِجازت تھی جب تک وہ سو نہ جائے ۔اگر سوگیا تو اب بیدار ہو کر کھانا پینا مَمنُوع تھا۔ مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے بندوں پر اِحسانِ عظیم فرماتے ہوئے سَحَری کی اجازت مَرحمت فرمادی اور اِس کا سَبَب یُوں ہوا جیسا کہ خَزائنُ العرفان میں صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولیٰنا سیّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نَقل کرتے ہیں :

سَحَری کی اجازت کی حکایت

حضرتِ سَیِّدُنا صَرمَہ بن قَیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما محنتی شخص تھے۔ ایک دن بَحالتِ روزہ اپنی زمین میں دِن بھر کام کرکے شام کو گھر آئے ۔ اپنی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کھانا طَلَب کیا، وہ پکانے میں مصروف ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھکے ہوئے تھے، آنکھ لگ گئی ۔ کھانا تیّار کرکے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے سے اِنکار کر دیا۔ کیوں کہ اُن دِنوں (غُروبِ آفتاب کے بعد) سوجانے والے کیلئے کھانا پینا مَمنُوع ہوجاتا تھا۔چُنانچِہ کھائے پیئے بِغیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے دِن بھی روزہ رکھ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوری کے سَبَب بے ہوش ہوگئے (تفسیر الخازن، ج۱، ص126)

:۔تو ان کے حق میں یہ آیتِ مُقَدَّسہ نازِل ہوئی

وَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ج

(پ ۲،البقرہ 187)

ترجَمۂ کنزالایمان: اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہِر ہو جائے سَپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پَو پھٹ کر۔ پھر رات آنے تک روزے پُورے کرو۔

اِس آیتِ مُقَدَّسہ میں رات کو سیاہ ڈورے سے اور صُبحِ صادِق کو سفید ڈورے سے تشبیہ (تشریح) دی گئی۔ معنٰی یہ ہیں کہ تمہارے لئے رَمَضانُ المبارَک کی راتوں میں کھانا پینا مُباح (یعنی جائز) قرار دے دیا گیا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ کا اذانِ فَجر سے کوئی تَعلُّق نہیں یعنی فَجر کی اَذان کے دَوران کھانے پینے کا کوئی جَواز ہی نہیں۔ اَذان ہو یا نہ ہو، آپ تک آواز پہنچے یا نہ پہنچے صُبحِ صادِق

ہوتے ہی آپ کو کھانا پینا بالکل ہی بند کرنا ہوگا۔

"سَحَری سنّت ہے"

کے نو حُرُوف کی نِسبت سے سَحَری کے مُتَعَلِّق

فرامینِ مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وَسلّم 9

مدینہ ۱: سَحَری کھایا کرو کیوں کہ سَحَری میں بَرَکت ہے۔" (صحیح بخاری، ج۱، ص 633، حدیث 1923)

مدینہ ۲: ہمارے اور اَہلِ کِتاب کے دَرمِیان سَحَری کھانے کا فَرق ہے۔ (صحیح مسلم، ص 552، حدیث 1096)

مدینہ ۳: اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے فِرِشتے سَحَری کھانے والوں پر رَحمت نازِل فرماتے ہیں۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ج۵، ص 194، حدیث 3458)

مدینہ ۴: نبیِّ کریم، رءُوف رَّحیم، مَحبوبِ ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وَسلم اپنے ساتھ جب کِسی صَحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سَحَری کھانے کیلئے بُلاتے تو ارشاد فرماتے، "آؤ بَرَکت کا کھانا کھالو۔" (سنن ابوداؤد، ج۲، ص 442، حدیث 2344)

مدینہ ۵: روزہ رکھنے کیلئے سَحَری کھا کر قُوّت حاصِل کرو اور دن (یعنی دوپہر) کے وَقت آرام (یعنی قَیلُولَہ) کرکے رات کی عِبادت کیلئے طاقت حاصِل کرو۔ (سنن ابنِ ماجہ، ج۲، ص 321، حدیث 1693)

مدینہ ۶: سَحَری بَرَکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عَطا فرمائی ہے، اِس کو مت چھوڑنا۔

(السُّنَنُ الکبریٰ للنسائی، ج ۲، ص 79، حدیث 2472)

مدینہ ۷: تین آدمی جتنا بھی کھالیں اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن سے کوئی حِساب نہ ہوگا بَشَرطیکہ کھانا حَلال ہو

روزہ دار اِفطار کے وَقت۔ (۱)

سَحَری کھانے والے۔ (۲)

مجاہِد جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستہ میں سَرحدِ اسلام کی حِفاظَت کرے۔ (اَلتَّرغِیب ۳)

(وَالتَّرھِیب، ج ۲، ص ۹۰، حدیث ۹

مدینہ ۸: سَحَری پوری کی پوری بَرَکت ہے پس تم نہ چھوڑو چاہے یہی ہو کہ تم پانی کا ایک گھونٹ پی لو۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اسکے فِرِشتے رَحمت بھیجتے ہیں سَحَری کرنے والوں پر۔ (مُسند امام احمد، ج ۴، ص ۸۸، حدیث 11396

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بے چین دلوں کے چین، رحمتِ دارین، تاجدارِ حَرَمَین، سرورِ کَونَین، نانائے حَسَنَین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اِن تمام فرامین سے ہمیں یہی دَرس ملتا ہے کہ سَحَری ہمارے لئے ایک عظیم نِعمت ہے جس سے بے شُمار جِسمانی اور

رُوحانی فوائِد حاصِل ہوتے ہیں۔اِسی لئے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے اِسے مُبارَک ناشتہ کہا ہے۔ جیسا کہ

مدینہ ۹: حضرتِ سَیِّدُنا عِرباض بِن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دَفعہ رَمَضانُ المُبارَک میں رَسُولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے مجھے "اپنے ساتھ سَحَری کھانے کیلئے بُلایا اور فرمایا، "آؤ مُبارَک ناشتہ کیلئے۔

(سنن ابوداود، ج ۲، ص 442، حدیث 2344)

کیا روزے کیلئے سحری شرط ہے؟

کسی کو یہ غَلط فہمی نہ ہو جائے کہ سَحَری روزہ کیلئے شَرط ہے۔ایسا نہیں سَحَری کے بِغیر بھی روزہ ہو سکتا ہے۔مگر جان بُوجھ کر سَحَری نہ کرنا مُناسِب نہیں کہ ایک عظیم سُنَّت سے مَحرومی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ سَحَری میں خُوب ڈَٹ کر کھانا ہی ضَروری نہیں۔ چند کھجوریں اور پانی ہی اگر بہ نِیّتِ سَحَری استِعمال کرلیں جب بھی کافی ہے بلکہ کھجور اور پانی سے تو سَحَری کرنا سُنَّت بھی ہے جیسا کہ

کھجور اور پانی سے سحری کرنا سنت ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ

مدینہ، سُرورِ قَلبُ وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سَحَری کے وَقت مجھ سے فرماتے :
میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے مجھے کچھ کھِلا ۔ تو میں کچھ کھجُوریں اور ایک برتن میں "
(پانی پیش کرتا۔ " (السُّنَنُ الکُبریٰ لِلنَّسائی، ج ۲، ص ۸۰، حدیث 2477

کھجور بہترین سحری ہے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو ! معلوم ہوا کہ روزہ دار کیلئے ایک تو سَحَری کرنا بذاتِ خود سُنّت ہے اور کھجور اور پانی سے سَحَری کرنا دوسری سُنّت بلکہ کھجور سے سَحَری کرنے کی تو ہمارے آقا و مولیٰ، مدینے والے مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ترغیب بھی دلائی ہے۔چُنانچِہ سَیِّدُنا سائِب بِن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب ، حبیبِ لبیب، عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "نِعمَ السَّحُورُ التَّمرُ۔ یعنی کھجور بہترین سَحَری ہے۔
(اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب، ج ۲، ص 90، حدیث 12)
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا، نِعمَ سَحُورُ المُومِنِ التَّمرُ۔ "یعنی کھجور مومن کی بہترین سَحَری ہے"۔

(سنن ابوداود ج ۲، ص 443، حدیث 2345)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کھجور اور پانی کا جمع کرنا بھی سَحَری کے لئے شرط نہیں صرف تھوڑا سا پانی بھی اگر بہ نیّتِ سَحَری پی لیا جائے تو اِس سے بھی سَحَری کی سنّت ادا ہو جائے گی۔

سحری کا وقت کب ہوتا ہے؟

عَرَبی کی مشہور کتابِ لُغت "قامُوس" میں ہے کہ سَحَر اُس کھانے کو کہتے ہیں جو صُبح کے وَقت کھایا جائے۔ "حنفیوں کے زبردست پیشوا حضرتِ علّامہ مولینا المعروف مُلّا علی قاری عَلَیہِ رَحمۃُ الباری فرماتے ہیں، "بعضوں کے نزدیک سَحَری کا وَقت آدھی رات سے شُروع ہو جاتا ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص 477)

سَحَری میں تاخیر اَفضل ہے جیسا کہ حدیثِ مُبارَک میں آتا ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا یَعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ پیارے سرکار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ مَحبوب رکھتا ہے

۱) اِفطار میں جلدی اور)

سَحَری میں تاخیر اور (۲)
نَماز (کے قِیام) میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔" (اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب، ج۲، ص91 (۳)
(حدیث ۴،
سَحَری میں تاخیر سے کونسا وقت مراد ہے؟
میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سَحَری میں تاخیر کرنا مُستَحَب ہے اور دیر سے سَحَری کرنے میں زیادہ ثواب مِلتا ہے۔ مگر اتنی تاخیر بھی نہ کی جائے کہ صُبحِ صادق کا شُبہ ہونے لگے!
یہاں ذِہن میں یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ "تاخیر" سے مُراد کونسا وَقت ہے؟
مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان " تفسیر نعیمی "میں فرماتے ہیں کہ اِس سے مُراد رات کا چھٹا حِصّہ ہے۔ پھر سُوال ذِہن میں اُبھرا کہ رات کا چھٹا حِصّہ کیسے معلوم کیا جائے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ غُروبِ آفتاب سے لیکر صُبح صادِق تک رات کہلاتی ہے۔ مَثَلاً کسی دِن سات بجے شام کو سُورج غُروب ہوا اور پھر چار بجے صُبح صادِق ہوئی۔ اِس طرح غروبِ آفتاب سے لیکر صُبح صادِق تک جو نو گھنٹے کا وَقفہ گُزرا وہ رات کہلایا۔ اب رات کے اِن نو گھنٹوں کے برابر برابر چھ حِصّے کر دیجئے۔ ہر حِصّہ ڈیڑھ گھنٹے کا ہوا اب رات کے آخِری ڈیڑھ گھنٹے (یعنی اڑھائی بجے تا چار بجے) کے دوران صُبح صادِق سے پہلے پہلے جب بھی سَحَری کی، وہ تاخیر سے کرنا ہوا۔
سَحَری

وافطار کا وَقت عُموماً روزانہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ بیان کئے ہوئے طریقے کے مطابِق جب بھی چاہیں رات کا چھٹا حصّہ نِکال سکتے ہیں اگر رات سَحَری کر لی اور روزہ کی نِیَّت بھی کر لی۔ بلکہ عَوامی اِصطِلاح میں "روزہ بند" بھی کر لیا پھر بھی بَقِیَّہ رات میں جب چاہیں کھا پی سکتے ہیں۔ نئی نِیَّت کی حاجت نہیں۔

اذانِ فجر نماز کے لئے ہے نہ کہ روزہ بند کرنے کے لئے

سَحَری میں اِتنی تاخِیر بھی نہ کردیں کہ صُبحِ صادِق کا شک ہونے لگے۔ بلکہ کہ بعض لوگ تو صُبحِ صادِق کے بعد فَجر کی اذانیں ہو رہی ہوتی ہیں مگر کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ اور کان لگا کر سنتے ہیں کہ ابھی فُلاں مسجِد کی اذا نختَم نہیں ہوئی یا وہ سنو! دُور سے اذان کی آواز آرہی ہے! اور یوں کچھ نہ کچھ کھا لیتے ہیں۔ اگر کھاتے نہیں تو پانی پی کر اپنی اِصطِلاح میں "روزہ بند" ضَرور کرتے ہیں۔ آہ! اِس طرح "روزہ بند" تو کیا کریں گے روزے کو بالکل ہی "کُھلا" چھوڑ دیتے ہیں اور یوں ان کا روزہ ہوتا ہی نہیں اور سارا دن بُھوک پیاس کے سِوا کچھ ہاتھ آتا ہی نہیں۔" روزہ بند" کرنے کا تَعلّق اَذانِ فَجر سے نہیں۔ صُبحِ صادِق سے پہلے پہلے کھانا پینا بند کرنا ضَروری ہے۔ جیسا کہ آیتِ مُقَدَّسہ کے تَحت گُزرا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان کو عَقلِ سَلیم عطا فرمائے اور صحیح اَوقات کی معلُومات کرکے روزہ نَماز

وغیرہ عبادات صحیح صحیح بجالانے کی توفیق مَرحَمت فرمائے۔اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الاَمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

کھانا پینا بند کر دیجئے

آج کل عِلمِ دین سے دُوری کے سبب عام طور پر لوگوں کا یہی مَعمُول دیکھا گیا ہے کہ وہ اَذان یا سائرن ہی پر سَحَری و اِفطار کا دارومدار رکھتے ہیں۔بلکہ بَعض تو اَذانِ فَجر کے دَوران ہی "روزہ بند" کرتے ہیں۔اِس عام غَلطی کو دُور کرنے کے لئے کیا ہی اچھا ہو کہ رَمَضانُ المُبارَک میں رِوزانہ صُبح صادِق سے تین مِنَٹ پہلے ہر مَسجِد میں بُلند آواز سے صَلُّوا عَلَی الحَبیب ! صلّی اللہُ تعالیٰ علیٰ محمّد کہنے کے بعد اِس طرح تین بار اِعلان کر دیا جائے، "روزہ رکھنے والو ! آج سَحَری کا آخری وَقت (مَثَلاً) چار بج کر بارہ مِنَٹ ہے۔ وَقت خَتم ہو رہا ہے، فوراً کھانا پینا بند کر دیجئے۔ اذان کا ہرگز اِنتظار نہ فرمایئے، اذان سَحَری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد نَمازِ فَجر کے لئے دی جاتی ہے۔" ہر ایک کو یہ بات ذِہن نشین کرنی ضَروری ہے کہ اَذانِ فَجر لازِمی طور پر صُبح صادِق کے بعد ہی ہوتی ہے اور وہ "روزہ بند" کرنے کیلئے نہیں بلکہ صِرف نَمازِ فَجر کیلئے دی جاتی ہے۔

نزالاکفّارہ (روزہ داروں کی حکایات)۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں حاضِر ہوئے اور عرض کی، یا رسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں نے رَمَضان کے روزہ کی حالت میں (قَصداً) اپنی عورت سے ''قُربَت'' کی، میں ہلاک ہوگیا، فرمایئے! اب میں کیا کروں؟ سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: غلام آزاد کر سکتے ہو؟ عرض کی، نہیں یا رسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! فرمایا، کیا مُتَوَاتِر دوماہ کے (یعنی لگاتار ساٹھ) روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض کی، نہیں یارسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! فرمایا، ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی، یا رسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اتنے میں بارگاہِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں کسی نے کچھ کھجوریں ہَدِیَّۃً حاضِر کیں۔ سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے وہ ساری کھجوریں اُس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیں اور فرمایا، انہیں خَیرات کردو، تمہارا کفّارہ ادا ہوجائے گا۔ وہ بولے، یا رسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ! مدینہ بھر میں مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سُن کر ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مُبارک چمکنے لگے اور رَحمت کے پھول جَھڑنے لگے، الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے یعنی فرمایا، فَاَطْعِمْہُ اَھْلَکَ یعنی پَس اپنے گھر والوں کو ہی کِھلا دے۔ (تیرا کفّارہ ادا ہو جائے گا) (صحیح البخاری، ج ۴، ص ۳۴۱، حدیث ۶۸۲۲)

محترم قارئین کرام! کسی صَحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بتقاضائے بَشَرِیَّت اگر کوئی لَغزش واقع ہو بھی جاتی تو وہ فوراً اُس کا تدارُک فرماتے۔ اور مُعافی کیلئے بارگاہِ رِسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں حاضِر ہو جاتے۔ اِس لئے کہ ان کا ایمان تھا کہ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ اِسی درِ پاک سے حاصِل ہو سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صَحابہ کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ عقیدہ تھا کہ سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم مالِک ومختار ہیں اور شریعت انہیں کے ارشادات کا نام ہے۔ اِسی لئے تو سرکارِ آبرودار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے اِس تَلَف سَہار پر کہ غلام آزاد کر سکتے ہو؟ ساٹھ دِن کے لگاتار روزے رکھ سکتے ہو؟ ساٹھ ۶۰ مسکینوں کو کھانا کِھلا سکتے ہو؟ وہ صَحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی کہتے رہے کہ نہیں یا رسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ

علیہ واٰلہٖ وسلّم گویا ان کا ایمان تھا کہ سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کَفّارہ کی ان تینوں قسموں کے سوا اگر چاہیں تو میرے لئے کوئی چوتھی قسم کا کَفّارہ بھی ارشاد فرما سکتے ہیں۔ چُنانچہ سرکارِ عالی وَقار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے بھی اپنے مُختار ہونے پر اپنی مُہرِ تَصدیق یوں ثَبت فرمادی کہ گویا جاؤ تُمہارے لئے ہم کَفّارہ یہ مقرّر فرماتے ہیں کہ بجائے کچھ دینے کے لے جاؤ۔ جیسا کہ اُس صَحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عرض کی کہ مدینہ بھر میں میرے برابر کوئی محتاج نہیں۔ تو فرمادیا کہ اچّھا جاؤ اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو۔ تمہارا کَفّارہ ادا ہو جائے گا۔ گویا جہاں سارے مسلمانوں کے لئے جان بُوجھ کر رَمَضانُ المُبارَک کا روزہ توڑنے کا کَفّارہ (جب کہ کَفّارے کی شرائط پائی جائیں) یہ ہے کہ غُلام آزاد کرے اس کی استطاعت نہ ہو تو مُتَواتِر ساٹھ روزے رکھے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مِسکینوں کو کھانا کِھلائے۔ وہاں اُس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے سرورِ عالَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے کَفّارہ یہ مقرّر فرمایا کہ تم بجائے کچھ دینے کے ہماری جناب سے لے جاؤ اور بجائے کسی پر خرچ کرنے کے اپنے اہلِ خانہ پر ہی صَرف کر دو۔ یہ ہے سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی بارگاہِ بیکس پناہ۔

یہ وُہی ہیں جو بَخ: ش دیتے ہیں

کون ان جُرموں پر سزا نہ کرے
(حدائق بخشش)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزے داروں کا محلّہ (روزہ داروں کی حکایات)۔

حضرتِ سیِّدُنا مالِک بن دینار علیہ رَحمَۃُ اللہِ الغفّار نے چالیس سال کے دَوران کبھی کھجور نہیں کھائی۔ چالیس برس بعد آپ کو جب کھجور کھانے کی خوب خواہش ہوئی تو نَفْس کُشی کے لئے مسلسل آٹھ دن روزے رکھے۔ پھر کھجوریں خرید کر دن کے وقت بصرہ شریف کے ایک مَحلّہ کی مسجِد میں داخل ہوئے ابھی کھانے کیلئے کھجوریں نکالی ہی تھیں کہ ایک بچّہ چلّا اُٹھا، ابّاجان! مسجِد میں یہودی آگیا ہے! اُس کے والِد صاحِب یہودی کا نام سُن کر ہاتھ میں ڈنڈا لئے چڑھ دوڑے مگر آتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہچان لیا اور معذرت کرتے ہوئے عَرض کی، حُضُور! بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے مَحلّہ میں سارے مسلمان روزہ رکھتے ہیں یہودیوں کے عِلاوہ دن کے وقت یہاں کوئی نہیں کھاتا، اِسی لئے بچّے کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہودی ہونے کا شُبہ گزرا۔ برائے کرم! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی خطا مُعاف فرمادیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالَمِ جوش میں فرمایا، بچّوں کی زبان ''غَیبی زبان'' ہوتی ہے۔ پھر قَسم کھائی کہ اب کبھی کھجور کھانے کا نام نہ لوں گا۔ (تذکرۃُ الاولیاء، حصّہ اوّل، ص ۵۲)

گوشت کی خوشبو سے ہی گزارہ کر لیا

محترم قارئین کرام ! دیکھا آپ نے ! ہمارے بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبِین اپنے نَفس کو کس طرح مارتے تھے۔ سیِّدُنا مالک بن دینار علیہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الغفّار کی نفس کُشی کے کیا کہنے ! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برسوں تک کوئی لذیذ چیز نہیں کھاتے تھے۔ عُموماً دن کو روزہ دار رہ کر روکھی روٹی سے افطار کا معمول تھا۔ ایک بار نَفْس کی خواہش پر گوشت خریدا اور لے کر چلے ، راستے میں سونگھا اور فرمایا، اے نَفْس ! گوشت کی خوشبو سونگھنے میں بھی تو لُطف ہے ! بس اِس سے زیادہ اِس میں تیرا حصّہ نہیں۔ یہ کہہ کر وہ گوشت ایک فقیر کو دیدیا۔ پھر فرمایا، اے نَفس ! میں کسی عداوت کے باعِث تجھے اذیّت نہیں دیتا میں تو صِرف اسلئے تجھے صَبر کا عادی بنا رہا ہوں کہ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کی لازوال دولت نصیب ہو جائے۔

(تذکرۃ الاولیاء ، حصہ ا، ص ۵۲)

یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے کے مسلمان نفلی روزوں سے بہت مَحَبَّت کیا کرتے تھے کہ بصرہ ! شریف کے ایک پورے مَحَلّہ کا ہر مسلمان روز ہی روزہ رکھا کرتا

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم وعنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اُمُّ المُؤمِنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سَخاوت (حکایات)۔

اُمُّ المُؤمِنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے حد سخی تھیں۔
حضرتِ سَیِّدُنا عُروہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اُمُّ المُؤمِنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ستر ہزار دَراہِم راہِ خُدا عَزَّوَجَل میں تقسیم کر دیئے حالانکہ ان کی قمیص مُبارَک میں پَیوند لگا ہوا تھا اور ایک دَفعہ حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ سب دِرہم ایک ہی روز میں راہِ خُدا عَزَّوَجَلَّ میں تقسیم کر دئے اور اُس روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود روزہ سے تھیں۔ شام کے وَقْت باندی نے عرض کی، کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایک دِرہَم روٹی کیلئے رکھ لیتیں۔ تو فرمایا، مجھے یاد نہیں رہا، یاد رَہتا تو بچا لیتی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۷۳)

محترم قارئین کرام! اُمُّ المُؤمِنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وُسعَت کے باوُجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور زاہدانہ گُزاردی اور جو دولت بھی حاضِر ہوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے راہِ خُدا عَزَّوَجَلَّ میں تقسیم

فرمادی یہاں تک کہ لاکھ درہم آئے وہ بھی لٹادئے اور روزہ اِفطار کرنے کیلئے بھی کوئی اہتمام نہ فرمایا اور ایک ہم ہیں کہ اگر کبھی نَفل روزہ رکھ بھی لیں تو ہمیں اِفطار کے وَقْت ہَمہ اَقسام کے پھل کباب ، سموسے ، ٹھنڈا ٹھنڈا شربت اور نہ جانے کیا کیا چاہئے۔ بَہَر حال ہمیں اُمّ المُؤمنین سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے اور دولت سے اِس قَدر مَحَبّت نہ رکھنی چاہئے کہ راہِ خُدا عَزَّوَجَلَّ میں خرچ کرنے کے مُعاملے میں دل تنگ ہو۔حُبِّ دنیا سے پیچھاچُھڑانے اور آخرت بہتر بنانے کیلئے دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے وابَستہ رَہنا بے حد مُفید ہے۔جب بھی آپ کے علاقے میں دعوتِ اسلامی کے عاشِقانِ رسول کامَدَنی قافِلہ تشریف لائے ان کی خدمت میں حاضِر ہو کر ضَرور فیضیاب ہوں کہ اچّھی نیّت کے ساتھ راہِ خدا عزوجل کے مُسافِروں کی زیارت کارِ ثواب آخرت ہے اور اُن کی صحبت باعثِ حصُولِ جنّت ہے۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برماکے مسلمانوں کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزہ دارو! روزہ اِفطار کرلیجئے (احکام روزہ)

افطار کا بیان

جب غُروبِ آفتاب کا یقین ہوجائے، اِفطار کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ نہ سائرِن کا اِنتِظار کیجئے، نہ اَذان کا۔ فَوراً کوئی چیز کھایا پی لیجئے مگر کھجور یا چُھوہارہ یا پانی سے اِفطار کرنا سُنّت ہے۔ کھجور کھا کر یا پانی پی لینے کے بعد یہ دُعاء پڑھئے:

اِفطار کی دُعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

ترجَمہ: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھی پر بَھروسہ کیا اور تیرے دئے ہوئے رِزق سے روزہ اِفطار کیا۔

(عالمگیری، ج۱، ص۲۰۰)

(اِفطار کی دُعاء عُمُوماً قَبلِ از اِفطار پڑھنے کا رواج ہے مگر امامِ

اہلسنّت مولٰینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرحمٰن نے ''فتاوٰی رضویہ، ج۱۰، ص۶۳۱ (میں اپنی تحقیق یہی پیش کی ہے کہ دُعاء اِفطار کے بعد پڑھی جائے''

افطار کے 11 فضائل

۱ : حضرتِ سَیِّدُنا سَہل بِن سَعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایَت ہے کہ بحر و بر کے بادشاہ بَردو عالم کے شَہَنْشاہ، اُمّت کے خیر خواہ، آمِنہ کے مہر و ماہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم و رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتے ہیں، ''ہمیشہ لوگ خَیر کے ساتھ رہیں گے جب (تک اِفطار میں جلدی کرینگے۔'' (صحیح بُخاری، ج۱، ص۶۴۵، حدیث۱۹۵۷

محترم قارئین کرام ! جیسے ہی غُروبِ آفتاب کا یقین ہوجائے بِلاتاخیر کھجور یا پانی وغیرہ سے روزہ کھول لیں اور دُعاء بھی اب روزہ کھول کر مانگیں تاکہ اِفطار میں کِسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔

۲: سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالِک و مختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا ارشادِ مشکبار ہے: ''میری اُمّت میری سُنّت پر رہے گی جب تک اِفطار میں سِتاروں کا (اِنتظار نہ کرے۔'' (الاحسان بترتیب صحیح اِبنِ حِبان، ج۵، ص۲۰۹، حدیث۳۵۰۱

۳ : حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایَت ہے، سلطانِ

دوجہان، مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ''میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جو اِفطار میں جلدی کرتا ہے۔'' (ترمذی، ج۲، ص۱۶۴، حدیث ۷۰۰)

سُبْحٰنَ اللہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا پیارا بننا ہے تو اِفطار کے وَقت کِسی قسم کی مشغُولیت مت رکھئے بس فوراً اِفطار کر لیجئے۔

۴: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو کبھی اس طرح نہیں دیکھا کہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اِفطار سے پہلے نمازِ مغرب ادا فرمائی ہو، چاہے ایک گھونٹ پانی ہی ہوتا۔ (آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اس سے اِفطار فرماتے)۔

(الترغیب والترہیب، ج۲، ص۹۱، حدیث ۹۱)

۵: حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ سرکارِ والا تبار، باذنِ پروردگار دوجہاں کے مالِک ومختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: '' یہ دِین ہمیشہ غالِب رہے گا جب تک لوگ اِفطار میں جلدی کرتے رہیں گے کہ یَہُود ونَصاریٰ تاخِیر کرتے ہیں۔'' (سنن ابوداود، ج۲، ص۴۴۶، حدیث ۲۳۵۳)

محترم قارئین کرام ! اس حدیثِ پاک میں بھی اِفطار میں تاخیر کرنے پر ناپسندیدگی کا اِظہار کیا گیا ہے۔ اور اِفطار میں تاخیر کرنا چونکہ یہود و نصاریٰ کا فِعل ہے اِس لئے اِن کی مُشابَہت (یعنی نَقْل) سے روکا گیا ہے۔

۶: حضرتِ سَیِّدُنا زید بن خالد جُھَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ تاجدارِ مدینۂ منوّرہ، سلطانِ مکّۂ مکرّمہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْحَاجًّا اَوْخَلَفَهٗ فِیْ اَهْلِهٖ اَوْفَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ

ترجَمہ: جس نے کسی غازی یا حاجی کو سامان (زادِ راہ) دیا یا اُسکے پیچھے اُسکے گھر والوں کی دیکھ بھال کی یا کسی روزہ دار کا روزہ اِفطار کروایا تو اُسے بھی انہی کی مِثْل اجْر ملے گا بِغیر اس کے کہ اُن کے اجْر میں کچھ کمی ہو۔

(السُّنَن الکبریٰ للنَّسائی، ج۲، ص ۲۵۶، حدیث ۳۳۳۰)

سبحٰنَ اللہ عزوجل ! کتنی پیاری بِشارت ہے کہ غازی کو سامانِ جہاد فَراہم کرنے والے کو غازی جیسا، حج پر جانے والے کی مالی مدد کرنے پر حاجی جیسا اور اِفطار کروانے والے کو روزہ دار جیسا ثواب دیا جائے گا اور کرم بالائے کرم یہ کہ اُن لوگوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہ عزوجل۔ مگر یہ حکمِ شریعت یاد رکھئے کہ حج و عمرہ کیلئے سُوال کرنا حرام ہے اور اِس سُوال کرنے والے کو دینا بھی گناہ ہے۔

فیضان سنت کا فیضان۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزہ کی خوشبو (روزہ داروں کی حکایات

روزہ کی خوشبو

33 حضرتِ سَیِّدُنا امام قَتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے اُستاذِ حدیث حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن غالِب حَدّانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی شہید کر دیئے گئے۔ تدفین کے بعد ان کی قَبر شریف کی مِٹّی سے مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا، مَاصُنِعَتَ ؟یعنی آپ کے ساتھ کیا مُعَاملہ فرمایا گیا؟ کہا، ''اچھا معاملہ فرمایا گیا۔'' پوچھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہاں لے جایا گیا؟ کہا، ''جنّت میں۔'' پوچھا، ''کون سے عمل کے باعِث ؟'' فرمایا، ''ایمانِ کامِل، تہجّد اور گرمیوں کے روزوں کے سبب، ''پھر پوچھا، ''آپ کی قَبر سے مُشک کی خوشبو کیوں آ رہی ہے؟'' تو جواب دیا، ''یہ میری تِلاوت اور رَوزوں میں پیاس کی خوشبو ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، ج٦، ص ٢٦٦، حدیث ٨٥٥٣)

محترم قارئین کرام ! اسی طرح حضرتِ سَیِّدُنا امام بخاری علیہ رحمۃُ الباری کی قَبرِ انور کی مِٹّی سے بھی مُشک کی خوشبو آتی تھی۔ بار بار قَبر پر مِٹّی ڈالی جاتی تھی مگر لوگ خوشبو کی وجہ سے تَبرُّکاً اُٹھالے جاتے تھے۔

(مقدمہ صحیح بخاری، ج ١، ص ٣)

صاحِبِ دلائل الخیرات حضرت شیخ سیّد محمد بن سُلَیمان جَزُولی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی قَبرِ مُنوّر بھی معطّر تھی اور اُس سے کَستوری کی خوشبو کی لپٹیں آتی تھیں کیونکہ آپ زندگی میں کثرت سے دُرُود شریف پڑھا کرتے تھے۔ انتقال کے ستّر برس (77) کے بعد کسی سبب سے ''سوس'' سے ''مراکش'' میں مُنتَقِل کرنے کے لیے جب قبر کُشائی کی گئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا جسمِ مبارک بالکل صحیح و سالِم تھا حتّٰی کہ کفن تک بَوسیدہ نہیں ہوا تھا۔ وفات سے قبل آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے داڑھی مبارک کا خط بنوایا تھا وہ ایسے ہی تھا جیسے آج ہی بنوایا ہے، یہاں تک کہ کسی نے امتحاناً آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے رخسارِ مبارک پر انگلی رکھ کر دبایا تو اُس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جہاں دبایا تھا وہ جگہ سفید سی ہو گئی یعنی زندہ انسانوں کی طرح خون بھی جسم میں رَواں دَواں تھا! (مُطالِعُ المَسرّات، ص ۴)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(ٹھنڈا پانی (روزہ داروں کی حکایات

حضرتِ سَیِّدُنا سَرِی سَقَطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روزہ تھا۔ طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کیلئے آبخورہ (یعنی کُوزہ) رکھ دیا تھا، نمازِ عَصر کے بعد مُراقَبہ میں تھے، حُورانِ بہشت نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گُزرنا شُروع کیا۔ جو سامنے آتی اُس سے دریافت فرماتے، تُو کس کے لئے ہے؟ وہ کسی ایک بندۂ خُدا کا نام لیتی۔ ایک آئی، اُس سے بھی یہی پوچھا تو اُس نے کہا: ''اُس کیلئے ہوں جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے۔'' فرمایا: '' اگر تُو سچ کہتی ہے تو اِس کوزہ کو گِرادے''، اُس نے گِرادیا۔ اِس کی آواز سے آنکھ کُھل گئی۔ دیکھا تو وہ آبخورہ (کُوزہ) ٹُوٹا پڑا تھا۔ (الملفوظ، حصّۂ اوّل، ص ۱۲۴)

محترم قارئین کرام! معلوم ہوا، آخرت کی اَبدی راحتیں اور نِعمتیں پانے کیلئے اپنے نفس کو قابو کرکے دنیا کی لذّتوں کو ٹھوکر مارنی پڑتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ والے اپنے نفس کو بَہُت مارتے تھے۔ چُنانچِہ ایک بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سخت گرمی کے دِنوں میں دوپہر کے وَقت ایک شخص کو دیکھا کہ برف لئے جارہا ہے، دل میں حسرت ہوئی، کاش! میرے پاس بھی پیسے ہوتے اور میں بھی برف خرید کر ٹھنڈا پانی پیتا۔ پھر فوراً ندامت ہوئی کہ میں نفس

کی چال میں کیوں آگیا! اُنھوں نے عہد کیا کہ کبھی ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا۔ لہٰذا سخت گرمی کے موسم میں بھی پانی کو گرم کرکے پیا کرتے تھے

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزہ اس سے بھی نہیں ٹوٹتا، اس سے بھی نہیں، اس سے بھی نہیں (احکام روزہ)

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔۔

بُھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں جاتا

حضرتِ سَیِّدُنا ابُوہُرَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ سلطانِ دوجہان، شَہَنْشاہِ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ جس روزہ دار نے بُھول کر کھایا پیا وہ اپنے روزہ کو پُورا کرے کہ اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کِھلایا اور پِلایا۔ (صحیح بُخاری، ج۱، ص۶۳۶، حدیث ۱۹۳۳)

روزہ نہ توڑنے والی چیزوں کے متعلق 21 پَیرے

۱: بُھول کر کھایا پیا یا جِماع کیا روزہ فاسِد نہ ہوا، خواہ وہ روزہ فَرض ہو یا نَفل۔ (دُرِّمُختار، رَدُّالمحتار، ج۳، ص۳۶۵)

۲: کِسی روزہ دار کو اِن اَفعال میں دیکھیں تو یاد دِلانا واجِب ہے۔ ہاں اگر روزہ دار بَہُت ہی کمزور ہو کہ یاد دِلانے پر وہ کھانا چھوڑ دے گا جس کی وجہ سے کمزوری اِتنی بڑھ جائے گی کہ اِس کیلئے روزہ رکھنا ہی دُشوار ہو جائے گا اور اگر کھالے گا تو روزہ بھی اچھّی طرح پُورا کرلے گا اور دیگر عِبادَتیں بھی بَخوبی ادا کرسکے گا (اور چُونکہ بُھول کر کھاپی رہا ہے اِس

لئے اِس کا روزہ تو ہو ہی جائے گا) لہٰذا اِس صُورت میں یاد نہ دِلانا ہی بہتر ہے۔ بَعض مَشائخِ کِرام (رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی) فرماتے ہیں: ''جوان کو دیکھے تو یاد دِلادے اور بُوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دِلانے میں حَرَج نہیں۔'' مگر یہ حُکم اکثر کے لحاظ سے ہے کیونکہ جَوان اکثر قَوی (یعنی طاقتور) ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور۔ چُنانچِہ اَصل حُکم یہی ہے کہ جَوانی اور بڑھاپے کو کوئی دَخل نہیں، بلکہ قوت وضُعف (یعنی طاقت اور کمزوری) کا لحاظ ہے لہٰذا اگر جوان اِس قَدر کمزور ہو تو یاد نہ دِلانے میں حَرَج نہیں اور (بوڑھا قَوی (یعنی طاقتور) ہو تو یاد دِلانا واجِب ہے۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۶۵

۳: روزہ یاد ہونے کے باوُجود بھی مکھی یا غُبار یا دُھواں حَلْق میں چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ غُبار آٹے کا ہو جو چکّی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اُڑتا ہے یا غَلّہ کا غُبار ہو یا ہَوا سے خاک اُڑی یا جانوروں کے کھر یا ٹاپ سے۔

(دُرِّمُختار رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۶۶)

۴: اسی طرح بس یا کار کا دُھواں یا اُن سے غُبار اُڑ کر حَلْق میں پَہُنچا اگرچِہ روزہ دار ہونا یاد تھا، روزہ نہیں جائے گا۔

۵: اگر بتّی سُلگ رہی ہے اور اُس کا دُھواں ناک میں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر لُوبان یا اگر بتّی سُلگ رہی ہو اور روزہ یاد ہونے کے

باوُجود مُنہ قریب لے جاکر اُس کا دُھواں ناک سے کھینچا تو روزہ فاسِد ہوجائیگا۔
(رَدُّالْمُحتَار، ج ۳، ص ۳۶۶)

۶: بھری سِینگی (یہ درد کے علاج کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں سوراخ کیا ہوا سینگ درد کی جگہ رکھ کر منہ کے ذریعہ جسم کی گرمی کھینچتے ہیں۔) لگوائی یا تیل یا سُرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا اگرچہ تیل یا سُرمہ کا مزہ حَلْق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تُھوک میں سُرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو جب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (اَلْجَوْہَرَۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۱۷۹)

۷: غُسل کیا اور پانی کی خنکی (یعنی ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔
(عالمگیری، ج ۱، ص ۲۳۰)

۸: کُلّی کی اور پانی بِالکل پھینک دیا صِرف کچھ تَری مُنہ میں باقی رہ گئی تھی تُھوک کے ساتھ اِسے نِگل لیا، روزہ نہیں ٹوٹا۔
(رَدُّالْمُحتَار، ج ۳، ص ۳۶۷)

(۹: دوا کُوٹی اور حَلْق میں اِس کا مزہ محسُوس ہوا روزہ نہیں ٹوٹا۔ (اَیْضاً

۱۰: کان میں پانی چلا گیا جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔ بلکہ خود پانی ڈالا جب بھی نہ ٹوٹا۔
(دُرِّمُخْتار، ج ۳، ص ۳۶۷)

۱۱: تِنکے سے کان کُھجایا اور اُس پر کان کا مَیل لگ گیا پھر وُہی مَیل لگا ہُوا تِنکا کان میں ڈالا اگرچہ چند بار ایسا کیا ہو جب بھی روزہ نہ

(ٹوٹا۔ (اَیضاً

۱۲: دانت یا مُنہ میں خَفِیف (یعنی معمولی) چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لُعاب کے ساتھ (خود ہی اُتر جائے گی اور وہ اُتر گئی، روزہ نہیں ٹوٹا۔ (اَیضاً

۱۳: دانتوں سے خُون نِکل کر حَلْق تک پَہُنچا مگر حَلْق سے نیچے نہ اُترا تو روزہ نہ گیا۔ (فتح القدیر، ج ۲، ص ۲۵۸)

۱۴: مکھی حَلْق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قَصْداً (یعنی جان بوجھ کر) نِگلی تو چلا گیا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۳)

۱۵: بُھولے سے کھانا کھا رہے تھے، یاد آتے ہی لُقمہ پھینک دیا یا پانی پی رہے تھے یاد آتے ہی مُنہ کا پانی پھینک دیا تو روزہ نہ گیا۔ اگر مُنہ میں کا لُقمہ یا پانی یاد آنے کے باوُجُود نِگل گئے تو روزہ گیا۔ (اَیضاً

۱۶: صُبح صادِق سے پہلے کھایا پی رہے تھے اور صُبح ہوتے ہی (یعنی سَحَری کا وَقْت ختم ہوتے ہی) مُنہ میں کا سب کچھ اُگل دیا تو روزہ نہ گیا، اور اگر نِگل لیا تو جاتا رہا۔ (عالمگیری (ج ۱، ص ۲۰۳،

(۱۷: غِیبت کی تو روزہ نہ گیا۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۶۲

اگرچہ غِیبت سَخت کبیرہ گُناہ ہے۔ قُرآنِ مجید میں غِیبت کرنے کی نِسْبت فرمایا، ''جیسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔'' اور حدیثِ پاک میں فرمایا، ''غِیبت زِنا سے بھی (سخت تَر ہے۔'' (الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۳۳۱، حدیث ۲۴

(غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیّت جاتی رہتی ہے۔ (بہارِ شریعت، حصّہ ۵، ص ۶۱۱

۱۸: جَنَابَت (یعنی غُسل فَرض ہونے) کی حالت میں صُبح کی بلکہ اگرچہ سارے دِن جُنُب (یعنی بے غُسل) رہا روزہ نہ گیا۔

(دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۷۲)

مگر اتنی دیر تک قَصداً (یعنی جان بُوجھ کر) غُسل نہ کرنا کہ نَماز قَضاء ہو جائے گُناہ وحرام ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا، جس گھر میں جُنُب ہو اُس میں رَحمت کے فِرشتے نہیں آتے۔'' (بہارِ شریعت، حصّہ ۵، ص ۱۱۶

۱۹: تِل یا تِل کے برابر کوئی چیز چَبائی اور تُھوک کے ساتھ حَلْق سے اُتر گئی تو روزہ نہ گیا مگر جب کہ اُس کا مزہ حَلْق میں مَحسُوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔ (فتح القدیر، ج ۲، ص ۲۵۹)

۲۰: تُھوک یا بَلغَم مُنہ میں آیا پھر اُسے نِگل گئے تو روزہ نہ گیا۔ (رَدُّ المُحتَار، ج ۳، ص ۳۷۳)

۲۱: اِسی طرح ناک میں رِینٹھ جمع ہو گئی، سانس کے ذَرِیعے کھینچ کر نِگل جانے سے بھی روزہ نہیں جاتا۔ (اَیضاً

ان مسائل کو باغور پڑھیں انشاء اللہ ذہن نشیں ہو جائینگے اور آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ روزہ کس کس سے نہیں ٹوٹتا۔۔

مزید مسائل کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ مفید ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔
یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(خبردار! اِن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (احکام روزہ

روزہ توڑنے والی باتوں کے 14 پَیرے

۱ : کھانے، پینے یا ہمبستری کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔ (رَدُّالمُحتَار، ج ۳، ص ۳۶۵)

۲ : حُقّہ، سِگار، سِگریٹ، چُرٹ وغیرہ پینے سے بھی روزہ جاتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنے خَیال میں حَلق تک دُھواں نہ پہنچتا ہو۔

(بہارِ شریعت، حصّہ پنجم، ص ۱۱۷)

۳: پان یا صِرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا اگرچہ آپ بار بار اس کی پیک تُھوکتے رہیں۔ کیوں کہ حَلق میں اُس کے باریک اَجزاء ضَرور پہنچتے ہیں۔ (اَیضاً)

۴: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو مُنہ میں رکھنے سے گُھل جاتی ہیں مُنہ میں رکھی اور تُھوک نِگل گئے روزہ جاتا رہا۔ (اَیضاً)

۵ : دانتوں کے دَرمیان کوئی چیز چَنے کے برابر یا زیادہ تھی اُسے کھا گئے یا کم ہی تھی مگر مُنہ سے نِکال کر پھر کھا لی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (دُرِّ مُختَار، ج ۳، ص ۳۹۴)

۶ : دانتوں سے خُون نِکل کر حَلق سے نیچے اُترا اور خُون تُھوک سے زیادہ

یا برابر یا کم تھا مگر اِس کا مزا حَلْق میں محسوس ہوا تو روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ (بھی حَلْق میں محسوس نہ ہوا تو روزہ نہ گیا۔ (دُرِّ مختار، رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۳۶۸

۷: روزہ یاد رہنے کے باوُجود حُقنہ (یعنی کسی دوا کی بتّی یا پچکاری پیچھے کے مقام میں چڑھانا جس سے اجابت ہو جائے) لیا۔ یا ناک کے نَتھنوں سے دوائی چڑھائی روزہ جاتا (رہا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۴

۸: کُلّی کر رہے تھے بِلا قَصد پانی حَلْق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دِماغ کو چڑ ھ گیا روزہ جاتا رہا مگر جبکہ روزہ دار ہونا بُھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قَصداً ہو۔ یُوں ہی روزے دار کی طرف کسی نے کوئی چیز پھینکی وہ اُس کے حَلْق میں چلی گئی تو روزہ جاتا (رہا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۱۷۸

۹: سَوتے میں (یعنی نیند کی حالت میں) پانی پی لیا یا کچھ کھالیا، یا مُنہ کُھلا تھا، پانی کا (قَطرہ یا بارِش کا اَوْلا حَلْق میں چلا گیا تو روزہ جاتا رہا۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۱۷۸

۱۰: دُوسرے کا تُھوک نِگل لیا یا اپنا ہی تُھوک ہاتھ میں لے کر نِگل لیا تو روزہ جاتا رہا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۳)

۱۱: جب تک تُھوک یا بَلغَم مُنہ کے اندر موجُود ہو اُسے نِگل جانے سے روزہ نہیں جاتا، بار بار تُھوکتے رہنا ضَروری نہیں۔

۱۲ :مُنہ میں رنگین دُورا وغیرہ رکھا جس سے تُھوک رنگین ہوگیا پھر وُہی رنگین تُھوک نِگل گئے تَو روزہ جاتا رہا۔

(عالمگیری ،ج۱،ص ۲۰۳)

۱۳:آنسو مُنہ میں چلاگیا اور آپ اُسے نِگل گئے ۔اگر قَطرہ دو قَطرہ ہے تو روزہ نہ گیااور زیادہ تھا کہ اُس کی نمکینی پورے مُنہ میں مَحسوس ہوئی تَو جاتا رہا۔ پسینہ کا بھی یہی حُکم ہے۔ (عالمگیری ،ج۱،ص ۲۰۳

۱۴:فُضلے کا مَقام باہَر نِکل آیا تَو حُکم یہ ہے کہ خُوب اچھّی طرح کسی کپڑے وغیرہ سے پُونچھ کر اُٹھیں تاکہ تَری باقی نہ رہے۔اگر کچھ پانی اُس پر باقی تھا اور کھڑے ہوگئے جِس کی وجہ سے پانی اندر چلاگیا تَو روزہ فاسِد ہوگیا۔اِسی وجہ سے فُقہائے کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ دار اِستِنجاء کرنے میں سانس نہ لے۔

(عالمگیری ،ج۱،ص ۲۰۴)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(روزہ میں کونسے کام مکروہ ہیں؟(احکام روزہ

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

اب رَوزہ کے مَکرُوہات کا بَیان کیا جاتا ہے جن کے کرنے سے روزہ ہوتو جاتا ہے مگر اُس کی نُورانیَّت چلی جاتی ہے۔لفظ ''نبی '' کے تین حُرُوف کی نسبت سے پہلے تین احادیثِ مُبارَکہ مُلاحَظہ فرمائیں۔پھر فِقہ اَحکام عَرض کئے جائیں گے۔

(۱) حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ نبیوں کے سلطان ، رَحمتِ عالمیان ، سردارِ دو۲ جہان، مَحبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: ''جو بُری بات کہنا اور اُس پر عَمَل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اِس کی کچھ حاجَت نہیں کہ اُس نے کھانا ،پینا چھوڑ دیا ہے۔'' (صحیح بُخاری،ج۱،ص ۶۲۸ ، حدیث ۱۹۰۳)

(۲) حضرتِ سَیِّدُنا اَبُوہُرَیرَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے ، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم ، غریبوں کے ہمدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے: روزہ سِپَر (یعنی ڈھال

ہے جب تک اُسے پھاڑا نہ ہو۔عَرض کی گئی ، کِس چیز سے پھاڑے گا؟ اِرشاد (
(فرمایا: ''جُھوٹ یا غِیبت سے۔'' (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۹۴، حدیث ۳
۳) حضرتِ سَیِّدُنا عامِر بن رَبِیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رِوایَت ہے: '' میں نے بے)
شُمار بار سرکارِ والا تبار، بِاذنِ پروردگار دو جہاں کے مالِک ومختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو روزہ میں مِسواک کرتے دیکھا''۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۶
(الحدیث ۷۲۵،
مکروہاتِ روزہ پر مُشتَمِل 12 پَیرے
۱ : جُھوٹ ،چُغلی ،غِیبت ،بدنِگاہی، گالی دینا، بِلا اجازتِ شرعی کسی کا دِل دُکھانا ،داڑھی مُنڈانا وغیرہ چیزےں ویسے بھی ناجائز وحرام ہیں روزہ میں اور زِیادہ حرام اوران کی وجہ سے روزہ میں کَراہِیَّت آتی اور روزے کی نورانِیَّت چلی جاتی ہے۔
۲: روزہ دار کا بِلا عُذر کسی چیز کو چکھنا یا چَبانا مکروہ ہے۔چکھنے کے لئے عُذر یہ ہے کہ مَثَلاً عورت کا شوہر بد مِزاج ہے کہ نَمک کم یا بیش ہوگا تو اُس کی ناراضگی کا باعِث ہوگا۔اِس وجہ سے چکھنے میں حَرَج نہیں۔چَبانے کیلئے عُذر یہ ہے کہ اِتنا چھوٹا بَچّہ ہے کہ روٹی نہیں چَبا سکتا اور کوئی نرم غذاء نہیں جو اُسے کِھلائی جاسکے ،نہ حَیض ونِفاس (حیض ونفاس کی حالت

میں عورت کو روزہ، نماز، تلاوت ناجائز وگناہ ہے۔ نماز معاف ہے مگر بعد فراغت روزہ قضاء کرنا لازمی ہے۔) والی یا کوئی اور ایسا ہے کہ اُسے چَبا کر دے۔ تو بچّہ کے کِھلانے (کیلئے روٹی وغیرہ چَبانا مکروہ نہیں۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۹۵

مگر پوری احتیاط رکھئے اگر حَلْق سے نیچے کچھ اُتر گیا تو روزہ گیا۔

چکھنا کسے کہتے ہیں؟

چکھنے کے معنٰی وہ نہیں جو آج کل عام مُحاوَرہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دَرْیافْت کرنے کیلئے اُس میں سے تھوڑا کھالیا جاتا ہے! کہ یُوں ہو تو کراہِیَّت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا۔ بلکہ کَفّارہ کے شرائط پائے جائیں تو کَفّارہ بھی لازِم ہوگا۔ چکھنے سے مُراد یہ ہے کہ صِرف زبان پر رکھ کر مزہ دَرْیافْت کرلیں اور اُسے تھوک دیں۔ اُس میں سے حَلْق میں کچھ بھی نہ جانے پائے۔

۳: کوئی چیز خریدی اور اُس کا چکھنا ضَروری ہے کہ اگر نہ چکھا تو نقصان ہوگا تو ایسی (صُورت میں چکھنے میں حَرَج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۹۵

۴: بیوی کا بَوسہ لینا اور گلے لگانا اور بَدَن کو چُھونا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر یہ اَندیشہ ہو کہ اِنْزال ہو جائے گا یا جِماع میں مُبتَلا ہوگا اور ہَونٹ

اور زبان چُوسنا روزہ میں مُطلَقاً مکروہ ہیں۔یُوں ہی مُباشَرتِ فاحِشہ (یعنی شرمگاہ سے شرمگاہ ٹکرانا) (رَدُّالمُحتَار،ج۳،ص۳۹۶)

شادی شدگان وغیرہ کی معلومات کے لئے فتاوٰی رضویہ جلد ۲۳ صفحہ نمبر386.385) (پر مسئلہ نمبر42.41 کا مطالعہ فرمالیں۔

۵:گُلاب یا مُشک وغیرہ سُونگھنا،داڑھی مُونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں۔(دُرِّمُختار،ج۳،ص۳۹۷)

۶:روزے کی حالت میں ہر قِسم کا عِطر سُونگھ بھی سکتے ہیں اور کپڑوں پر لگا بھی سکتے ہیں۔(رَدُّالمُحتَار،ج۳،ص۳۹۷)

۷:روزے میں مِسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ جیسے اور دِنوں میں سُنَّت ہے وَیسے ہی روزہ میں بھی سُنَّت ہے،مِسواک خُشک ہو یا تَر،اگرچہ پانی سے تَر کی ہو،زَوال سے پہلے کریں یا بعد،کسی وَقْت بھی مکروہ نہیں۔(رَدُّالمُحتَار،ج۳،ص۳۹۹)

۸:اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر کے بعد روزہ دار کے لئے مِسواک کرنا مکروہ ہے یہ ہمارے مَذہبِ حنفیّہ کے خِلاف ہے۔
(اَیضاً)

۹:اگر مِسواک چَبانے سے رَے شے چُھوٹے ں یا مزہ مَحسُوس ہو تو ایسی مِسواک روزے میں نہیں کرنا چاہئے۔
(فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ،ج۱۰،ص۵۱۱)

اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے مسواک کا ریشہ یا کوئی جُز حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ فاسِد ہو جائے گا۔

۱۰: وُضو و غُسل کے عِلاوہ ٹھنڈک پہنچانے کی غَرَض سے کُلّی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈک کے لئے نہانا بلکہ بَدَن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا بھی مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہِر کرنے کیلئے بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ ہے کہ عِبادَت میں دِل تنگ ہونا اچھّی بات نہیں۔ (رَدُّالْمُحتار، ج ۳، ص ۳۹۹)

۱۱: بَعض اِسلامی بھائی روزہ میں بار بار تُھوکتے رہتے ہیں شاید وہ سمجھتے ہیں کہ روزے میں تُھوک نہیں نِگلنا چاہئے، ایسا نہیں۔ البتّہ مُنہ میں تُھوک اِکٹّھا کرکے نِگل جانا، یہ تو (بِغیر روزہ کے بھی ناپسندیدہ ہے اور روزہ میں مکروہ۔ (بہارِ شریعت، حصّہ ۵، ص ۱۲۹

۱۲: رَمَضانُ الْمُبارَک کے دِنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضُعف (یعنی کمزوری) آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظَن غالِب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیئے کہ دوپہر تک (روٹی پکائے پھر باقی دِن میں آرام کرے۔ (دُرِّمُختار، ج ۳، ص ۴۰۰

یہی حُکم مِعمار و مزدور اور دیگر مَشَقّت کے کام کرنے والوں کا ہے

۔زیادہ ضُعف (کمزوری) کا اَندیشہ ہوتو کام میں کمی کردیں تاکہ روزہ ادا کرسکیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(اِنعامِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (روزہ داروں کی حکایات

رَمَضانُ الْمُبارَک کی آمد آمد تھی اور مشہور مُؤرِّخ حضرتِ وَاقِدِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کچھ نہ تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک عَلَوی دوست کی طرف یہ رُقعہ بھیجا، ''رَمَضان شریف کا مہینہ آنے والا ہے اور میرے پاس خرچ کیلئے کچھ نہیں، مجھے قرضِ حَسَنہ کے طور پر ایک ہزار دِرْہم بھیجئے''۔چُنانچِہ اُس عَلَوی نے ایک ہزار دِرْہم کی تھیلی بھیج دی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرتِ وَاقِدِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک دوست کا رُقعہ حضرتِ وَاقِدِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف آگیا، ''رَمَضان شریف کے مہینے میں خرچ کیلئے مجھے ایک ہزار دِرْہم کی ضَرورت ہے۔''حضرتِ وَاقِدِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وُہی تھیلی وہاں بھیج دی۔ دوسرے روز وُہی عَلَوی دوست جن سے حضرتِ واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرض لیا تھااور وہ دوسرے دوست جنہوں نے حضرت وَاقِدِی سے قرض لیا تھا۔دونوں حضرتِ وَاقِدِی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر آئے۔ عَلَوی کہنے لگے ،رَمَضانُ الْمُبارَک کا مہینہ آرہاہے اور میرے پاس ان ہزار درہموں کے سِوا اور کچھ نہ تھا۔ مگر جب آپ کا رُقعہ آیا تو میں نے یہ ہزار دِرْہَم آپ کو بھیج دیئے اور اپنی ضَرورت کے لئے اپنے اِن دوست کو رُقعہ لکھا کہ مجھے ایک ہزار دِرْہَم بطورِ قرض بھیج دیجئے۔ انہوں

نے وُہی تھیلی جو میں نے آپ کو بھیجی تھی، مجھے بھیج دی۔ تو پتا چلا کہ آپ نے مجھ سے قرض مانگا، میں نے اپنے اِن دوست سے قرض مانگا اور اُنہوں نے آپ سے مانگا۔ اور جو تھیلی میں نے آپ کو بھیجی تھی وہ آپ نے اسے بھیج دی اور اس نے وُہی تھیلی مجھے بھیج دی۔ پھر ان تینوں حضرات نے اِتفاقِ رائے سے اس رقم کے تین حصّے کرکے آپَس میں تقسیم کر لئے۔ اِسی رات حضرتِ سَیِّدُنا وَاقِدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو خواب میں جنابِ رِسالت مآب صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی زیارت ہوئی اور فرمایا، اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کل تمہیں بہُت کچھ مل جائے گا۔ چُنانچہ دوسرے روز امیر یَحْیٰی بر مکی نے سَیِّدُنا وَاقِدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بُلا کر پوچھا، ''میں نے رات خواب میں آپ کو پریشان دیکھا ہے، کیا بات ہے؟ حضرتِ سَیِّدُنا وَاقِدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سارا قصّہ سنایا۔ تو یَحْیٰی بر مکی نے کہا، '' میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ تینوں میں سے کون زیادہ سخی ہے۔ آپ تینوں ہی سخی اور واجِبُ الْاِحْتِرام ہیں۔ پھر اس نے تیس ہزار دِرْہَم حضرتِ وَاقِدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو اور بیس بیس ہزار ان دونوں کو دِئے۔ اور حضرتِ (وَاقِدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو قاضی بھی مقرر کر دیا۔ (حُجَّۃُ اللہِ عَلَی الْعٰلَمِین، ص ۵۷۷

محترم قارئین کرام! سچّے مسلمان سخی اور پیکرِ ایثار ہوتے ہیں۔ اور اپنے

بھائی کی تکلیف دور کرنے کی خاطِر اپنی مشکِلات کی ذرّہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سخاوت سے ہمیشہ فائِدہ ہی ہوتا ہے، مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم امّت کے حالات سے باخبر ہیں اور سخاوت کرنے والوں پر نَظرِ رَحمت فرماتے ہیں۔ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ایثار کی بَہُت فضیلت ہے۔ چُنانچِہ سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ مغفرت نشان ہے، ''جو شخص اُس چیز کو جس کی خود اِسے حاجت ہو دوسرے کو دیدے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِسے بخش دیتا ہے۔ (اتحاف السّادۃ المتقین، ج۹، ص۷۷۹

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

ترکی خیمے میں اعتکاف (فیضان اعتکاف)۔

سارے مہینے کا اعتکاف

ہمارے پیارے پیارے اور رَحمت والے آقا، میٹھے میٹھے مصطَفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضاجوئی کیلئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اور خصُوصاً رَمَضان شریف میں عبادت کا خوب ہی اہتِمام فرمایا کرتے۔چُونکہ ماہِ رَمَضان ہی میں شبِ قَدْر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے لہٰذا اس مبارَک رات کو تلاش کرنے کیلئے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک بار پورے ماہِ مبارَک کا اعتِکاف فرمایا۔چُنانچِہ حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدْری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ''ایک مرتبہ سلطانِ دوجہان، شَہَنشاہِ کون ومکان، رحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے یکُم رَمَضان سے بیس رَمَضان تک اِعتِکاف کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: میں نے شبِ قدر کی تلاش کیلئے رَمَضان کے پہلے عَشرہ کا اعتِکاف کیا پھر درمیانی عَشرہ کا اعتِکاف کیا پھر مجھے بتایا گیا کہ شبِ قَدر آخِری عَشرہ میں ہے لہٰذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اِعتِکاف کرنا چاہے وہ کرلے۔'' (صحیح مسلم، ص ۵۹۴، حدیث ۱۱۶۷)

ترکی خیمے میں اعتکاف

حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، '' سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک تُرکی خَیمے کے اندر رَمضانُ المُبارَک کے پہلے عَشرے کا اعتِکاف فرمایا، پھر درمیانی عَشرے کا، پھر سرِ اقدس باہَر نکالا اور فرمایا، '' میں نے پہلے عَشرے کا اعتِکاف شبِ قَدر تلاش کرنے کیلئے کیا، پھر اسی مقصد کے تحت دوسرے عَشرے کا اعتِکاف بھی کیا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی گئی کہ شبِ قَدر آخِری عَشرے میں ہے۔ لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتِکاف کرنا چاہے وہ آخِری عَشرے کا اعتِکاف کرے۔ اس لئے کہ مجھے پہلے شبِ قَدر دکھادی گئی تھی پھر بُھلادی گئی، اور اب یہ دیکھا ہے کہ شبِ قَدر کی صبح کو گیلی مِٹّی میں سجدہ کررہا ہوں۔ لہٰذا اب تم شبِ قَدر کو آخِری عَشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ حضرتِ سیِّدُنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب بارِش ہوئی اور مسجِد شریف کی چھت مبارک ٹپکنے لگی، چُنانچِہ اکّیس رَمَضانُ المُبارَک کی صُبح کو میری آنکھوں نے میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی پیشانی مُبارک پر پانی والی گیلی مِٹّی کا نِشانِ عالی شان تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ج۱، ص ۳۹۲، حدیث ۲۰۸۶)

اعتکاف کا مقصد عظیم

محترم قارئین کرام ! ہمیں بھی اگر ہر سال نہ سہی کم از کم زندگی میں ایک بار اِس ادائے مصطفٰے صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلم کو ادا کرتے ہوئے پورے ماہِ رَمَضانُ الْمُبارَک کا اِعتِکاف کر لینا چاہئے۔رَمَضانُ الْمُبارَک میں اِعتِکاف کرنے کا سب سے بڑا مقصد شبِ قَدْر کی تلاش ہے۔اور راجح (یعنی غالب) یہی ہے کہ شبِ قَدْر رَمَضانُ الْمُبارَک کے آخِری دس ۱۰ دنوں کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔اِس حدیثِ مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس بار شبِ قَدْر اکیسویں ۲۱ تھی مگر یہ فرمانا کہ ''آخِری عَشَرہ کی طاق راتوں میں اِس کو تلاش کرو۔'' اس بات کو ظاہِر کرتا ہے کہ شبِ قَدْر بدلتی رَہتی ہے۔یعنی کبھی اکیسویں، کبھی تیئیسویں ۲۳، کبھی پچیسویں ۲۵ کبھی ستائیسویں ۲۷ تو کبھی انتیسویں ۲۹ شب۔ مسلمانوں کو شبِ قَدْر کی سعادت حاصِل کرنے کیلئے آخِری عَشَرَہ کے اِعتِکاف کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ کیوں کہ مُعتکِف دسوں ۱۰ دن مسجِد میں ہی پڑا رَہتا ہے اور ان دس ۱۰ دنوں میں کوئی بھی ایک رات شبِ قَدر ہوتی ہے۔لہٰذا وہ یہ شب مسجِد میں گزارنے میں

کامیاب ہو جاتا ہے۔ایک اور نکتہ اس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ پاک، صاحِبِ لَولاک، سیّاحِ اَفلاک صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم نے خاک پر سَجدہ ادا فرمایا جبھی تو خاک کے خوش نصیب ذَرّات سرورِ کائنات، شَہَنْشاہِ موجودات صلّی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وسلّم کی نورانی پیشانی سے بے تابانہ چمٹ گئے تھے۔

بلا حائل زمین پر سجدہ کرنا مستحب ہے

اللہ اکبر عَزَّوَجَلَّ ! ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کس قدر سادگی پسند ہیں ، یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور سجدہ میں اپنی پیشانی خاک پر رکھنا اور پیشانی سے خاکِ پاک کے ذرّات کا چمٹ جانا سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بہت بڑی عاجزی ہے۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زمین پر بلا حائل (یعنی مُصلّی، کپڑا (وغیرہ نہ ہو یوں) سجدہ کرنا مُستحب ہے۔ (مراقی الفلاح ،حصّہ ۳ ،ص ۸۵

مُکَاشَفَۃُ القُلُوب'' میں ہے، ''حضرت عُمَر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ صِرف مِٹّی'' ہی پر سَجدہ کرتے تھے۔

(مُکَاشَفَۃُ القُلُوب، ص ۱۸۱)

دو حج اور عمروں کا ثواب

امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیم سے روایت ہے کہ محمد مصطفٰی، حبیبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ خوشنُما ہے:

مَنِ اعْتَکَفَ فِیْ رَمَضَانَ کَانَ کَحَجَّتَیْنِ وَعُمْرَتَیْن۔

(شعب الایمان ،ج ۳، ص ۴۲۵، حدیث ۲۹ ۶۶)

ترجَمہ: ''جس نے رَمَضانُ الْمُبارَک میں (دس دن کا) اعتِکاف کرلیا وہ ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔''

گناہوں سے تحفظ

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سلطانِ ذی شان، رَحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ تَحَقُّط نشان ہے: هُوَ يَعْكُفُ الذُّنُوْبَ يُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا۔

(ابنِ ماجہ، ج۲ص۳۶۵، حدیث۱۷۸۱)

ترجَمہ: ''اِعتِکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کیلئے تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسے ان کے کرنے والے کے لئے ہوتی ہیں۔''

بغیر کئے نیکیوں کا ثواب

محترم قارئین کرام! اعتِکاف کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جتنے دن مسلمان اعتِکاف میں رہے گا گناہوں سے بچا رہے گا اور جو گناہ وہ باہَر رہ کر کرتا، ان سے بھی محفوظ رہے گا۔ لیکن یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاص رحمت ہے کہ باہَر رہ کر جو نیکیاں وہ کیا کرتا تھا، اعتِکاف کی حالت میں اگرچہ وہ ان

کو انجام نہ دے سکے گا مگر پھر بھی وہ اس کے نامۂ اعمال میں بدستور لکھی جاتی رہیں گی اور اسے ان کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ مَثَلاً کوئی اسلامی بھائی مریضوں کی عِیادت کرتا تھا، اور اعتِکاف کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکا تو وہ اس کے ثواب سے محروم نہیں ہو گا بلکہ اس کو ایسا ہی ثواب ملتا رہے گا جیسے وہ خود اس کو انجام دیتا رہا ہو۔

روزانہ حج کا ثواب

حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، '' مُعتَکِف کو ہر روز ایک '' حج کا ثواب ملتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۳، ص ۴۲۵، الحدیث ۳۹۶۸)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی جائے اعتکاف (فیضانِ اعتکاف)۔

محترم قارئین کرام! رَمَضانُ المُبارَک کی بَرَکتوں کے کیا کہنے! یوں تو اس کی ہر ہر گھڑی رَحمت بَھری اور ہر ہر ساعت اپنے جِلَو میں بے پایاں بَرَکتیں لئے ہوئے ہے۔ مگر اس ماہِ مُحَتَرَم میں شبِ قَدْر سب سے زیادہ اَہَمِیَّت کی حامِل ہے۔ اِسے پانے کے لئے ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ماہِ رَمَضان پاک کا پورا مہینہ بھی اعتِکاف فرمایا ہے اور آخِری دس دن کا بَہُت زیادہ اہتِمام تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار کسی خاص عُذر کے تَحت ''آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَمَضانُ المُبارَک میں اعتِکاف نہ کرسکے تو شَوّالُ المُکرّم کے آخِری عَشرہ میں اعتِکاف فرمایا۔''

(صحیح بخاری، ج۱، ص ۶۷۱، حدیث ۲۰۳۱)

''ایک مرتبہ سفر کی وَجہ سے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا اعتِکاف رہ گیا تو اگلے رَمَضان شریف میں بیس دن کا اعتِکاف فرمایا۔'' (جامع ترمذی، ج۲، ص ۲۱۲، حدیث ۸۰۳)

اعتکاف پرانی عبادت ہے

پچھلی اُمّتوں میں بھی اعتِکاف کی عبادت موجود تھی۔چُنانچہ پارہ پہلا سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالی شان ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

(پ۱،البقرہ ۱۲۵)

ترجَمہ کنزُالاِیمان: اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل (عَلَیْہِمَا السَّلام) کو کہ میرا گھر خوب سُتھرا کرو طواف والوں اور اعتِکاف والوں اور رُکوع و سُجود والوں کیلئے۔

مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم ہے

محترم قارئین کرام! نَماز واعتِکاف کیلئے کعبہ مُشَرَّفہ کی پاکیزگی اور صفائی کا خود ربِّ کعبہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرمان جاری کیا گیا ہے۔ مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ مسجِدوں کو پاک صاف رکھا جائے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے یہ سنّتِ انبیاء ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتِکاف عبادت ہے اور پچھلی اُمّتوں کی نَمازوں میں رکوع سُجود دونوں تھے

یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا مُتولّی ہونا چاہئے اور متولّی صالح (پرہیزگار) انسان ہونا چاہئے ۔ مزید آگے فرماتے ہیں: طواف و نماز و اعتکاف بڑی پرانی عبادتیں ہیں جو (زمانہ ابراہیمی میں بھی تھیں۔ (نورالعرفان ، ص ۲۹

دس دن کا اعتکاف

اِس کے بعد اللہ کے پیارے حبیب ، حبیبِ لبیب، ہم گناہوں کے مریضوں کے طبیب عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر رَمَضان شریف کے عَشرۂ آخِرہ (یعنی آخری دس دن) کا اِعتِکاف فرمایا کرتے اور اسی سنّتِ کریمہ کو زندہ رکھتے ہوئے اُمَّہاتُ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی اعتِکاف فرماتی رہیں ۔ چُنانچِہ اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں کہ میرے سرتاج، صاحِبِ مِعراج صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَمضانُ المبارک کے آخِری عَشَرہ یعنی آخِری دس دن) کا اِعْ:تِکاف فرمایا کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ) صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو وفاتِ (ظاہِری) عطا فرمائی۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بعد آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ازواج مُطَہَّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اعتِکاف کرتی رہیں ۔

(صحیح بخاری، ج۱، ص ۶۶۴، حدیث ۲۰۲۶)

عاشقوں کی دھن

محترم قارئین کرام ! یوں تو اعتِکاف کے بے شُمار فضائل ہیں مگر عُشّاق کیلئے تو اتنی ہی بات کافی ہے کہ آخِری عَشَرہ کااِعتِکاف سُنّت ہے۔ یہ تصوُّر ہی ذوق اَفزا ہے کہ ہم پیارے سرکار، مدینے کے تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ایک پیاری پیاری سُنّت اِدا کررہے ہیں۔ عاشِقوں کی تو دُھن یہی ہوتی ہے کہ فُلاں فُلاں کام ہمارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے کیا ہے بس اسی لئے ہمیں بھی کرنا ہے۔ مگر عمل کرنے کیلئے یہ ضَروری ہے کہ ہمارے لئے کوئی شَرعی مُمانعت نہ ہو مَثَلاً اِعتِکاف میں چارپائی بچھانا سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے ثابِت ہے مگر ہم نہیں بچھا سکتے کہ نمازیوں کیلئے جگہ کی تنگی بھی ہو گی اور مسلمانوں کیلئے تشویش کا باعث بھی۔

اونٹنی کے ساتھ پھیرے لگانے کی حکمت

حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت زیادہ مُتَّبِع سنّت تھے۔ انہیں جب بھی کوئی سُنّت معلوم ہوجاتی تو اُس کی بَجاآوری میں کسی قسم کی پَس وپیش کا مُطلقاً بَرہ نہ فرماتے۔ چُنانچِہ ''ایک بار کسی مقام پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹنی کے ساتھ پھیرے لگارہے تھے یہ دیکھ کر لوگوں کو تعجُّب

ہولے۔ پوچھنے پر ارشاد فرمایا: ایک بار میں نے مدینے کے تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو یہاں اسی طرح کرتے دیکھا تھا، لہٰذا آج میں اِس مقام پر اُسی ادائے مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو ادا کر رہا ہوں۔'' (الشفائ، ج۲، ص۳۰

بتاتا ہوں تم کو میں کیا کر رہا ہوں
مجھے شادمانی اسی بات کی ہے
میں پھیرے جو ناقے کو لگوا رہا ہوں
میں سنّت کا ان کی مزا پا رہا ہوں

!ایک بار تو اعتکاف کر ہی لیں

آقا کی سنّتوں کے دیوانو! ہو سکے تو ہر برس ورنہ زندگی میں کم از کم ایک بار تو رَمَضان المبارک کے آخری عَشرہ کا اعتکاف کر ہی لینا چاہئے اور یوں بھی مسجِد میں پڑا رہنا بَہُت بڑی سَعادَت ہے اور مُعتکِف کی تو کیا بات ہے کہ رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ پانے کیلئے اپنے آپ کو تمام مشاغِل سے فارِغ کر کے مسجِد میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے، ''اعتکاف کی خوبیاں بالکل ہی ظاہِر ہیں کیونکہ اس میں بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصل کرنے کیلئے کُلِّیَّۃً (یعنی مکمّل طور پر) اپنے آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ

کی عبادت میں مُنہمک کر دیتا ہے اوران تمام مشاغِلِ دنیا سے کنارہ کش ہوجاتا ہے جواللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور مُعتکِف کے تمام اوقات حَقیقۃً یا حُکماً نَماز میں گزرتے ہیں۔ (کیونکہ نَماز کا اِنتِظار کرنا بھی نماز کی طرح ثواب رکھتاہے) اور اعتِکاف کا مقصودِ اصلی جماعت کے ساتھ نَماز کا اِنتِظار کرنا ہے اور مُعتکِف ان (فِرشتوں) سے مُشابَہت رکھتاہے جواللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جوکچھ انہیں حُکم ملتاہے اسے بجالاتے ہیں،اوران کے ساتھ مُشابَہت رکھتاہے جوشب و روز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح (پاکی) بیان کرتے رَہتے ہیں،اوراس سے اُکتاتے نہیں۔ (فتاوی عالمگیری،ج۱،ص۲۱۲) ''

ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

جو رَمَضانُ المبارَک کے عِلاوہ بھی صِرف ایک دن مسجِد کے اندر اِخلاص کے ساتھ اعتِکاف کرلے اُس کیلئے بھی زبردست ثواب کی بِشارت ہے۔چُنانچِہ اِعتِکاف کی ترغیب دلاتے ہوئے، سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالِک و مختار شَہَنشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: '' جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا وخوشنودی کیلئے ایک دن کااعتِکاف کرے گااللہ عَزَّوَجَل اس کے اور جہنّم کے درمیان تین خَندَقیں حائل کردے گا جن کی (مَسافَت مشرِق ومغرِب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی۔'' (الدرالمنثور،ج۱،ص۴۸۶

سابقہ گناہوں کی بخشش

اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رِوایت ہے کہ سرکارِ ابد قرار، شفیعِ روزِ شمار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ خوشبودار ہے:

مَنِ اعْتَكَفَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(جامع صغیر، ص۵۱۶، الحدیث ۸۴۸۰)

ترجَمہ: ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اعتِکاف کیا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی جائے اعتکاف

حضرتِ سیِّدُنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ماہِ رَمَضان کے آخِری عَشرے کا اعتِکاف فرمایا کرتے تھے۔

حضرتِ سیِّدُنا نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے مسجِد میں وہ جگہ دکھائی جہاں سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

(اعتِکاف فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم، ص ۵۹۷، حدیث ۱۱۷۱

محترم قارئین کرام! مسجدِ نَبَوِی الشَّریف علیٰ صاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام میں جس جگہ ہمارے میٹھے میٹھے آقا مَکّی مَدَنی مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اعتِکاف کیلئے کھجور شریف کی لکڑی وغیرہ سے بنی ہوئی مبارک چارپائی بچھاتے تھے۔ وہاں بطورِ یادگار ایک مبارک ستون بنام ''اُسْطُوانَۃُ السَّرِیر'' آج بھی قائم ہے۔ خوش نصیب عُشاق اس کی زیارت کرتے اور حُصُولِ بَرَکت کیلئے یہاں نَوافِل ادا کرتے ہیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اعتکاف کس جگہ کرنا بہتر ہے؟ (فیضان اعتکاف)۔

اِعتِکاف کیلئے تمام مساجد سے مسجِدُ الحرام شریف افضل ہے، پھر مسجِدُ النَّبَوِیّ الشَّریف عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پھر مسجِد اقصٰی شریف (بیتَ الْمُقَدَّس) پھر ایسی جامع مسجِد جس میں پنج وقتہ باجماعت نَماز ہوتی ہو۔اگر جامع مسجِد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو پھر اپنے مَحَلّہ کی مسجِد میں اعتِکاف کرنا افضل ہے۔

(فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۰۸)

جامع مسجِد ہونا اعتِکاف کے لئے شَرط نہیں بلکہ مسجِد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجِد جماعت وہ ہے جس میں امام ومُؤذِن مقرَّر ہوں اگرچہ اس میں پنج گانہ نَماز نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مُطلَقاً ہر مسجِد میں اعتِکاف صحیح ہے۔اگرچہ وہ مسجِد جماعت نہ ہو۔ (رَدُّالمُحتَار، ج ۳، ص ۴۲۹)

خُصوصاً اِس زمانے میں کہ بعض مسجِدیں ایسی ہیں کہ جن میں نہ امام ہیں نہ مُؤذِن۔

(بہار شریعت ، حصہ ۵، ص ۱۵۱)

معتکف اور احترامِ مسجد

پیارے مُعتکِف بھائیو! چُونکہ آپ کو دس ۱۰ روز مسجِد ہی میں گزارنے ہیں اِس لئے مناسِب یہی ہے کہ چند باتیں اِحتِرامِ مسجِد سے مُتَعَلِّق سیکھ لیجئے۔ دَورانِ اعتِکاف مسجِد کے اندر ضَرورۃً دُنیَوی بات کرنے کی اجازت ہے لیکن دِھیمی آواز کے ساتھ اور اِحتِرامِ مسجِد کو مَلحُوظ رکھتے ہوئے بات کیجئے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ چِلّا کر کسی اسلامی بھائی کو بُلا رہے ہوں اور وہ بھی آپ کو چِلّا کر جواب دے رہا ہو، ''ابے تبے'' اور غُل غَپاڑے سے مسجِد گونج رہی ہو۔ یہ اندازِ ناجائز و گناہ ہے۔ یاد رکھئے! مسجِد میں بِلاضَرورت دُنیَوی بات چیت کی مُعتکِف کو بھی اجازت نہیں۔

ان کو اللہ سے کچھ کام نہیں

سیِّدُنا حَسَن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِّ رَحمت، شفیعِ اُمّت، شَہَنشاہِ نُبُوَّت، تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ ذی شان ہے:

یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ۔

(شُعَب الایمان، ج ۳، ص ۸۷، حدیث ۲۹۶۲)

ترجَمہ: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مساجِد میں دُنیا کی باتیں ہوں گی، تم

ان کے ساتھ مت بیٹھو کہ ان کو اللہ (عَزَّوَجَلَّ) سے کچھ کام نہیں۔

اللہ تیری گمشدہ چیز نہ ملائے

حضرتِ سیِّدُنا ابوہُرَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ مُعطّر پسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّۃً فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا رَدَّھَا اللّٰہُ عَلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا (صحیح مسلم، ص ۲۸۴، حدیث ۵۶۸)

ترجَمہ: جو کسی کو مسجِد میں بآوازِ بلند گمشدہ چیز ڈھونڈتے سنیں تو وہ کہیں، ''اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ گمشدہ شے تجھے نہ ملائے''۔ کیونکہ مسجِدیں اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں۔

مسجد میں جوتے تلاش کرتے پھرنا

محترم قارئین کرام! جو لوگ اپنے جوتے یا کوئی اور چیز گم ہوجانے پر مسجِد میں شور کرتے ہوئے ڈھونڈتے پھرتے ہیں ان کو بیان کردہ حدیثِ مبارک سے درس حاصل کرنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ ہر اُس کام سے مسجد کو بچانا ضَروری ہے جس سے مسجِد کا تقدّس پامال ہوتا ہو۔ دُنیوی باتیں، ہنسی مذاق اور اسی طرح کی لَغویات

کیلئے مسجدیں نہیں بنائی گئیں بلکہ مسجدیں تو عبادتِ الٰہی، کیلئے بنائی گئی ہیں۔ مسجد میں بُلند آواز سے گفتگو کرنے کو صَحابہء کرام علیہم الرضوان کتنا ناپسند کرتے ہیں اس کا اس روایت سے اندازہ لگائیے۔ چُنانچِہ

تو تمہیں سزا دیتا

حضرتِ سیِّدُنا سَائِب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھے کسی نے کنکری ماری۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرتِ سیِّدُنا امیرُ المُؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اُنھوں نے مجھ سے (اشارہ کرکے) فرمایا: ''ان دو شخصوں کو میرے پاس لاؤ!'' میں ان دونوں کو لے آیا حضرت سیِّدُنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے اِستِفْسار فرمایا، ''تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ عرض کی، ''طائف سے۔'' فرمایا، ''اگر تم مدینہ منوّرہ کے رہنے والے ہوتے (کیونکہ وہ مسجد کے آداب بخوبی جانتے ہیں) تو میں تمہیں ضَرور سزا دیتا (کیونکہ) تم رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بُلند کرتے ہو!

(صحیح بخاری، ج۱، ص۱۷۸، حدیث ۴۷۰)

مباح کلام نیکیوں کو کھا جاتا ہے

حضرتِ سیِّدُنا مُلّا علی قاری علیہ رَحمۃُ اللہ الباری، مُحَقِّق عَلَی

،اِنا طلا شیخ ابن ھُمام علیہ رحمۃُاللہ السّلام کے حوالے سے نَقل فرماتے ہیں

اَلْکَلَامُ الْمُبَاحُ فِی الْمَسْجِدِ''

''مَکْرُوْہٌ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ

(مرقاۃالمفاتیح ،ج ۲،ص ۴۴۹)

ترجَمہ)''مسجِدمیں مُباح (یعنی جائز) بات کرنا مکروہِ (تحریمی) ہے اور نیکیوں کو کھاجاتا ہے۔''

سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ سرکارِ والا تبار، بادْنِ پروَردگار دو ۲جہاں کے مالِک ومختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا :

اَلضَّحِکُ فِی الْمَسْجِدِ ظُلْمَۃٌ فِی الْقَبْرِ

(الجامِعُ الصَّغیر، ۳۲۲، حدیث ۵۲۳۱)

''ترجَمہ:''مسجِد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا (لاتا) ہے۔

قبر میں اندھیرا

محترم قارئین کرام ! مذکورہ بالا رِوایات کو بار بار پڑھئے اوراللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے لرزیئے ! کہیں ایسا نہ ہو کہ مسجِد میں داخِل تو ہوئے ثواب کمانے مگر

خوب ہنس بول کر نیکیاں برباد کرکے باہر نکلے کہ مسجد میں دُنیا کی جائز بات بھی نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔ لہٰذا مسجد میں پُرسکون اور خاموش رہئے۔ بیان بھی کریں اس میں توسنجیدگی کے ساتھ کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے لوگوں کو ہنسی آئے۔ نہ خود ہنسئے نہ لوگوں کو ہنسنے دیجئے کہ مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا لاتا ہے۔ ہاں ضَرورتاً مسکرانا منع نہیں۔ مسجد کے اِحترام کا ذِہن بنانے کیلئے دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافِلوں میں سفر کا معمول بنائیے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

معاشرے والوں ! مساجد کا تقدس پامال مت کیجئے ! (فیضان اعتکاف)۔

مسجد کے مُتَعَلِّق 19 مَدَنی پھول

مدینہ ۱: مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حُضُور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ ملائکہ اسے آتے ہوئے ملے اور بولے، ہم ان (مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والوں) کے ہَلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۶، ص ۳۱۲)

مدینہ ۲: روایت کیا گیا ہے کہ جو لوگ غیبت کرتے (جو کہ سخت حرام اور زِنا سے بھی اَشَدّ ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فِرِشتے اللہ عزوجل کے حُضُور ان کی شکایت کرتے ہیں۔'' جب مُباح و جائز بات بِلاضَرورتِ شَرعیّہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو (مسجد میں) حرام و ناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا ! (ایضاً)

مدینہ ۳: درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر کپڑے سیئے۔ (یا ناپ لے) ہاں اگر بچّوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کیلئے بیٹھا تو حرج نہیں۔ اسی طرح کاتِب

(کو (مسجد میں) اُجرت پر کتابت کرنے کی اجازت نہیں۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۱۰

مدینہ ۴: مسجد کے اندر کسی قسم کا کُوڑا ہرگز نہ پھینکیں۔ سیِّدُنا شیخ عبدُالحق مُحدِّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی ''جذبُ القُلوب'' میں نَقل کرتے ہیں کہ مسجد میں اگر خَس (یعنی معمولی سا تنکا یا ذرّہ) بھی پھینکا جائے تو اس سے مسجد کو اس قدر تکلیف پہنچتی ہے جس قدر تکلیف انسان کو اپنی آنکھ میں خَس (یعنی معمولی ذرّہ) پڑ جانے سے ہوتی ہے۔ (جذبُ القُلُوب، ص۲۵۷)

مدینہ ۵: مسجد کی دیوار، اِس کے فَرش، چٹائی یا دَری کے اوپر یا اس کے نیچے تھوکنا، ناک سِنکنا، ناک یا کان میں سے مَیل نکال کر لگانا، مسجد کی دری یا چٹائی سے دھاگہ یا تِنکا (وغیرہ نوچنا سب ممنوع ہے۔ (اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو توبہ کرے

مدینہ ۶: ضَرورتاً اپنے رومال وغیرہ سے ناک پُونچھنے میں کوئی مُضایقہ نہیں۔

مدینہ ۷: مسجد کا کُوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ مت ڈالئے جہاں بے اَدَبی ہو۔

مدینہ ۸: جُوتے اُتار کر مسجِد میں ساتھ لے جانا چاہیں تو گَرد وغیرہ باہَر جھاڑ لیں۔ اگر پاؤں کے تَلووں میں گَرد کے ذَرّات لگے ہوں تو اپنے رومال وغیرہ سے پُونچھ کر مسجِد میں داخِل ہوں۔

مدینہ ۹: مسجِد کے وُضو خانے پر وُضو کرنے کے بعد پاؤں وُضو خانے ہی پر اچّھی طرح خشک کر لیجئے۔ گیلے پاؤں لیکر چلنے سے مسجد کا فرش گندا اور دریاں مَیلی اور بدنُما ہو جاتی ہیں۔

اب ہمارے آقا علیہ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدّدِ دین وملّت مولینا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ملفوظات شریفہ سے بعض آدابِ مسجِد پیش کئے جارہے ہیں:

مدینہ ۱۰: مسجِد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا، جس سے دَھمک پیدا ہو منع ہے۔

مدینہ ۱۱: وُضو کرنے کے بعد اَعضائے وُضو سے ایک بھی چِھینٹ پانی فرشِ مسجد پر نہ گرے۔ (یاد رکھئے! اعضائے وُضو سے وُضو کے پانی کے قطرے فرشِ مسجِد پر گِرانا، ناجائز ہے)

مدینہ ۱۲: مسجِد کے ایک دَرَجے سے دوسرے دَرَجے کے داخِلے کے وَقت (مَثَلاً صحن میں داخل ہوں تب بھی اور صحن سے اندرونی حصّے میں جائیں جب بھی) سیدھا قدم

بڑھایا جائے حتّٰی کہ اگر صَف بچھی ہو اس پر بھی سیدھا قدم رکھیں اور جب وہاں سے ہٹیں تب بھی سیدھا قدم فرشِ مسجد پر رکھیں (یعنی آتے جاتے ہر بچھی ہوئی صَف پر پہلے سیدھا قدم رکھیں) یا خَطِیب جب مِنبر پر جانے کا ارداہ کرے۔ پہلے سیدھا قدم رکھے اور جب اُترے تو (بھی) سیدھا قدم اُتارے۔

مدینہ ۱۳: مسجِد میں اگر چھینک آئے تو کوشش کری ں آہستہ آواز نکلے اسی طرح کھانسی ۔ سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم مسجِد میں زور کی چھینک کو نا پسند فرماتے۔ اِسی طرح ڈکار کو ضَبط کرنا چاہیے اور نہ ہو تو حتّی الْاِمکان آواز دبائی جائے اگرچہ غیرِ مسجِد میں ہو۔ خُصُوصاً مجلس میں یا کسی معظّم (یعنی بزرگ) کے سامنے بے تَہذِیبی ہے۔

حدیث میں ہے، ''ایک شخص نے دربارِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں ڈکار لی آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''ہم سے اپنی ڈکار دُور رکھ کہ دنیا میں جو زیادہ مدّت تک پیٹ بھرتے تھے وہ قیامت کے دن زیادہ مدّت تک (بھوکے رہیں گے۔'' (شَرحُ السُّنّۃ، ج ۷، ص ۲۹۴، حدیث ۲۹۴۴

اور جمائی میں آواز کہیں بھی نہیں نکالنی چاہئے۔ اگرچہ مسجِد سے باہَر تنہا

ہو کیونکہ یہ شیطان کا قہقہہ ہے۔ جماہی جب آئے حَتَّی الِامکان منہ بند رکھیں منہ کھولنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے۔ اگر یوں نہ رُکے تو اُوپر کے دانتوں سے نیچے کا ہونٹ دبالیں۔ اور اس طرح بھی نہ رُکے تو حَتَّی الِامکان منہ کم کھولیں اور اُلٹا ہاتھ اُلٹی طرف سے منہ پر رکھ لیں۔ چُونکہ جماہی شیطان کی طرف سے ہے اور انبیاءِ کرام علیہم الصلٰوۃ والسّلام اس سے محفوظ ہیں۔ لہٰذا جماہی آئے تو یہ تصوّر کریں کہ ''انبیاء کرام علیہمُ الصّلٰوۃ والسّلام کو جماہی نہیں آتی۔'' اِن شآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ فوراً رُک جائے گی۔

(رَدُّالمُحتار، ج ۲، ص ۴۱۳)

مدینہ ۱۴: تمسخُر (مَسخرہ پن) ویسے ہی ممنوع ہے اور مسجِد میں سخت ناجائز۔

مدینہ ۱۵: مسجِد میں ہنسنا منع ہے کہ قبر میں تاریکی (یعنی اندھیرا) لاتا ہے۔ موقع کے لحاظ سے تبسّم میں حَرَج نہیں۔

مدینہ ۱۶: مسجِد کے فرش پر کوئی چیز پھینکی نہ جائے بلکہ آہستہ سے رکھ دی جائے۔ موسِم گرما میں لوگ پنکھا جھلتے جھلتے پھینک دیتے ہیں (مسجِد میں ٹوپی، چادر وغیرہ بھی نہ پھینکیں اسی طرح چادر یا رومال سے فرش اس طرح نہ جھاڑیں کہ

آوار پیدا ہو) یا لکڑی، چھتری وغیرہ رکھتے وقت دُور سے چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اِس کی مُمانَعت ہے۔ غَرَض مسجد کا اِحتِرام ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مدینہ ۱۷: مسجِد میں حَدَث (یعنی رِیح خارِج کرنا) مَنْع ہے ضَرورت ہو تو (جو اعتِکاف میں نہیں ہیں وہ) باہَر چلے جائیں۔ لہٰذا مُعتکِف کو چاہیے کہ ایّامِ اعتِکاف میں تھوڑا کھائے، پیٹ ہلکا رکھے کہ قَضائے حاجت کے وَقت کے سوا کسی وَقت اِخراجِ رِیح کی حاجت نہ ہو۔ وہ اس کے لئے باہَر نہ جاسکے گا۔ (البتّہ اِحاطہ مسجِد میں موجود بیتُ الْخَلاء (میں رِیح خارِج کرنے کیلئے جاسکتا ہے

مدینہ ۱۸: قِبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ مَنع ہے۔ مسجِد میں کسی طرف نہ پھیلائے کہ یہ خِلافِ آدابِ دربار ہے۔ حضرتِ ابراہیم بن اَدھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسجِد میں تَنہا بیٹھے تھے، پاؤں پھیلالیا، گوشہ مسجِد سے ہاتِف نے آواز دی، ''ابراہیم! بادشاہوں کے حُضُور میں یوں ہی بیٹھتے ہیں؟'' مَعاً (یعنی فوراً) پاؤں سمیٹے اور ایسے سَمیٹے کہ وَقتِ اِنتِقال ہی پھیلے۔ (چھوٹے بچوں کو بھی پیار کرتے، اُٹھاتے، لِٹاتے وقت احتیاط کریں کہ ان کے پاؤں قِبلہ کی طرف نہ ہوں اور مُتاتے (پوٹی کرواتے) وقت بھی (ضروری ہے کہ اُس کا رُخ قبلہ کی طرف نہ ہو

مدینہ ۱۹: استعمال شُدہ جُوتا مسجِد میں پہن کر جانا گستاخی و بے ادبی ہے۔
(مُلَخَّصاً از الملفوظ ، حصہ دُوُم، ص ۳۷۷)

مسجدوں کو خوشبودار رکھئے

اُمّ المُؤمِنِی بحضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں '' حُضورِ پُرنور ، شافِعِ یومُ النُّشُور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے مَحلّوں میں مسجِدیں بنانے کا حکم '' دیا اور یہ کہ وہ صاف اور خوشبودار رکھی جائیں۔
(سنن ابی داود، ج ۱، ص ۱۹۷، حدیث ۴۵۵)

ائیر فریشنر سے کینسر ہو سکتا ہے

محترم قارئین کرام ! معلوم ہوا مسجِدیں بنانا اور انہیں عُمُوماً لُوبان اور اگربتّی وغیرہ سے خوشبودار رکھنا کارِ ثواب ہے۔ مگر مسجِد میں دِیا سلائی (یعنی ماچِس کی تیلی) نہ جلایئے کہ اس سے بارُود کی بدبُو نکلتی ہے اور مسجِد کو بدبُو سے بچانا واجِب ہے۔ بارُود کا بَدبُودار دُھواں اندر نہ آنے پائے اتنی دُور باہَر سے لُوبان یا اگربتّی وغیرہ سُلگا کر مسجِد میں لایئے۔ اگر بتّیوں کو کسی بڑے طَشت وغیرہ میں رکھنا ضَروری ہے تاکہ اِس کی

راکھ مسجد کے فرش وغیرہ پر نہ گرے۔ اگر بتّی کے پیکٹ پر اگر جاندار کی تصویر بنی ہوئی ہو تو اُس کو کُھرچ ڈالئے۔ مسجد (نیز گھروں اور کاروں وغیرہ) میں '' ایئر فریشنر سے خوشبو کا چھڑکاؤ مت کیجئے کہ اُس کے کیمیاوی مادّے فَضاء (AIR FRESHNER)'' میں پھیل جاتے اور سانس کے ذَریعے پھیپھڑوں میں پَہُنچ کر نقصان پہنچاتے ہیں۔ایک طِبّی تحقیق کے مطابِق ایئر فریشنر کے استِعمال سے جِلد کا سرطان یعنی ہو سکتا ہے۔(SKINCANCER)

منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام ہے

محترم قارئین کرام ! بھوک سے کم کھانے کی عادت بنایئے یعنی ابھی خواہش باقی ہو کہ ہاتھ روک لیجئے۔ اگر خوب ڈٹ کر کھاتے رہے، اور وَقت بے وَقت سیخ کباب، برگر، آلو چھولے، پتّرے، آئسکریم، ٹھنڈی بوتلیں وغیرہ پیٹ میں پہنچاتے رہے، پیٹ خراب ہو گیا اور خوانخواستہ '' گندہ دَہنی'' یعنی مُنہ سے بدبُو آنے کی بیماری لگ گئی تو سخت امتحان ہو جائے گا، کیوں کہ مُنہ سے بدبُو آتی ہو تو مسجِد کا داخِلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جس وَقت مُنہ سے بدبُو آ رہی ہو اُس وَقت باجماعت نَماز پڑھنے کے لئے بھی مسجِد میں آنا گناہ ہے۔ چُونکہ فکرِ آخِرت کی کمی کے باعِث لوگوں کی بھاری اکثریت میں کھانے کی حرص زیادہ اور آج کل ہر طرف '' فوڈ کلچر'' کا دَور دَورہ ہے، اِس وجہ سے ایک تعداد ہے جن کے منہ سے بدبُو آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بعض اوقات

امام و مُؤذِّن کو بھی گندہ دَہنی کا مرض ہو جاتا ہے، ایسا ہو تو انہیں فوراً چُھٹّیاں لے کر علاج کروانا چاہئے کیوں کہ منہ میں بدبُو ہونے کی صورت میں مسجِد کے اندر داخِل ہونا حرام ہے۔افسوس ! بدبُو دار منہ والے کئی افراد مَعاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ مسجِد کے اندر مُعتکِف بھی ہو جاتے ہیں۔ رَمَضانُ المُبارَک میں کباب سموسے اور دیگر تلی ہوئی چیزیں اور طرح طرح کی مُرغّن غذائیں ٹھونس ٹھانس کر کھانے کے سبب منہ کی بدبُو کے مریضوں میں اِضافہ ہو جاتا ہے ، اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ سادہ غذا اور وہ بھی بھوک سے کم کھائے اور ہاضِمہ دُرُست رکھے ۔ صِرف مُنہ ہی کی بدبُو نہیں ہر طرح کی بدبُو سے مسجِد کو بچانا واجِب ہے۔

منہ میں بدبو ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے

فتاویٰ رضویہ جلد 7 صَفحَہ 384 پر ہے:مُنہ میں بدبُو ہونے کی حالت میں (گھر میں پڑھی جانے والی) نَماز بھی مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجِد جانا حرام ہے جب تک مُنہ صاف نہ کرلے۔ اور دوسرے نَمازی کو اِیذا پہنچنی حرام ہے، اور دوسرا نَمازی نہ بھی ہو تو بھی بدبُو سے ملائکہ کو اِیذا پہنچتی ہے۔ ، حدیث میں ہے:'' جس چیز سے انسان تکلیف مَحسوس کرتے ہیں فِرشتے بھی ان سے تکلیف مَحسوس کرتے ہیں۔ (صحیح (مسلم، ص ۲۸۲، حدیث ۵۶۴

بدبودار مرہم لگا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جس کے بدن میں بدبُو ہو کہ اُس سے نمازیوں کو اِیذا ہو مثلاً مَعاذَاللّٰہ گندہ دَہَن (یعنی جس کو مُنہ سے بدبُو آنے کی بیماری ہو) گندہ بَغَل (یعنی جس کو بغل سے بدبُو آنے کا مرض ہو) یا جس نے خارِش وغیرہ کے باعِث گندھک ملی (یا کوئی سا بدبُو دار مرہم یا لوشن لگایا) ہو اُسے بھی مسجِد میں نہ آنے دیا جائے۔''

(فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ، ج ۸، ص ۷۲)

کچّی پیاز کھانے سے بھی منہ بدبودار ہو جاتا ہے

کچّی مُولی، کچّی پیاز، کچّا لہسن اور ہر وہ چیز کہ جس کی بُو ناپسند ہو اسے کھا کر مسجِد میں اُس وقت تک جانا جائز نہیں جب تک کہ ہاتھ مُنہ وغیرہ میں بُو باقی ہو کہ فِرِشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: ''جس نے پیاز، لہسن یا گِنْدَنا (لہسن سے مشابہ ایک ترکاری) کھائی وہ ہماری مسجِد کے قریب ہر گز نہ آئے۔'' اور فرمایا: ''اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر اس کی بُو دُور کر لو۔'' (صحیح مسلم ص ۲۸۲، حدیث ۵۶۴، دار ابن حزم بیروت)

صدرُ الشَّریعہ بدرُ الطَّریقہ علّامہ مولینا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: '' مسجِد میں کچّا لہسن اور کچّی پیاز کھانا یا کھا کر جانا جائز نہیں جب تک کہ بُو باقی ہو۔ اور یہی حکم ہر اُس چیز کا ہے جس میں بُو ہو جیسے گِنَدنا (یہ لہسن سے ملتی جُلتی ترکاری ہے) مُولی ، کچّا گوشت اور مٹّی کا تیل ، وہ دِیا سَلائی جس کے رگڑنے میں بُو اُٹھتی ہو، رِیاح خارِج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جس کو گندہ دَہنی کا عارِضہ (یعنی منہ سے بد بُو آنے کی بیماری) یا کوئی بد بودار زخم ہو یا کوئی بدبُودار دوا لگائی ہو تو جب تک بُو مُنقَطع یعنی ختم) نہ ہو اُس کو مسجِد میں آنے کی مُمانَعت ہے۔ (بہارِ شریعت ،حصّہ ۳، ص ۱۵۴)

کچّی پیاز والے کچومر اور رائتے سے محتاط رہئے

کچّی پیاز والے چنّے، چھولے ،رائتے اور کچومر نیز کچّے لہسن والے اَچار چٹنی وغیرہ کھانے سے نَماز کے اوقات میں پرہیز کیجئے۔ بعض اوقات کباب سموسے وغیرہ میں بھی کچّی پیاز اور کچّے لہسن کی بُو محسوس ہوتی ہے لہٰذا نَماز سے پہلے ان کو بھی نہ کھایئے۔ایسی بُو والی چیزیں مسجِد میں لانے کی بھی اجازت نہیں۔

بدبودار منہ لیکر مسلمانوں کے مجمع میں جانے کی ممانعت

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں:

مسلمانوں کے مَجمَعوں، درسِ قراٰن کی مجلسوں، عُلَمائے دین و اولیائے کاملین کی

(بارگاہوں میں بدبُودار مُنہ لے کر نہ جاؤ۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص ۲۵

مزید فرماتے ہیں: جب تک مُنہ میں بدبُو رہے گھر میں ہی رہو، مسلمانوں کے جلسوں، مَجمَعوں میں نہ جاؤ۔ حُقّہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کُلّی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہئے۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی فرماتے ہیں: جسے گندہ دَہَنی کی

(بیماری ہو اُسے مسجِدوں کی حاضِری مُعاف ہے۔ (مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص ۲۶

نماز کے اوقات میں کچی پیاز کھانا کیسا؟

سُوال: ''گندہ دَہَن'' کو مسجِد کی حاضِری مُعاف ہے، تو کیا کچّی پیاز والا رائتہ یا کچومر یا ایسے کباب سَموسے جن میں لہسن پیاز برابر پکے ہوئے نہ ہوں اور اُن کی بُو آتی ہو یا مَسلی ہوئی باجرے کی روٹی جس میں کچّا لہسن شامل ہوتا ہے ایسی غذا وغیرہ جماعت سے کچھ دیر پہلے اس نیّت سے کھا سکتے ہیں کہ مُنہ میں بُو ہو جائے اور مسجِد کی جماعت واجِب نہ رہے!

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں۔ مَثَلاً نَمازِ مغرِب کے بعد ایسا کچُومر یا سَلاد وغیرہ نہ کھائے جس میں کچّی مولی یا کچّی پیاز یا کچّا لہسن ہو کیوں کہ عشاء کی نَماز کا وَقت قریب ہوتا ہے اور اِتنی جلدی منہ صاف کرکے مسجِد میں پہنچنا دُشوار۔ ہاں اگر جلد مُنہ صاف کرنا ممکِن ہے یا کسی اور وجہ سے مسجِد کی حاضِری سے معذور ہے مَثَلاً عورت۔ یا نَماز پڑھنے میں ابھی کافی دیر ہے اُس وقت تک بُو خَتْم ہو جائیگی تو کھانے میں مُضایَقہ نہیں۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کچّا لہسن پیاز کھانا کہ بِلاشُبہہ حلال ہے اور اُسے کھا کر جب تک بُو زائِل نہ ہو مسجِد میں جانا ممنوع مگر جو حقّہ ایسا کَثِیف (گاڑھا) و بے اِہتمام ہو کہ مَعَاذَاللہ تَغَیُّرِ باقی (یعنی دیر پا بدبُو) پیدا کرے کہ وقتِ جماعت تک کُلّی سے بھی بَکُلّی (یعنی مکمّل طور پر) زائِل نہ ہو تو قُربِ جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ اب وہ تَرکِ جماعت وتَرکِ سجدہ یا بدبُو کے ساتھ دُخولِ مسجِد کا مُوجِب (سبب) ہوگا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز ہیں اور (یہ شرعی اصول ہے کہ) ہر مُباح فی نَفسِہٖ (یعنی ہر وہ کام جو حقیقت میں جائز ہو مگر) امرِ ممنوع کی طرف مُؤدّی یعنی ممنوع کام کی طرف لے جانے والا) ہو مَمنوع و ناروا (یعنی ناجائز) ہے۔)

(فتاوٰی رضویہ، ج۲۵، ص ۹۴)

منہ کی بدبو معلوم کرنے کا طریقہ

اگر مُنہ میں کوئی تَغَیُّرِ رائحَہ (یعنی بدبُو) ہو تو جتنی بار مسواک اور کلّیوں سے اس (بد بُو) کا اِزالہ (یعنی دُور کرنا ممکن) ہو (اُتنی بار کلیاں وغیرہ کرنا) لازِم ہے، اِس کے لیے کوئی حد مقرّر نہیں۔ بدبُو دار کَثِیف (گاڑھا) بے احتیاطی کا حُقّہ پینے والوں کو اس کا خیال رکھنا) سخت ضَروری ہے اور اُن سے زیادہ سگرٹ والے کو کہ اس کی بدبُو مُرَکَّب تمباکو) سے سخت تر اور زیادہ دیر پا ہے اور ان سب سے زائد اَشَد ضَرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اُس کا جِرم (یعنی دھوئیں کے بجائے خود تَمباکو ہی) دبا رہتا ہے اور منہ اپنی بدبُو سے بسا دیتا ہے۔ یہ سب لوگ وہاں تک مِسواک اور کُلّیاں کریں کہ مُنہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلاً نشان نہ رہے اور اس کا امتحان یوں ہے کہ ہاتھ اپنے مُنہ کے قریب لے جا کر منہ کھول کر زور سے تین بار حَلْق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معاً (فوراً) سونگھیں۔ بغیر اس کے اندر کی بدبُو خود کم محسوس ہوتی ہے اور جب مُنہ میں بدبُو ہو تو مسجِد میں جانا حرام، نَماز میں داخِل ہونا مَنع۔ وَاللہ الہادی۔

(فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ، ج اول، ص ۶۲۳)

منہ کی بدبو کا علاج

اگر کسی چیز کے کھانے کے سبب مُنہ میں بدبُو آتی ہو تو ہرا دھنیہ چبا کر کھایئے نیز گُلاب کے تازہ یا سُوکھے ہوئے پھولوں سے دانت مانجھئے اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ فائدہ ہوگا۔ہاں اگر پیٹ کی خرابی کی وجہ سے بدبُو آتی ہو تو'' کم خوری'' کی سعادت حاصل کرکے بھوک کی بَرَکتیں لوٹنے سے اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ٹانگوں اور بدن کے مختلف حصّوں کے درد، قبض، سینے کی جلن، مُنہ کے چھالے، بار بار ہونے والے نزلے کھانسی اور گلے کے درد، مَسُوڑھوں میں خون آنا وغیرہ بَہُت سارے اَمراض کے ساتھ ساتھ مُنہ کی بدبو سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔ بھوک باقی رہے اس طرح سے کم کھانے میں 80 فیصد اَمراض سے بچت ہو سکتی ہے۔(تفصیلی معلومات کیلئے فیضانِ سنّت کے باب '' پیٹ کا قفلِ مدینہ'' کا مَطالَعہ فرمایئے)اگر نَفس کی حِرص کا علاج ہو جائے تو کئی جسمانی اور روحانی امراض خود ہی دم توڑ جائیں۔

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چَند رانے والے

مُنہ کی بدبو کا مدنی علاج

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ الطَّاہِر۔

مُنْدَرَجہ بالا دُرُود شریف موقع بہ موقع ایک ہی سانس میں گیارہ مرتبہ پڑھ لیجئے اِن شآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ مُنہ کی بدبُو زائِل ہو جائیگی۔ایک ہی

سانس میں پڑھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مُنہ بند کرکے آہستہ آہستہ ناک سے سانس لینا شُروع کیجئے اور مُمکنہ حد تک ہوا پھیپھڑوں میں بھر لیجئے۔اب دُرُود شریف پڑھنا شُروع کیجئے۔ چند بار اس طرح مَشق کریں گے تو سانس ٹوٹنے سے قَبلاِن شآءَ اللّٰہ عَزَوَجَلَّ مکمّل گیارہ بار دُرُود شریف پڑھنے کی ترکیب بن جائے گی۔ مذکورہ طریقے پر ناک سے گہرا سانس لیکر ممکن حد تک روک رکھنے کے بعد مُنہ سے خارِج کرنا صِحّت کیلئے انتہائی مفید ہے۔دن بھر میں جب جب موقع ملے بِالخصُوص کُھلی فَضاء میں روزانہ چند بار تو ایسا کر ہی لینا چاہئے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اسلامی بہنوں کا اعتکاف (فیضان اعتکاف)۔

اسلامی بہنوں کا اعتکاف

اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں،، '' نبیوں کے سلطان ،رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان، محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَمَضانُ المُبارَک کے آخری دس دنوں کا اعتِکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو وفاتِ ظاہری) عطا فرمائی۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بعد آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ازواج مُطَہّرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اِعتِکاف کرتی تھیں۔'' (صحیح بُخاری، ج۱، ص ۶۶۴، حدیث ۲۰۲۶)

اسلامی بہنیں بھی اعتکاف کریں

اِسلامی بَہنوں کو بھی اعتِکاف کی سعادت حاصِل کرنی چاہئے۔ وَیسے بھی جو باحیا اسلامی بہنیں ہیں وہ تو اپنے گھروں کے اندر پردہ نشین ہی ہوتی ہیں کیونکہ گلیوں اور بازاروں میں بے پردہ پھرنا بے حَیا عورَتوں کا کام ہے۔ لہٰذا باحیا اسلامی بہنوں کیلئے اعتِکاف کرنا شاید زیادہ مشکل نہ ہو۔ اگر تھوڑی سی تکلیف ہو بھی تو کیا حَرَج ہے؟ رَمَضانُ المُبارَک کا مہینہ کہاں روز روز آتا

ہے ! پھر دس ہی دنوں کی تو بات ہے۔اسلامی بہنوں کوچُونکہ مسجدِ بَیت (تفصیل آگے آتی ہے) میں جو کہ نہایت ہی مختصر جگہ ہوتی ہے اعتِکاف کرنا ہوتا ہے تو یوں قبر کی بھی یاد تازہ ہو جاتی ہے، کہ بَہُو بیٹیوں اور مُنّے مُنّیوں کی رَونَقوں میں دس دن کونے میں بیٹھنا گِراں گزر رہا ہے تو ناراضی خدا و مصطَفٰے عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی صورت میں تنہا قبر میں ہزاروں سال کس طرح گزارہ ہوگا ؟ اگر آپ دس دن رَمَضانُ المُبارَک میں اپنے گھر میں اِعتِکاف کی حالت میں گزاریں تو کیا عَجَب کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی بَرَکت سے اور اپنی رَحمت سے آپ کی قبر اور مدینۂ مُنَوَّرہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَکْرِیْمًا کے درمیان تمام پردہ ہائے حائل اُٹھادے۔ ہر اسلامی بَہن کو زندگی میں کم از کم ایک بار تو اِس سَعادَت کو حاصِل کرنا ہی چاہئے۔

اسلامی بہنوں کیلئے ۱۲ مَدَنی پھول

مدینہ ۱: اسلامی بہنیں مسجِد میں نہیں صرف مسجدِ بَیت میں اعتِکاف کریں۔ مسجدِ بَیت اُس جگہ کو کہتے ہیں جو عورت گھر میں اپنی نَماز کیلئے مخصوص کر لیتی ہے۔اسلامی بَہنوں کے لئے یہ مُستحَب بھی ہے کہ گھر میں نَماز پڑھنے کیلئے جگہ مقرّر کریں اور اُس جگہ کو پاک وصاف رکھیں اور بہتر یہ ہے کہ اُس جگہ کو چبوترے وغیرہ کی طرح بُلند کر لیں۔ بلکہ اسلامی بھائیوں کو بھی چاہیے کہ

نوافل کیلئے گھر میں کوئی جگہ مقرّر کرلیں کہ نَفل نَماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔
(دُرِّمُختار، رَدّالمُحتار، ج۳، ص۴۲۹)

مدینہ ۲: اگر اسلامی بہن نے نَماز کے لئے کوئی جگہ مقرّر نہیں کر رکھی تو گھر میں اِعتِکاف نہیں کر سکتی البتّہ اگر اُس وَقت یعنی جبکہ اِعتِکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نَماز کیلئے خاص کرلیا تو اُس جگہ اِعتِکاف کر سکتی ہے۔
(دُرِّمُختار، رَدّالمُحتار، ج۳، ص۴۲۹)

مدینہ ۳: کسی اور کے گھر جا کر اسلامی بہن اعتکاف نہیں کر سکتی۔

مدینہ ۴: شوہر کی اجازت کے بِغیر بیوی کیلئے اِعتِکاف کرنا جائز نہیں۔ (رَدّالمُحتار، ج۳ ص۴۲۹)

مدینہ ۵: اگر بیوی نے شوہر کی اجازت سے اِعتِکاف شروع کر دیا، بعد میں شوہر مَنْع کرنا چاہتا ہے تو اب مَنْع نہیں کر سکتا۔ اور اگر مَنْع کرے گا تو بیوی کے ذِمّے اس کی تعمیل واجِب نہیں۔ (عالمگیری، ج۱، ص۲۱۱)

مدینہ ۶: اسلامی بہنوں کے اِعتِکاف کیلئے یہ بھی ضَروری ہے کہ وہ حَیض اور نِفاس سے پاک ہوں کہ ان دنوں میں نَماز، روزہ اور تِلاوت قراٰن حرام ہے۔ (عامہ کُتُب عورت کو بچّہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا رہتا ہے اس کو نِفاس کہتے ہیں۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن اور چالیس رات ہے۔ چالیس دن رات کے بعد

اگر خون بند نہ ہو تو بیماری ہے، غسل کرکے نَماز، روزہ شروع کر دیں۔ اسلامی بہنوں میں یہ عام غَلَط فہمی ہے اور وہ سمجھتی ہیں کہ نفاس کی مدّت مکمّل چالیس دن ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ حکمِ شریعت یہ ہے کہ اگر خون ایک دن میں بند ہو گیا، بلکہ بچّہ ہونے کے بعد فوراً ہی بند ہو گیا تو نِفاس ختم ہوا، غسل کرکے نَماز، روزہ شروع کر دیں۔ حیض کی مدّت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے۔ تین دن اور تین رات کے بعد جب بھی خون بند ہوا فوراً غسل کر لیں اور نماز وغیرہ شروع کر دیں۔ یہاں شوہر والیوں کیلئے کچھ تفصیل ہے اسے بہارِ شریعت حصہ ۲ میں لازِمی ملاحظہ فرمائیں) اور اگر دس دن رات کے بعد خون جاری رہا تو اِستحاضہ یعنی بیماری ہے۔ دس (دن رات پورے ہوتے ہی غسل کرکے نَماز روزہ شروع کردیں

مدینہ ۷: اِعتِکافِ سُنّت شروع کرنے سے قَبْل یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان دنوں میں ماہواری کی تاریخیں آنے والی تو نہیں۔ اگر تاریخیں رَمَضان کے آخِری عَشرہ میں آنے والی ہوں تو اِعتِکاف شروع ہی نہ کریں۔

مدینہ ۸: اگر حالتِ اعتکاف میں عورت کو حیض آجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (بدائع الصنائع، ج۲، ص۲۸۷، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اِس صُورت میں جس دن اس کا اِعتِکاف ٹوٹا ہے صِرف اُس ایک دن کی قَضا اُس

کے ذِمّے واجِب ہوگی۔
(ردالمحتار، ج ۳، ص ۵۰۰، دارالمعرفۃ بیروت)
ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن بہ نیّت قضااِعتِکاف کرلے۔ اگر رَمَضان شریف کے دن باقی ہوں تو رَمَضانُ الْمُبارَک میں بھی قَضا کرسکتی ہے۔اس صورت میں رَمَضانُ الْمُبارَک کا روزہ ہی کافی ہوجائے گا۔ اگر اُن دنوں قضا کرنا نہیں چاہتی یا پاک ہونے تک رَمَضانُ الْمُبارَک خَتْم ہوجائے تو کسی اور دن قَضا کرلے۔ مگر عیدُ الْفِطْر اور دُوالحجّۃِ الْحَرام کی دسویں تا تیرھویں کے علاوہ کہ ان پانچ دنوں کے روزے مکروہِ تحریمی ہیں۔ (اَلدُّرُّالْمُخْتار مَعَہ، رَدّالْمُحْتار، ج ۳، ص ۳۹۱)
قضاکا طریقہ یہ ہے کہ غروبِ آفتاب کے وقت (بلکہ اِحتیاط اس میں ہے کہ چند منٹ مزید قبل) بہ نیّت قضا اعتِکاف مسجدِبیت میں آجائے اور اب جو دن آئے گا اُس کے غُروبِ آفتاب تک معتکف رہے۔ اِس میں روزہ شَرط ہے۔
مدینہ ۹: شَرعی ضَروریات کے بِغیر جائے اِعتِکاف سے نکلنا جائز نہیں۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصّے میں بھی نہیں جاسکتی۔ اگر جائے گی تو اِعتِکاف ٹوٹ جائے گا۔
مدینہ ۱۰: اسلامی بہنوں کیلئے بھی اِعتِکاف کی جگہ سے ہٹنے کے وُہی اَحکام

ہیں جو اسلامی بھائیوں کے ہیں۔یعنی جن ضروریات کی وجہ سے اسلامی بھائیوں کو مسجد سے نکلنا جائز ہے،انہیں کے لئے اسلامی بہنوں کو بھی اعتکاف کی جگہ سے ہٹنا جائز اور جن کاموں کیلئے مَردوں کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں،ان کیلئے اسلامی بہنوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹنا جائز نہیں۔

مدینہ ۸: بہتر یہ ہے کہ اعتکاف کے دوران ساری توجّہ تلاوت، ذکر و دُرود، تسبیحات، دینی مطالعہ سنّتوں بھرے بیانات کی کیسیٹیں سننے اور دیگر عبادات کی طرف رہے، دوسرے کاموں میں زیادہ وقت صَرف نہ کریں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

معتکف کے مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں (فیضان اعتکاف)۔

فنائے مسجد اور متعکف

محترم قارئین کرام !فِنائے مسجِد میں جانے سے اِعتِکاف فاسِد نہیں ہوتا۔ مُعتکِف بِغیر کسی ضَرورت کے بھی فِنائے مسجِد میں جاسکتا ہے۔فِنائے مسجِد سے مُراد وہ جگہیں ہیں جواحاطہ مسجِد (عُرفِ عام میں جس کو مسجِد کہا جاتا ہے) میں واقع ہوں اور مسجِد کی مَصالح یعنی ضَروریاتِ مسجِد کے لئے ہوں ، جیسے مَنارہ ، وُضُو خانہ ،اِستِنجاء خانہ، غُسل خانہ ، مسجِد سے مُتّصِل مَدْرَسہ، مسجِد سے مُلحَق اِمام ومُؤَذِّن وغیرہ کے حُجرے،جُوتے اُتارنے کی جگہ وغیرہ یہ مَقامات بعض مُعامَلات میں حکمِ مسجِد میں ہیں اور بعض مُعامَلات میں خَارِج مسجِد ۔ مَثَلًا یہاں پر جُنُبی (یعنی جس پر غُسل فرض ہو) جاسکتا ہے۔اِسی طرح اِقتداء اور اعتِکاف کے مُعاملے میں یہ مقامات حکمِ مسجِد میں ہیں۔مُعتکِف بِلاضَرورت بھی یہاں جاسکتا ہے۔گویا وہ مسجِد ہی کے کسی ایک حصّے میں گیا۔

متعکف فنائے مسجِد میں جا سکتا ہے

حضرتِ صدرُالشّریعہ، صاحِبِ بہارِ شریعت حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، ''فِنائے مسجِد جو جگہ مسجِد سے باہَر اس سے

مُلحَق ضَروریاتِ مسجِد کیلئے ہے، مَثَلاً جُوتا اُتارنے کی جگہ اور غُسل خانہ وغیرہ اِن میں جانے سے اِعتِکاف نہیں ٹوٹے گا۔''مزید آگے فرماتے ہیں،'' فنائے مسجِد اس مُعاملے میں حُکمِ مسجِد میں ہے''۔

(فتاویٰ امجدیہ، ج ا، ص ۳۹۹)

اِسی طرح مَنارہ بھی فِنائے مسجِد ہے۔ اگر اسکا راستہ مسجِد کی چار دیواری (باؤنڈری وال) کے اندر ہو تو مُعتکِف بِلاتکلُّف اِس پر جا سکتا ہے اور اگر مسجِد کے باہَر سے راستہ ہو تو صرف اذان دینے کے لئے جا سکتا ہے کہ اذان دینا حاجَتِ شَرعی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''بلکہ جب وہ مدارِس متعلّقِ مسجِد حُدودِ مسجِد کے اندر ہیں، ان میں راستہ فاصِل نہیں (جو ان مدارِس کو مسجِد کی چار دیواری سے جدا کردے) صرف ایک فَصِیل (یعنی دیوار) سے صحنوں کا امتیاز کر دیا ہے تو ان میں جانا مسجِد سے باہَر جانا ہی نہیں، یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کا جانا جائز کہ ''وہ گویا مسجِد ہی کا ایک قِطعہ (یعنی حصّہ ہے)۔

رَدُّالْمُحتار (ج ۳، ص ۴۳۶) میں ''بدائعُ الصَّنائع'' کے حوالے سے ہے، اگر مُعتکِف مَنارہ پر چڑھا تو بلااختلاف اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیوں کہ مَنارہ (مُعتکِف کیلئے) مسجد ہی کے حکم) میں ہے۔)

(فتاوی رضویہ جدید، ج ۷، ص ۴۵۳)

دیکھا آپ نے! میرے آقا اعلیحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولی نِعمت، عظیمُ البرَکت، عظیمُ المَرتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین وملّت، حامیِ سنّت، ماحِیِ بدعت، عالِمِ شَرِیعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن نے مسجد سے مُلحَق مدارِس میں بھی مُعتکِف کیلئے بِغیر حاجتِ شرعی جانے کو جائز رکھا اور ان مدارِس کو اِس مُعاملے میں مسجد ہی کا ایک قِطعہ (یعنی حصہ) قرار دیا۔

مسجد کی چھت پر چڑھنا

صحن مسجد کا حصّہ ہے لہٰذا مُعتکِف کو صحنِ مسجد میں آنا جانا بیٹھے رہنا مُطلقاً جائز ہے۔ مسجد کی چھت پر بھی آ جاسکتا ہے لیکن یہ اُس وَقت ہے کہ چھت پر جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو۔ اگر اوپر جانے کیلئے سیڑھیاں اِحاطہ مسجد سے باہَر ہوں تو مُعتکِف نہیں جا سکتا ۔ اگر جائے گا تو اعتکاف

فاسِد ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مُعتکِف غیرِ مُعتکِف دونوں کو مسجِد کی چھت پر بِلا ضَرورت چڑھنا مکروہ ہے کہ یہ بے اَدَبی ہے۔

معتکف کے مسجد سے باہر نکلنے کی صورتیں

اعتِکاف کے دَوران دو وُجوہات کی بِناء پر (احاطہ) مسجِد سے باہَر نکلنے کی اجازت ہے۔

۱) حاجتِ شَرعی)

۲) حاجتِ طَبعی)

حاجتِ شَرعی

حاجتِ شَرعی یعنی جن اَحکام واُمور کی ادائیگی شرعاً ضَروری ہو۔ اور مُعتکِف، اعتِکاف گاہ میں ان کو ادا نہ کرسکے، اُن کو حاجاتِ شَرعی کہتے ہیں۔ مَثَلاً نمازِ جُمُعہ اوراذان وغیرہ۔

حاجتِ شرعی کے مُتَعلّق 3 پَیرے

مدینہ ۱: اگر مَنارے کا راستہ خارِج مسجِد (یعنی اِحاطہ مسجِد سے باہَر) ہو تو بھی اذان کیلئے مُعتکِف بھی جاسکتا ہے کیونکہ اب یہ مسجد سے نکلنا حاجتِ شَرعی کی وجہ سے ہے۔

(رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۶)

مدینہ ۲: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کر رہا ہو جس میں جُمعہ کی نَماز نہ ہوتی ہو تو مُعتکِف کیلئے اس مسجِد سے نِکل کر جُمعہ کی نَماز کیلئے ایسی مسجِد میں جانا جائز ہے جس میں جُمعہ کی نَماز ہوتی ہو۔ اور اپنی اعتِکاف گاہ سے اندازاً ایسے وَقت میں نِکلے کہ خُطبہ شُروع ہونے سے پہلے وہاں پہنچ کر چار ۴ رَکعت سنّت پڑھ سکے اور نَمازِ جُمعہ کے بعد اتنی دیر مزید ٹھہر سکتا ہے کہ چار ۴ یا چھ ۶ رَکعَت پڑھ لے۔ اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرا رہا بلکہ باقی اِعتِکاف اگر وَہیں پورا کر لیا تب بھی اِعتِکاف نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن نَمازِ جُمعہ کے بعد چھ ۶ رَکعَت سے زیادہ ٹھہرنا مکروہ ہے۔

(دُرِ مُختار، رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۷)

مدینہ ۳: اگر اپنے مَحلّے کی ایسی مسجِد میں اعتِکاف کیا جس میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اب جماعت کیلئے نکلنے کی اجازت نہیں کیونکہ اب افضل یہی ہے کہ بِغیر جماعت ہی اِس مسجِد میں نَماز ادا کی جائے۔ (جَدُّالمُمتار، ج ۲، ص ۲۲۲)

حاجتِ طَبعی

حاجتِ طَبعی یعنی وہ ضَرورت جس کے بِغیر چارہ نہ ہو مَثَلاً پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

حاجتِ طَبعی کے متعلّق ۶ پیرے

مدینہ ۱: اِحاطہ مسجِد میں اگر پیشاب وغیرہ کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو پھر ان (چیزوں کے لئے مسجِد سے نکل کر جا سکتے ہیں۔ (دُرِّمُختار مع رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۵

مدینہ ۲: اگر مسجِد میں وُضُوخانہ یا حَوض وغیرہ نہ ہو تو مسجِد سے وُضُو کیلئے جا سکتے ہیں لیکن یہ اِس صورت میں ہے جب کسی لگن یا ٹب میں اِس طرح وُضُو کرنا ممکن نہ ہو کہ (وُضُو کے پانی کی کوئی چھینٹ (اصل) مسجِد میں نہ پڑے۔ (رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۵

مدینہ ۳: اِحتِلام ہونے کی صُورت میں اگر احاطہ مسجِد میں غُسل خانہ نہیں اور نہ ہی کسی طرح مسجِد میں غُسل کرنا ممکن ہو تو غُسلِ جَنابت کے لئے مسجِد سے نکل کر جا سکتے ہیں۔ (رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۵)

مدینہ ۴: قَضائے حاجت کیلئے (جب کے مسجد کے احاطے میں ترکیب نہ ہو) اگر گھر گئے تو طہارت کرکے فوراً چلے آیئے، ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر آپ کا مکان مسجِد سے دور ہے اور آپ کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضَروری نہیں کہ دوست کے یہاں قَضائے حاجت کو جائیں۔ بلکہ اپنے مکان پر بھی جا سکتے ہیں۔ اور اگر خود آپ کے اپنے دو مکان ہیں ایک نزدیک، دوسرا دُور، تو نزدیک والے مکان میں جایئے۔ بعض مشائخ رَحِمَھُمُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، دور والے مکان میں جانے سے اِعتِکاف فاسِد ہو جائے گا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۱۲)

مدینہ ۵: عام طور پر نَمازیوں کی سَہولت کیلئے مسجِد کے اِحاطے میں بیتُ

الخَلا غُسل خانہ ، اِستِنجاء خانہ اور وُضو خانہ ہوتا ہے۔ لہٰذا مُعتکِف انہیں کو استِعمال کرے۔

مدینہ ۶ : بعض مساجِد میں استِنجاء خانوں، غُسل خانوں وغیرہ کے لئے راستہ اِحاطہ مسجد یعنی فِنائے مسجد کے بھی) باہَر سے ہوتا ہے لہٰذا اِن استِنجاء خانوں اور غُسل خانوں) وغیرہ میں حاجتِ طَبعی کے علاوہ نہیں جا سکتے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں (فیضان اعتکاف)۔

اعتکاف کی تعریف

'' مسجد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کیلئے بہ نیّتِ اِعتِکاف ٹھہرنا اِعتِکاف ہے۔'' اس کیلئے مسلمان کا عاقِل اور جَنابت اور حَیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔بُلوغ شرط نہیں نابالغ بھی جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیّتِ اعتِکاف مسجد میں ٹھہرے تواُس کا اعتِکاف صحیح ہے۔(عالمگیری،ج۱،ص۲۱۱)

اعتکاف کے لفظی معنی

اِعتِکاف کے لُغوی معنی ہیں،''دَھرنامارنا'' مطلب یہ کہ مُعتکِف اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہِ عظمت میں اُس کی عبادت پر کمَربَستہ ہو کر دھرنا مار کر پڑا رہتا ہے۔ اس کی یہی دُھن ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا پَروردگار عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہو جائے۔

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

حضرتِ سیِّدُنا عطاء خُراسانی قدسَ سِرّہُ النُّورانی فرماتے ہیں،'' مُعتکِف کی مِثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے در پر آپڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو،''یا اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ جب تک تُو میری مغفِرت نہیں

فرمادے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔'' (شُعَبُ الایمان، ج۳، ص۴۲۶، حدیث ۳۹۷۰)

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہی
(حدائقِ بخشش)

اِعتِکاف کی قسمیں

اِعتِکاف کی تین قسمیں ہیں۔

۱) اعتِکافِ واجِب۔)

۲) اعتِکافِ سُنّت۔)

۳) اِعتِکافِ نَفل۔)

اِعتِکاف واجب

اِعتِکاف کی نَذر (یعنی مَنّت) مانی یعنی زبان سے کہا: ''میں اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ کیلئے فُلاں دن یا اتنے دن کا اِعتِکاف کروں گا۔'' تو اب جتنے بھی دن کا کہا ہے اُتنے دن کا اِعتِکاف کرنا واجِب ہوگیا۔ یہ بات خاص کر یاد رکھئے کہ جب کبھی کسی بھی قسم کی مَنّت مانی جائے اُس میں یہ شَرط ہے کہ مَنّت کے اَلفاظ زبان سے ادا کئے جائیں صِرف دل ہی دل میں مَنّت کی نیّت کر لینے سے مَنّت صحیح نہیں ہوتی۔ (ایسی مَنّت

(کا پورا کرنا واجب نہیں ہوتا) (رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۰

اِعتِکاف سنت

مَنّت کا اعتِکاف مَرد مسجِد میں کرے اور عورت مسجدِبَیت میں۔اِس میں روزہ بھی شَرط ہے۔(عورت گھر میں جو جگہ نَماز کیلئے مخصوص کرلے اسے ''مسجِدِبَیت'' کہتے ہیں)

رَمَضانُ المُبارَک کے آخِری عَشرہ کا اعتِکاف ''سنّتِ مُؤکّدہ عَلَی الکِفایہ'' ہے۔

(دُرِّمُختار معہ رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۰)

یعنی پورے شَہر میں کسی ایک نے کرلیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا اور اگر کسی ایک نے بھی نہ کیا تو سبھی مُجرِم ہوئے۔

(بہارِ شریعت، حصّہ پنجم، ص ۱۵۲)

اِس اعتِکاف میں یہ ضَروری ہے کہ رَمَضانُ المُبارَک کی بیسویں تاریخ کو غُروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجِد کے اندر بہ نیّتِ اعتِکاف موجود ہو اور انتیس کے چاند کے بعد یا تیس کے غُروبِ آفتاب کے بعد مسجِد سے باہَر نکلے۔

(بہارِ شریعت، حصّہ پنجم، ص ۱۵۱)

اگر ۲۰ رَمَضانُ المبارک کو غُروبِ آفتاب کے بعد مسجِد میں داخِل ہوئے تو

اِعتِکاف کی سنّتِ مُؤکّدہ ادا نہ ہوئی بلکہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے مسجِد میں تو داخِل ہو چکے تھے مگر نیّت کرنا بھول گئے تھے یعنی دل میں نیّت ہی نہیں تھی (نیّت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں) تو اِس صورت میں بھی اعتِکاف کی سنّتِ مُؤکّدہ ادا نہ ہوئی۔

اگر غُروبِ آفتاب کے بعد نیّت کی تو نفلی اعتِکاف ہوگیا۔ دل میں نیّت کر لینا ہی کافی ہے زبان سے کہنا شرط نہیں۔ البتّہ دل میں نیّت حاضِر ہونا ضَروری ہے ساتھ ہی زبان سے بھی کہہ لینا زیادہ بہتر ہے :

اِعتِکاف کی نیت اس طرح کیجئے

''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کیلئے رَمَضانُ المُبارَک کے آخِری عَشرہ کے سنّتِ اِعتِکاف کی نیّت کرتا ہوں۔''

اِعتِکاف نفل

نذر اور سنّتِ مُؤکّدہ کے علاوہ جو اعتِکاف کیا جائے وہ مستَحب (یعنی نفلی) و سنّتِ غَیر مُؤکّدہ ہے۔

(بہارِ شریعت ، حصہ ۵، ص ۱۵۲)

اِس کیلئے نہ روزہ شرط ہے نہ کوئی وَقت کی قید۔ جب بھی مسجِد میں داخِل ہوں

اِعتِکاف کی نیّت کر لیجئے۔جب تک مسجِد میں رہیں گے کچھ پڑھیں یا نہ پڑھیں اِعتِکاف کا ثواب ملتا رہے گا،جب مسجِد سے باہَر نکلیں گے اِعتِکاف ختم ہو جائے گا۔ میرے آقا اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :مذہبِ مُفتی بِہ پر (نفلی) اِعتِکاف کیلئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخِل ہو باہر آنے تک کیلئے)اِعتِکاف کی نیّت کرلے ،انتظارِ نماز و ادائے نماز کے ساتھ اِعتِکاف کا بھی ثواب) (پائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ تخریج شدہ ،ج۵،ص ۶۷۴

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:جب مسجد میں جائے اِعتِکاف کی نیّت کرلے،جب تک مسجد ہی (میں رہے گا اِعتِکاف کا بھی ثواب پائے گا۔ (ایضاً ،ج ۸، ص ۹۸

اِعتِکاف کی نیّت کرنا کوئی مشکِل کام نہیں،نیّت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں، اگر دل ہی میں آپ نے ارادہ کرلیا کہ ''میں سنّتِ اِعتِکاف کی نیّت کرتا ہوں۔''یہی کافی ہے اور اگر دل میں نیّت حاضِر ہے اور زَبان سے بھی یہی الفاظ ادا کرلیں تو زیادہ بہتر ہے۔مادَری زَبان میں بھی نیّت ہو سکتی ہے اور اگر عَرَبی میں نیّت یاد کرلیں تو زیادہ مناسِب ہے۔ ہوسکے :تو آپ یہ عَرَبی نیّت یاد کرلیجئے: جیسا کہ ''اَلمَلفُوظ ،حصہ 2،ص 272 پر ہے

نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف

ترجمہ: میں نے سنّتِ اِعتِکاف کی نیّت کی۔

مسجدُ النّبوِیّ الشّریف علیٰ صاحِبِہا الصّلٰوۃ والسّلَام کے قدیم اور مشہور دروازہ ''بابُ الرّحمۃ'' سے داخِل ہوں تو سامنے ہی سُتونِ مبارک ہے اُس پر یاددہانی کیلئے قدیم زمانے سے نُمایاں طور پر نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف لکھا ہوا ہے۔

محترم قارئین کرام! جب بھی آپ کسی عبادت مَثَلاً نَماز، روزہ، اِحرام، طوافِ کَعبہ وغیرہ کی عَرَبی میں نیّت کریں تو اس بات کا خاص خیال رکھئے کہ اس عَرَبی عبارت کے معنٰی بھی آپ سمجھ رہے ہوں کیوں کہ نیّت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اگر آپ نے رَٹی ہوئی ''عَرَبی نیّت'' کے الفاظ ادا کر لئے یا کتاب میں دیکھ کر پڑھ لئے اور دھیان کسی اور طرف لگا ہوا تھا اور ارادہ دل میں موجود نہ تھا تو نیّت سِرے سے ہوگی ہی نہیں۔ مَثَلاً آپ مسجِد میں داخِل ہو کر نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَاف کہیں تو دل میں بھی ارادہ ہونا لازِمی ہے کہ میں یہ اعتِکاف کی نیّت کر رہا ہوں۔ یہ بات خاص طور پر ذِہن نشین کر لیں کہ یہ آخِری عَشَرَہ رَمَضانُ الْمُبارَک کا اعتِکاف نہیں یہ نَفْلی اعتِکاف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے، آپ جب بھی مسجِد سے باہَر نکلیں گے

یہ نفلی اِعتِکاف اُسی وَقت خَتْم ہو جائے گا۔

مسجد میں کھانا پینا

یاد رکھئے ! مسجِد کے اندر کھانے پینے اور سونے کی شَرْعاً اجازت نہیں ، اگر اعتِکاف کی نیّت تھی تو ضِمناً کھانے پینے اور سونے کی اجازت بھی ہو جائے گی ۔ ہمارے یہاں اکثر مساجِد میں دُرُود وسلام وغیرہ کا وِرد ہوتا ہے پھر پانی پر دم کرکے ہمارے بھائی اس کو تَبرُّکاً پیتے ہیں۔ بے شک یہ ایک بَہُت اچّھا عمل ہے۔ البتّہ کسی ا بھائی کی اِعتِکاف کی نیّت نہ ہو تو وہ مسجِد میں یہ پانی نہیں پی سکتا۔ اسی طرح مسجِد کے اندر جس نے اعتِکاف کی نیّت کی ہوئی تھی وُہی مسجِد کے اندر رَمَضانُ الْمُبارَک میں اِفطار کر سکتا ہے۔

مسجِدُ الحرام شریف میں بھی آبِ زم زم شریف پینے ،اِفطار کرنے یا سونے کیلئے اِعتِکاف کی نیّت ہونی چاہئے۔ مسجِدُ النَّبَوِیّ الشَّریف عَلٰی صاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی بِلانیّتِ اعتِکاف، پانی وغیرہ نہیں پی سکتے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لیناضَروری ہے کہ اعتِکاف کی نیّت صِرف کھانے، پینے اور سونے کیلئے نہ کی جائے، ثواب کیلئے کی جائے۔ رَدُّالْمُحتَار (شامی) میں ہے، اگر کوئی مسجِد میں کھانا، پینا یا سونا چاہے تو اعتِکاف کی نیّت کرلے۔ کچھ دیر ذِکْرُاللہ عَزَّوَجَلَّ کرے پھر جو چاہے کرے

(یعنی اب چاہے تو کھاپی یا سو سکتا ہے)۔ (رَدُّالمُحتار، ج ۲، ص ۴۳۵)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (احکام روزہ)۔

محترم قارئین کرام ! روزہ دار کتنا خوش نصیب ہے کہ ہر وَقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصِل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اِفطار کے وَقت وہ جو بھی دُعاء مانگتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اپنے فَضل و کرم سے قَبول فرماتا ہے۔ چُنانچہ سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رِوایت ہے کہ امامُ المُتَوَکِّلین، سیِّدُ القانعین، رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ دلنشین ہے،

''اِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً تَاتُرَدُّ''

(الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۵۳، حدیث ۲۹)

ترجمہ: بے شک روزہ دار کے لئے اِفطار کے وَقْت ایک ایسی دُعاء ہوتی ہے جو رَد نہیں کی جاتی۔''

سَیِّدُنا ابُوہرَیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت، پیکرِ جُود و سخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ رَبُّ العِزَّت عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ پُر عظمت ہے، ''تین شخصوں کی دُعاء رَدّ نہیں کی جاتی

۱) ایک روزہ دار کی (بوَقتِ اِفطار)
۲) دُوسرے بادشاہِ عادِل کی اور)
۳) تیسرے مظلُوم کی۔اِن تینوں کی دُعا اللہ عَزَّوَجَلَّ بادَلوں سے بھی اُوپر اُٹھالیتا ہے) اور آسمان کے دروازے اُس کیلئے کُھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے، ''مجھے ''میری عِزّت کی قَسَم! میں تیری ضَرور مَدَد فرماؤں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہو۔

ہم کھانے پینے میں رہ جاتے ہیں

پیارے روزہ دارو! آپ کو مُبارَک ہو کہ آپ کے لئے یہ بِشارت ہے کہ اِفطار کے وَقْت جو کچھ دُعاء مانگوگے وہ دَرَجہ قَبولیّت تک پَہُنچ کر رہے گی۔ مگر افسوس کہ آج کل ہماری حالت کچھ ایسی عجیب ہوچکی ہے کہ نہ پُوچھو بات! اِفطار کے وَقت ہمارا نَفس بڑی سَخت آزمائش میں پڑجاتا ہے۔ کیونکہ عُموماً اِفطار کے وَقت ہمارے آگے اَنواع واَقسام کے پَھلوں، کباب، سَموسَوں، پکوڑوں کے ساتھ ساتھ گرمی کا موسم ہو تو ٹھنڈے ٹھنڈے شَربت کے جام بھی مَوجود ہوتے ہیں۔ بُھوک اور پیاس کی شِدّت کے سَبَب ہم نِڈھال تو ہو ہی چکے ہوتے ہیں۔ بس جیسے ہی سُورج غُروب ہوا، کھانوں او رشربت پر ایسے ٹوٹ پڑتے ہیں کہ دُعاء یاد ہی نہیں رہتی! دُعاء تو دُعاء ہمارے بے شُمار اِسلامی بھائی اِفطار کے دَوران کھانے پینے میں اس قَدر مُنہمِک ہوجاتے

ہیں کہ ان کو نَمازِ مغرب کی پُوری جَماعت تک نہیں مِلتی۔ بلکہ مَعاذَ اللّٰہ بَعْض تَو اِس قَدَر سُستی کرتے ہیں کہ گھر ہی میں اِفطار کرکے وَہیں پر بِغیر جَماعت نَماز پڑھ لیتے ہیں۔

! !تَوبہ !تَوبہ

جنّت کے طلبگارو ! اتنی بھی غفلت مت کرو ! !نَمازِ باجَماعت کی شَریعت میں نِہایت ہی سَخت تاکید آئی ہے۔اور ہمیشہ یاد رکھو! بِلا کسی صحیح شَرعی مجبوری کے مسجِد کی پنج وَقتہ نَماز کی جَماعت تَرک کردینا گُناہ ہے۔

افطار کی احتیاطیں

بہتر یہ ہے کہ ایک آدھ کھجور سے اِفطار کرکے فوراً اچّھی طرح مُنہ صاف کرلے اور نَمازِ باجماعت میں شریک ہوجائے۔

آج کل مسجِد میں لوگ پھل پکوڑے وغیرہ کھانے کے بعد مُنہ کو اچّھی طرح صاف نہیں کرتے فوراًجماعت میں شریک ہو جاتے ہیں حالاِنکہ غِذا کا معمولی ذرّہ یا ذائِقہ بھی مُنہ میں نہیں ہونا چاہئے کہ ایک فرمانِ مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم یہ بھی ہے: کِراماً کاتِبین (یعنی اعمال لکھنے والے دونوں بُزُرگ فِرِشتوں) پر اس سے زیادہ کوئی بات شدید نہیں کہ وہ جس شخص پر مقرّر ہیں اُسے اِس حال میں نَماز پڑھتا دیکھیں کہ اسکے دانتوں کے

(درمیان کوئی چیز ہو۔'' (طبرانی کبیر، ج ۴، ص ۱۷۷، حدیث ۴۰۶۱

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مُتَعَدَّد احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بندہ نَماز کو کھڑا ہوتا ہے فِرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے یہ جو پڑھتا ہے اِس کے منہ سے نکل کر فِرشتے کے منہ میں جاتا ہے اُس وَقت اگر کھانے کی کوئی شے اُس کے دانتوں میں ہوتی ہے ملائکہ کو اُس سے ایسی سَخت اِیذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی۔

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی رات کو نَماز کیلئے کھڑا ہو تو چاہئے، کہ مِسواک کرلے کیونکہ جب وہ اپنی نَماز میں قراءت (قِرَاءَت) کرتا ہے تو فِرشتہ اپنا منہ اِس کے منہ پر رکھ لیتا ہے اور جو چیز اِس کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخِل ہوجاتی ہے (۔ (کنزُ العُمّال، ج ۹، ص ۳۱۹

اور طَبرانی نے کَبیر میں حضرتِ سیِّدُنا ابو اَیُّوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ دونوں فِرشتوں پر اس سے زِیادہ کوئی چیز گِراں نہیں کہ وُہ اپنے ساتھی کو نَماز پڑھتا دیکھیں اور اس کے دانتوں

میں کھانے کے ریزے پھنسے ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ ،ج ا، ص ۶۲۴تا۶۲۵)

مسجد میں افطار کرنے والوں کو اکثر مُنہ کی صفائی دشوار ہوتی ہے کہ اچھی طرح صفائی کرنے بیٹھیں تو جماعت نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا مشورہ ہے کہ صرف ایک آدھ کھجور کھا کر پانی پی لیں ۔ پانی کو مُنہ کے اندر خوب جُنبِش دیں یعنی ہلائیں تاکہ کھجور کی مٹھاس اور اس کے اجزا چھوٹ کر پانی کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں ضَرورتاً دانتوں میں خِلال بھی کریں۔ اگر مُنہ صاف کرنے کا موقع نہ ملتا ہو تو آسانی اسی میں ہے کہ صِرف پانی سے افطار کر لیجئے۔ مجھے اُن روزہ داروں پر بڑا پیار آتا ہے جو طرح طرح کی نعمتوں کے تھالوں سے بے نیاز ہو کر غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجِد کی پہلی صف میں کھجور ، پانی لیکر بیٹھ جاتے ہیں۔اِس طرح افطار سے جلدی فراغت بھی ملے، منہ کو صاف کرنا بھی آسان رہے اور پہلی صف میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نَماز بھی نصیب ہو۔

افطار کی دعائیَ

ایک آدھ کھجور وغیرہ سے روزہ اِفطار کرلیں اور پھر دُعاء ضَرور مانگ لیا کریں۔ کم از کم کوئی ایک دُعائے مأثُورَہ (قراٰن وحدیث میں جو دعائیں وارد ہو

ئی ہیں انہیں دعائے ماثورہ کہتے ہیں۔) ہی پڑھ لیں۔دو عالم کے مالِک و مختار، مکّی مَدَنی سرکار، محبوبِ پروردگار عَزَّوَجَلَّو صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جو مختلف اَوْقات پر جُدا جُدا دُعائیں مانگی ہیں اُن میں سے کم از کم کوئی ایک دُعاء تو یاد کر ہی لینی چاہیئے۔اِسی کو پڑھ لینا چاہئے۔اِفطار کے بعد کی ایک مشہور دُعاء آگے گُزر چکی ہے۔اِس ضمن میں ایک اور رِوایَت مُلاحَظہ فرمایئے۔چُنانچہ ابوداؤد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی رِوایَت میں آتا ہے کہ سرکارِ مدینۂ منوّرہ، سردارِ مکّۂ مکرّمہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بَوَقتِ اِفطار یہ دُعاء پڑھتے:۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

ترجَمہ: اے اللہ عزوجل میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی عطا کردہ رِزْق سے اِفْطار کیا۔

(سنن ابوداؤد، ج۲، ص۴۴۷، حدیث ۲۳۵۸)

محترم قارئین کرام! گُزشتہ حدیثِ مُبارَک میں فرمایا گیا ہے کہ ''اِفطار کے وَقت دُعاء رَدّ نہیں کی جاتی۔'' بَعض اَوقات قَبولیَّتِ دُعاء کے اظہار میں تاخیر ہو جاتی ہے تو ذِہن میں یہ بات آتی ہے کہ دُعاء آخِر قَبول کیوں نہیں ہوئی! جبکہ حدیثِ مُبارَک میں تو قَبولِ دُعاء کی بِشارت آئی

ہے۔ محترم قارئین کرام ! بظاہر تاخیر سے نہ گھبرائیے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ گرامی حضرتِ رئیسُ المتکلمین سَیِّدُنا نَقی علی خان عَلَیہِ رَحمۃُ الرَّحمٰن :۔اَحسَنُ الْوِعاءِ لِاٰدَابِ الدُّعائِ، ص ۷) پر نَقْل کرتے ہیں)

دعاء کے تین فوائد

اللہ کے محبوب ، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّو صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم : فرماتے ہیں: دُعاء بندے کی ، تین باتوں سے خالی نہیں ہوتی

۱) یا اُس کا گُناہ بخشا جاتا ہے۔یا)

۲)اُسے فائِدہ حاصِل ہوتا ہے۔یا)

۳) اُس کے لئے آخِرت میں بَھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ آخِرت میں اپنی) دُعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دُنیا میں مُستَجاب (یعنی مَقبول) نہ ہوئی تھیں تمنّا کرے گا،کاش !دُنیا میں میری کوئی دُعاء قَبول نہ ہوتی اور سب یہیں (یعنی آخِرت) کے واسطے جمع ہو جاتیں۔

(اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب،ج ۲،ص ۳۱۵)

محترم قارئین کرام ! دیکھا آپ نے !دُعاء رائِگاں تَو جاتی ہی نہیں۔اِس کا

دُنیا میں اگر اثر ظاہِر نہ بھی ہو تَو آخِرت میں اَجْر و ثواب مِل ہی جائے گا۔ لہٰذا دُعاء میں سُستی کرنا مُناسِب نہیں۔

فیضان سنت کا فیضان۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

قَضاء اور کفارے کے احکام (احکام روزہ)۔

اب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ''کے بارہ حُرُوف کی نِسبت سے ''۱۲پیرے'' ان چیزوں کے مُتَعَلِّق بیان کئے جاتے ہیں جن کے کرنے سے صِرف قَضاء لازِم آتی ہے۔ قَضاء کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلے رَمَضانُ الْمُبارَک کے بعد قَضاء کی نِیَّت سے ایک روزہ رکھ لیں۔

قَضاء کے بارے میں ۱۲پیرے

مدینہ ۱: یہ گُمان تھا کہ صُبْح نہیں ہوئی اور کھایا پیا یا ،جِماع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صُبْح ہوچکی تھی تو روزہ نہ ہوا،اِس روزہ کی قَضاء کرنا ضَروری ہے یعنی اِس روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا ہوگا۔ (رَدُّالْمُحتَار،ج ۳،ص ۳۸۰)

مدینہ ۲: کھانے پر سَخت مجبور کیا گیا یعنی اِکْراہِ شرعی پایا گیا۔اب چُونکہ مجبوری ہے،لہٰذا خواہ اپنے ہاتھ سے ہی کھایا ہو صِرف قَضاء لازِم ہے۔ (دُرِّ مُختار،ج ۳،ص ۴۰۲)

اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی قتل یا عُضو کاٹ ڈالنے یا شدید مار لگانے کی صحیح دھمکی دے کر کہے کہ روزہ توڑ ڈال اگر روزہ دار یہ سمجھے کہ دھمکی

دینے والا جو کچھ کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا۔ تو اب '' اکراہِ شرعی'' پایا گیا اور ایسی صورت میں روزہ توڑ ڈالنے کی رخصت ہے مگر بعد میں اِس روزہ کی قضا لازِمی ہے۔

مدینہ ۳: بُھول کر کھایا، پیا یا جِماع کیا تھا یا نظر کرنے سے اِنزال ہوا تھا یا اِحتِلام ہوا یا قَے ہوئی اور ان سب صُورَتوں میں یہ گُمان کیا کہ روزہ جاتا رہا۔ اب قَصْداً کھالیا تو (صِرف قَضاء فَرض ہے۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۷۵

مدینہ ۴: روزہ کی حالت میں ناک میں دَوا چڑھائی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اِس کی قَضاء (لازِم ہے۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۷۶

مدینہ ۵: پتھَر، کَنکر، (ایسی) مِٹّی (جو عادَتاً نہ کھائی جاتی ہو) رُوئی، گھاس، کاغذ وغیرہ ایسی چیزیں کھائیں جن سے لوگ گِھن کرتے ہوں۔ اِن سے بھی روزہ تو ٹوٹ گیا مگر (صِرف قَضاء کرنا ہوگا۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۳۷۷

مدینہ ۶: بارِش کا پانی یا اَوْلا حلْق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور قَضاء لازِم ہے۔ (دُرِّ (مُختار، ج ۳، ص ۳۷۸

(مدینہ ۶: بَہُت سارا پسینہ یا آنسو نِگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، قَضاء کرنا ہوگا۔ (اَیْضاً

مدینہ ۷: گُمان کیا کہ ابھی تو رات باقی ہے، سَحَری کھاتے رہے اور بعد میں پتا چلا کہ سَحَری کا وَقْت خَتْم ہوچُکا تھا۔ اِس صُورت میں بھی روزہ گیا اور

(قَضاء کرنا ہوگا۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج ۳، ص ۳۸۰

مدینہ ۸: اِسی طرح گمان کرکے کہ سُورج غُروب ہوچُکا ہے۔ کھاپی لیااور بعد میں معلوم ہوا کہ سورج نہیں ڈوبا تھا جب بھی روزہ ٹوٹ گیا اور قضاء کریں۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج ۳ (ص ۳۸۰،

مدینہ ۹: اگر غُروبِ آفتاب سے پہلے ہی سائرن کی آواز گُونج اُٹھی یا اذانِ مَغْرِب شُروع ہو گئی اور آپ نے روزہ اِفْطار کرلیا۔ اور پھر بعد میں معلوم ہوا کہ سائرَن یا اَذان تَو وَقْت سے پہلے ہی شُروع ہوگئے تھے۔ اِس میں آپ کا قُصُور ہو یا نہ ہو بَہَر (حال روزہ ٹوٹ گیا اِسے قضاء کرنا ہوگا۔ (ماخوذ مِن رَدِّالْمُحتَار، ج ۳، ص ۳۸۳

مدینہ ۱۰: آج کل چُونکہ لاپرواہی کا دَور دَورہ ہے اِس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے روزے کی خُود حِفاظت کرے۔ سائرَن، ریڈیو، ٹی. وی. کے اِعلان بلکہ مسجِد کی اذان پر بھی اِکتِفاء کرنے کے بجائے خُود سَحَری و اِفْطار کے وَقْت کی صحیح صحیح معلومات حاصِل کرے۔

مدینہ ۱۱: وُضُو کررہے تھے پانی ناک میں ڈالا اور دِماغ تک چڑھ گیا یا حَلْق کے نیچے اُتر گیا، روزہ دار ہونا یاد تھا تَو روزہ ٹوٹ گیا اور قَضاء لازِم ہے۔ ہاں اگر اُس وَقْت روزہ (دار ہونا یاد نہیں تھا تَو روزہ نہ گیا۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۲

کفارے کے احکام

محترم قارئین کرام ! رَمَضانُ المُبارَک کا روزہ رکھ کر بِغیر کسی صحیح مجبوری کے جان بُوجھ کر توڑ دینے سے بَعض صُورتوں میں صِرف قَضاء لازِم آتی ہے اور بَعض صُورتوں میں قَضاء کے ساتھ ساتھ کَفّارہ بھی لازِم ہوجاتا ہے۔اِس کے بارے میں چند اَحکام لَے ان ہوں اِس سے پہلے یہ ذِہن نشین کرلیجئے کہ روزہ کا کَفّارہ کیا ہے۔

روزہ کے کَفّارہ کا طریقہ

روزہ توڑنے کا کَفّارہ یہ ہے کہ مُمکِن ہو تو ایک باندی یا غُلام آزاد کرے اور یہ نہ کرسکے مَثَلاً اِس کے پاس نہ لونڈی ،غُلام ہے نہ اتنا مال کہ خرید سکے ، یا مال تو ہے مگر غُلام مُیَسَّر نہیں، جیسا کہ آج کل لونڈی غُلام نہیں ملتے ۔تو اب بَے دَرْبَے ساٹھ روزے رکھے۔یہ بھی اگر ممکِن نہ ہو تو ساٹھ مِسکینوں کو پیٹ بھر کر دونوں وَقت کھانا کِھلائے یہ ضروری ہے کہ جس کو ایک وقت کھلایا دوسرے وقت بھی اُسی کو کھلائے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ساٹھ مساکین کو ایک ایک صَدَقۂ فِطر یعنی تقریباً دو کلو ۵۰ گرام گیہوں یا اُس کی رقم کا مالک کر دیا جائے ۔ ایک ہی مسکین کو اکٹھے ساٹھ صَدَقَہ فِطر نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ کر سکتے ہیں کہ ایک ہی کو ساٹھ دن تک روزانہ ایک ایک صَدَقَہ فِطر دیں۔ رَوزوں کی صُورت میں (دَورانِ کَفّارہ) اگر

درمیان میں ایک دِن کا بھی روزہ چُھوٹ گیا تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے پہلے کے روزے شاملِ حِساب نہ ہوں گے اگرچہ اُنسٹھ رکھ چُکا تھا۔ چاہے بیماری وغیرہ کسی بھی عُذر کے سَبَب چُھوٹا ہو۔ ہاں عورت کو اگر حَیض آ جائے تو حَیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے، یہ ناغے شُمار نہیں کئے جائیں گے۔ یعنی پہلے کے روزے اور حَیض کے بعد والے دونوں مِل کر ساٹھ ہو جانے سے کَفّارہ ادا ہو جائے گا۔ (مُلَخَّص از ردالمحتار، ج ۳، ص ۳۹۰)

جو کوئی رات سے ہی روزے کی نِیَّت کر چکا ہو اور پھر صُبح یا دِن میں کسی بھی وَقْت بلکہ اگر اِفْطار سے ایک لَمحہ بھی قَبل کسی صحیح مجبُوری کے غیر کسی ایسی چیز جس سے طبیعتِ اِنسانی نفرت نہ کرتی ہو (مَثَلاً کھانا، پانی، چائے، پھَل، بِسکُٹ، شربت، شہد، مِٹھائی وغیرہ وغیرہ) سے عَمداً (یعنی جان بوجھ کر) روزہ توڑ ڈالے تو اب رَمَضان شریف کے بعد اِس روزہ کی قَضاء کی نِیَّت سے ایک روزہ رکھنا ہوگا۔ اور پھر اُس کا کَفّارہ بھی دینا ہوگا۔ جس کا طریقہ گُزرا۔

'' یااللہ کرم کر ''

کے گیارہ حُرُوف کی نسبت سے کَفّارہ سے مُتَعَلِّق 11 پَیرے

مدینہ ۱: رَمَضانُ المُبارَک میں کسی عاقِل بالِغ مُقیم (یعنی جو مُسافِر

نہ ہو) نے ادائے روزۂ رَمَضان کی نِیَّت سے روزہ رکھااور بِغیر کسی صحیح مجبوری کے جان بُوجھ کر جِماع کیا یا کَروایا، یا کوئی بھی چیز لَذَّت کے لئے کھائی یا پی تو روزہ ٹوٹ (گیااور اِس کی قَضاء اور کَفّارہ دونوں لازِم ہیں۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۸۸

مدینہ ۲: جس جگہ روزہ توڑنے سے کَفّارہ لازِم آتا ہے، اُس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزۂ رَمَضانُ الْمُبَارَک کی نِیَّت کی ہو۔ اگر دِن میں نِیَّت کی اور توڑدیا تو کَفّارہ (لازِم نہیں۔ صرف قَضاء کافی ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ، ج۱، ص۱۸۰

مدینہ ۳: قَے آئی یا بُھول کر کھایا یا جِماع کیا اور اِن سب صُورتوں میں اِسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر بھی کھالیا تو کَفّارہ لازِم نہیں۔

(رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۷۵)

مدینہ ۴: اِحتِلام ہوا اور اسے معلوم بھی تھا کہ روزہ نہ گیا اِس کے باوُجود کھالیا تو کَفّارہ (لازِم ہے۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج۳، ص۳۷۵

مدینہ ۵: اپنا لُعاب تُھوک کر چاٹ لیا۔ یا دُوسرے کا تُھوک نِگل لیا تو کَفّارہ نہیں مگر مَحبوب کا لذّت یا مُعَظِّمِ دینی (یعنی بُزُرگ) کا تَبَرُّک کے طور پر تُھوک نِگل لیا تو کَفّارہ (لازِم ہے۔ (عالمگیری، ج۱، ص۲۰۳

مدینہ ۶: خَرْبُوزہ یا تَرْبُوز کا چھِلکا کھایا۔ اگر خُشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ

(اِس کے کھانے سے گھِن کرتے ہوں، توکَفّارہ نہیں، ورنہ ہے۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۲۰۲

مدینہ ۷: کچّے چاول، باجرہ، مَسُوْر، مُونگ کھائی تو کَفّارہ لازِم نہیں، یہی حُکم کچّے جَو کا ہے اور بُھنے ہوئے ہوں تو کَفّارہ لازِم۔

(عالمگیری، ج۱، ص ۲۰۲)

مدینہ ۸: سَحَری کا نِوالہ مُنہ میں تھا کہ صُبحِ صادِق کا وَقْت ہوگیا، یا بُھول کر کھا رہے تھے، نِوالہ مُنہ میں تھا کہ یاد آگیا، پھر بھی نِگل لیا تو اِن دونوں صُورتوں میں کَفّارہ واجِب ہوگیا۔

(عالمگیری، ج۱، ص ۲۰۳)

مدینہ ۹: باری سے بُخار آتا تھا اور آج باری کا دِن تھا لہٰذا یہ گُمان کرکے کہ بُخار آئے گا، روزہ قصداً توڑ دیا تو اِس صُورت میں کَفّارہ ساقِط ہے (یعنی کَفّارہ کی ضَرورت نہیں صرف قَضاء کافی ہے) یُوں ہی عورت کو مُعَیَّن تاریخ پر حَیض آتا تھا اور آج حَیض آنے کا دِن تھا اُس نے قَصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کَفّارہ ساقِط ہوگیا۔ (یعنی کَفّارہ کی ضَرورت نہیں صرف قَضاء کافی ہے)۔

(دُرِّ مُختار، رَدُّالمُحتار، ج۳، ص۳۹۱)

مدینہ ۱۰: اگر دو روزے توڑے تو دونوں کیلئے دو کَفّارے دے اگرچہ پہلے کا اَبھی کَفّارہ ادا نہ کیا تھا جبکہ دونوں دو رَمَضان کے ہوں اور اگر دونوں

روزے ایک ہی رَمَضان کے ہوں اور پہلے کا کَفّارہ نہ ادا کیا ہو تو ایک ہی کَفّارہ دونوں کیلئے کافی ہے۔

(الجَوْہَرۃ النیرۃ، ج۱، ص ۱۸۲)

مدینہ ۱۱: کَفّارہ لازِم ہونے کے لئے یہ بھی ضَروری ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا اَمْر واقع نہ ہوا ہو جو روزہ کے مُنافی ہے یا بِغیر اختیار ایسا اَمْر نہ پایا گیا ہو جس کی وجہ سے روزہ توڑنے کی رخصت ہوتی مثلاً عورت کو اس دن حیض یا نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن میں ایسا بیمار ہوا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کَفّارہ ساقِط ہے اور سفر سے ساقِط نہ ہوگا کہ یہ اختیاری اَمْر ہے۔

(الجَوْہَرۃ النیرۃ، ج۱، ص ۱۸۱)

مدینہ ۱۲: جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کَفّارہ لازِم نہیں ان میں شرط ہے کہ ایک بار ایسا ہوا ہو اور معصیّت (یعنی نافرمانی) کا قصد (ارادہ) نہ کیا ہو ورنہ ان میں کَفّارہ (دینا ہوگا۔ (اَلدُّرُ الْمُخْتار وَرَدُّ الْمُحْتار، ج۳، ص ۴۴۰

! روزہ برباد ہونے سے بچاو

محترم قارئین کرام! آج کل اسلامی معلومات سے اکثر مسلمان بِالکل کورے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور ایسی ایسی غَلطیاں کرتے ہیں کہ بعض اوقات عِبادَت ہی

ضائع ہو جاتی ہے۔ افسوس ! کہ اب تمام تر توجُّہ صِرف اور صِرف دُنیَوی عُلُوم وفُنُون کے حُصُول پر ہی ہے۔آہ ! اب سنّتیں سیکھنے کیلئے، عِبادات کے اَحکامات کی معلومات حاصِل کرنے کیلئے ہماری اکثریت کو فُرصَت ہے نہ شوق ۔ بلکہ اگر کوئی دَرد مَندِ اسلامی بھائی سمجھانے کی کوشِش کرے بھی تو ناگوار گُزرتا ہے ۔ عِبادات میں اِس قَدر غَلَط باتیں خَل: ط ئل: ط ہو گئی ہیں کہ پناہِ خُدا عزوجل ! اِنہیں میں سے سَحَری اور اِفطار بھی ہے۔اِن کے بارے میں بھی بعض لوگ طرح طرح کی باتیں بتاتے ہیں اور پھر اُس پر ضِد بھی کرتے ہیں ۔ مَثَلاً سَحَری کے آخِری وَقت کے بارے میں بَعض لوگ کہہ دیتے ہیں ،''جب تک صُبح کا اِتنا اُجالا پھیل جائے کہ چِیُونٹیاں نظر آنے لگیں اُس وَقت تک سَحَری کا وَقت باقی رہتا ہے۔''!!!!اِسی طرح کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک فَجر کی اذان کی آواز آتی رہے سَحَری کھانے پینے میں مُضایقہ نہیں اور جہاں کئی کئی اذانوں کی آوازیں آتی ہیں وہاں آخِری اذان کی آواز خَتْم ہونے تک کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ عَجب تماشہ ہے ! ذرا سوچئے تو سہی !اگر آپ ایسی جگہ ہوں جہاں اذان کی آواز ہی نہ آئے تو اب کیا کریں گے ؟ اللہ عزوجل کی عِبادَت کا ذوق رکھنے والو ! اپنی عِبادَت کو چند منٹوں کی غَفلت کے سَبَب برباد مت کیجئے۔ سَحَری کے بَیان میں بھی سورۃُ البَقَرہ کی ۔۔ یہ آیت مُقَدّسہ گُزری ،اِس کو پھر بَغور مُلاحَظہ فرمایئے :

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

(پ ۲، البقرہ ۱۸۷)

ترجَمہ کنزالایمان: اور کھاؤ اور پیئو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہِر ہو جائے سَپید ی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پَو پھٹ کر۔ پھر رات آنے تک روزے پُورے کرو۔

ظاہِر ہے اِس آیَتِ مُقدّسہ میں نہ چیُونٹیوں کا تذکِرہ ہے نہ اذانِ فَجر کا۔ بلکہ صبحِ صادِق کا ذِکر ہے۔ لہٰذا اذان کا اِنتِظار نہ کیا کریں، مُخبِر نَقشَہ نِظامُ الاَوقات (ٹائم ٹیبل) میں صُبحِ صادِق اور غُروبِ آفتاب کا وَقت دیکھ کر اُسی کے مُطابِق سَحَری و اِفطار کیجئے۔

اے ہمارے پیارے پیارے اللہ عزوجل ہمیں عَین شریعت وسُنّت کے مطابِق ماہِ رَمَضانُ المبارَک کا اِحتِرام کرنے، اِس میں روزے رکھنے، تَراویح ادا کرنے، تِلاوت کلامِ پاک اور نوافِل کی کثرت کرنے کی تَوفیق مَرحمت فرما۔ اور ہماری عِبادَات قَبول فرما اور مَحض اپنے فضل و کرم سے ہماری مغفِرت فرما۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزہ نہ رکھنے کی مجبوریاں (احکام روزہ)۔

روزہ نہ رکھنے کی مجبوریاں (احکام روزہ)۔

محترم قارئین کرام ! بعض مجبوریاں ایسی ہیں جن کے سَبَب رَمَضانُ الْمُبارَک میں روزہ نہ رکھنے کی اِجازت ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ مجبوری میں روزہ مُعاف نہیں وہ مجبوری خَتْم ہو جانے کے بعد اس کی قَضاء رکھنا فَرض ہے۔ البتّہ قَضاء کا گُناہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ''بہارِ شریعت'' میں ''دُرِّمُختار'' کے حَوالہ سے لکھا ہے کہ سَفَر و حَمل اور بچّہ کو دُودھ پلانا اور مَرض اور بُڑھاپا اور خوفِ ہَلاکت واِکراہ یعنی (اگر کوئی جان سے مار ڈالنے یا کسی عُضو کے کاٹ ڈالنے یا سخت مار مارنے کی صحیح دھمکی دے کر کہے کہ روزہ توڑ ڈال اگر روزہ دار جانتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے وہ کر گزرے گا تو ایسی صورت میں روزہ فاسِد کر دینا یا ترک کرنا گناہ نہیں۔ ''اِکراہ سے مُراد یہی ہے'') ونُقصانِ عَقل اور جِہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عُذر ہیں اِن وُجُوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گُناہ گار نہیں ۔ (دُرِّمُختار، رَدُّالْمُحتار، ج ۳، ص ۴۰۲)

سفر کی تعریف

دَورانِ سَفَر بھی روزہ نہ رکھنے کی اِجازت ہے۔سَفَر کی مِقدار بھی ذِہن نشین کر لیجئے۔سَیِّدی ومُرشِدی امامِ اَہلِسُنَّت ،اعلیٰ حضرت، مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرحمٰن کی تحقیق کے مُطابِق شَرعاً سَفَر کی مِقدار ساڑھے ستاون میل (یعنی تقریباً بانوے کلومیٹر) ہے جو کوئی اِتنی مِقدار کا فاصِلہ طے کرنے کی غَرَض سے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہَر نِکل آیا، وہ اب شرعاً مُسافِر ہے۔اُسے روزہ قَضاء کرکے رکھنے کی اِجازت ہے اور نَماز میں بھی وہ قَصْر کرے گا۔مُسافِر اگر روزہ رکھنا چاہے تَو رکھ سکتا ہے مگر چار رَکْعَت والی فَرض نَمازوں میں اُسے قَصر کرنا واجِب ہے۔نہیں کرے گا تَو گُنہگار ہوگا۔اور جَہالَتاً (یعنی علم نہ ہونے کی وجہ سے) پوری (چار) پڑھی تو اس نَماز کا (پھیرنا بھی واجب ہے۔ (مُلَخَّصاً فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ ،ج۸،ص۲۷۰

یعنی معلومات نہ ہونے کی بِناء پر آج تک جتنی بھی نمازیں سفر میں پوری پڑھی ہیں ان کا حساب لگا کر چار رکعتی فرض قصر کی نیّت سے دو دو لوٹانے ہوں گے۔ہاں مسافر کو مقیم امام کے پیچھے فرض چار پورے پڑھنے ہوتے ہیں سنتیں اور وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں ۔قَصْر صِرف ظُہر ،عَصْر اور عِشاء کی فَرض رَکْعَتوں میں کرنا ہے۔یعنی اِن میں چار رَکْعَت فَرض کی جگہ دو رَکْعَت ادا کی جائیں گی۔باقی سُنَّتوں اور وِتْر کی رَکْعَتیں پُوری ادا کی جائیں

گی۔ دُوسرے شہر یا گاؤں وغیرہ میں پہنچنے کے بعد جب تک پندرہ دِن سے کم مُدّت تک قِیام کی نِیّت تھی مُسافِر ہی کہلائے گا اور مُسافِر کے اَحکام رہیں گے۔ اور اگر مُسافِر نے وہاں پہنچ کر پندرہ دِن یا اُس سے زِیادہ قِیام کی نِیّت کر لی تو اب مُسافِر کے اَحکام خَتْم ہو جائیں گے۔ اور وہ مُقیم کہلائے گا۔ اب اسے روزہ بھی رکھنا ہوگا اور نَماز بھی قَصْر نہیں کرے گا۔ سفر کے متعلق ضروری اَحکام کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے (بہارِ شریعت حصّہ چہارم کے باب '' نمازِ مسافِر کا بیان '') کا مُطالَعہ فرمائیں۔

معمولی بیماری کوئی مجبوری نہیں

کوئی سخت بیمار ہو اور اُسے روزہ رکھنے کی صُورت میں مَرض بڑھ جانے یا دیر میں شِفا یابی کا گُمانِ غالِب ہو تو ایسی صُورت میں بھی روزہ قَضاء کرنے کی اِجازت ہے۔ (اِس کے تفصیلی اَحکام آگے آ رہے ہیں) مگر آج کل دیکھا جاتا ہے کہ معمولی نَزلہ، بُخار یا دَرْدِ سَر کی وجہ سے لوگ روزہ تَرک کر دیا کرتے ہیں یا مَعَاذَاللّٰہ عزوجل رکھ کر توڑ دیتے ہیں، ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کسی صحیح شَرعی مجبوری کے بِغیر کوئی روزہ چھوڑ دے اگرچہ بعد میں ساری عُمْر بھی روزے رکھے، اُس ایک روزے کی فضیلت کو نہیں پا سکتا۔

محترم قارئین کرام! اِس سے قَبل کہ روزہ نہ رکھنے کے اَعذار (یعنی مجبوریوں) کا تفصیلی بَیان کیا جائے گا لفظ '' کرم '' کے تین حُرُوف کی نسبت سے تین

احادیثِ مُبارکہ بَیان کیجاتی ہیں۔

سَفر میں چاہے روزہ رکھو، چاہے نہ رکھو

مدینہ ۱: اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایت فرماتی ہیں، حضرتِ سَیِّدُنا حَمزہ بن عَمرو اَسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہُت روزے رکھا کرتے تھے۔اُنھوں نے تاجدارِ رسالت ، شَہَنشاہِ نُبُوَّت، پیکرِ جُود و سخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ رَبُّ العِزَّت عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے دریافت کیا، سَفر میں روزہ رکھوں؟ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چاہے رکھو، چاہے نہ رکھو۔'' (صحیح بُخاری، ج۱، ص۶۴۰، حدیث ۱۹۴۳)

مدینہ ۲: حضرتِ سَیِّدُنا ابُو سَعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں، سَولہویں رَمَضانُ المُبارَک کو سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہم جِہاد میں گئے، ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا۔نہ تو روزہ داروں نے غَیر روزہ داروں پر عَیب لگایا اور نہ اِنھوں نے اُن پر۔ (صحیح مُسلم، ص۵۶۴، حدیث ۱۱۱۶)

مدینہ ۳ : حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک کَعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ مَدینے کے تاجدار، غریبوں کے غمگسار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ خوشگوار ہے: اللہ عزوجل نے مُسافِر سے آدھی نَماز مُعاف فرمادی ۔ (یعنی چار رَکعَت والی فَرْض نَماز دو رَکعَت پڑھے) اور مُسافِر اور دُودھ پِلانے والی اور حامِلہ سے روزہ مُعاف فرمادیا۔ (کہ اجازت ہے اُس وَقْت نہ رکھیں بعد میں وہ (مِقْدار پُوری کرلیں) (جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۰، حدیث ۷۱۵

''الصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ علیکَ یا سیِّدی یارسولَ اللہ ''

کے تینتیس حُرُوف کی نسبت سے روزہ نہ رکھنے کی اجازات پر مبنی 33 پیرے

مگر وہ مجبوری ختم ہوجانے کی صُورت میں ہر روزہ کے بدلے ایک روزہ قَضاء رکھنا (ہوگا

(مدینہ ۱: مُسافِر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اِخْتِیار ہے۔ (رَدُّالْمُحتَار، ج ۳، ص ۴۰۳

مدینہ ۲: اگر خود اُس مُسافِر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضَرَر (یعنی نقصان) نہ پہنچے تَو روزہ رکھنا سَفَر میں بِہتر ہے اور اگر دونوں یا اُن میں سے کسی ایک (کو نقصان ہورہا ہو تو روزہ نہ رکھنا بِہتر ہے۔ (دُرِّمُخْتَار، ج ۳، ص ۴۰۵

مدینہ ۳: مُسافِر نے ضَحْوَہ ئ کُبرٰی (ضَحْوَہ کُبرٰی کی تعریف روزے کی نیت کے بیان میں گزر چکی ہے۔) سے پیشتر اِقامَت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تَو روزہ کی نِیَّت کرلینا واجِب (ہے۔ (الجَوْہَرۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۱۸۶

مَثَلاً آپ کا گھر پاکستان کے مشہور شہر حیدر آباد میں ہے اور آپ بابُ المدینہ کراچی سے حیدر آباد کیلئے چلے اور صُبح دس بجے پہنچ گئے اور صُبح صادِق کے بعد راستے میں کچھ کھایا پیا نہ تھا تو اب روزہ کی نیّت کر لیجئے۔

مدینہ ۴: دِن میں اگر سَفر کیا تو اُس دِن کا روزہ چھوڑ دینے کیلئے آج کا سَفر عُذر نہیں۔ البتّہ اگر دَورانِ سَفر توڑ دیں گے تو کفّارہ لازِم نہ آئے گا مگر گُناہ ضَرور ہوگا۔ (رَدُّالمُحتار ج ۳، ص ۴۱۶) اور روزہ قضا کرنا فرض رہے گا۔

مدینہ ۵: اگر سَفر شُروع کرنے سے پہلے توڑ دیا۔ پھر سَفر کیا تو (اگر کفّارے کے شرائط (پائے گئے تو) کفّارہ بھی لازِم آئیگا۔ (اَیضاً

مدینہ ۶: اگر دن میں سَفر شُروع کیا (اور دَورانِ سَفر روزہ توڑا نہ تھا) اور مکان پر کوئی چیز بھول گئے تھے اسے لینے واپَس آئے اور اب اگر آ کر روزہ توڑ ڈالا تو (شرائط پائے جانے کی صورت میں) کفّارہ بھی واجِب ہے۔ اگر دَورانِ سَفر ہی توڑ دیا ہوتا تو صِرف (قضاء رکھنا فَرض ہوتا جیسا کہ نمبر ۴ میں گُزرا۔ (فتاوٰی عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۷

مدینہ ۷: کسی کو روزہ توڑ ڈالنے پر مجبور کیا گیا تو روزہ تو توڑ سکتا ہے مگر صَبر کیا تو اَجر (ملے گا۔ (مجبوری کی تعریف ما قبل گُزر چکی ہے۔

(رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۰۲)

مدینہ ۸: سانپ نے ڈس لیا اور جان خطرے میں پڑ گئی تو روزہ توڑ دے۔ (رَدُّالْمُحتار، ج ۳، ص ۴۰۲)

مدینہ ۹: جن لوگوں نے اِن مجبوریوں کے سَبَب روزہ توڑا اُن پر فَرض ہے کہ اُن روزوں کی قَضاء رکھیں اور اِن قَضاء روزوں میں ترتیب فَرض نہیں۔ لہٰذا اگر اُن روزوں کی قضا کرنے سے قَبل نَفْل روزے رکھے تو یہ نَفْلی روزے ہو گئے، مگر حکم یہ ہے کہ عُذر جانے کے بعد آئندہ رَمَضانُ الْمُبارَک کے آنے سے پہلے پہلے قَضاء رکھ لیں۔ حدیثِ پاک میں فرمایا، ''جس پر گُزشتہ رَمَضانُ الْمُبارَک کی قَضاء باقی ہے اور وہ نہ رکھے، اُس کے اِس رَمضانُ الْمُبارَک کے روزے قَبول نہ ہوں گے۔'' (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۴۱۵)

اگر وَقت گزرتا گیا اور قَضاء روزے نہ رکھے یہاں تک کہ دُوسرا رَمَضان شریف آگیا تو اب قَضاء روزے رکھنے کی بجائے پہلے اِسی رَمَضانُ الْمُبارَک کے روزے رکھ لیجئے۔ قَضاء بعد میں رکھ لیجئے۔ بلکہ اگر غیرِ مَریض و مُسافِر نے قَضاء کی نِیَّت کی جب بھی قَضاء نہیں (بلکہ اِسی رَمَضان شریف کے روزے ہیں۔ (دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۴۰۵)

مدینہ ۱۰: حَمل والی یا دُودھ پِلانے والی عورت کو اگر اپنی یا بچّہ کی جان جانے کا صحیح اَندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اِسوقت روزہ نہ رکھے۔ خواہ دُودھ پِلانے والی بچّہ کی ماں ہو یا دائی، اگرچہ رَمَضانُ الْمُبارَک میں دُودھ پِلانے کی نوکری اِختیار کی ہو۔

(دُرِّمُختار، ردُّالمُحتار، ج۳، ص۴۰۳)

مدینہ ۱۱: بُھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہَلاک کا خوفِ صحیح ہو یا نُقصانِ عَقل کا اندیشہ ہو تَو روزہ نہ رکھیں۔

(دُرِّمُختار، ردُّالمُحتار، ج۳، ص۴۰۲)

مدینہ ۱۲: مَریض کو مَرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندُرست کو بیمار ہو جانے کا گُمانِ غالِب ہو تَو اِجازت ہے کہ اُس دِن روزہ نہ رکھے۔ (بلکہ بعد میں قَضا کرلے)

(دُرِّمُختار، ج۳، ص۴۰۳)

مدینہ ۱۳: اِن صُورتوں میں غالِب گُمان کی قَید ہے، مَحض وَہم ناکافی ہے۔ غالِب گُمان کی تین صُورَتیں ہیں۔

۱) پہلی صُورت یہ ہے کہ اس کی ظاہِری نِشانی پائی جاتی ہے۔)

۲) دُوسری یہ کہ اِس شَخص کا ذاتی تَجرِبہ ہے۔)

۳) تیسری یہ کہ کسی مُسلمان حاذِق (یعنی تَجربہ کار اور اپنے فَنِ طِب میں ماہِر) طَبیبِ مَستُور یعنی غیرِ فاسِق نے اِس کی خبر دی ہو۔ اور اگر نہ کوئی عَلامَت ہو، نہ تجرِبہ نہ اِس قسم کے طَبیب نے اُسے بتایا بلکہ کسی کافِر یا فاسِق طَبیب (مَثَلاً داڑھی مُنڈے، ڈاکٹر) کے کہنے سے اِفطار کرلیا یعنی روزہ توڑ ڈالا تو شرائط پائے جانے کی صورت میں (قَضاء کے ساتھ ساتھ کفّارہ بھی لازِم آئے گا۔ (ردُّالمُحتار، ج۳، ص۴۰۴

مدینہ ۱۴: حَیض یا نِفاس کی حالت میں نماز، روزہ حرام ہے اور ایسی حالت میں

نَماز و روزہ صحیح ہوتے ہی نہیں ۔ نے زتِلاوت قُراٰنِ پاک یاقُراٰنِ پاک کی آیاتِ مُقَدَّسہ یا اُن کاتَرجَمہ چُھونا یہ سب بھی حرام ہے۔ (بہار شریعت ، حصہ ۲، ص ۸۸،۸۹)

مدینہ ۱۵: حَیض ونِفاس والی کے لئے اِختیار ہے کہ چُھپ کر کھائے یاظاہِراً۔روزہ دار کی طرح رہنا اُس پر ضَروری نہیں۔

(الجَوہَرۃ النیرۃ،ج۱،ص۱۸۶)

مدینہ ۱۶: مگر چُھپ کر کھانا بہتر ہے خُصُوصاً حَیض والی کے لئے ۔ (بہار شریعت، حصہ ۵ (ص۱۳۵،

مدینہ ۱۷: ''شیخِ فانی ''یعنی وہ مُعَمَّر بُزُرگ جِن کی عُمر اتنی بڑھ چُکی ہے کہ اب وہ بے چارے روز بروز کمزور ہی ہوتے چلے جائیں گے۔ جب وہ بِالکل ہی روزہ رکھنے سے عاجِز ہو جائیں۔یعنی نہ اب رکھ سکتے ہیں نہ آئندہ روزے کی طاقت آنے کی اُمّید ہے۔اُنہیں اب روزہ نہ رکھنے کی اِجازت ہے۔لہٰذا ہر روزہ کے بدلہ میں (بطورِ فِدیہ) ایک صَدَقۂ فِطر (صدقہ فطر کی مِقدار سوا دو سیر یعنی تقریباً دو کلو پچاس گرام گیہوں یا اُس کا آٹا یا (اُن گیہوں کی رقم ہے۔) کی مِقدار مِسکین کو دَیدیں۔ (دُرِّمُختار،ج۳،ص۴۱۰

مدینہ ۱۸: اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں روزے نہیں رکھ سکتا تو نہ رکھے مگر اِس کے بدلے سردیوں میں رکھنا فرض ہے۔

(ردُّالمُحتار،ج۳،ص۴۷۲)

مدینہ ۱۹: اگر فِدْیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت آ گئی تو دیا ہوا فِدْیہ صَدقۂ نَفْل ہو گیا۔ اُن روزوں کی قَضاء رکھیں۔

(عَالمگیری، ج۱، ص۲۰۷)

مدینہ ۲۰: یہ اِختیار ہے کہ شُروعِ رَمَضان ہی میں پُورے رَمَضان کا ایک دَم فِدْیہ دے دیں یا آخِر میں دیں۔

(عالمگیری، ج۱، ص۲۰۷)

مدینہ ۲۱: فِدْیہ دینے میں یہ ضَروری نہیں کہ جِتنے فِدْیے ہوں اُتنے ہی مَساکِین کو الگ الگ دیں۔ بلکہ ایک ہی مِسکین کو کئی دِن کے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ (دُرِّمُختار، ج۳، ص۴۱۰)

مدینہ ۲۲: نَفْل روزہ قَصداً شُروع کرنے والے پر اب پُورا کرنا واجِب ہوجاتا ہے کہ توڑ دیا تو قَضاء واجِب ہوگی۔

(رَدُّالْمُحتار، ج۳، ص۴۱۱)

مدینہ ۲۳: اگر آپ نے یہ گُمان کرکے روزہ رکھا کہ میرے ذِمّہ کوئی روزہ ہے مگر روزہ شُروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ پر کسی قِسْم کا کوئی روزہ نہیں ہے، اب اگر فوراً توڑ دیا تو کُچھ نہیں اور یہ معلوم کرنے کے بعد اگر فَوراً نہ توڑا، تو اب نہیں توڑ سکتے، اگر (توڑیں گے تو قَضاء واجِب ہوگی۔ (دُرِّمُختار، ج۳، ص۴۱۱

مدینہ ۲۴: نَفْل روزہ قَصداً نہیں توڑا بلکہ بِلااِختیار ٹوٹ گیا۔ مَثَلاً

دَورانِ روزہ عورت کو حَیض آگیا، جب بھی قَضاء واجِب ہے۔
(دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۴۱۲)

مدینہ ۲۵: عیدُ الفِطر یا بَقَرعید کے چار دِن یعنی ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰ ذُوالحِجّۃُ الحرام میں سے کسی بھی دِن کا روزۂ نَفل رکھا تو (چُونکہ اِن پانچ دِنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے لہٰذا) اِس روزہ کا پورا کرنا واجِب نہیں۔ نہ اِس کے توڑنے پر قضاء واجِب، بلکہ اِس کا توڑ دینا ہی واجِب ہے۔ اور اگر اِن دِنوں میں روزہ رکھنے کی مَنّت مانی تو مَنّت پُوری کرنی واجِب ہے مگر اِن دِنوں میں نہیں، بلکہ اور دِنوں میں۔
(ردُّ المحتار، ج ۳، ص ۴۱۲)

مدینہ ۲۶: نَفل روزہ بِلاعُذر توڑ دینا ناجائز ہے۔ مِہمان کے ساتھ اگر مَیزبان نہ کھائے گا تو اُسے ناگوار ہوگا یا مِہمان اگر کھانا نہ کھائے گا تو میزبان کو اَذِیّت ہوگی تو نَفل روزہ توڑ دینے کیلئے یہ عُذر ہے۔ (سُبحٰنَ اللہ شریعت کو احتِرامِ مسلم کا کس قَدر لحاظ ہے) بَشَرطیکہ یہ بَھروسہ ہو کہ اِس کی قَضاء رکھ لے گا اور ضَحوۂ کُبریٰ سے پہلے توڑ دے بعد کو (نہیں۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۸

مدینہ ۲۷: دعوت کے سبب ضَحوۂ کُبریٰ سے پہلے روزہ توڑ سکتا ہے جبکہ دعوت کرنے والا مَحض اس کی موجودگی پر راضی نہ ہو اور اس کے نہ کھانے کے سبب ناراض ہو بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ بعد میں رکھ لے گا، لہٰذا اب روزہ توڑ لے

اور اُس کی قضا رکھے۔ لیکن اگر دعوت کرنے والا مَحض اس کی موجودگی پر راضی ہو جائے اور نہ کھانے پر ناراض نہ ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص۲۰۸ کوئٹہ)

مدینہ ۲۸: نَفل روزہ زَوال کے بعد ماں باپ کی ناراضگی کے سَبَب توڑ سکتا ہے۔ اوراس میں عَصر سے پہلے تک توڑ سکتا ہے بعدِ عَصر نہیں۔ (دُرِّمُختار، رَدُّالمُحتار، ج۳ ص۴۱۴)

مدینہ ۲۹: عورت بِغیر شَوہَر کی اِجازت کے نَفل اور مَنّت و قَسم کے روزے نہ رکھے اور رکھ لئے تو شَوہَر تُڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قَضاء واجِب ہوگی مگر اِس کی قَضاء میں بھی شوہَر کی اِجازت دَرکار ہے۔ یا شَوہَر اور اُس کے دَرمیان جُدائی ہو جائے یعنی طلاقِ بائن (طلاقِ بائن اُس طلاق کو کہتے ہیں جس سے بیوی نکاح سے باہَر ہو جاتی ہے، اب شوہر رُجوع نہیں کر سکتا) دے دے یا مر جائے۔ ہاں اگر روزہ رکھنے میں شَوہَر کا کچھ حَرَج نہ ہو، مَثَلاً وہ سَفر میں ہے یا بیمار ہے یا اِحرام باندھے ہوئے ہے تو ان حالتوں میں بِغیر اِجازت کے بھی قَضاء رکھ سکتی ہے بلکہ وہ مَنع کرے جب بھی رکھ سکتی ہے۔ البتّہ اِن دنوں میں بھی شوہَر کی اِجازت کے بِغیر نَفل روزہ نہیں رکھ سکتی۔ (رَدُّالمحتار، ج۳، ص۴۱۵)

مدینہ ۳۰: رَمَضانُ المُبارَک اور قَضائے رَمَضانُ المُبارَک کیلئے شوہَر کی

اِجازت کی کچھ ضَرورت نہیں بلکہ اُس کی مُمانَعَت پر بھی رکھے۔ (دُرِّمُختار، رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۱۵)

مدینہ ۳۱: اگر آپ کسی کے مُلازِم ہیں یا اُس کے یہاں مزدُوری پر کام کرتے ہیں تو اُس کی اِجازت کے بِغیر نَفل روزہ نہیں رکھ سکتے کیوں کہ روزہ کی وجہ سے کام میں سُستی آئے گی۔ ہاں۔ اگر روزہ رکھنے کے باوُجود آپ باقاعِدہ کام کر سکتے ہیں، اُس کے کام میں کسی قِسم کی کوتاہی نہیں ہوتی، کام پُورا ہو جاتا ہے۔ تو اب نَفل روزہ کی اِجازت لینے کی ضَرورت نہیں۔ (رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۱۶)

مدینہ ۳۲ : نَفل روزہ کیلئے بیٹی کو باپ، ماں کو بیٹے، بَہن کو بھائی سے اِجازت لینے کی ضَرورت نہیں۔ (رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۱۶)

مدینہ ۳۳: ماں باپ اگر بیٹے کو روزۂ نَفل سے مَنْع کردیں اِس وجہ سے کہ مَرض کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کی اِطاعت کرے۔
(رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۱۶)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

روزہ میں قے (اُلٹی) روزہ ٹوٹا یا نہیں؟ (احکام روزہ)۔

بَعض اَوْقات جب روزہ میں قَے ہوجاتی ہے تَو لوگ پریشان ہوجاتے ہیں بلکہ بعض تَو سمجھتے ہیں کہ روزہ میں خُود بَخُود قَے ہوجانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔چُنانچِہ سَیِّدُنا ابوہُرَیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حُضورِ پُرنور ،شافِعِ یومُ النُّشُور صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے : ترجَمہ: جس کو ماہِ رَمَضان میں خود بخود قَے آئی اسکا روزہ نہ ٹوٹا اور جس نے جان بوجھ کر قَے کی اسکا روزہ ٹوٹ گیا۔ (کنزالعُمّال ،ج۸،ص۲۳۰،حدیث ۲۳۸۱۴)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا،''جس کو خود بخود قَے آئی اس پر قضاء نہیں اور جس نے جان بوجھ کر قَے کی وہ روزہ کی قضاء کرے۔

(ترمذی ،ج۲،ص۱۷۳،حدیث۷۲۰)

قَے کے بارے میں 7 پَیرے

ا: روزہ میں خود بخود کتنی ہی قَے (اُلٹی) ہوجائے (خواہ بالٹی ہی کیوں نہ بھر جائے) اِس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(دُرِّمُختار، ج ۳، ص ۳۹۲)

۲: اگر روزہ یاد ہونے کے باوُجود قَصْداً (یعنی جان بُوجھ کر) قَے کی اور اگر وہ مُنہ بھر ہے (مُنہ بھر کی تعریف آگے آتی ہے)

(تَو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (دُرِّمُختار، ج ۳، ص ۳۹۲

۳: قَصْداً مُنہ بھر ہونے والی قَے سے بھی اِس صُورت میں روزہ ٹوٹے گا جبکہ قَے میں (کھانا یا (پانی) یا صَفْرائی (یعنی کڑوا پانی) یا خُون آئے۔ (اَیْضاً

(۴: اگر قَے میں صِرف بَلْغَم نِکلا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (اَیْضاً، ص ۳۹۴

۵: قَصْداً قَے کی مگر تھوڑی سی آئی، مُنہ بھر نہ آئی تو اب بھی روزہ نہ ٹوٹا۔ (دُرِّمُختار، ج ۳، ص ۳۹۳)

۶: مُنہ بھر سے کم قَے ہوئی اور مُنہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خُود ہی لَوٹا دی، ان (دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (اَیْضاً

۷: مُنہ بھر قَے بِلا اِختِیار ہو گئی تو روزہ تو نہ ٹوٹا البتّہ اگر اِس میں سے ایک چُلّو کے برابر بھی وہ اُس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک چُلّو سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹا۔ (دُرِّمُختار، ج ۳، ص ۳۹۲)

مُنہ بھر قَے کی تعریف

مُنہ بھر قَے کے مَعْنٰی یہ ہیں، ''اِسے بِلا تَکَلُّف نہ روکا جاسکے۔'' (عالمگیری، ج ۱، ص ۲۰۴)

وُضو میں قَے کے 5 اَحکامِ شرعی

۱: وُضو کی حالت میں (جان بُوجھ کر قے کریں یا خود بخود ہو جائے دونوں صُورتوں میں) اگر مُنہ بھر قَے آئی اور اِس میں کھانا، پانی یا صَفْراء (کڑوا پانی) آیا تو وُضو ٹوٹ (جائے گا۔ (بہارِ شریعت، حصّہ دُوم، ص۲۶

(۲: اگر بَلْغَم کی مُنہ بھر قَے ہوئی تو وُضو نہیں ٹوٹے گا۔ (اَیضاً

۳: بہتے خُون کی قَے وُضو توڑ دیتی ہے۔

۴: بہتے خُون کی قَے سے وُضو اُس وَقت ٹوٹتا ہے جبکہ خُون تُھوک سے مَغْلُوب نہ ہو۔ (ردالمحتار، ج۱، ص۲۶۷)

یعنی خُون کی وجہ سے قَے سُرخ ہو رہی ہے تو خُون غالِب ہے وُضو ٹوٹ گیا اور اگر تُھوک زیادہ ہے اور خون کم تو وُضو نہیں ٹوٹے گا۔ خون کم ہونے کی نشانی یہ ہے کہ پُوری قَے جو تُھوک پر مُشْتَمِل ہے وہ زَرْد (یعنی پیلی) ہو گی۔

۵: اگر قَے میں جَما ہوا خُون نِکلا اور وہ مُنہ بھر سے کم ہے تو وُضو نہیں ٹوٹے گا۔ (مُلخص از بہار شریعت، حصہ دوم، ص۲۶

ضروری ہدایت

مُنہ بھر قَے (عِلاوہ بَلْغَم کے) ناپاک ہے۔ اِس کا کوئی چھینٹا کپڑے یا جِسْم پر نہ گِرنے پائے اِس کی اِحتیاط فرمایئے۔ آج کل لوگ اِس میں بڑی بے

اِحتیاطی کرتے ہیں، کپڑوں پر چھینٹے پڑنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور مُنہ دھنے رہ پر جو ناپاک قَے لگ جاتی ہے اُس کو بھی بِلاجھجک اپنے کپڑوں سے پُونچھ لیتے ہیں۔ اللہ رَبُّ الْعِزَّتِ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نَجاست سے بچنے کا ذہن عنایت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم وعنیایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اعتکاف توڑنے والی چیزوں کا بیان

اعتکاف توڑنے والی چیزوں کا بیان

اب ان باتوں کا بیان کیا جاتا ہے جن کے کرنے سے اِعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے جہاں جہاں مسجِد سے نکلنے پر اعتِکاف ٹوٹنے کا حکم ہے وہاں اِحاطۂ مسجِد (یعنی عمارتِ مسجد کی باؤنڈری وال) سے نکلنا مُراد ہے۔اُمّ المُؤمِنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رِوایَت فرماتی ہیں،'' مُعتَکِف کیلئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عِیادت کو جائے، نہ کسی جَنازے میں شامل ہو، نہ کسی عورت کو چُھوئے، نہ اُس کے ساتھ مِلاپ کرے اور نہ ہی ناگُزیر ضَروریات کے سوا کسی بھی ضَرورت کیلئے باہَر نکلے۔'' (سنن ابی داود، ج۲، ص۴۹۲، حدیث ۲۴۷۳)

اعتِکاف توڑنے والی چیزوں کے تعلّق 16 پَیرے

مدینہ ۱ : جن ضَروریات کا پیچھے ذِکْر کیا گیا ہے ان کے سِوا کسی بھی مقصد سے اگر آپ حُدودِ مسجِد (یعنی اِحاطۂ مسجِد) سے باہَر نکل گئے، خواہ یہ نکلنا ایک ہی لمحے کیلئے ہو، تو اِس سے اِعتِکاف ٹوٹ جائے گا۔ (مَراقِی الفَلاح، ص۱۷۹)

مدینہ ۲: واضح رہے کہ مسجِد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب پاؤں مسجِد سے

اس طرح باہَر نکل جائیں کہ اسے عُرفاً مسجِد سے نکلنا کہا جاسکے۔ لہٰذا اگر صرف سَر مسجِد سے نکال دیا تو اس سے اِعتِکاف فاسِد نہیں ہوگا۔
(اَلبَحرُ الرَّائِق، ج ۲، ص ۵۳۰)

مدینہ ۳: بِلاضَرورتِ شَرعی مسجِد سے باہَر نکلنا خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر، یا غَلَطی سے، بَہَر صورت اس سے اعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ البتّہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہَر نکلیں گے تو اس سے اعتِکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔
(رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۸)

مدینہ ۴: اِسی طرح آپ شَرعی ضَرورت سے (احاطۂ مسجِد سے) باہَر نکلے، لیکن ضَرورت سے فارِغ ہونے کے بعد ایک لمحے کیلئے بھی باہَر ٹھہر گئے تو اس سے بھی (اعتِکاف ٹوٹ جائے گا۔ (حاشیۃ الطَّحطاوی علَی المَراقی، ص ۷۰۳

مدینہ ۵: اعتِکاف کیلئے چُونکہ روزہ شَرط ہے، اِس لئے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ یہ روزہ کسی عُذر سے توڑا ہو یا بِلاعُذر، جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو، ہر صورت میں اعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہوگیا جو روزے کے مُنافی تھا۔ مَثَلاً صبحِ صادِق طُلوع ہونے کے بعد تک کھاتے رہے، یا غُروبِ آفتاب سے پہلے ہی اذان شروع ہوگئی یا سائرن شروع ہوگیا اور اِفطار کر لیا پھر پتا چلا کہ اذان و سائرن وقت سے پہلے ہی ہوگئے تھے۔ اس طرح بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یا روزہ یاد ہونے کے باوُجود کُلّی کرتے

وقت بے اختیار پانی حَلْق میں چلا گیا، تو ان تمام صورتوں میں روزہ بھی جاتا رہا اور اِعتِکاف بھی ٹوٹ گیا۔

مدینہ ۶: اگر روزہ ہی یاد نہ رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا، تو اِس سے نہ روزہ ٹوٹا اور نہ ہی اِعتِکاف۔

مدینہ ۷: مُعتکِف اسلامی بھائی اور اسلامی بہن یہ ضابطہ یاد رکھیں کہ وہ تمام اُمُور جن کے اِرتِکاب سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اعتِکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مدینہ ۸: جِماع کرنے سے بھی اِعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ یہ جِماع جان بوجھ کر کرے یا بھول کر، دن میں کرے یا رات میں، مسجِد میں کرے یا مسجِد سے باہَر، اس سے اِنزال ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں اعتِکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(دُرِّ مُختار مع ردّ المُحتار، ج ۳، ص ۴۴۲)

مدینہ ۹: بَوس وکنار اعتِکاف کی حالت میں ناجائز ہے اور اگر اس سے اِنزال ہو جائے تو اعتِکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر اِنزال نہ ہو تو ناجائز ہونے کے باوُجُود اِعتِکاف نہیں ٹوٹتا۔ (رَدّ المُحتار، ج ۳، ص ۴۴۲)

مدینہ ۱۰: پیشاب کرنے کے لئے (احاطہ مسجِد سے باہَر) گیا تھا۔ قرض خواہ نے روک لیا، اِعتِکاف فاسِد ہو گیا۔

(عالمگیری، ج ۱، ص ۲۱۲)

مدینہ ۱۱: مُعتکِف اگر بے ہوش یا مَجنون (یعنی پاگل) ہو گیا اور یہ بے ہوشی

یاجُنُون اتنا طُول پکڑ جائے کہ روزہ نہ ہوسکے تواِع: تِکاف جاتا رہااور قَضاواجِب ہے۔ (اگرچہ کئی سال کے بعد صِحّت مند ہو۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۲۱۳

مدینہ ۱۲: مُعتکِف مسجِد ہی میں کھائے، پیے۔ان اُمُور کیلئے مسجِد سے باہَر جائے گاتواِعتِکاف ٹوٹ جائے گا۔ (تبیین الحقائق، ج ۲، ص ۲۲۹) مگر یہ خیال رہے کہ مسجِد آلودہ نہ ہو۔

مدینہ ۱۳: اگرآپ کے لئے کھانالانے والا کوئی نہیں تو پھرآپ کھانالانے کیلئے مسجِد سے (باہَر جاسکتے ہیں۔ لیکن مسجِد میں لاکر کھانا کھایئے۔ (اَلبَحرُ الرَّائِق، ج ۲، ص ۵۳۰

مدینہ ۱۴: مرض کے علاج کیلئے مسجِد سے نکلے تواِع: تِکاف فاسِد ہوگیا۔ (رَدُّالمُحتار، ج ۳ (ص ۴۳۸،

مدینہ ۱۵: اگر کسی مُعتکِف کو نیند کی حالت میں چلنے کی بیماری ہواور وہ نیند میں چلتے چلتے مسجِد سے نکل گیاتواِعتِکاف فاسِد ہو جائے گا۔

مدینہ ۱۶ : کوئی بدنصیب دَورانِ اعتکاف مُرتَد ہوگیا (نَعوذُ باللہ عَزَّوَجَلَّ) تواِعتِکاف باطِل ہے اور پھراگر اللہ (عَزَّوَجَلَّ) مُرتَد کوایمان کی توفیق عنایت فرمائے تو فاسِد شُدہ اعتِکاف کی قَضا نہیں۔ کیونکہ اِرتِداد (یعنی اسلام سے پھر جانے) سے زمانۂ اسلام کے تمام اعما (ل ضائع ہوجاتے ہیں۔ (دُرِّمُختار مع رَدُّالمُحتار، ج ۳، ص ۴۳۷

چپ کا روزہ

حُضورِ پُر نور، شافعِ یومُ النُّشُور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ''صَومِ وِصال'' یعنی بِغیر سَحَری وافطار کے مُسَلسَل روزہ رکھنے اور ''صَومِ صُکُوت'' یعنی ''چُپ کا روزہ'' رکھنے سے مَنع فرمایا۔ (مُسندِ امامِ اَعظَم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص ۱۱۰)

عوام میں یہ غَلَط فہمی پائی جاتی ہے کہ مُعتَکِف کو مسجِد میں پردے لگا کر اس کے اندر بالکل چُپ چاپ پڑے رہنا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ پردے بے شک لگائیے کہ اِعتِکاف کیلئے خَیمہ لگانا سُنَّت ہے، پردے سے عِبادَت میں یکسُوئی حاصل ہوتی ہے اور بِغیر پردہ لگائے بھی اِعتِکاف دُرست ہے۔ فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِعتِکاف کی حالت میں خاموشی کو عِبادَت سمجھ کر اَپنائے رکھنا مَکرُوہِ تَحرِیمی (ناجائز) ہے اور اگر چُپ رہنا ثَواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو کوئی مُضَایَقہ نہیں۔ اور بُری بات سے بچنے کیلئے چُپ رہنا تو اعلیٰ دَرَجہ کی چیز ہے۔ کیونکہ بُری بات زَبان سے نہ نکالنا واجِب ہے اور نکالنا گناہ۔ اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مُباح بات بھی مُعتَکِف کو مکرُوہ ہے۔ مگر ضَرورۃً اجازت ہے اور بِلا ضَرورت مسجِد میں مُباح بات نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

(دُرِّ مُختار، ج ۳، ص ۴۴۱)

معتکف سے گناہ سرزد ہونا

بدنگاہی، بدگُمانی، بِلااجازتِ شرعی کسی کی بے عزتی کرنا، جُھوٹ، غیبت، چُغلی، حَسد، کسی پر تُہمت یا بُہتان باندھنا، کسی کا مذاق اُڑانا، دل آزاری کرنا، فُحش باتیں کرنا، گانے باجے سننا، گالم گلوچ کرنا، ناحق لڑائی جھگڑا کرنا، داڑھی مُنڈانا یا ایک مُٹھی سے گھٹانا یہ سب گناہ ہیں اور مسجد میں! وہ بھی حالَتِ اِعتِکاف میں!! ظاہر ہے کہ اور بھی سخت گُناہ ہے۔ان گناہوں سے توبہ، سچّی توبہ، ہمیشہ کیلئے توبہ کرنی چاہئے۔

اگر کسی نے حالتِ اِعتِکاف میں مَعاذ اللہ کوئی نَشہ آور چیز رات میں استعمال کی تو اس سے اِعتِکاف نہیں ٹوٹے گا۔نَشہ کرنا حرام ہے اور اِعتِکاف میں تو زیادہ گناہ ہے۔توبہ کرنی چاہئے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اعتکاف قضاء کرنے کا طریقہ (فیضان اعتکاف)۔

محترم قارئین کرام! آپ نے رَمَضانُ الْمُبارَک کے آخری عَشَرہ کا اِعتِکاف کیا اور کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو دس ۱۰ دن کی قَضاء کرنا ضَروری نہیں۔ آپ کے ذمّہ صِرف اُس ایک دن کی قَضاء ہے جس دن اِعتِکاف ٹوٹا ہے۔ اگر ماہِ رَمَضان شریف کے دن ابھی باقی ہیں تو ان میں بھی قضا ہو سکتی ہے۔ اگر رَمَضان شریف گُزر گیا تو پھر کسی دن قضا کر لیجئے اور اُس دن روزہ بھی رکھئے۔ مگر عیدُ الْفِطر اور دُوالحجّۃِ الْحَرام کی دسویں تا تیرھویں کے علاوہ کہ ان پانچ دنوں کے روزے مکروہِ تحریمی ہیں۔ قضا کا طریقہ یہ ہے کہ کسی دن غُروبِ آفتاب کے وقت (بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ چند منٹ مزید قبل) بہ نیّت قضا اعتِکاف مسجِد میں داخِل ہو جایئے اور اب جو دن آئے گا اُس کے غُروبِ آفتاب تک مُعتکِف رہئے۔ اِس میں روزہ شرط ہے۔

اعتکاف کا فدیہ

اگر قَضاء کرنے کی مُہلَت ملنے کے باوُجود قَضاء نہ کی اور موت کا وقت آ پہنچا تو وارِثوں کو وصیّت کرنا واجِب ہے کہ وہ اِس اِعتِکاف کے بدلے فِدْیہ ادا کر دیں اور اگر وصیت نہ کی اور وُرَثا فدیہ کی ادائیگی کی اجازت دے دیں تو بھی فدیہ ادا کرنا جائز ہے۔ (الفتاویٰ الھندیۃ، ج۱، ص ۲۱۳ کوئٹہ)

فِدْیہ ادا کرنا زیادہ مشکِل نہیں۔ اِعتِکاف کے فِدیے کی نیّت سے کسی مستَحِقِ زکوٰۃ کو صَدَقۂ فطر کی مقدار میں (یعنی تقریباً دو کلو ۵۰ گرام (گیہوں یا اسکی رقم ادا کر دیجئے۔

اعتکاف توڑنے کی توبہ

اگر اعتِکاف کسی مجبوری کے تحت توڑا تھا یا بُھولے سے ٹوٹا تو گناہ نہیں اور اگر جان بوجھ کر بغیر کسی صحیح مجبوری کے توڑا تھا تو یہ گناہ ہے لہٰذا قضاء کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کیجئے۔ اور جب بھی کوئی گناہ سَرزد ہو جائے اُس کی توبہ کرنا واجِب ہے اور توبہ بِلا تاخیر کرنی چاہئے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ دونوں گالوں پر چند بار چُٹکی مار لینے کا نام توبہ نہیں بلکہ اُس خاص گناہ کا نام لے کر اُس پر شرمندگی کے ساتھ گڑگڑا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُضُور مُعافی طلب کیجئے اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا سچّا عَہد بھی کیجئے۔ توبہ کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ اُس گناہ سے دل میں بیزاری بھی ہو۔

اِعتِکاف کے 50 مَدَنی پھول

مدینہ ۱: رَمَضانُ المُبارَک کی بیس ۲۰ تاریخ کو غُروبِ آفتاب سے پہلے پہلے بہ نیّتِ اِعتِکاف مسجِد میں داخِل ہو جائیں۔ اگر غُروبِ آفتاب کے بعد ایک لَمحہ بھی تاخیر سے مسجِد میں داخِل ہوں گے تو رَمَضانُ المُبارَک کے

آخری عَشَرہ کے اِعتِکاف کی سُنّت ادا نہ ہوگی۔

مدینہ ۲: اگر غُروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجِد میں بہ نیّتِ اِعتِکاف داخِل تو ہو گئے اور پھر فِنائے مسجِد مَثَلاً اِحاطۂ مسجِد یا واقِع وُضُو خانے یا اِستِنجاء خانے میں چلے گئے اور بیسویں رَمَضان کا سُورج غروب ہوگیا تو کوئی حَرَج نہیں اِس سے اِعتِکاف نہیں ٹوٹتا۔

مدینہ ۳: اِستِنجاء خانے جاتے ہوئے، چلتے چلتے سلام وجواب، بات چیت کرنے کی اجازت ہے مگر اِس کیلئے ایک لمحہ بھی رُک گئے تو اِعتِکاف ٹوٹ گیا۔ ہاں اگر اِستِنجاء خانہ اِحاطۂ مسجِد کے اندر ہے تو رُکنے میں حَرَج نہیں۔

مدینہ ۴: اگر اِستِنجاء خانہ گئے لیکن کوئی پہلے سے اندر گیا ہوا ہے تو مسجِد میں آکر اِنتِظار کرنا ضَروری نہیں بلکہ وہیں پر اِنتِظار کر سکتے ہیں۔

مدینہ ۵: پیشاب کرنے کے بعد مسجِد کے باہَر ہی ضَرورۃً اِستِبرائی (اِس۔تِبْ۔را) بھی کر سکتے ہیں۔ (پیشاب کرنے کے بعد جس کو یہ اِحتِمال (یعنی شک) ہو کہ کوئی قَطرہ باقی رہ گیا ہے یا پھر آئے گا، اس کیلئے اِستِبرائی (اِس۔تِبْ۔را) یعنی پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا کہ اگر کوئی قَطرہ رُکا ہوا ہو تو گر جائے واجِب ہے۔ اِستِبرا ئٹہلنے سے، زمین پر زور سے پاؤں مارنے، سیدھا پاؤں اُلٹے پاؤں پر یا اُلٹا پاؤں سیدھے پاؤں پر رکھ کر زور کرنے، بُلندی سے نیچے اُترنے یا نیچے سے اُوپر چڑھنے سے، کھنکارنے یا بائیں کروٹ لیٹنے سے بھی ہوتا ہے اور اِستِبراء اُس وقت تک کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے ٹہلنے کی

مقدار بعض عُلماء نے چالیس قدم رکھی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جتنے میں اطمینان ہو جائے اور یہ اِستِنجا کا حکم مردوں کیلئے ہے عورت (کو اگر قطرہ رہ جانے کا شبہ ہو تو) بعد فارغ (ہونے کے تھوڑی دیر وقفہ کرکے طہارت کرلے۔ (بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۱۱۵

اِستِنجا کرتے وَقت ضَرورۃً ڈھیلا بائیں ہاتھ سے آلہ کے سُوراخ پر رکھیں۔

اِستِنجا کرنے والا پیشاب کرنے والے ہی کے حکم میں ہے لہٰذا سَلام کلام وغیرہ نہ کرے اور دَورانِ اِستِنجا قِبلہ کی طرف رُخ کرنا یا پیٹھ کرنا اِسی طرح حرام ہے جس طرح (پیشاب یا پاخانہ کرتے وَقت حرام ہے

مدینہ ۶: اگر مسجد کے باہَر بنے ہوئے اِستِنجاء خانے میں گندگی وغیرہ کے سبب طبیعت گھبراتی ہو تو رَفعِ حاجت کیلئے گھر پر جانے میں کوئی حَرَج نہیں۔ (رَدّ المُحتار، ج ۳، ص ۴۳۵)

مدینہ ۷: مسجِد (کی چار دیواری) سے باہَر نکلے اور اگر کسی قرض خواہ نے روک لیا تو اِعتِکاف ٹوٹ جائیگا۔

مدینہ ۸: کھانا کھاتے وقت اپنا دستر خوان ضَرور بچھایئے۔ فرشِ مسجِد یا دریاں آلودہ نہیں ہونی چاہئیں۔

مدینہ ۹: مسجِد کی دیواروں یا دَرْیوں وغیرہ پر ہرگز مَیلے یا چکنے ہاتھ مت لگائیں، تھوک نہ ڈالئے اِسی طرح کان یا ناک وغیرہ سے مَیل نکال کر ان پر نہ لگایئے۔ بلکہ فِنائے مسجِد کی دیوار یا فرش وغیرہ پر بھی پان کی پیک وغیرہ

نہ ڈالئے۔ مسجِد کی صفائی میں حصّہ لیجئے ہو سکے تو معتکفین ایک شاپر جیب میں رکھ لیں اور بالوں کے گچھے اور تنکے وغیرہ چنتے رہیں آپ کی ترغیب کیلئے حدیثِ پاک پیش کرتا ہوں۔ فرمانِ مصطفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم : جو مسجِد سے اذیّت کی چیز نکالے اللہ عزوجل اُس کیلئے جنّت میں ایک گھر بنائیگا۔ (سنن ابنِ ماجہ ،ج۱،ص۴۱۹ ، حدیث ۷۵۷، مطبوعۃدارالمعرفۃ بیروت

مدینہ ۱۰: مسجِد کی دریوں کا دھاگہ اور چٹائیوں کے تنکے نوچنے سے پرہیز کیجئے۔ (ہر جگہ اس بات کا خیال رکھئے

مدینہ ۱۱: مسجد میں سُوال کرنے والے کو ہرگز رقم وغیرہ مت دیجئے کہ مسجِد میں سُوال کرنا حرام ہے اور اُس کو دینے کی بھی اجازت نہیں۔ مُجدِّدِ اعظم اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ مسجِد کے سائِل کو اگر کوئی ایک پیسہ دے دے تو اسے چاہئے کہ (اس کے کفّارہ میں دس پیسے مزید صَدَقہ کرے۔ (یہ صَدَقہ بھی مسجِد کے سائل کو نہ دے (فتاوٰی رضویہ جدید،ج۱۶،ص۴۱۸)

مدینہ ۱۲: صِرف ایک پاؤں مسجِد سے باہَر نکالا تو کوئی حرج نہیں۔

مدینہ ۱۳: دونوں ہاتھ بَمَع سر بھی اگر مسجِد سے باہَر نکال دیئے تو کوئی مُضایقہ نہیں۔

مدینہ ۱۴: بے خیالی میں مسجِد سے باہَر نکل گئے اور یاد آنے پر فوراً مسجِد کے

اندر آ بھی گئے پھر بھی اعتکاف ٹوٹ چکا۔

مدینہ ۱۵: کوئی ایسی بیماری لاحق ہو گئی کہ مسجد سے نکلے بِغیر علاج ممکن نہیں تو عِلاج کیلئے باہَر تو نکل سکتے ہیں مگر اِعتِکاف ٹوٹ جائے گا البتّہ اِعتِکاف توڑنے کا گناہ نہ ہوگا، اُس ایک دن کی قَضاء ذِمّہ رہے گی۔

مدینہ ۱۶: کھانا اور پینے کیلئے پانی لانے والا کوئی نہیں تو لینے کیلئے باہَر نکل سکتے ہیں مگر کھائیں اور پئیں مسجد ہی میں۔

مدینہ ۱۷: معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ اگر کسی بد نصیب نے کلمۂ کُفر بکا اور مُرتد ہو گیا تو اِعتِکاف ٹوٹ گیا۔ اب تجدیدِ ایمان کرے یعنی اس کلمۂ کُفر سے توبہ کرے، کلمہ پڑھے، تجدیدِ بَیعَت اور اگر شادی شدہ تھا تو تجدیدِ نکاح بھی کرے۔ اِعتِکاف کی قَضاء نہیں کیونکہ مُرتَد ہو جانے سے سابِقہ تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

مدینہ ۱۸: مُعتَکِف نے مَعاذاللہ عزوجل کوئی نشہ آور چیز کھالی یا خُدانخواستہ داڑھی جیسی پاکیزہ اور محترم سنّت کو مُونڈ ڈالا اگرچہ یہ دونوں کام ویسے ہی حرام ہیں اور مسجِد میں اور بھی سخت گناہ لیکن اعتِکاف نہیں ٹوٹے گا۔

مدینہ ۱۹: مُعتَکِف کیلئے مسجِد میں داڑھی کا خَط بنوانے یا مُونچھیں تَراشنے یا سر اور داڑھی میں تیل ڈالنے میں کوئی مُضایقہ نہیں جبکہ اپنا کپڑا وغیرہ بچھا کر پوری اِحتیاط سے یہ کام کئے جائیں۔ مسجِد کی دریاں تیل سے آلود نہیں ہونی چاہئیں اور بال وغیرہ بھی اُن پر نہیں گرنے چاہئیں۔

مدینہ ۲۰: مُختلِف دینی مدرَسے کی کتابیں پڑھ سکتا ہے۔

مدینہ ۲۱: رات کے وقت جِتنی دیر تک مسجِد میں بتّی جلانے کا عُرف (رواج) ہے۔اُتنی دیر تک اُس بتّی کی روشنی میں بِلاتکلُّف دینی مُطالَعہ کیا جاسکتا ہے۔زائد بجلی استعمال کرنے کیلئے انتظامیہ سے طے کرلیجئے۔

مدینہ ۲۲: اَخبارات چُونکہ جانداروں کی تصاویر بلکہ فلمی اشتہارات سے عُمومًا پُر ہوتے ہیں لہٰذا مسجِد میں ان کے مُطالَعے سے بچئے۔

مدینہ ۲۳: کوئی اُچکّا اپنے یا کسی اسلامی بھائی کے جوتے چُرا کر بھاگا تو اُس کو پکڑنے کیلئے مسجِد سے باہَر نہیں جاسکتے۔باہَر گئے تو اِعتِکاف ٹوٹ گیا۔

مدینہ ۲۴: مسجِد اگر کئی منزِلہ ہے اور سیڑھیاں اِحاطۂ مسجِد کے اندر ہی بنی ہوئی ہیں تو بِلاتکلُّف اوپر کی تمام منزِلوں بلکہ چھت پر بھی جاسکتے ہیں۔البتّہ بِلاضَرورت مسجِد کی چھت پر چڑھنا مکروہ اور بے اَدَبی ہے۔

مدینہ ۲۵: مسجِد میں بیان کی یا نعت شریف کی کیسیٹیں سننا چاہیں تو ٹیپ ریکارڈر میں اپنے سَیل ڈال لیجئے۔اگر مسجِد کی بجلی سے چلانا چاہیں تو بہتر یہ ہے کہ جتنی بجلی آپ نے خَرچ کی ہے اُس کا اندازہ کرکے اس سے کچھ زیادہ پیسے انتِظامیہ کے حوالے کردیجئے اور یہ بھی اِحتیاط کیجئے کہ کسی کی عبادت یا آرام میں خَلَل واقع نہ ہو۔

مدینہ ۲۶: مسجِد کی چھت وغیرہ اگر گرپڑی یا کسی نے زبردستی نکال دیا تو

فوراً دوسری مسجد میں مُعتکِف ہو جائیں اِعتِکاف صحیح ہو جائے گا۔

مدینہ ۲۷: دَورانِ اعتِکاف حَتَّی الامکان اپنا وَقت، نَوافِل، تِلاوتِ قُراٰن، ذِکر و دُرود، مُطالَعہ ءکُتُبِ اِسلامیّہ اور سُنّتیں اور دُعائیں وغیرہ سیکھنے سکھانے میں گزاریئے۔

مدینہ ۲۸: اِعتِکاف کیلئے اگر مسجدیں پردہ لگائیں تو کم سے کم جگہ گھیریں تاکہ نَمازیوں کو پریشانی نہ ہو۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اگر مسجد میں) چیزیں رکھے جن سے نَماز کی جگہ رُکے تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۸، ص ۹۷)

مدینہ ۲۹: مسجد کو ہر قسم کی آلودگی اور گَرد و غُبار وغیرہ سے بچائیں۔

مدینہ ۳۰: مسجد میں شور و غُل، ہنسی مَذاق وغیرہ ہرگز نہ کریں کہ گناہ ہے۔

مدینہ ۳۱: آپ گھر سے سُوئے مسجد چلے تو نیکیاں کمانے مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہوں کا ڈھیر لے کر پلٹیں۔ لہٰذا خبردار! مسجد میں ہرگز ہرگز بِلا ضَرورت کوئی لفظ منہ سے نہ نکلے، زبان پر مضبوط قفلِ مدینہ لگائے۔

مدینہ ۳۲: مُعتکِفین اسلامی بھائیوں کو مسجدیں ضَروری اشیاء پہلے ہی سے مُہیّا کر لینی چاہئیں تاکہ بعد میں کسی سے سُوال کرنے کی حاجت نہ رہے اور دوسروں سے چیزیں مانگتے رہنے کی عادت بھی اچھی نہیں۔ بعض صحابہء کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تو سُوال سے اس قدر بچتے تھے کہ اگر اُن کا چابُک بھی گر جاتا تو گھوڑے پر بیٹھے ہونے کے باوُجود وہ کسی کو اتنا تک نہ کہتے

کہ ''بھائی! یہ چابُک تو ذرا اُٹھا دینا'' بلکہ خود گھوڑے سے اُتر کر اُٹھا لیتے۔

مدینہ ۳۳: دوسرے کی موجودگی میں تِلاوت کی آواز اتنی آہستہ رکھئے کہ اُس کے کانوں تک آواز نہ پہنچے۔

مدینہ ۳۴: اگر آپ کی مسجد میں دیگر اسلامی بھائی مُعتکِف ہوں تو اُن کے حُقُوقِ صُحبت کا ہر طرح سے لحاظ رکھئے دیگر مُعتکِفین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھئے۔ اُن کی ضَروریات پوری کرنے کی حَتَّی الامکان سَعی کیجئے اور اِخلاص و ایثار کا مُظاہَرہ کرتے رہئے۔ ایثار کا ثواب بے شُمار ہے چُنانچہ تاجدارِ رِسالت، ماہِ نُبُوَّت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ بخشش نشان ہے، ''جو شخص اُس چیز کو جس کی خود اِسے حاجت ہو دوسرے کو دے (دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِسے بخش دیتا ہے۔'' (اتحاف السادۃ المتقین، ج۹، ص۷۷

مدینہ ۳۵: آپ جو کچھ دعائیں اور سُنّتیں جانتے ہیں دوسرے مُعتکِفین کو سِکھانے کی کوشِش کیجئے کہ ثواب لُوٹنے کا ایسا سُنَہرا موقع بار بار نہیں ملتا۔

مدینہ ۳۶: اعتِکاف کے دَوران جتنا ہوسکے زیادہ سے زیادہ سنّتوں پر عمل کرنے کی کوشِش کیجئے۔ مَثَلاً چٹائی اور مٹّی کے برتن وغیرہ استعمال کیجئے۔

مدینہ ۳۷: مَدَنی انعامات پر عمل کرکے کارڈ پُر کیجئے اور اِس کی ہمیشہ کیلئے

عادت بنا یئے۔

مدینہ ۳۸: مسجد کے فرش، دری یا چٹائی پر سونے سے پرہیز کیجئے کہ پسینے کی بدبو اور سر کے تیل کا دھبّہ ہونے نیز اِحتِلام کی صورت میں ناپاک ہوجانے کا بھی خطرہ ہے۔ لہٰذا اپنی چٹائی ضَرور ساتھ لایئے۔ اس سے چٹائی پر سونے کی سنّت بھی ادا کرنے کا موقع ملے گا اور مسجد کی دریاں اور چٹائیاں بھی آلودگی سے محفوظ رہیں گی۔

مدینہ ۳۹: اگر اپنی چٹائی مُیَسّر نہ ہو تو کم از کم اپنی چادر ہی بچھالیجئے۔

مدینہ ۴۰: گھر ہو یا مسجد، جہاں بھی سوئیں پردہ میں پردہ کا خیال رکھیں ممکن ہو تو پاجامے پر ایک چادر تہبند کی طرح لپیٹنے اور دوسری اوڑھنے کی عادت بنایئے کہ نیند میں بعض اوقات کپڑے پہنے ہوئے بھی سخت بے پردگی ہو رہی ہوتی ہے۔

مدینہ ۴۱: ہرگز ہرگز دو اسلامی بھائی ایک ہی تکیہ پر یا ایک ہی چادر میں نہ سوئیں۔

مدینہ ۴۲: اسی طرح مَحَلِّ فتنہ میں کسی کی ران یا گود میں سر رکھ کر لیٹنے سے بھی پرہیز کیجئے۔

مدینہ ۴۳: جب ۲۹ رَمَضانُ الْمُبارَک کو عیدُ الفِطر کے چاند کی خبر سنیں یا ۳۰ رَمَضان شریف کا سورج ڈوب جائے تو مسجد سے ایسے نہ دوڑ پڑیئے کہ جیسے قید سے رہا ہوئے، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ رَمَضانُ الْمُبارَک کے رخصت ہونے کی خبر سنتے ہی صدمہ سے دل ڈوبنے لگے کہ آہ! محترم ماہ ہم سے جدا ہوگیا، خوب

رو رو کر ماہِ رمضان کو الوَداع کیجئے۔

تم گھر کو نہ کھینچو نہیں جاتا نہیں جاتا
میں چھوڑ کے مسجِد کو نہیں اب کہیں جاتا

مدینہ ۴۴: اختتامِ اعتِکاف کے وقت خوب رو رو کر اپنی خامیوں اور کوتاہیوں اور مسجِد کی بے اَدبیوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مُعافی طَلَب کیجئے۔ خوب گڑگڑا کر اپنے اور تمام عالَم کے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کے اعتِکاف کی قَبولیّت اور کُل اُمّت کی مَغْفِرت کی دعاء مانگئے۔

مدینہ ۴۵: آپس میں ایک دوسرے سے حق تلفیاں مُعاف کروایئے۔

مدینہ ۴۶: خُدّامِ مسجِد کو بھی ہو سکے تو تحائف دیکر راضی کیجئے۔

مدینہ ۴۷: انتظامیہ مسجِد کا بھی تعاوُن کے سبب شکریہ ادا کیجئے۔

مدینہ ۴۸: شبِ عیدُالفِطر ہو سکے تو عبادت میں گزاریئے۔ ورنہ کم از کم عِشاء اور فجر کی نَمازیں باجماعت ادا کیجئے تو بحکمِ حدیث پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

مدینہ ۴۹: کوشش کرکے نفلی اعتکاف کی نیّت سے چاند رات اُسی مسجِد میں گزاریئے جہاں سنّت اعتِکاف کیا ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا امام جلالُ الدّین سُیوطی شافِعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نقل فرماتے ہیں کہ سیِّدُنا ابراہیم بن اَدھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: ''کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ

المبینا س بات کو پسند فرماتے تھے کہ (عیدُ الفطر کی) رات (مسجد ہی) میں گزاریں تاکہ وہیں سے ان کے دن (یعنی عید کے مبارک دن) کی ابتداء ہو۔'' سیّدُنا امام مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ المبین کا یہ معمول نَقل فرماتے ہیں کہ وہ چاندرات کو اپنے گھروں کو نہیں لوٹتے تھے جب تک کہ لوگوں کے ساتھ عید کی (نَماز ادا نہ کرلیتے۔ (الدر المنثور، ج۱، ص۴۸۸

مدینہ ۵۰: عید کی مقدّس ساعتیں بازاروں کے اندر خریداریوں میں گزارنے سے پرہیز کیجئے۔ اسی طرح عید کے یوم سعید کو بھی مَعاذاللہ عَزَوَجَلَّ مخلوط تفریح گاہوں، سنیما گھروں اور ڈِرامہ گاہوں میں گزار کر یومِ وعید نہ بنایئے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

حاجت روائی اور ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت (فیضان اعتکاف)۔

اِعتِکاف توڑنے کی سات ۷ جائز صورتیں

ان تمام صُورتوں میں اِعتِکاف فاسِد ہوجائے گااوراس کی قَضاء بھی لازِم ہوگی لیکن گناہ نہ ہوگا۔

مدینہ ۱: اِعتِکاف کے دَوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس کا علاج مسجِد سے باہَر نکلے بِغیر نہیں ہوسکتا تواِعتِکاف توڑنا جائز ہے۔ (رَدُّالمُحتَار، ج۳، ص۴۳۸)

مدینہ ۲: کوئی آدَمی ڈُوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو تواِعتِکاف توڑ کر ڈوبتے ہوئے کو بچائیں اور جلتے ہوئے کی آگ بُجھائیں۔ (رَدّالمُحتَار، ج۳، ص۴۳۸)

مدینہ ۳: جِہاد کے لئے اِعلانِ عام کردیا جائے (یعنی جِہاد فرضِ عَین ہوجائے) تو اِعتِکاف کو توڑ کر جِہاد میں شرکت کریں۔

(رَدّالمُحتَار، ج۳، ص۴۳۸)

مدینہ ۴: اگر جَنازہ آجائے، کوئی اور نَماز پڑھنے والا نہیں ہے تو اِعتِکاف توڑ کر (اِحاطۂ مسجِد سے باہَر نکل کر بھی) نَمازِ جَنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ (رَدّالمُحتَار، ج۳، ص۴۳۸)

مدینہ ۵: کوئی شخص زبردستی نکال کر باہَر لے جائے مَثَلاً حُکومَت کی طرف سے گرِفتاری کاوَارَنٹ آجائے تو بھی اِعتِکاف توڑنا جائز ہے جب کہ فوراً دوسری

(مسجد میں جانا ممکن نہ ہو۔ (رَدُّالْمُحْتَار، ج ۳، ص ۴۳۸

مدینہ ۶: اگر اپنے عزیز، مَحرَم یا زوجہ کا انتِقال ہو جائے تو نمازِ جنازہ کیلئے اِعتِکاف توڑ سکتے ہیں۔ (مگر قضاء کرنا واجِب ہو جائے گا) (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ص ۷۰۳

مدینہ ۷: آپ اگر کسی مُعاملہ میں گواہ ہوں اور آپ کی گواہی پر فیصلہ موقُوف ہو تو آپ کیلئے یہ جائز ہے کہ اِعْ:تِکاف توڑ کر گواہی دینے کیلئے جائیں اور حق دار کے حق (کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ (رَدُّالْمُحْتَار، ج ۳، ص ۴۳۸

حاجت روائی اور ایک دن کے اعتکاف کی فضیلت

مُحَدِّثِین کِرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے محبوبِ ربِّ ذُوالجلال عَزَّوَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ظاہِری انتِقالِ پُرملال کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد کی ایک نہایت ہی رقّت انگیز حکایت نَقل کی ہے چُنانچِہ منقول ہے، حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجدِ نَبَوِیِّ الشّریف علیٰ صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی پُرنور اور رَحمت سے مَعْمُور فَضاؤں میں مُعْتَکِف تھے۔ایک نہایت ہی غمگین شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ بابَرکت میں حاضِر ہوا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمدردی کے ساتھ وَجہِ غم دریافت کی۔اُس نے عرض کی،''اے رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچاجان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! فُلاں کا میرے ذمّہ کچھ حق ہے۔'' ۔
پھر سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مزارِ پُرانوار کیطرفِ اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا،''اس روضۂ انور کے اندر تشریف فرما نبیِّ رحمت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حُرمَت (یعنی عزّت) کی قسم ! میں اُس کا حق ادا کرنے کی اِستِطاعَت (یعنی طاقت) نہیں رکھتا۔''حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کیا میں تُمہاری سفارش کروں؟''اُس نے عرض کی،''جس طرح آپ رضی اللہ'' تعالیٰ عنہ بہتر سمجھیں۔چُنانچہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ سن کر فوراً مسجدِ نَبَوِیّ الشّریف علیٰ صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے باہَر نکل آئے۔یہ دیکھ کر وہ شخص مُتَعَجِّب ہو کر عرض گزار ہوا،''عالی جاہ !کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِعتِکاف بھول گئے؟''
جواباً ارشاد فرمایا،'' نا،اعتِکاف نہیں بھولا۔'' پھر مَدَنی تاجدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مزارِ نور بار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اَشکبار ہو گئے، کیونکہ
سرکارِ نامدار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو جُدا ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی یاد نے بے قرار کر دیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔
آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ہے

اس پہ دیوانگی چھا گئی ہے
یاد آقا کی تڑپا رہی ہے
یاد آئے ہیں شاہِ مدینہ

سرکارِ عالی وقار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے مزارِ پُرانوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے روتے ہوئے فرمانے لگے، ''کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہاں نے اِس مزار شریف میں آرام فرمانے والے محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ فرمارہے تھے، ''جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلے اور اسکو پورا کردے تو یہ دس سال کے اِعتِکاف سے افضل ہے اور جو رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے ایک دن کا اِعتِکاف کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے اور جہنّم کے درمیان تین خندقیں گڑھے) حائل فرمادے گا جن کا فاصِلہ مشرِق ومغرِب کے درمیانی فاصِلہ سے بھی) (زیادہ ہوگا۔'' (شُعَبُ الْاِیمان، ج ۳، ص ۴۲۴، حدیث ۳۹۶۵

محترم قارئین کرام! سُبْحٰنَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ جب ایک دن کے اعتِکاف کی اتنی فضیلت ہے تو پھر ''دس ۱۰ سال کے اِعْتِکاف سے بھی افضل'' کی بَرَکتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ اِس حِکایت سے اپنے اسلامی بھائیوں کی حاجت رَوائی اور مُشکِل کُشائی کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ مسلمانوں کی دِلجوئی کی

اَہمیّت بَہُت زیادہ ہے چُنانچِہ حدیثِ پاک میں ہے: فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ عزوجل کو زِیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔

(المعجمُ الکبیر، ج۱۱، ص ۵۹، حدیث ۱۱۰۷۹)

واقعی اگر اس گئے گزرے دَور میں ہم سب ایک دوسرے کی غمخواری و غمگُساری میں لگ جائیں تو آناً فاناً دُنیا کا نقشہ ہی بدل کر رہ جائے۔ لیکن آہ! اب تو بھائی بھائی کے ساتھ ٹکرا رہا ہے، آج مسلمان کی عزّت و آبرو اور اُس کے جان و مال مسلمان ہی کے ہاتھوں پامال ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نفرتیں مٹانے اور مَحَبَّتیں بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اِعتِکاف میں جائز کاموں کی اجازت پر مُشتَمِل 8 مَدَنی پھول

مدینہ ۱: کھانا، پینا، سونا (مگر مسجِد کی دَری پر کھانے اور سونے کے بجائے اپنی چادَر یا چٹائی پر کھائیں، سوئیں)

مدینہ ۲: ضَرورَۃً دُنیوی بات چیت کرنا۔ (مگر آہستگی کے ساتھ اور فالتو باتیں ہرگز مت کیجئے)۔

مدینہ ۳: مسجِد میں کپڑے تبدیل کرنا، عِطر لگانا، سر یا داڑھی میں تیل ڈالنا۔

مدینہ ۴: داڑھی کا خط بنوانا، زُلفیں تَراشنا، کنگھی کرنا، مگر ان سب کاموں میں یہ اِحتیاط ضَروری ہے کہ کوئی بال مسجِد میں نہ گرے، تیل یا کھانے وغیرہ سے

مسجِد کی صَفیں اور دیواریں وغیرہ آلُودہ نہ ہوں۔اس کی آسان صورت یہ ہے کہ یہ کام وُضو خانہ یا فِنائے مسجِد میں اپنی چادر بچھا کر کریں۔

مدینہ ۵: مسجِد میں بِلااُجرت کسی مریض کا مُعائنہ کرنا، دوا بتانا بلکہ نُسخہ لکھ کر دینا۔

مدینہ ۶: مسجِد میں بِلا اُجرت قرآنِ مجید یا عِلمِ دین پڑھنا، پڑھانا یا سنّتیں اور دُعائیں سیکھنا، سکھانا۔

مدینہ ۷: اپنی یا اَہل وعِیال کی ضَرورت کیلئے مسجِد میں خرید وفروخت مُعتکِف کیلئے جائز ہے۔ مگر تجارت کی کوئی چیز مسجِد میں نہیں لا سکتے۔ہاں اگر تھوڑی سی چیز ہے کہ مسجِد میں جگہ نہ گھِرے تولا سکتے ہیں۔خرید وفروخت صِرف ضَرورت کیلئے ہواور مال کمانا مقصود ہوتو جائز نہیں، چاہے وہ مال مسجِد کے باہَر ہی کیوں نہ ہو۔ (دُرِّمُختار،ج ۳،ص ۴۴۰)

مدینہ ۸: کپڑے،برتن وغیرہ مسجِد کے اندر دھونا جائز ہے۔بشرطیکہ مسجِد کی دری یا فرش پر اس کا کوئی چھینٹا نہ پڑے۔اس کی صورت یہ ہے کہ کسی بڑے برتن وغیرہ میں دھوئیں۔

ان باتوں کے علاوہ دیگر تمام وہ کام جو اعتِکاف کیلئے مُفسِد ومَمنوع نہیں اور فی نَفسہٖ جائز بھی ہیں اوران کے کرنے سے مسجِد کی کسی طرح سے بے حُرمتی بھی نہیں ہوتی وہ سب کے سب کام مُعتکِف کیلئے جائز ہیں، لیکن بے جا چیزوں سے

بچیں۔ اب مُعتکِف کو چند کام کرنے کی اجازت سے متعلّق دو احادیثِ مبارکہ پیش کیجاتی ہیں۔

مُعتکِف مسجِد سے سَر نکال سکتا ہے

مدینہ ۱: اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں، '' جب سرکارِ دو عالم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسول مُحتَشَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اعتِکاف میں ہوتے (تو مسجِد ہی میں سے) اپنا سرِ اقدس میرے (حُجرہ کی) طرف نکال دیتے اور میں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سرِ اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی اور آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم گھر میں قَضائے حاجت کے سِوا کسی اور کام کیلئے تشریف نہ لاتے تھے۔ ''

(صحیح بخاری، ج۱، ص۶۶۵، حدیث۲۰۲۹)

باہر نکلے تو چلتے چلتے عیادت کر سکتا ہے

مدینہ ۲: اُمّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں، سرکارِ مدینہ منوّرہ، سردارِ مکّہ مکرّمہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اعتِکاف کی حالت میں مریض کے پاس سے گزرتے تو بغیر ٹھہرے اور راستے سے بغیر ہٹے گزرتے ہوئے چلتے چلتے) اُس)

''کا حال پوچھ لیتے تھے۔

(سنن ابی داود، ج ۲، ص ۴۹۲، حدیث ۲۴۷۲)

محترم قارئین کرام! !اس حدیثِ مبارک سے یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہِ نُبُوَّت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کسی شَرعی یا طَبعی حاجت کیلئے مسجِد سے باہَر تشریف لاتے اور سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا گزر کسی بیمار کے پاس سے ہوتا تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نہ تو اُس کی عِیادت کیلئے اپنے راستے سے ہٹتے اور نہ مریض کے پاس ٹھہرتے، بلکہ چلتے چلتے اُس کی مِزاج پُرسی فرما لیتے۔ کوئی مُعتکِف اسلامی بھائی جب کسی شَرعی عُذر سے اِحاطۂ مسجِد سے باہَر نکلے تو اُسے ضَرورت سے زائد ایک لمحہ بھی نہ ٹھہرنا چاہئے۔ ہاں راستے میں چلتے چلتے کسی کو سلام کر لیا، کسی سے کوئی بات کر لی یا چلتے چلتے بیمار پُرسی کر لی تو جائز ہے۔ لیکن اِس غَرَض سے راستے میں رُک گئے یا راستہ تبدیل کیا تو اِعتِکاف ٹوٹ جائے گا۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوگئے (فیضانِ لیلۃُ القدر)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوگئے (فیضانِ لیلۃُ القدر)۔

دُرود شریف کی فضیلت

اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ جنت نشان ہے، '' جس نے مجھ پر دن میں ایک ہزار مرتبہ دُرود پاک پڑھا، وہ مرے گا نہیں جب تک جنّت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔'' (التّرغیب وَالتّرہیب، ج۲، ص۳۲۸، حدیث ۲۲)

محترم قارئین کرام! لَیْلَۃُ الْقَدْر اِنتہائی بَرَکت والی رات ہے اِس کو لَیْلَۃُ الْقَدْر اِس لئے کہتے ہیں کہ اِس میں سال بھر کے اَحکام ناقِد کئے جاتے ہیں۔ یعنی فِرِشتے رَجِسٹروں میں آئندہ سال ہونے والے مُعامَلات لکھتے ہیں۔ جیسا کہ ''تفسیرِ صاوِی جِلد 6 صفحہ نمبر 2398 پر ہے،'' اَیْ

اِظْہَارُ ھَا فِیْ دَوَاوِیْنِ الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی '' ترجمہ :اسے (یعنی امورِ تقدیر کو) مقرّب فرشتوں کے رجسٹروں میں ظاہر کردیا جاتا ہے۔''اور بھی مُتَعَدَّد شَہر افتیں اِس مُبارَک رات کو حاصِل ہیں۔ مُفَسِّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں: ''اِس شب کو لیلۃُ القَدْر چند وُجُوہ سے کہتے ہیں۔

۱)اس میں سالِ آئندہ کے اُمور مقرّر کرکے ملائکہ کے سپُرد کردیئے جاتے ہیں۔قَدْر) بمعنی تقدیر یا قَدر بمعنی عزّت یعنی عزّت والی رات۔

۲) اس میں قَدْر والا قراٰنِ پاک نازِل ہوا۔)

۳) جو عِبادت اس میں کی جاوے اُس کی قَدر ہے۔)

۴)قَدر بمعنی تنگی یعنی ملائکہ اِس رات میں اِس قَدر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے) (۔ان وُجُوہ سے اسے شبِ قَدر یعنی قدر والی رات کہتے ہیں''۔ (مواعظِ نعیمیہ، ص ۶۲

بخاری شریف کی حدیث میں ہے،'' جس نے اِس رات میں ایمان اور اِخلاص کے ساتھ قِیام کیا تو اِس کے عمر بھر کے گُزشتہ گُناہ مُعاف کردئے جائیں گے۔ (صحیح (بُخاری، ج۱، ص ۶۶۰، حدیث ۲۰۱۴

سال 4 ماہ سے زیادہ عبادت کا ثواب 83

لہٰذا اِس مُقدّس رات کو ہرگز ہرگز غفلت میں نہیں گُزارنا چاہئے۔اِس رات

عِبادت کرنے والے کو ایک ہزار ماہ یعنی تِراسی سال چار ماہ سے بھی زیادہ عِبادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔اور اِس ''زیادہ'' کا عِلم اللہ عَزَّوَجَلَّ جانے یا اِس کے بتائے سے اُس کے پیارے حَبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم جانیں کہ کِتنا ہے۔اِس رات میں حضرتِ سَیِّدُنا جِبرِیل (علیہ السلام) اور فِرِشتے نازِل ہوتے ہیں اور پھر عِبادت کرنے والوں سے مُصافَحہ کرتے ہیں۔اِس مُبارَک شَب کا ہر ایک لَمحہ سلامتی ہی سلامتی ہے اور یہ سلامتی صُبحِ صادِق تک برقرار رہتی ہے۔یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خاصُ الْخاص کرم ہے کہ یہ عظیم رات صِرف اپنے پیارے حَبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اور آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے صَدقے میں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اُمّت کو عطا کی گئی ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ قُراٰنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ لا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (پ۳۰، سورۃُ القدر)

ترجَمہ کنزالایمان : اللہ (عزوجل) کے نام سے شُروع جو بَہُت مہربان رَحمت والا۔
بے شک ہم نے اسے شبِ قَدر میں اُتارا اور تُم نے کیا جانا، کیا شبِ قَدر ؟ شبِ قَدر ہزار مہینوں سے بہتر، اِس میں فرِشتے اور جِبرِیل (علیہ السَّلام) اُترتے ہیں اپنے ربّ کے حُکم سے، ہر کام کیلئے، وہ سلامتی ہے صُبح چمکنے تک۔

محترم قارئین کرام ! ! شَبِ قَدر کس قَدر اہم رات ہے کہ اِس کی شانِ مُبارَک میں اللہ عَزَوَجَلَّ نے پُوری ایک سُورت نازِل فرمائی۔ جسے ابھی آپ نے مُلاحَظہ کیا۔اِس سُورۂ مُبارَکہ میں اللہ عَزَوَجَلَّ نے اِس مُبارَک رات کی کئی خُصوصِیّات اِرشاد فرمائی ہیں۔
مُفَسِّرِین کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ تعالٰی اِسی سُورۂ قَدر کے ضِمن میں فرماتے ہیں، ''اِس رات میں اللہ عَزَوَجَلَّ نے قُراٰنِ مجید کو لَوحِ مَحفُوظ سے آسمانِ دنیا پر نازِل فرمایا اور پھر تقریباً 23 برس کی مُدّت میں اپنے پیارے حَبیب صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم پر اسے بَتَدرِیج نازِل کیا۔'' (از تفسیرِ صاوی، ج٦، ص٢٣٩٨)

سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم رنجیدہ ہوگئے

تَفسِیرِ عزِیزی'' میں ہے کہ جب ہمارے میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی''

مصطفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے سابقہ اَنبیاء کِرام عَلَیْہِمُ السَّلام کی اُمّتوں کی طویل عُمروں اور اپنی اُمّت کی قلیل عُمروں کو مُلاحظہ فرمایا تو غمخوارِ اُمّت ،تاجدارِ رِسالت صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا مبارک دِل شَفقت سے بھر آیا اور سرکار صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم رَنجیدہ ہوگئے کہ میرے اُمّتی اگر خوب خوب نیکیاں کریں جب بھی اُن کی برابری نہیں کر سکیں گے۔چُنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت جوش پر آئی اور اُس نے اپنے پیارے حَبیب صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو لَیْلَۃُ القَدْر عطا فرمائی۔

(تفسیرِ عزیزی، ج۴، ص۴۳۴)

(نوٹ موضوع اس قول سے لیا گیا ہے)۔

ایمان افروز حکایت

سُورہ قَدْر کا شانِ نُزول بَیان کرتے ہوئے بَعْض مُفَسِّرینِ کِرام نے ایک نہایت ہی اِیمان اَفروز حکایت بَیان کی ہے۔اِس کا مضمون کچھ اس طرح ہے، کہ حضرتِ شَمْعُون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ہزار ماہ اِس طرح عِبادت کی کہ رات کو قِیام اور دِن کو روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں کُفّار کے ساتھ جِہاد بھی کرتے۔ وہ اِس قَدر طاقتور تھے کہ لوہے کی وَزنی اور مَضبوط زنجیروں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالتے تھے۔

کُفّارِ نابَکار نے جب دیکھا کہ حضرتِ شَمْعُون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر کوئی بھی حربہ کار گر نہیں ہوتا تو باہم مشورہ کرنے کے بعد بَہُت سارے مال و دولت کا لالچ دیکر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زَوجہ کو اِس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ کسی رات نیند کی حالت میں پائے تو انہیں نِہایَت ہی مضبوط رَسّیوں سے خوب اچھّی طرح جَکڑ کر اِن کے حوالے کردے۔ چُنانچِہ بے وَفا بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیدار ہوئے اور اپنے آپ کو رَسّیوں سے بندھا ہوا پایا تو فوراً اپنے اَعضاء کو حَرکت دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے رسّیاں ٹوٹ گئیں اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آزاد ہوگئے۔ پھر اپنی بیوی سے اِستِفسار کیا، '' مجھے کِس نے باندھ دیا تھا؟ بے وفا بیوی نے وفاداری کی نقلی اَداؤں سے جُھوٹ مُوٹ کہہ دیا کہ میں تو آپ کی طاقت کا اندازہ کررہی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِن رسّیوں سے کِس طرح اپنے آپ کو آزاد کرواتے ہیں۔'' بات رَفع دَفع ہوگئی۔ ایک بار ناکام ہونے کے باوُجُود بے وفا بیوی نے ہِمّت نہیں ہاری اور مُسَلسَل اِس بات کی تاک میں رہی کہ کب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر نیند طاری ہو اور وہ اِنہیں باندھ دے۔

آخِر کار ایکبار پھر موقع مل ہی گیا۔ لہٰذا جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر نیند کا غَلَبہ ہُوا تو اُس ظالِمہ نے نِہایَت ہی چالاکی کے ساتھ آپ رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کو لوہے کی زنجیروں سے ں اچھی طرح جکڑ دیا۔جُوں ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھ کُھلی ، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہی جھٹکے میں زنجیر کی ایک ایک کڑی الگ کردی اور بآسانی آزاد ہوگئے ۔ بیوی یہ منظر دیکھ کر سٹپٹا گئی مگر پھر مکّاری سے کام لیتے ہوئے وُہی بات دُہرادی کہ میں تو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو آزمارہی تھی۔دَورانِ گفتگو (حضرتِ) شمعُون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی بیوی کے آگے اپنا راز اِفشاء کردیا کہ مجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بڑا کرم ہے اُس نے مجھے اپنی وِلایت کا شَرَف عِنایَت فرمایا ہے ۔ مجھ پر دُنیا کی کوئی چیز اَثر نہیں کرسکتی مگر ہاں ، '' میرے سَر کے بال '' ۔ چالاک عورت ساری بات سمجھ گئی۔

آہ ! اُسے دُنیا کی مَحبّت نے اندھا کردیا تھا۔آخر ایک بار مَوقعہ پاکر اُس نے آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہی کے اُن آٹھ گیسُوؤں سے باندھ دیا جِن کی درازی زمین تک تھی۔ (یہ اگلی اُمّت کے بزرگ تھے۔ ہمارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی سنّتِ گیسو زیادہ سے زیادہ شانوں تک ہے) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنکھ کھلنے پر بڑا زور لگایا مگر آزاد نہ ہوسکے ۔دُنیا کی دولت کے نَشہ میں بدمست بے وفا عورت نے اپنے نیک اور پارسا شوہر کو دشمنوں کے حوالے کردیا۔

سُفّارِ بد اَطوار نے حضرتِ شَمعُون (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ایک سُتُون سے باندھ دیا اور اِنتِہائی بے دردی اور سَفّاکی سے اُن کے ناک ، کان کاٹ ڈالے اور آنکھیں نِکال لیں۔ اپنے وَلیِ کامل کی بے کَسی پر رَبُّ الْعِزّت عَزَّوَجَلَّ کی غیرت کو جوش آیا۔ قَہّارِ قَہّار وغَضَبِ جَبّار نے ظالِم کافِروں کو زمین کے اندر دھنسادیا اور دُنیا کے لالچ میں آکر بے وفائی کرنے والی بد نصیب بیوی پر قَہرِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ کی بجلی گِری اور وہ بھی خاکِستر ہو گئی۔

(ماخوذ از مُکاشَفَۃُ القُلُوب، ص ۳۰۶)

ہماری عمریں تو بہت قلیل ہیں

حضراتِ صَحابہ کِرام علیہم الرضوان نے جب حضرتِ شَمعُون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عِبادات وجِہاد و تکالیف ومَصائِب کا تذکرہ سُنا تو انہیں حضرتِ شَمعُون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بڑا رَشک آیا اور ماہِ نُبُوَّت ، آقائے رَحمت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خِدمتِ بابَرَکت میں عَرض کی، ''یارسولَ اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ! ہمیں تو بَہُت تھوڑی عُمریں ملی ہیں۔ اِس میں بھی کچھ حِصّہ نیند میں گُزرتا ہے تو کچھ طَلَبِ مَعاش میں ، کھانے پکانے میں اور دیگر

اُمُورِ دُنیوی میں بھی کچھ وَقت صَرف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہم تو حضرتِ شَمعُون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح عِبادت کر ہی نہیں سکتے۔ یُوں بَنی اِسرائیل ہم سے عِبادت میں '' بڑھ جائیں گے۔

اُمَّت کے غمخوار آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم یہ سُن کر غمگین ہو گئے۔ اُسی وَقت حضرتِ سَیِّدُنا جِبرئیلِ اَمین عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام حاضِرِ خِدمتِ بابَرَکت ہوئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانِب سے سُورۂ قَدْر پیش کی۔ اور تسلّی دے دی گئی کہ پیارے حَبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم رَنجیدہ نہ ہوں، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی اُمَّت کو ہم نے ہر سال میں ایک ایسی رات عِنایَت فرمادی کہ اگر وہ اُس رات میں میری عِبادت کریں گے تو حضرتِ شَمعُون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہزار ماہ کی عِبادت سے بھی بڑھ جائیں گے۔

(ماخوذ از تفسیرِ عزیزی، ج۴، ص۴۳۴)

آہ! ہمیں قدر کہاں؟

اللہُ اَکبر عَزَّوَجَلَّ! محترم قارئین کرام!! خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ اپنے محبوبِ ذیشاں، رَحمتِ عالَمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلّم کی اُمّت پر کِس قَدْر مہربان ہے اور اُس نے ہم غُلاموں پر ہمارے میٹھے میٹھے آقا نبیِّ آخِرُ الزّمان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے صَدقے کِس قَدر عظیم الشان اِحسان فرمایا کہ اگر شَبِ قَدْر میں عِبادت کرلیں تو ایک ہزار ماہ سے بھی زیادہ کی عِبادت کا ثواب پالیں۔ مگر آہ ! ہمیں شَبِ قَدْر کی قَدْر کہاں ! ایک صَحابہ کِرام علیہم الرضوان بھی تو تھے کہ اُن کی حسرت پر ہم سب کو اِتنا بڑا اِنعام بِغیر کسی خواہِش کے مِل گیا۔ اُنھوں نے تو اِس کی قَدر بھی کی مگر ہم ناقَدْروں کو تو عِبادت کی فُرصت ہی نہیں ملتی

۔آہ ! ہر سال مِلنے والے اِس عظیمُ الشّان اِنعام کو ہم غَفلت کی نَذر کردیتے ہیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عیانت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

ایک ہزار شہزادے (فیضانِ لیلۃُ القدر)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔

تمام بھلائیوں سے محروم کون؟

حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،ایک بار رجب ماہِ رَمَضان شریف تشریف لایا تو سلطانِ دوجہان،مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: '' تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے اَفضل ہے جو شخص اُس رات سے مَحروم رہ گیا، گویا تمام کی تمام بَھلائی سے مَحروم رہ گیا اور اُس کی بَھلائی سے مَحروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہے۔''

(سنن ابنِ ماجہ، ج ۲، ص ۲۹۸، حدیث ۱۶۴۴)

ایک ہزار شہزادے

سُورَۃُ القدر کا ایک اور شانِ نُزول مشہور تابعی حضرت سَیِّدُنا کعبُ الاَحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَنقُول ہے۔چُنانچِہ سَیِّدُنا کعبُ الاَحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک نیک خصلت بادشاہ تھا۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُس زمانے کے نبی علیہ السلام کی طرف

وَحی فرمائی کہ فُلاں سے کہو کہ اپنی تمنّا بیان کرے۔ جب اس کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی، ''اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال، اولاد اور جان کے ساتھ جِہاد کروں۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ایک ہزار لڑکے عطا فرمائے۔ وہ اپنے ایک ایک شہزادے کو اپنے مال کے ساتھ لشکر کیلئے تیّار کیا کرتا اور پھر اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مجاہد بنا کر بھیج دیتا۔ وہ ایک ماہ جہاد کرتا اور شہید ہو جاتا۔ پھر دوسرے شہزادے کو لشکر میں تیّار کرتا تو ہر ماہ ایک شہزادہ شہید ہو جاتا۔ اِس کے ساتھ ساتھ بادشاہ رات کو قِیام کرتا اور دِن کو روزہ رکھا کرتا۔ ایک ہزار مہینوں میں اس کے ہزار شہزادے شہید ہو گئے۔ پھر خود آگے بڑھ کر جہاد کیا اور شہید ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اِس بادشاہ کا مرتبہ کوئی شخص نہیں پا سکتا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازِل فرمائی کہ ''لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ'' (ترجَمہ کنزالایمان: شبِ قَدر ہزار مہینوں سے بہتر) یعنی اس بادشاہ کے ہزار مہینوں سے جو کہ اِس نے رات کے قِیام، دِن کے روزوں اور مال، جان اور اولاد کے ساتھ راہِ خُدا عَزَّوَجَلَّ میں جہاد کر کے گُزارے اِس سے بہتر ہے۔ (تفسیرِ قُرطُبی، ج۲۰، پ۳۰، ص ۱۲۲

ہزار شہروں کی بادشاہت

حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر وَراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سَیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی مِلک میں پانچ سو شہر تھے اور سَیِّدُنا ذُوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مِلک میں بھی پانچ سو شہر۔یوں ان دونوں کی مِلک میں ایک ہزار شہر ہوئے۔تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس رات کے عمل کو جو اِسے پائے اُس کیلئے ان دونوں کی مِلک سے بہتر بنایا ہے۔

(تفسیرِ قُرطُبی، ج۲۰، پ۳۰، ص۱۲۲)

محترم قارئین کرام!! یہ رات ہر طرح سے خَیریت وسلامتی کی ضامِن ہے۔یہ رات اَوّل تا آخِر رَحمت ہی رَحمت ہے۔مُفَسِّرینِ کِرام رَحِمَھُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''یہ رات سانپ وبچھّو،آفات وبَلِیّات اور شیاطین سے بھی محفوظ ہے اِس رات میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔''

پرچم کشائی

رِوایَت ہے کہ شَبِ قَدْر میں سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کے فِرِشتوں کی فوج حضرتِ جِبرِیل علیہ السلام کی سرداری میں زمین پر اُترتی ہے،اور اُن کے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں، ایک جھنڈا حُضورِ انور،شافِعِ محشر،مدینے کے تاجور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی قَبرِ منوّر پر، ایک جھنڈا

بیتَ المُقَدَّس کی چھت پر۔ اور ایک جھنڈا کعبہ مُعَظَّمہ کی چھت پر، ایک جھنڈا طُورِ سِیناپر لہراتے ہیں پھر یہ فِرِشتے مسلمانوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر ہر مؤمِن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں، سلام عَزَّوَجَلَّ (سلام اللہ عزوجل کا صِفاتی نام ہے) تم پر سلامتی بھیجتا ہے۔ مگر جِن گھروں میں شرابی یا خِنزیر کا گوشت کھانے والا یا بِلاوجہِ شرعی اپنی رِشتہ داری کاٹ دینے والا رہتا ہو اِن گھروں میں یہ فِرِشتے داخِل نہیں ہوتے۔'' (تفسیرِ صاوی، ج۶، ص۲۴۰۱

ایک رِوایت میں یہ بھی ہے کہ ''اِن فِرِشتوں کی تعداد رُوئے زمین کی کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ سب سلام و رَحمت لے کر نازِل ہوتے ہیں۔'' (تفسیرِ دُرِّ مَنثُور (ج۸، ص۵۷۹،

سبز جھنڈا

ایک اور طویل حدیث جِسے حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عَبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رِوایَت کیا ہے، اِس میں شَبِ قَدْر کے بارے میں نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم، محبوبِ ربِّ عظیم عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا یہ فرمانِ عالیشان نَقل کیا گیا ہے۔ ''جب شَبِ قَدْر آتی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکْم سے حضرتِ جبریل عَلَیْہِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ایک سبز جھنڈا لئے فِرشتوں کی بَہُت بڑی فوج کے ساتھ زمین پر نُزول فرماتے ہیں اور اُس سبز جھنڈے کو کعبہ مُعَظّمہ پر لہرادیتے ہیں۔ حضرتِ جبرِیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے سو بازو ہیں، جن میں سے دو بازو صِرف اِسی رات کھولتے ہیں۔وہ بازو مَشْرِق ومَغْرِب میں پھیل جاتے ہیں۔پھر حضرتِ جبرِیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام فِرشتوں کو حُکم دیتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان آج رات قِیام ،نَماز یا ذِکْرُاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغُول ہے اُس سے سلام ومُصافَحہ کرو۔نیز اُن کی دُعاؤں پر آمین بھی کہو۔چُنانچِہ صُبح تک یہی سِلسلہ رہتا ہے۔ صُبح ہونے پر حضرتِ جبرِیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام فِرشتوں کو ویسی کا حُکم صادِر فرماتے ہیں۔فِرشتے عَرض کرتے ہیں،اے جبرِیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اُمّت کی حاجات کے بارے میں کیا کیا؟حضرتِ جبرِیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام فرماتے ہیں ،''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے اِن لوگوں پر خُصُوصی نَظرِ کرم فرمائی اور چار قِسم کے لوگوں کے عِلاوہ تمام لوگوں کو مُعاف فرمادیا۔ صَحابہ کِرام علیہم الرضوان نے عَرض کی، ''یارسولَ اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم وہ چار قِسم کے لوگ کون سے ہیں؟''ارشاد فرمایا:

۱) ایک تو عادی شرابی۔)

۲) دُوسرے والِدَین کے نافرمان۔)
۳) تیسرے قَطعِ رِحمی کرنے والے (یعنی رشتہ داروں سے تَعلُّقات توڑنے والے) اور)

۴) چوتھے وہ لوگ جو آپس میں بُغض وکینہ رکھتے ہیں اور آپس میں قَطعِ تعلُّق کرنے)
''والے۔
(شُعَبُ الْایمان، ج ۳، ص ۳۳۶، حدیث ۳۶۹۵)

بد نصیب لوگ

محترم قارئین کرام ! ! دیکھا آپ نے ؟ شَبِ قَدر کس قَدر عظمت والی رات ہے۔اِس رات میں ہر خاص وعام کو بَخش دیا جاتا ہے۔تاہَم عادی شرابی، ماں باپ کے نافرمان، قَطعِ رِحمی کرنے والے اور بِلا مصلحتِ شَرعی آپس میں کینہ رکھنے والے اوراس سبب سے آپس میں تعلُّقات مُنقَطع کرنے والے اِس عام بَخشِش سے مَحروم کردیئے جاتے ہیں۔

! توبہ کرلو

محترم قارئین کرام ! ! قَہرِ قَہّار وغَضَبِ جَبّار عَزَّوَجَلَّ سے لَرز جانے کیلئے کیا یہ بات کافی نہیں ؟ اور شَبِ قَدر جیسی بابَرَکت رات بھی جِن مُجرِمُوں کی بَخشِش نہیں کی جارہی وہ کس قَدر شدید مُجرِم ہوں گے ؟ ہاں اگر

اِن گُناہوں سے صِدقِ دِل سے تَوبہ کرلی جائے اور حُقوقُ العِباد والے مُعامَلات بھی حل کرلئے جائیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فَضل وکَرَم بے حد و بے اِنتِہا ہے۔

لڑائی کا وبال

حضرتِ سَیِّدُنا عُبادَہ بن صامِت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ میٹھے میٹھے آقا مَکّی مَدَنی مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم باہَر تشریف لائے تاکہ ہم کو شَبِ قَدر کے بارے میں بتائیں (کہ کِس رات میں ہے) دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں اِس لئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قَدر بتاؤں لیکن فُلاں فُلاں شخص جھگڑ رہے تھے۔ اِس لئے اِس کا تَعَیُّن اُٹھالیا گیا۔ اور مُمکِن ہے کہ اِسی میں تمہاری بہتری ہو۔ اب اِس کو (آخِری عَشرے کی) نویں، ساتویں، اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈو۔'' (صحیح بُخاری، ج۱، ص ۶۶۳، حدیث ۲۰۲۳)

ہم تو شریف کے ساتھ شریف اور۔۔۔۔۔۔

محترم قارئین کرام!! اس حدیثِ پاک میں ہمارے لئے کس قَدر دَرسِ عِبرت ہے کہ میٹھے میٹھے آقا مَکّی مَدَنی مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

بتانے ہی والے تھے کہ شبِ قَدر کون سی رات ہے کہ دو مسلمانوں کا باہَم لڑنا مانعِ ہوگیا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شَبِ قَدر کو مَخفی کردیا گیا۔اِس سے اندازہ لگائیے کہ مُسلمانوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا کرنا رَحمت سے کس قَدر دُوری کا سَبَب بَن جاتا ہے۔ مگرآہ ! اب کون کس کو سمجھائے ؟آج تو بڑے فخر سے کہا جارہا ہے کہ ''میاں اِس دُنیا میں شریف رہ کر تو گُزارہ ہی نہیں،ہم تو شریفوں کے ساتھ شریف اور بدمَعاش کے ساتھ بد معاش ہیں ! '' صرف اس قول ہی پر اِکتِفا نہیں ۔اب تو معمولی سی بات پر پہلے زبان درازی ،پھر دست اندازی ،اس کے بعد چاقو بازی بلکہ گولیاں تک چل جاتی ہیں۔اَفسوس ! آج کل بعض مُسلمان کبھی پَٹھان بن کر کبھی پنجابی کہلا کر ، کبھی مُہاجِر ہو کر ، کبھی سندھی اور بلوچ قومِیَّت کا نعرہ لگا کر ایک دُوسرے کا گَلا کاٹ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی اَملاک واَمْوال کو آگ لگا رہے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے خِلاف صِرف نَسلی اور لِسانی فَرق کی بِناء پر مَحاذ آرائی ہورہی ہے۔مُسلمانو !آپ تو ایک دوسرے کے مُحافِظ تھے آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان تو یہ ہے کہ ''مُؤمِنوں کی مِثال تو ایک جِسم کی طرح ہے کہ اگر ایک عُضْو کو تکلیف پہنچے تو سارا جِسم اِس تکلیف کو مَحسوس کرتا ہے۔''

(صحیح بُخاری، ج۴، ص ۱۰۳، حدیث ۶۰۱۱)

ایک شاعِر نے کتنے پیارے انداز میں سمجھایا ہے

مُبْتَلائے دَرْد کوئی عُضْو ہو روتی ہے آنکھ
کِس قَدر ہمدرد سارے جِسم کی ہوتی ہے آنکھ

محترم قارئین کرام ! ! ہمیں آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے کے بجائے ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمگُساری کرنی چاہیے۔ مُسلمان ایک دوسرے کو مارنے ، کاٹنے اور لُوٹنے ایک دوسرے کی دُکانیں اور اَسباب جَلانے والا نہیں ہوتا۔

مسلمان مومن اور مہاجر کی تعریف

سَیِّدُنا فُضالہ بن عُبَید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایَت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت ، پیکرِ جُود و سخاوت، سراپا رَحمت، محبوبِ رَبُّ الْعِزَّت عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حَجَّۃُ الْوَداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''کیا تمہیں مؤمِن کے بارے میں خبر نہ دوں؟'' پھر ارشاد فرمایا: مؤمِن وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان اپنی جان اور اپنے اَموال سے بے خوف ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کی زَبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مجاہِد وہ ہے جس نے اطاعتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں اپنے نَفس کے ساتھ جِہاد کیا اور مہاجِر وہ ہے جس نے خطا اور گناہوں سے علیٰحدِگی اختیار کی۔'' (المستدرک للحاکم، ج۱، ص ۱۵۸

اور ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کی طرف یا اُس کے بارے میں)اِس قسم کے اشارے، کِنائے سے کام لے جو اُس کی دِل آزاری) کا باعِث ہو۔اور یہ بھی حَلال نہیں کہ کوئی ایسی حَرَکت کی جائے جو کسی مسلمان کو (ہراساں یا خوفزدہ کردے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ج۷، ص۱۷۷

طریقِ مصطَفٰے کو چھوڑنا ہے وجہِ بربادی
اِسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

ناقابلِ برداشت خارش

حضرتِ سَیِّدُنا مُجاہِد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بعض دوزخیوں کو ایسی خارِش میں مُبتَلا کردے گا کہ کُھجاتے کُھجاتے اُن کی کھال اُدھڑ جائے گی یہاں تک کہ اُن کی ہڈیاں ظاہِر ہوجائیں گی۔ پھر ندا سُنائی دے گی کہ کہو، کیسی رہی یہ تکلیف ؟ وہ کہیں گے کہ اِنتِہائی سَخت اور ناقابِلِ برداشت ہے۔ تَب انہیں بتایا جائے گا۔ کہ '' دُنیا میں جو تم مسلمانوں کو سَتایا کرتے تھے یہ اُس کی سزا ہے۔'' (اتحاف السادۃ المتقین، ج۷، ص۱۷۵)

تکلیف دور کرنے کا ثواب

حُضُورِ اکرم، نُورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو جنّت میں گھومتے ہوئے دیکھا کہ جِدھر چاہتا تھا نِکل جاتا تھا۔ جانتے ہو کیوں؟ صِرف اِس لئے کہ اُس نے اِس دنیا میں ایک دَرَخت ''راستے سے اِس لئے کاٹ دیا تھا کہ مُسلمانوں کو راہ چلنے میں تکلیف نہ ہو۔

(صحیح مُسلم، ص ۱۴۱۰، حدیث ۱۹۱۴)

!لڑنا ہے تو نفس کے ساتھ لڑو

محترم قارئین کرام ! !اِن احادیثِ مُبارکہ سے دَرْس حاصِل کیجئے اور آپَس میں لڑائی جھگڑا اور لُوٹ مار سے پرہیز کیجئے۔ اگر لڑنا ہی ہے تو مَردُود شیطان سے لڑیئے، نَفْسِ اَمّارہ سے لڑائی کیجئے۔ بوَقتِ جِہاد دین کے دشمنوں سے قِتال کیجئے۔ مگر آپَس میں بھائی بھائی بن کر رہئے۔ آپس میں جھگڑا کرنے کا نقصانِ عظیم تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ شَبِ قَدْر کی تَغیِیْن اُٹھا لی گئی۔ اِس کے عِلاوہ بھی آپس میں لڑائی جھگڑا کرنے سے نہ جانے کیسی کیسی عظیم نِعمتوں اور رَحمتوں سے ہمیں محرُوم کیا جاتا ہوگا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حالِ زار پر رَحم فرمائے اور اِس بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اگرچہ پنجابی، پٹھان، سِندھی، بلوچ، سرائیکی، مُہاجِر، بنگالی، بہاری وغیرہ قَومیّت سے تعلّق رکھتے ہوں مگر ہیں ''عَرَبی

آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے غُلام۔'' ہمارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نہ ''پَٹھان'' ہیں، نہ '' پنجابی''، نہ ''بلوچ'' ہیں، نہ ''سندھی''۔بلکہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم تو ''عَرَبی'' ہیں۔اے کاش ! ہم حقیقی معنوں میں عَرَبی آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے دامنِ کرم سے لِپٹ کر رہیں اور تمام نَسلی اور لِسانی اِختِلافات کو بُھلا کر ایک اور نیک بن جائیں۔

فرد قائم ربطِ ملّت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

شبِ قدر پوشیدہ کیوں؟ (فیضانِ لیلۃُ القدر)۔

جادوگر کا جادو ناکام

حضرتِ سَیِّدُنا اسمٰعیل حَقّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نَقل فرماتے ہیں،''یہ رات سلامَتی والی رات ہے یعنی اِس میں بَہُت سی چیزوں سے سلامَتی ہے۔اِس رات میں بیماری، شر اور آفات سے سلامتی ہے، اسی طرح آندھی، بجلی وغیرہ ایسی باتیں جن سے ڈر پیدا ہوتا ہو ان سے بھی سلامَتی ہے، بلکہ اِس رات میں جو کچھ نازِل ہوتا ہے وہ سلامتی ، نفع اور خَیر پر مشتمِل ہوتا ہے۔اور نہ ہی اِس میں شیطان بُرائی کروانے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی جادوگر کا جادو اِس میں چلتا ہے بس اس رات میں سلامَتی ہی سلامَتی ہے۔'' (رُوحُ البَیان، ج۱۰، ص۴۸۵)

علاماتِ شب قدر

حضرتِ سَیِّدُنا عُبَادَہ بن صامِت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ والا تبار، باذنِ پروردگار دو جہاں کے مالِک ومختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خدمتِ بابَرَکت میں شبِ قَدر کے بارے میں سُوال کیا تو سرکارِ مدینہ منوّرہ، سردارِ مکّۂ مکرّمہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:''شبِ قَدر رَمَضانُ الْمُبارَک کے

آخِری عَشرہ کی طاق راتوں یعنی اِکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، یا اُنتیسویں شب یا رَمَضا
ن کی آخِری شب میں ہے۔ تو جو کوئی اِیمان کے ساتھ بہ نیَّتِ ثواب اِس مُبارَک رات
میں عِبادت کرے، اُس کے تمام گُزِشتہ گُناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ اُس کی عَلامات میں
سے یہ بھی ہے کہ وہ مُبارَک شب کُھلی ہوئی، روشن اور بِالکل صاف وشَفّاف ہوتی
ہے۔اِس میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ یہ رات مُعتَدِل ہوتی ہے، گویا
کہ اِس میں چاند کُھلا ہوا ہوتا ہے،اِس پُوری رات میں شَے اطِین کو آسمان کے سِتارے
نہیں مارے جاتے۔مزے دِنشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اِس رات کے گُزرنے کے
بعد جو صُبح آتی ہے اُس میں سُورج بِغیر شُعاع کے طُلوع ہوتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے
گویا کہ چودھویں کا چاند۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس دِن طُلوعِ آفتاب کے ساتھ شیطان کو
نِکلنے سے روک دیا ہے۔ (اِس ایک دِن کے عِلاوہ ہر روز سُورج کے ساتھ ساتھ شیطان
بھی نِکلتا ہے)۔

(مُسند اِمام احمد، ج۸، ص ۴۱۴، حدیث ۲۲۸۲۹)

سمندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے

محترم قارئین کرام ! ! حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ رَمَضانُ الْمُبارَک کے آخِری
عَشرہ کی طاق راتوں مے ں یا آخِری رات میں سے چاہے وہ ۳۰ ویں شب ہو کوئی ایک
رات شَبِ قَدْر ہے۔اِس رات کو مَخفی رکھنے میں ہزارہا حِکمتیں

ہیں۔جن میں یقیناً ایک حِکمت یہ بھی ہے کہ مسلمان ہر رات اِسی رات کی جُستجو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت میں گُزارنے کی کوشش کریں کہ نہ جانے کون سی رات، شَبِ قَدْر ہو۔اِسی حدیثِ پاک میں شَبِ قَدْر کی بَعض عَلامات بھی اِرشاد فرمائی گئی ہیں۔اِن عَلامات کے علاوہ بھی دیگر رِوایات میں مزید عَلاماتِ لَیْلَۃُ القَدْر کا بَیان کیا گیا ہے۔اِن عَلامات کو پالینا سب کے بس کی بات نہیں۔ بلکہ یہ تو صِرف اَہلِ نَظَر ہی کا حِصّہ ہے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ بَسا اوقات اپنے خاص بندوں پر ان کا ظُہُور فرماتا ہے۔شَبِ قَدْر کی ایک عَلامت یہ بھی ہے کہ اِس رات میں سَمُندر کا کھاری پانی مے مٹھا ہوجاتا ہے۔نیز اِنسان وجِنّات کے عِلاوہ کائِنات کی ہر شَے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بُزرگی کے اِعتِراف میں سَجدہ رَیز ہوجاتی ہے مگر یہ ہر ایک کو نظر نہیں آتا۔

حکایت

حضرتِ سَیِّدُنا عُبَیْد ابنِ عُمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،'' میں ایک رات بُحَیْرَہ قُلْزُم (قُلزُم نامی سمندر) کے کَنارے پر تھا اور اُسی کھاری پانی سے وُضو کرنے لگا۔جب میں نے وہ پانی چکھا تو شَہد سے بھی زیادہ میٹھا معلُوم ہوا۔ مجھے بے حد تَعَجُّب ہوا۔ یہ میں نے جب حضرتِ سَیِّدُنا عُثمانِ غَنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس بات کا ذِکْر کیا تو

اُنھوں نے فرمایا: ''اے عُبَید! رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ لَیْلَۃُ الْقَدْر ہو گی۔'' مزید فرمایا: ''جس شخص نے یہ رات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں گُزاری اُس نے گویا ہزار ماہ سے بھی زیادہ عَرصہ عِبادت کی اور اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گُناہوں کو مُعاف فرمادے گا۔'' (تذکرۃُ الواعظین، ص ۶۲۶)

حکایت

حضرتِ سَیِّدُنا عُثمان ابنِ ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غُلام نے اُن سے عَرض کی، ''اے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے کِشتی بانی کرتے ایک عرصہ گُزرا۔ میں نے دریا کے پانی میں ایک عجیب بات مَحسوس کی۔ جِس کو میری عَقْل تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُوچھا ''وہ کیا عجیب بات ہے؟'' عَرض کی، اے آقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہر سال ایک ایسی رات بھی آتی ہے کہ جس میں سَمُندر کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے''۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غُلام سے فرمایا، ''اِس بار خیال رکھنا جیسے ہی رات میں پانی مے مٹھا ہو جائے تو مجھے مُطّلع کرنا۔ جب رَمَضان کی ستائیسویں رات آئی تو غُلام نے آقا سے عَرض کی کہ آقا! آج سَمُندر کا پانی میٹھا ہو چُکا ہے۔'' (رُوحُ البَیان، ج ۱۰، ص ۴۸۱)

ہمیں علامات کیوں نظر نہیں آتیں؟

محترم قارئین کرام ! ! شبِ قدر کی متعدد علامات کا ذِکر گُزرا۔ ہمارے ذِہن میں یہ سُوال اُبھر سکتا ہے کہ ہماری عُمر کے کافی سال گُزرے ہر سال شبِ قدر آتی رہتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہمیں کبھی اِس کی علامات نظر نہیں آتیں ؟اِس کے جواب میں عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ فرماتے ہیں ،اِن باتوں کا عِلم ہر ایک کو نہیں ہو سکتا کیوں کہ اِن کا تعلّق کَشف و کَرامت سے ہے۔اِسے تو وُہی دیکھ سکتا ہے جس کو بَصیرت (یعنی قَلْبی نَظَر) کی نِعمت حاصِل ہو۔ہر وَقت مَعصِیَت کی نُحُوست میں لَت پَت رہنے والا گُنہگار اِنسان اِن نظّاروں کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشہ دیکھے دِیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

طاق راتوں میں ڈھونڈو

محترم قارئین کرام ! ! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مَشِیَّت کے تحت شبِ قدر کو پوشیدہ رکھا ہے۔لہٰذا ہمیں یقین کے ساتھ نہیں معلوم کہ شبِ قدر کون سی رات ہوتی ہے۔

اُمُّ المُؤمِنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رِوایَت ہے، میرے سرتاج ، صاحِبِ مِعراج صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''شبِ قَدر کو رَمَضانُ المُبارَک کے

آخِری عَشرہ کی طاق راتوں یعنی اِکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اور اُنتیسویں (راتوں میں تلاش کرو۔'' (صحیح بُخاری، ج۱، ص ۶۶۲، حدیث ۲۰۲۰

آخری سات راتوں میں تلاش کرو

حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بحر و بر کے بادشاہ، دو عالم کے شَہَنْشاہ، اُمّت کے خیر خواہ، آمِنہ کے مہر و ماہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صَحابۂ کِرام رِضوانُ اللہِ تعالیٰ عَلَیْہِم اَجْمَعِین میں سے چند اَفراد کو خواب میں آخِری سات راتوں میں شبِ قَدْر دِکھائی گئی۔ میٹھے میٹھے آقا مکّی مَدَنی مصطَفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخِری سات راتوں میں مُتّفِق ہوگئے ہیں۔اِس لئے اِس کا تلاش کرنے والا اِسے آخِری سات راتوں میں تلاش کرے۔

(صحیح بُخاری، ج۱، ص ۶۶۰، حدیث ۲۰۱۵)

لیلۃ القدر پوشیدہ کیوں؟

محترم قارئین کرام!! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سُنَّتِ کریمہ ہے کہ اُس نے بَعض اہَم ترین مُعامَلات کو اپنی مَشِیَّت سے بندوں پر پوشیدہ رکھا ہے۔

جیسا کہ منقول ہے ،'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رِضا کو نیکیوں میں ،اپنی ناراضگی کو گُناہوں میں اور اپنے اَولیاء رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔'' اِس کا خُلاصہ یہی ہے کہ بندہ کسی بھی نیکی کو چھوٹی سمجھ کر چھوڑ نہ دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کِس نیکی پر راضی ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ نیکی بظاہر بَہُت ہی چھوٹی نظر آتی ہو اُسی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ راضی ہو جائے۔ مُتَعَدَّد احادِیثِ مُبارَکہ سے یہی پتا چلتا ہے ۔مَثَلاً قِیامت کے روز ایک بدکار عورت صِرف اِس نیکی کے عِوَض بَخش دی جائے گی کہ اُس نے ایک پیاسے کُتّے کو دُنیا میں پانی پِلادیا تھا۔اِسی طرح اپنی ناراضگی کو گُناہوں میں پوشیدہ رکھنے کی حکمت یہی ہے کہ بندہ کسی گُناہ کو چھوٹا تَصَوُّر کرکے کر نہ بیٹھے بلکہ ہر گُناہ سے بچتا ہی رہے۔چُونکہ بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تَبَارَکَ وتعالیٰ کس گناہ سے ناراض ہو جائے گا۔لہٰذا وہ ہر گُناہ سے پرہیز ہی کرے۔اِسی طرح اَولیاء رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کو بندوں میں اِسی لئے پوشیدہ رکھا ہے کہ اِنسان ہر نیک مسلمان کی رِعایَت و تعظیم بجالائے اور سوچے کہ ہو سکتا ہے کہ ''یہ '' وَلِیُّ اللہ ہو۔ ہو سکتا ہے، ''وہ'' وَلِیُّ اللہ ہو۔ اور ظاہر ہے جب ہم نیک لوگوں کا اَدَب و تعظیم کرنا سیکھ لیں گے، بد گُمانی کی عادت نِکال دیں گے اور سب مسلمانوں کو اپنے سے اچھا تَصَوُّر کرنے لگے گے تو ہمارا مُعاشَرہ بھی صحیح ہو جائے گا اور اِن شآءَ اللہ

عَزَّوَجَلَّ ہماری عاقِبت بھی سَنْوَر جائے گی۔

حکمتوں کے مدنی پھول

امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور تفسیر، تفسیرِ کبیر میں فرماتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شبِ قَدْر کو چند وُجُوہ کی بناء پر پوشیدہ رکھا ہے۔ اوّل یہ کہ جس طرح دیگر اشیاء کو پوشیدہ رکھا، مَثَلاً اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رِضا کو اطاعتوں میں پوشیدہ فرمایا تاکہ بندے ہر اطاعت میں رَغبت حاصِل کریں۔ اپنے غَضَب کو گُناہوں میں پوشیدہ فرمایا کہ ہر گُناہ سے بچتے رہیں۔ اپنے ولی کو لوگوں میں پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ سب کی تعظیم کریں، قَبولیّت دعاء کو دعاؤں میں پوشیدہ رکھا کہ سب دعاؤں میں مُبالَغہ کریں اور اسمِ اعظم کو اَسماء میں پوشیدہ رکھا کہ سب اسماء کی تعظیم کریں۔ اور صلوٰۃِ وُسطیٰ کو نَمازوں میں پوشیدہ رکھا کہ تمام نَمازوں پر محافَظت کریں اور قبولِ توبہ کو پوشیدہ رکھا کہ مُکَلَّف (بندہ) توبہ کی تمام اَقسام پر ہمیشگی اختیار کرے۔ اور موت کا وَقت پوشیدہ رکھا کہ مُکَلَّف (بندہ) خوف کھاتا رہے۔ اسی طرح شبِ قَدْر کو بھی پوشیدہ رکھا کہ رَمَضانُ المُبارَک کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔ دوسرے یہ کہ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے، ''اگر میں شبِ قَدْر کو مُعَیَّن کر دیتا اور یہ کہ میں گناہ پر تیری جُرْاَت کو بھی جانتا ہوں

تو اگر کبھی شَہوت تجھے اِس رات میں معصیَت کے کِنارے لا چھوڑتی اور تو گُناہ میں مبتَلا ہو جاتا تو تیرا اس رات کو جاننے کے باوُجود گناہ کرنا لاعِلمی کے ساتھ گُناہ کرنے سے بڑھ کر سخت ہوتا۔ پس اِس سبب سے میں نے اِسے پوشیدہ رکھا۔ مَروی ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مسجِد میں تشریف لائے تو ایک شخص کو سوئے ہوئے مُلاحَظہ فرمایا، ارشاد فرمایا، ''اے علی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم اسے اُٹھاؤ کہ وُضو کرلے۔ حضرتِ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم نے اسے بیدار فرمایا، پھر عرض کی، یارسولَ اللّٰہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم تو نیکی کی طرف زیادہ سَبقت فرمانے والے ہیں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے خود اسے بیدار کیوں نہ فرمایا؟ ارشاد فرمایا، ''اِس لئے کہ اسکا تجھے انکار کر دینا کُفر نہیں لہٰذا میں نے اس کے جُرم میں تخفیف کیلئے ایسا کیا۔'' توجب رحمتِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا یہ حال ہے تو اب اِسی پر ربّ تعالیٰ کی رَحمت کو قِیاس کرو کہ اس کا کیا عالَم ہوگا! گویا کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمارہا ہے، '' اگر تُو شَبِ قَدر کو جانتا اور اِس میں عِبادت کرتا تو ہزار ماہ سے زیادہ کا ثواب کماتا اور اگر اِس میں معصِیَت (گناہ) کرتا تو ہزار مہینے کی سزا پاتا اور سزا کا دَفع کرنا ثواب لینے سے اَوْلیٰ (یعنی بہتر) ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے اِس رات کو پوشیدہ

رکھا تاکہ مُکلّف (بندہ) اِس کی طلب میں محنت کرے اور اِس محنت کا ثواب کمائے
۔چوتھے یہ کہ جب بندے کو شبِ قَدْر کا یقین حاصِل نہ ہوگا تو رَمَضانُ الْمُبارَک کی ہر
رات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں کوشش کریگا اِس اُمّید پر کہ ہوسکتا ہے کہ یہی
رات شبِ قَدْر ہو۔ تو ان کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرِشتوں کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد
فرمایا کہ تم ان (انسانوں) کے بارے میں کہتے تھے کہ جھگڑا کرینگے اور خون
بہائینگے، حالانکہ یہ تو اِس کی اِس گمان شدہ رات میں محنت و کوشش ہے اگر میں اِسے
اِس رات کا عِلْم عطا کر دیتا تو پھر کیسا ہوتا۔۔۔۔۔۔؟ تو یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس قول کا
بھید کُھلا کہ جو فرِشتوں کو جواباً ارشاد فرمایا تھا۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان سے ارشاد
فرمایا کہ

(اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (پ ۱، البقرہ، ۳۰

''ترجَمہ کنزالایمان: ''میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

:۔ تو فرِشتوں نے عرض کی

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط

(پ ۱، البقرہ، ۳۰)

ترجَمۂ کَنزالایمان: بولے، کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اِس میں فساد پھیلائے اور خُونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔''

:۔تو پھر یہ ارشاد فرمایا کہ

قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝

(پ ۱، البقرہ، ۳۰)

''ترجَمہ کَنزالایمان: فرمایا، مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

(تو آج اِسی قول کا بھید کھولا گیا۔ (تفسیرِ کبیر، ج ۱۱، ص ۲۲۹

سال میں کوئی بھی رات شب قدر ہو سکتی ہے

چُنانچِہ بے شُمار مَصْلَحَتوں کی بِناء پر لَیْلَۃُ الْقَدْر کو پوشیدہ رکھا گیا ہے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اُس کی تلاش میں سارا سال ہی لگے رہیں اور یُوں ہر حال میں وہ نیکیاں کمانے میں کوشاں رہیں۔اِس کے تَعَیُّن میں عُلَمائے کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی کا بے حد اِختِلاف پایا جاتا ہے۔ بَعْض بُزُرگوں رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی کے نزدیک تو شَبِ قَدْر پورے سال میں پھرتی رہتی ہے۔ مَثَلًا حضرتِ سَیِّدُنا

عبدُ اللہ ابنِ مَسْعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے ، شبِ قَدْر کو وُہی شخص پا سکتا ہے جو سارا ہی سال راتوں کو مُتَوَجِّہ رہے۔ اِسی قَول کی تائید کرتے ہوئے امامُ العَارِفِین سَیِّدُنا شیخ مُحی الدّین ابنِ عَرَبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شَعْبانُ المُعَظّم کی پندرہویں شب (یعنی شبِ بَراءَت) اور ایک بار شَعْبانُ المُعَظّم ہی کی اُنیسویں شب میں شبِ قَدر کو پایا ہے۔ نیز رَمَضانُ المُبارَک کی تیرہویں شب اور اٹھارہویں شب کو بھی دیکھا۔ اور مختلف سالوں میں رَمَضانُ المُبارَک کے آخِری عَشْرہ کی ہر طاق رات میں اِس کو پایا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگرچہ زیادہ تر شبِ قَدْر رَمَضان شریف میں ہی پائی جاتی ہے تاہَم میرا تجربہ تو یہی ہے کہ یہ پورا سال گھومتی رہتی ہے۔ یعنی ہر سال کیلئے اِس کی کوئی ایک ہی رات مخصوص نہیں ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

بزرگانِ دین اور شبِ قدر (فیضان لیلۃ القدر)۔

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو اقوال

حضرتِ سَیِّدُنا اِمامِ اعظم اَبُو حَنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس بارے میں دو قول منقول ہیں :

(۱) لیلۃُ القَدْر رَمَضانُ المُبارَک ہی میں ہے لیکن کوئی رات مُعَیَّن نہیں۔ جبکہ سَیِّدُنا امام اَبُو یوسف اور سَیِّدُنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک رَمَضان کی آخِری پندرہ راتوں میں لَیْلَۃُ القَدْر ہوتی ہے۔

(۲) سَیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشہور قول یہ ہے کہ لَیْلَۃُ القَدْر پورے سال گھومتی رہتی ہے کبھی ماہِ رَمَضانُ المبارک میں ہوتی ہے اور کبھی دوسرے مہینوں میں یہی قول سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عبّاس سَیِّدُنا عبد اللہ ابنِ مسعُود اور سَیِّدُنا عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے بھی منقول ہے۔

(عُمدۃُ القاری، ج۸، ص ۲۵۳، حدیث ۲۰۱۵)

سَیِّدُنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شبِ قَدْر رَمَضانُ الْمُبارَک کے عشرہ اخیرہ میں ہے اور اسکا دِن مُعَیَّن ہے اس میں قِیامت تک تبدیلی نہیں ہوگی۔ (عُمدۃُ القاری، ج۸، ص۲۵۳، الحدیث ۲۰۱۵)

شبِ قدر بدلتی رہتی ہے

سَیِّدُنا امام مالِک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک شبِ قَدْر رَمَضانُ الْمُبارَک کے آخِری عَشرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ مگر اِس کیلئے کوئی ایک رات مخصوص نہیں، ہر سال اِن طاق راتوں میں گھومتی رہتی ہے، یعنی کبھی اکیسویں شب لَیْلَۃُ الْقَدْر ہو جاتی ہے تو کبھی تئیسویں، کبھی پچیسویں تو کبھی ستائیسویں اور کبھی کبھی اُنتیسویں شب بھی شبِ قَدْر ہو جایا کرتی ہے۔ (تفسیرِ صاوی، ج۶، ص۲۴۰۰)

ابو الحسن عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شبِ قدر

بَعض بُزُرگوں نے حضرتِ سَیِّدُنا شیخ اَبُو الْحَسَن عِراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد نَقل کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں جب سے بالغ ہوا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے شبِ قَدْر کو نہ دیکھا ہو۔ پھر اپنا تجربہ ارشاد فرماتے ہیں، ''جب کبھی اتوار یا بُدھ کو پہلا روزہ ہوا تو اُنتیسویں شب، اگر پیر کا پہلا روزہ ہو

اتو اکیسویں شب ، اگر پہلا روزہ منگل یا جُمعہ کو ہوا تو ستائیسویں شب اگر پہلا روزہ جُمعرات کو ہوا تو پچیسویں شب اور اگر پہلا روزہ ہفتہ کو ہوا تو میں نے تئیسویں شب میں (شَبِ قَدْر کو پایا۔ (نزہۃ المَجالس، ج۱، ص ۲۲۳

ستائیسویں رات کو شبِ قدر

اگرچہ بُزرگانِ دین اور مُفَسِّرین و مُحَدِّثین رَحِمَھُمُ اللّٰہ تعالیٰ اجمعین کا شبِ قَدْر کے تَعَیُّن میں اِختِلاف ہے۔ تاہَم ہماری اکثریَّت کی رائے یہی ہے کہ ہر سال شَبِ قَدْر ماہِ رَمَضانُ الْمُبارَک کی ستائیسویں شَب کو ہی ہوتی ہے۔

حضرتِ سَیِّدُنا اُبَیّ بْنِ کَعْب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستائیسویں شبِ رَمَضان ہی کو شَبِ قَدْر کہتے ہیں۔

(تفسیرِ صاوی، ج۶، ص۲۴۰۰)

حُضُورِ غوثِ اعظم سَیِّدُنا شیخ عبدُ القادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی بھی اِسی کے قائل ہیں۔ حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عُمَر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں۔

حضرتِ سَیِّدُنا شاہ عبدُ العزیز مُحَدِّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللّٰہِ القوی

بھی فرماتے ہیں کہ شَبِ قَدر رَمَضان شریف کی ستائیسویں رات ہی کو ہوتی ہے۔ اپنے بَیان کی تائید کیلئے اُنھوں نے دو دلائل بَیان فرمائے ہیں، اَوّلاً یہ کہ ''لَیْلَۃُ الْقَدْر'' کا لفظ نو حُروف پر مُشْتَمِل ہے اور یہ کلِمہ سُورۃُ القَدر میں تین مرتبہ استِعمال کیا گیا ہے۔ اِس طرح ''تین'' کو ''نو'' سے ضَرب دینے سے حاصِلِ ضَرب ''ستائیس'' آتا ہے۔ جو اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شبِ قَدر ستائیسویں کو ہوتی ہے۔ دوسری تَوجِیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اِس سُورۂ مُبارکہ میں تیس کلِمات (یعنی تیس الفاظ) ہیں۔ ستائیسواں کلِمہ ''ھِیَ'' ہے جس کا مرکز لَیْلَۃُ القَدر ہے۔ گویا اللہ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی کی طرف سے نیک لوگوں کیلئے یہ اِشارہ ہے کہ رَمَضان شریف کی ستائیسویں کو شبِ قَدر ہوتی ہے۔ (تفسیر عزیزی، ج ۴، ص ۴۳۷)

محترم قارئین کرام!! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شبِ قَدر کو پوشیدہ رکھ کر گویا اپنے بندوں کو ہر رات میں کچھ نہ کچھ عِبادت کرنے کی ترغیب عنایت فرمائی ہے۔ اگر وہ شَبِ قَدر کیلئے کسی ایک رات کو مخصُوص فرما کر صَراحَۃً اِس کا عِلم ہمیں عطا فرمادیتا تو پھر اِس بات کا امکان تھا کہ ہم سال کی دیگر راتوں کے مُعاملہ میں غافِل ہو جاتے۔ صِرف اُسی ایک رات کا اِہتِمام کرتے۔ اب چُونکہ اِسے مَخْفِی رکھا گیا ہے۔ اِس لئے عَقْلمند وُہی ہے جو تمام سال اِس عظیم الشّان رات کی جُستجُو میں رہے کہ نہ جانے کون سی رات

شَبِ قَدْر ہو۔ واقعی اگر کوئی صِدْقِ دِل سے اِس کو تمام سال تلاش کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتا۔ وہ ضَرور اپنے فَضْل وکَرَم سے اُسے اِس رات کی سَعَادت عطا فرمادے گا۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔آمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی پر ایک نظر

ولادت باسعادت :

شیخ طریقت امیر اہلسنت، بانیِ دعوت اسلامی حضرتِ علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی ولادت باسعادت ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ بمطابق 12 جولائی 1950ء بروز بدھ پاکستان کے مشہور شہر باب المدینہ (کراچی) کے علاقہ بمبئی بازار کھارادر میں وقت مغرب سے کچھ دیر قبل ہوئی۔

(آج 26 رمضان المبارک آپ کی ولادت کا دن ہے)

اسم گرامی:

آپ دامت برکاتہم العالیہ کا اسمِ گرامی محمد ہے۔اور عرفی نام الیاس ہے۔ حضور سیدُنا غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے سلسلہء عالیہ قادریہ میں بیعت ہونے کی نسبت سے آپ دامت برکاتہم العالیہ قادری،امام اہلسنت مجدّدِ دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیقات انیقہ پر مکمل کاربند ہونے اور والہانہ عقیدت و محبت کی بناء پر رضوی،اور خلیفہء اعلیٰ حضرت، قطبِ مدینہ، حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے مرید ہونے کی نسبت سے ضیائی کہلاتے ہیں۔ اعتقاد کے اعتبار سے سچّے پکّے

سنّی اور فقہ میں آپ دامت برکاتہم العالیہ ائمہ اربعہ میں سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیروکار ہیں اس نسبت سے حنفی ہیں.

کنیت و تخلص:

آپ دامت برکاتہم العالیہ کی کُنیَت ابو بلال اور تخلص عطار ہے

القابات:

پاک و ہند کے علماء کرام اور عوام میں آپ امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ مریدین آپ کا نام نامی لینے سے پہلے عموماً شیخ طریقت کا اضافہ کرتے ہیں، بعض اوقات آپ کو حضرت صاحب کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے، تبلیغِ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی کے بانی ہونے کی وجہ سے آپ کو'' بانی دعوت اسلامی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے شہزادے اور قربِ خاص کی برکتیں پانے والے متعدد اسلامی بھائی آپ دامت برکاتہم العالیہ سے عرض و معروض کے وقت'' باپا'' کے اپنائیت بھرے لفظ سے بھی پکارتے ہیں۔

پاک و ہند کے علماء کرام و مفتیان عِظام دامت فیوضھم نے مختلف مواقع پر امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کو جن القابات سے تحریراً یا دکیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔۔

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل، عاشق رسولِ مقبول۔ یادگارِ اسلاف، نمونہء اسلاف۔ مبلغ اسلام رھبر قوم۔ عاشقِ مدینہ، فداے مدینہ۔ فداءے غوث الوَری، فداءے سیدُنا امام احمد رضا، صاحبِ تقوی۔ مسلکِ اعلی حضرت کے عظیم ناشر و مبلغ وپاسبان و ترجمان۔ صاحبُ المجدِ والجَاہ، فیضِ رساں، عمیمُ الجود والِاحسان۔امیر دعوت اسلامی، امیر اہلسنت محسن دین وملت، ترجمانِ اھل سنت، مخدومِ اھل سنت، فخر اھلِ سنت۔نائبِ غوثِ اعظم، نائب اعلی حضرت، پیکرِ سنت، حامیِ سنت، ماحی بدعت، شیخ وقت، پیرِ طریقت، امیر ملت وغیرھا۔

:آپ کے آباواجداد

آپ دامت برکاتہم العالیہ کے آباواجداد ہندکے گاؤں ''کتیانہ'' (جوناگڑھ) میں مقیم تھے۔آپ دامت برکاتہم العالیہ کے داداجان ''عبد الرحیم'' علیہ رحمۃ اللہ الکریم کی نیک نامی اور پارسائی پورے ''کتیانہ'' میں مشہور تھی اور ہر سو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حسن اخلاق کے چرچے تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ انتہائی سادہ طبیعت اور منکسرُ المزاج تھے۔آپ دامت برکاتہم العالیہ کے مرحوم نانا جان کا نام حاجی محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور نانی جان کا نام حلیمہ رحمۃ اللہ تعالی علیہا تھا۔

آپ کے والد ماجد کا سفر حج کے دوران انتقال فرمایا تھا اور سفر حج کے

درمیان انتقال کرجانے والے کے بارے میں رحمتِ کونینؐ نے فرمایا جو حج کے لئے نکلااور مرگیا قیامت تک اس کے لئے حج کا ثواب لکھا جائے گا۔

:آپ کا بچپن

الحمد للہ عزوجل امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کا بچپن عام بچوں سے حیرت انگیز حد تک مختلف اور مثالی اوصاف سے مزین تھا،آپ بچپن ہی سے فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ ، تہجد، نوافل کی پابندی کرتے اور خوف خدا عزوجل میں مناجات پڑھتے اور عشق مصطفیؐ میں جھوم جھوم کر نعتیں پڑھتے اور دیانت داری خوش اخلاقی اور اسکے علاوہ بھی مزید خوبیوں سے آراستہ تھے آپ دامت برکاتہم العالیہ کے محلے میں رہنے والے ایک اسلامی بھائی جو آپ کو بچپن سے جانتے ہیں انہوں نے حلفیہ بتایا کہ امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ بچپن ہی سے نہایت ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ اس وقت بھی اگر آپ دامت برکاتہم العالیہ کو کوئی ڈانٹ دیتا یا مارتا تو جواباً انتقامی کاروائی کے بجائے آپ دامت برکاتہم العالیہ خاموشی اختیار فرماتے اور صبر کرتے ،ہم نے انہیں بچپن میں بھی کبھی کسی کو برا بھلا کہتے یا کسی کے ساتھ جھگڑا کرتے نہیں دیکھا۔ کم عمری ہی میں احکامِ شریعت کی پاسداری کرنا اور مدنی احتیاطیں اپنانا اس بات کی نشاندہی تھی کہ اس مدنی منّے کے تقویٰ و پرہیز گاری کے انوار ایک عالم کو منور کریں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل

:آپ کی جوانی

جس طرح امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کا بچپن مثالی اوصاف کا حامل تھا اسی طرح آپ کی جوانی بھی تقویٰ و پرہیز گاری کی داستان ہے۔ بچپن کی طرح آپ دامت برکاتہم العالیہ کی جوانی کا ابتدائی دور بھی معاشی حوالے سے انتہائی کٹھن تھا۔ مگر آپ نے ہمت ہارنے کے بجائے آزمائش سے بھرپور حالات مین بھی عزم و استقلال کے ساتھ دین کی خدمت جاری رکھی۔ ایک موقع پر آپ نے بطور ترغیب ارشاد فرمایا، جس طرح آج کا نوجوان دنیا کی رنگینوں کا شیدائی ہے اس کے برخلاف الحمد للہ عزوجل رب عزوجل کے کرم سے جوانی میں بھی میری طبیعت ان خرافات کی طرف مائل نہیں تھی بلکہ اس وقت بھی عبادت، تلاوت و اسلامی مطالعہ کرنے اور دینی مشاغل میں مصروف رہتے ہوئے مساجد میں وقت گزارنے کا ذہن تھا۔

آپ دامت برکاتہم العالیہ خوف خدا عزوجل و عشق مصطفیٰ، جذبہء اتباعِ قرآن وسنت، جذبہ احیاء سنت، زہد و تقوی، عفو و درگزر، صبر و شکر، عاجزی و انکساری، سادگی، اخلاص، حسن اخلاق، جود و سخا، دنیا سے بے رغبتی، حفاظت ایمان کی فکر، فروغ علم دین، خیر خوائ ء مسلمین جیسی صفات میں یادگارِ اسلاف ہیں۔

کی بھرمار اور vcr اور tv، اس پر فتن دور میں کہ جب دنیا بھر میں گناہوں کی یلغار فیشن پرستی کی پھٹکار مسلمانوں کی اکثریت کو بے عمل بنا چکی تھی، نیز علم دین سے بے رغبتی اور ہر خاص و عام کا رجحان صرف دنیاوی تعلیم کی طرف ہونے کی وجہ سے اور دینی مسائل سے ناواقفیت کی بناپر ہر طرف جہالت کے بادل منڈلا رہے تھے، غیر مسلم قوتیں، مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو بگاڑنے کی ناپاک سازشیں کر چکی تھیں، مساجد کا تقدس پامال کیا جارہا تھا، لادینیت و بدمذہبیت کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ہر دوسرا گھر سنیما گھر بنتا چلا جارہا تھا۔ مسلمان موسیقی، شراب اور جوئے کا عادی ہو کر تیزی کے ساتھ بداخلاقی کے عمیق گڑھے میں گرتا جارہا تھا، گلشن اسلام میں خزاں ڈیرہ ڈالے بیٹھی تھی، ان نازک حالات میں اللہ عزوجل نے اپنے ایک ولیِ کامل'' کو امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے منتخب فرمایا۔ جنہیں دنیا'' امیر'' اہلسنت'' کے نام سے جانتی/ پکارتی ہے

قبلہ شیخِ طریقت، امیر اہلسنت، بانیِ دعوت اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے نیکی کی دعوت عام کرنے کی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ایک ایک اسلامی بھائی پر انفرادی کوشش کرکے مسلمانوں کو عملی طور پر سنتیں اپنانے کی طرف راغب کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ نے دعوت اسلامی جیسی عظیم اور

عالمگیر تحریک کے مدنی کام کا آغاز فرمادیا۔

آپ دامت برکاتہم العالیہ دور دراز کا سفر کرتے دن میں بسا اوقات ایک سے زائد مرتبہ بیانات کرتے اور بسوں، ٹرینوں میں حتی کہ پیدل سفر کرکے بھی مسجد مسجد، گاوٴں کے ساتھ ہوتا tiffen ں گاوٴں، شہر شہر خود تشریف لے جاتے، آپ کے کھانے کا یہاں تک کہ نمک کی ڈبیا اور پانی تک ساتھ رکھتے کہ کسی سے سوال نہ کرنا پڑجائے، مریضوں کی عیادت کرتے، مردوں کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتے اور کفن پہناتے، نمازِ جنازہ کی امامت فرماتے اور غمی و خوشی کے مواقع پر مسلمانوں کی ایسی دلجوئی فرماتے کہ وہ بھی نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے لئے آپ کے شریک سفر بن جاتے۔

: عظیم انقلاب

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی احساسِ ذمہ داری اور تقویٰ و پرہیزگاری کی برکتیں'' دعوت اسلامی'' سے وابستہ ہونے والے اسلامی بھائیوں میں بھی منتقل ہونا شروع ہوئیں، جنہوں نے فرائض و واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سنتوں اور مستحبات پر عمل پیرا ہوکر نیکی کی دعوت کی ایسی دُھومیں مچائیں کہ لاکھوں مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کو گناہوں سے توبہ کی توفیق ملی اور وہ تائب ہوکر صلوٰۃ و سنت کی راہ پر گامزن ہوگئے۔ جو بے نمازی تھے

نمازی بلکہ مسجدوں کے امام بن گئے۔ بد نگاہی کرنے والے نگاہیں نیچی رکھنے کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت پانے لگے، زرق برق لباس پہن کر گلے میں دوبٹا لٹکا کر تفریح گاہوں کی زینت بنے والیاں بے پردگی سے ایسی تائب ہوئیں کہ مدنی برقع ان کے لباس کا حصہ بن گیا، ماں باپ سے گستاخانہ انداز اختیار کرنے والے با ادب ہو گئے، جس کی حرکتوں کی وجہ سے کبھی پورا محلّہ بیزار تھا وہ سارے علاقے کی آنکھ کا تارہ بن گیا، چوری وڈاکے کے عادی دوسروں کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنے لگے، کسی غریب کو دیکھ کر تکبر سے ناک بھوں چڑھانے والے عاجزی کے پیکر بن گئے، ہر وقت حسد کی آگ میں جلنے والے دوسروں کو ترقی کی دعائیں دینے لگے۔ گانے سننے کے شوقین، سنتوں بھرے بیانات اور مدنی مذاکرات کے کیسٹ سنے اور مدنی چینل دیکھنے کے عادی ہو گئے، فحش کلامی کرنے والے نعتِ مصطفیٰ پڑھنے اور جھومنے لگے، یورپی ممالک کی رنگینیوں کو دیکھنے کے خواب اپنی آنکھوں میں سجانے والے کعبہ مشرفہ و گنبد خضریٰ کی زیارت کے لئے بے قرار رہنے لگے، مال کی محبت میں گرفتار رہنے والے فکر آخرت کی مدنی سوچ کے حامل بن گئے، شراب پینے والے عشق مصطفیٰ کے جام پینے لگے، فضولیات میں وقت برباد کرنے والے اپنا وقت عبادت میں گزارنے لگے، فحش رسائل وڈائجسٹ کے شائق امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ و علمائے اہلسنت دامت فیوضھم کے رسائل اور دیگر دینی کتب کا مطالعہ کرنے لگے، تفریح کی خاطر سفر کے عادی عاشقان رسول کے ہمراہ راہ خدا عزوجل میں سفر کرنے والے بن گئے'' کھاوء پیو جان

بناوئ'' کے نعرے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھنے والوں نے اس مدنی مقصد کو اپنالیا کہ '' مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے''ان شاء اللہ عزوجل'' امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کا یہ فیضان صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ کفر کے اندھیرے میں بھٹکنے والے کثیر غیر مسلموں کو بھی نور اسلام نصیب ہوا۔

محترم قارئین کرام: تبلیغ قرآن و سنت کی وہ عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوت اسلامی'' جس کے مدنی کام کا آغاز آج سے تقریباً 31 سال قبل ۱۴۰۱ھ بمطابق 1981ء میں شیخ طریقت، امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ کیا تھا، اللہ عزوجل کی رحمتوں، میٹھے میٹھے مصطفیٰ کی عنایتوں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برکتوں، اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی نسبتوں علماء و مشائخ اہلسنت دامت فیوضہم کی شفقتوں اور امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی شب و روز کوششوں کے نتیجے میں باب المدینہ کراچی سے اٹھنے والی یہ مدنی تحریک دعوت اسلامی دیکھتے ہی دیکھتے باب الاسلام سندھ) پنجاب، سرحد، کشمیر، بلوچستان اور پھر ملک سے باہر ہند، بنگلہ دیش، عرب) امارات، سی لنکا، برطانیہ، آسٹریلیا، کوریا، جنوبی افریقہ یہاں تک کہ مدنی چینل کی آمد سے دنیا کے تقریباً 176 ممالک تک پہنچ گئی اور آگے کوچ جاری ہے۔

:اولاد کی تربیت

آپ دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے اولاد کی تربیت بہت ہی احسن انداز سے انجام دی اور اس کا ثمرہ یہ آیا کہ الحمد للہ عزوجل آج آپ کے بڑے شہزادے درس نظامی کا کورس مکمل کر چکے ہیں اور مزید دار الافتاء اہلسنت میں فتویٰ نویسی کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں اور چھوٹے شہزادے درس نظامی کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ میں جھوم جھوم کر نعتیں پڑھتے ہیں اور آپ دامت برکاتہم العالیہ کے دونوں شہزادے دعوت اسلامی کے بہترین مبلغ بھی ہیں۔

دعوت اسلامی کے اوائل کی بات ہے کہ ایک مرتبہ امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ مدنی کاموں میں مصروفیت کی بناء پر رات دیر گئے کچھ اسلامی بھائیوں کے ہمراہ اپنی لائبریری میں پہنچے تو وہاں آپ کے بڑے شہزادے حاجی احمد عبید رضا عطاری سلمہ الباری سوئے ہوئے تھے جو اس وقت بہت کم سن تھے آپ نے فرمایا: '' اسے تہجد پڑھوانی چاہیے '' اور مدنی منے کو بیدار کرنا چاہا لیکن ان پر نیند کا بے حد غلبہ تھا لہٰذا پوری طرح بیدار نہ ہو پائے۔ لیکن امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ انفرادی کوشش فرماتے ہوئے مدنی منے کو گود میں اٹھا کر کھلے آسمان تلے لے گئے اور انہیں چاند دکھا کر پوچھا '' یہ کیا ہے؟ مدنی منے نے جواب دیا '' چاند '' پھر آپ نے پوچھا یہ کیا کر رہا ہے؟ مدنی منے نے جواب دیا گنبد خضریٰ کو چوم رہا ہے۔ اس گفتگو کے دوران مدنی منا پوری طرح

بیدار پوچکا تھا چنانچہ آپ نے اسے وضو کرکے تہجد پڑھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی۔

:آپ کا شوق علم دین

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ دور شباب ہی میں علوم دینیہ کے زیور سے آراستہ ہو چکے تھے۔ آپ دامت برکاتہم العالیہ نے حصول علم کے ذرائع میں سے کتب بینی اور صحبت علماء کو اختیار کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے سب سے زیادہ استفادہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے کیا اور مسلسل ۲۲ سال آپ علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہوتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے قبلہ امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کو اپنی خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ الحمد للہ عزوجل کثرت مطالعہ، بحث و تمحیص اور اکابر علماءِ کرام سے تحقیق و تدقیق کی وجہ سے آپ دامت برکاتہم العالیہ کو مسائلِ شریعہ اور تصوف و اَخلاق پر دسترس ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی شہراہ آفاق تالیف بہار شریعت کے تکرارِ مطالعہ کے لئے آپ دامت برکاتہم العالیہ کے شوق کا عالم دیدنی ہے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے فتاویٰ کے عظیم الشان مجموعے ''فتاوی رضویہ'' کا مطالعہ آپ کا خاص شغفِ علمی ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی

علیہ رحمۃ اللہ الوالی کی کتب بالخصوص ''احیاء العلوم'' کو آپ زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور اپنے متوسلین کو بھی پڑھنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں ان کے علاوہ دیگر اکابرین دامت برکاتہم العالیہ کی کتب بھی شامل مطالعہ رہتی ہیں، منجیات مثلاً صبر، شکر، توکل، قناعت اور خوف ورجاء وغیرہ کی تعریفات وتفصیلات اور مہلکات مثلاً جھوٹ، غیبت، بغض، کینہ اور غفلت وغیرہ کے اسباب وعلاج آسان و سہل طریقے سے بیان کرنا آپ کا خاصہ ہے۔

: تحریر وتالیف

الحمد للہ عزوجل امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ صاحب قلم عالم دین ہیں آپ دامت برکاتہم العالیہ کو صفِ مصنفین میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کردیا یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص دونوں آپ دامت برکاتہم العالیہ کی تحریروں کے شیدائی ہیں اورآپ کی کتب ورسائل کو نہ صرف خود پڑھتے ہیں بلکہ دیگر مسلمانوں کو مطالعے کی ترغیب دلانے کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں خرید کر مفت تقسیم بھی کرتے ہیں۔

آپ کی چند مایہ ناز کتب یہ ہیں۔ فیضان سنت۔ کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب۔ غیبت کی تباہ کاریاں۔ رفیق الحرمین۔ نماز کے احکام وغیرہ۔۔

:پہلا سفر حج

مدت دراز تک فراق مدینہ میں تڑپتے رہنے کے بعد بالآخر ۱۴۰۰ھ میں پہلی بار امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کو میٹھے مدینے کی پر کیف حاضری کا پروانہ ملا۔

صبا: اس خوشی سے کہیں مر نہ جاؤں

دیارِ نبی سے بلاوا ملا ہے

بس اب کیا تھا دل مین پہلے ہی سے سلگنے والی عشق مصطفیؐ کی آگ اب مزید بھڑک اُٹھی۔ اشک ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے، عشق کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں ہجر و فراق میں بھی اشکباری، حاضری کی اجازت پر بھی گریہ وزاری۔آپ دامت برکاتہم العالیہ کی منفرد اور پر سوز کیفیات کی عکاسی ان اشعار سے ہوتی ہے:

مجھ کو درپیش ہے پھر مبارک سفر قافلہ پھر مدینے کا تیار ہے

نیکیوں کا نہیں کوئی توشہ فقط میری جھولی میں اشکوں کا یک ہار ہے

تیرا ثانی کہاں: شاہ کون و مکان مجھ سا عاصی بھی امت میں ہوگا کہاں

تیرے عفو و کرم کا شہِ دو جہاں کیا کوئی مجھ سے بڑھ کر بھی حقدار ہے

جب مدینہ پاک کی طرف روانگی کی مبارک گھڑی آئی تو اس وقت جو آپ دامت

.برکاتہم العالیہ کی کیفیت تھی اس کو کما حقہ بیان کرنا ممکن نہیں۔ائیر پورٹ پر عاشقان رسول کا ایک جمِ غفیر آپ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھا مدینے کے دیوانوں نے آپ کو جھرمٹ میں لیکر نعتیں پڑھنا شروع کردیں۔ سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی نعتوں نے عشاق کی آتشِ عشق کو مزید بھڑکادیا، غم مدینہ میں اٹھنے والی آہوں اور سسکیوں سے فضا سوگوار ہوئی جارہی تھی ۔ شاہد ہی کوئی آنکھ ایسی ہوگی جو فراق طیبہ میں نم نہ ہو خوس عاشق مدینہ امیر اہلسنت دامت.برکاتہم العالیہ کی کیفیت.بڑی عجیب تھی۔آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی ۔اور آپ دامت.برکاتہم العالیہ اپنے ان اشعار کے مصداق نظر آرہے تھے۔

آنسوؤں کی لڑی بن رہی ہو اور آہوں سے پھٹتا ہو سینہ

وردِ لب ہو مدینہ مدینہ جب چلے سوئے طیبہ سفینہ

:خوف خدا عزوجل

آپ دامت.برکاتہم العالیہ کو کئی بار کمرے میں تنہا مناجات کرتے اور خوف خدا عزوجل میں روتے دیکھا گیا ہے کبھی کبھی تو آپ خوف خدا میں اس قدر نڈھال ہوجاتے ہیں کے دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی جھڑی بن جاتی ہے

:عشق مصطفیٰ

سرکار ابد قرارؐ سے بھرپور محبت کا نتیجہ ہے کہ امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی سنت مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آتی ہے۔آپ دامت برکاتہم العالیہ کو بارہا یاد مصطفیؐ اور فراق طیبہ مین آنسو بہاتے دیکھا گیا ہے اجتماع ذکر و نعمت میں تو آپ کی رقت کا بیان کرنے سے زبان قاصر ہے کبھی کبھی آپ یاد مصطفیؐ میں اس قدر دیوانہ وار تڑپتے اور روتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو رحم آنے لگتا ہے اور وہ بھی رونے لگتے ہیں۔

:شاعری

اعلحضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی طرح امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کا سرمایہ شاعری بھی صرف نعت و منقبت اور مناجات وغیرہ پر مشتمل ہے۔جو اسلامی بھائی امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کی شب و روز کی مصروفیات سے واقف ہیں وہ حیرت زدہ ہیں کہ آپ دامت برکاتہم العالیہ کو شعر کہنے کا موقع کیسے مل جاتا ہے؟ اور پھر آپ دامت برکاتہم العالیہ دیگر ارباب سخن کی طرح ہر وقت شاعری کیلئے مصروف بھی نہیں رہتے ہیں۔ بلکہ جب پیارے پیارے آقا کی یاد تڑپتی اور سوز عشق آپ کو بے تاب کرتا ہے تو آپ نعتیہ اشعار و مناجات لکھتے ہیں۔ شیخ طریقت

دامت برکاتہم العالیہ نے حمد و نعت کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی

علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین رحمھم اللہ کی شان میں متعدد منقبتیں اور مدحیہ قصائد بھی قلم بند فرمائے ہیں اور الحمد للہ عزوجل اس وقت امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کے 4800 سے زائد اشعار پر مشتمل ایک کتاب منظر عام پر آچکی ہے جس کا نام ہے ...وسائل بخشش

اسی طرح امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ سنتوں کی خدمت کے کم و بیش 81 سے زائد شعبہ جات قائم فرمانے کے بعد سارا نظام '' مرکزی مجلس شوریٰ '' کے سپُرد کرکے ان کی کارکردگی پر بھی نظر رکھتے ہیں اور ضرورتاً اصلاح کے مدنی پھولوں سے بھی نوازتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سنتوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اٰمین

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پے جہاں میں
اے دعوت اسلامی تیری دُھوم مچی ہو

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم و عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

شب قدر کے اعمال (فیضان لیلۃ القدر)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

ہر رات عبادت میں گزارنے کا آسان نسخہ

''غَرائِبُ القُرآن'' ص ۱۸۷ پر ایک رِوایَت نَقل کی گئی ہے کہ جو شخص رات میں یہ دُعاء تین مرتبہ پڑھ لے گا۔ تو اُس نے گویا شَبِ قَدر کو پالیا۔ لہٰذا ہر رات اِس دُعاء کو پڑھ لینا چاہیئے۔ دُعاء یہ ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم۔ یعنی! خُدائے حَلیم و کریم کے سِوا کوئی عِبادت کے لائق نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے جو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا پَروردگار ہے۔

رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے خواہِش مندو! ہوسکے تو سارا ہی سال ہر رات میں خصوصی اہتِمام کے ساتھ کچھ نہ کچھ نیک عمل ضَرور کرلینا چاہیے۔ کہ نہ جانے کب شَبِ قَدر ہوجائے۔ ہر رات میں دو فرض نَمازیں آتی ہیں، دیگر نَمازوں کے ساتھ ساتھ مَغرِب و عِشاء کی نَمازوں کی جماعَت کا بھی خُوب اِہتِمام ہونا چاہئے کہ اگر شبِ قَدر میں ان کی جماعَت نصیب ہوگئی تو اِن

شآءَ اللہ عَزَوَجَلَّ بیڑا ہی پار ہے۔ بلکہ اسی طرح پانچوں نَمازوں کے ساتھ ساتھ روزانہ عِشاء و فَجر کی جماعَت کی بھی خُصُوصِیَّت کے ساتھ عادت ڈال لیجئے۔مدینے کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے، ''جس نے عِشاء کی نَماز باجماعَت پڑھی اُس نے گویا آدھی رات قِیام کیا اور جس نے فجر کی نَماز باجماعت ادا کی اُس نے گویا پوری رات قِیام کیا۔''

(صحیح مُسلم، ص ۳۲۹، حدیث ۶۵۶)

امامِ جلالُ الدّین سُیوطی شافِعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ رحمت نشان نَقْل کرتے ہیں، ''جس نے عِشاء کی نَماز باجماعت پڑھی تحقیق اُس نے لَیْلَۃُ القَدْر سے اپنا حِصّہ حاصِل کرلیا۔''

(الجامعُ الصَّغیر، ص ۵۳۲، حدیث ۸۷۹۶)

ستائیسویں شب کی قدر کریں

اللہ عَزَوَجَلَّ کی رَحمت کے مُتَلاشیو! اگر تمام سال یہی عادتِ جماعَت رہی تو شبِ قَدْر میں بھی اِن دونوں نَمازوں کی جماعَتیں شآءَ اللہ عَزَوَجَلَّ نصیب ہوجائے گی۔اور رات بھر سوئے رہنے کے باوُجود بھی اِن شآءَ اللہ عَزَوَجَلَّ روزانہ کی طرح شَبِ قَدْر میں بھی تمام رات

عِبادت کرنے کا ثواب مِل جائے گا۔

اگر قَدْر دانی تو ہر شب ، شبِ قَدْر اَست

جن راتوں میں شبِ قَدْر ہونے کا زیادہ اِمکان ہے مَثَلاً رَمَضانُ الْمُبارَک کا آخِری عَشرہ یا کم از کم اُس کی طاق راتیں ان میں تو عِبادت کا خاص اِہتِمام ہونا چاہئے اور خاص کر ستائیسویں شب کہ اِس رات کے بارے میں قَوی تَر گُمان شبِ قَدْر ہونے کا ہے۔ اِس رات کو تو غفلت میں گنوانا ہی نہیں چاہئے۔ ستائیسویں رات تو خُصُوصاً توبہ و اِستِغْفار اور دُرُود و اَذکار کی تکرار میں گُزارنا چاہئے۔

شب قدر میں پڑھئے

امیرُ الْمُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ الْمُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں، ''جو کوئی شَبِ قَدْر میں سُورۃُ الْقَدْر سات بار پڑھتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُسے ہر بلا سے مَحْفُوظ فرمادیتا ہے اور ستّر ہزار فِرِشتے اس کیلئے جَنَّت کی دُعاء کرتے ہیں اور جو کوئی (سال بھر میں جب کبھی) جُمُعہ کے روز نَمازِ جُمُعہ سے قَبل تین بار پڑھتا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُس روز کے تمام نَماز پڑھنے والوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھتا ہے۔''

(نُزہۃُ المَجَالِس، ج۱، ص ۲۲۳)

شب قدر کی دعا

اُمُّ المُؤمِنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں مَیں نے اپنے سرتاج، صاحِبِ مِعراج صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمتِ بابَرَکت، میں عَرض کی، ''یا رسولَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم! اگر مجھے شبِ قَدر کا عِلْم ہو جائے تو کیا پڑھوں؟'' سرکارِ اَبَدِ قَرار، شفیعِ روزِ شُمار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اِس طرح دُعاء مانگو۔ : اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنّی یعنی، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ بے شک تُو معاف فرمانے والا ہے اور مُعافی دینے کو پسند بھی کرتا ہے لہٰذا مجھے بھی مُعاف فرمادے۔

(جامع ترمذی، ج۵، ص۳۰۶، حدیث ۳۵۲۴)

محترم قارئین کرام! کاش! روزانہ رات کو ہم اِس دُعاء کو کم از کم ایک بار ہی پڑھ لیا کریں کہ کبھی تو شَبِ قَدر نصیب ہو جائے گی۔ ورنہ کم از کم ستائیسویں شَب تو اِس دُعاء کو بار ہا پڑھنا چاہئے۔ اِس کے عِلاوہ بھی ستائیسویں شب کو اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق دے تو شبِ بیداری کرکے دُرُود

وسلام کی کثرت کیجئے، اجتماعِ ذِکر ونَعت مُیَسّر آئے تو اُس میں بھی شرکت فرمایئے اور نَوافِل میں وَقت گُزارنے کی کوشش کیجئے۔

شب قدر کے نوافل

حضرتِ سَیِّدُنا اِسْمٰعیل حَقّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ '' تفسیرِ رُوحُ البَیان '' میں یہ رِوایَت نَقْل کرتے ہیں، جو شبِ قَدْر میں اِخلاصِ نیّت سے نوافِل پڑھے گا۔ اُس کے اگلے پچھلے گُناہ مُعاف ہوجائیں گے۔ (رُوحُ البَیان، ج۱۰، ص۴۸۰

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جب رَمَضانُ المُبارک کے آخِری دس دِن آتے تو عِبادت پر کمر باندھ لیتے ان میں راتوں کو جاگا کرتے اور اپنے اہل کو جگایا کرتے۔ (سنن ابنِ ماجہ، ج۲، ص۳۵۷، حدیث۱۷۶۸)

حضرتِ سَیِّدُنا اِسْمٰعیل حَقّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نَقْل کرتے ہیں کہ بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ المُبین اس عَشرے کی ہر رات میں دو رکعت نفل شبِ قَدْر کی نیّت سے پڑھا کرتے تھے۔ نیز بعض اکابِر سے منقول ہے کہ جو ہر رات دس آیات اِس نیّت سے پڑھ لے تو اس کی بَرَکت اور ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ اور فقیہ اَبُواللّیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

شبِ قَدْر کی کم سے کم نَماز دو رَکْعَت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رَکْعَت (نوافِل) اور درمیانہ دَرَجہ دو سو رَکْعَت ہے، اور ہر رَکْعَت میں اوسط قِراءَ ت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۂ قَدْر اور تین مرتبہ سورہ اِخلاص پڑھے اور ہر دو رَکْعَت کے بعد سلام پھیرے اور سلام کے بعد سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر دُرُود پاک بھیجے اور پھر نَماز کے لئے کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ اپنا دو سو رَکْعَت کا یا اس سے کم یا اِس سے زیادہ کا جو ارادہ کیا ہو پورا کرے تو ایسا کرنا اِس شَبِ قَدْر کی جَلالتِ قَدْر جو کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے بیان فرمائی اور جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کے قِیام کے مُتَعَلِّق ارشاد فرمایا ہے اس کے لئے اسے کِفایت کریگا۔ (رُوحُ البَیان، ج ۱۰، ص ۴۸۳)

محترم قارئین کرام ! ! یقینا یہ رات مَنْبَعِ بَرَکات ہے۔ چُنانچہ حُضورِ انور، شافِعِ مَحْشر مدینے کے تاجور، باذنِ ربِّ اکبر غیبوں سے باخبر محبوبِ داوَر عزوجل و صلّی اللہ، تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: تم پر ایک ایسا مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اِس رات سے محروم رہ گیا وہ پُوری بَھلائی سے مَحروم رہ گیا۔ اور شَبِ قَدْر کی بَھلائی سے مَحروم نہیں رہتا مگر اَصلی مَحروم۔ (مِشکوٰۃ، ج ۱ ص ۲۷۳، حدیث ۱۹۶۴)

ایسی رَحمتوں اور بَرَکتوں والی رات کو گنوانا بَہُت بڑے مَحروم ہونے کی دلیل ہے۔
لہٰذا سب کو چاہئے کہ شبِ قَدْر کی پُورے رَمَضانُ الْمُبارَک میں تلاش کریں ورنہ کم از کم ستائیسویں شب کو تو ضَرور، عِبادت میں گزاریں۔
اے ہمارے پیارے پیارے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے طُفیل ہم گُنہگاروں کو لَیْلَۃُ الْقَدْر کی بَرَکتوں سے مالا مال کر اور زیادہ سے زیادہ اپنی عِبادَت کی توفیق مَرْحَمت فرما۔
اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم
لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق
مانگ کی استِقامت پہ لاکھوں سلام
(حدائقِ بخشش)
یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تین روزے

حضراتِ حَسَنَینِ کریمَین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچپن میں ایک بار بیمار ہو گئے تو امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم وحضرت سَیِّدَتُنا بی بی فاطِمہ اور خادِمہ حضرتِ سَیِّدَتُنا فِضَّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان شہزادوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صِحّت یابی کے لیے تین روزوں کی مَنّت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شہزادوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شِفاء عطا فرمائی۔ چُنانچِہ تین روزے رکھ لئے گئے۔ حضرتِ مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تعالیٰ وَجْہَہُ الکَرِیْم تین صاع جَو لائے۔ ایک ایک صاع (یعنی تقریباً چار کلو، سو گرام) تینوں دن پکایا۔ جب اِفطار کا وَقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن مِسکین، ایک دن یتیم اور ایک دن قیدی دروازے پر حاضِر ہو گئے اور روٹیوں کا سُوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں ان سائلوں کو دے دیں اور صِرف پانی سے اِفطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا۔

(خزائن العرفان، ص ۹۲۶)

قراٰنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی

پیاری شہزادی کے گھرانے کے اس ایمان افروز ایثار کو (پارہ ۲۹، سورۃُ الدَّھر، آیت نمبر ۸،۹) میں اس طرح بیان فرمایا ہے :۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝

(پ۲۹، الدّھر۸،۹)

ترجَمہ کنزالایمان۔ اور کھانا کھلاتے ہیں اُس کی مَحَبَّت پر مسکین اور یتیم اور اَسیر (یعنی قیدی) کو۔ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گُزاری نہیں مانگتے۔

سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ! اس ایمان افروز حِکایت میں اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبہ ایثار کا کیا خوب اظہار ہے ! واقعی تین دن تک صِرْف پانی پی کر روزہ رکھ لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ ہم اگر ایک روزہ رکھیں تو اِفطار میں ٹھنڈا ٹھنڈا شربت ، کباب، سَموسے، میٹھے میٹھے پھل ، گرما گرم بریانی اور نہ جانے کیا کیا چاہیے !اس قَدر تنگدستی کے عالَم میں اتنا شاندار ایثار یہ انہیں کا حصّہ تھا۔

ایثار کی ایک فضیلت پیش کی جاتی ہے کہ ، سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ مغفِرت نشان ہے، ''جو شخص اُس چیز کو جس کی خود اِسے حاجت ہو دوسرے کو دیدے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اِسے بخش دیتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین، ج۹، ص ۷۷۹)

اَہلبیتِ اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شانِ عظمت نشان میں نازِل شدہ آیتِ کریمہ کے اس حصّے پر بھی توجُّہ فرمایئے جس میں ان کا قَول بیان کیا گیا ہے۔ ''ہم تمہیں خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔'' اِس قول میں اِخلاص کا عظیم الشّان دَرَجہ بیان کیا گیا ہے۔ کاش! ہم بھی اپنا ہر عمل مَحض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کرنا سیکھ جائیں۔ کسی پر اِحسان کرکے اُس کا بدلہ چاہنا یا اس کی طرف سے شکریہ کی طلب رکھنا یہ سب خواہِشات خَتْم ہو جائیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ کسی پر اِحسان کرکے یا فقیر کو کھانا یا خیرات دے کر یہ بھی نہ کہا جائے کہ ''دعاء میں یاد رکھنا''۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اُس سے بدلہ طلب کر لیا! اب وہ دعاء کرے یا نہ کرے، ہمارے حق میں قَبول ہو یا نہ ہو کاش ہمارے نصیب کھل جائیں اور ہم نیک انسان بن جائیں۔

مرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو
کر اِخلاص ایسا عطا یا الٰہی

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

نماز نہ پڑھنا تو گویا کوئی خطا ہی نہیں!!!؟

دعا کے 5 مَدَنی پھول

مدینہ ۱: پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکم کی پَیروی ہوتی ہے کہ اُس کا حُکم ہے مجھ سے دُعاء مانگا کرو۔ جیسا کہ قُراٰنِ پاک مے ں ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

(پ ۲۴، مؤمن ۶۰)

ترجَمۂ کنزالایمان: مجھ سے دُعاء کرو میں قَبول کروں گا۔

مدینہ ۲: دُعاء مانگنا سُنَّت ہے کہ ہمارے پیارے پیارے آقا مکّی مَدَنی مصطَفٰے صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اکثر اَوقات دُعاء مانگتے۔ لہٰذا دُعاء مانگنے میں اِتّباعِ سُنَّت کا بھی شَرَف حاصِل ہوگا۔

مدینہ ۳: دُعاء مانگنے میں اِطاعَتِ رَسُول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم بھی ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم دُعاء کی اپنے غُلاموں کو تاکِید فرماتے رہتے۔

مدینہ ۴: دُعاء مانگنے والا عابِدوں کے زُمرہ (یعنی گُروہ) میں داخِل ہوتا ہے کہ دُعاء بَذاتِ خود ایک عِبادَت بلکہ عِبادَت کا بھی مَغز ہے۔ جیسا کہ

:-ہمارے پیارے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

ترجَمہ: دُعاء عِبادَت کا مَغْز ہے۔

مدینہ ۵: دُعاء مانگنے سے یا تو اُس کا گُناہ مُعاف کیا جاتا ہے یا دُنیا ہی میں اُس کے مسائِل حل ہوتے ہیں یا پھر وہ دُعاء اُس کے لئے آخِرت کا ذَخیرہ بن جاتی ہے۔

نہ جانے کون سا گُناہ ہو گیا ہے

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے؟ دُعاء مانگنے میں اللہ رَبُّ الْعِزَّت عزوجل اور اُس کے پیارے حَبیب ماہِ نُبُوَّت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اِطاعَت بھی ہے، دُعاء مانگنا سُنَّت بھی ہے، دُعاء مانگنے سے عِبادَت کا ثواب بھی ملتا ہے نیز دُنیا و آخِرت کے مُتَعَدَّد فَوائِد حاصِل ہوتے ہیں۔ بَعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دُعاء کی قَبولیَّت کیلئے بَہُت جلدی مچاتے بلکہ مَعَاذاللہ! عزوجل باتیں بناتے ہیں کہ ہم تو اتنے عَرصہ سے دُعائیں مانگ رہے ہیں، بُزُرگوں سے بھی دُعائیں کرواتے رہے ہیں، کوئی پیر فقیر نہیں چھوڑا، یہ وظائف پڑھتے ہیں، وہ اَوراد پڑھتے ہیں

فُلاں فُلاں مزار پر بھی گئے مگر اللہ عزوجل ہماری حاجت پُوری کرتا ہی نہیں ۔ بلکہ بَعض ، یہ بھی کہتے سُنے جاتے ہیں :

''نہ جانے ایسا کون سا گُناہ ہوگیا ہے جس کی ہمیں سزا مِل رہی ہے۔''

!!! نماز نہ پڑھنا تو گویا کوئی خطا ہی نہیں

اس طرح کی '' بَھڑاس '' نِکالنے والے سے اگر دَریافت کیا جائے کہ بھائی ! آپ نَماز تَو پڑھتے ہی ہوں گے ؟ تَو شاید جواب ملے ، ''جی نہیں۔ ''دیکھا آپ نے !زبان پر تَو بے ساختہ جاری ہو رہا ہے ، ''نہ جانے کیا خَطا ہم سے ایسی ہوئی ہے ؟ جس کی ہم کو سزا مِل رہی ہے !''اور نَماز میں اِن کی غَفلت تَو اِنہیں نظر ہی نہیں آرہی ! گویا نَماز نہ پڑھنا تَو (مَعَاذاللہ عزوجل) کوئی گُناہ ہی نہیں ہے ! ارے ! اپنے مختصر سے وُجُود پر ہی تھوڑی نظر ڈال لیتے ، دیکھئے تو سہی ! سَر کے بال اِنگریزی ، اِنگریزوں کی طرح سَر بھی بَرہنہ (بَ۔رَہ۔نَہ) لِباس بھی اِنگریزی ، چِہرہ دُشمنانِ مُصْطَفٰے آتَش پَرَستوں جیسا یعنی تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی عظیم سُنّت داڑھی مُبارَک چِہرے سے غائِب ! تَہذِیب وتَمَدُّن اِسلام کے دُشمنوں جیسا ، نَماز تک بھی نہ پڑھیں۔ حالانکہ نماز نہ پڑھنا زبردست گُناہ ، داڑھی منڈانا حرام اور بھی دِن بھر میں جُھوٹ ، غِیبت ، چُغلی وَعدہ خِلافی ، بدگُمانی ، بدنگاہی ، والِدَین کی نافرمانی ، گالی گلوچ ، فِلمیں ،

ڈِرامے، گانے باجے وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنے گُناہ کئے جائیں۔ لیکن یہ گُناہ جناب'' کو نظر ہی نہ آئیں۔ اِتنے اِتنے گُناہ کرنے کے باوُجود شَیطان غافِل کر دیتا'' ہے۔ اور زبان پر یہ اَلفاظِ شِکوہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔

کیا خطا ہم سے ایسی ہوئی ہے ؟

'' ! جس کی ہم کو سزا مِل رہی ہے

جس دوست کی بات ہم نہ مانیں

ذرا سوچئے تَو سہی ! آپ کا کوئی جِگری دَوست آپ کو کئی بار کچھ کام بتائے مگر آپ اُس کا کام نہ کریں۔ اور کبھی آپ کو اپنے اُسی دَوست سے کام پڑ جائے تَو ظاہِر ہے آپ پہلے ہی سَہمے رہیں گے کہ میں نے تَو اِس کا ایک بھی کام نہیں کیا اب وہ بھلا میرا کام کیوں کرے گا ! اگر آپ نے ہِمّت کرکے بات کرکے بھی دیکھی اور واقعی اُس نے کام نہ بھی کیا تب بھی آپ شِکوہ نہیں کر سکیں گے کیوں کہ آپ نے بھی تَو اپنے دوست کا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

اب ٹھنڈے دِل سے غور کیجئے کہ اللہ عزوجل نے کتنے کتنے کام بتائے، کیسے کیسے اَحکام جاری فرمائے۔ مگر ہم اُس کے کون کون سے اَحکام پر عمل کرتے ہیں ؟ غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ اُس کے کئی اَحکامات کی بَجاآوَری میں نِہایت ہی کوتاہ واقع ہوئے ہیں۔ اُمّید ہے بات سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ خود

تو اپنے پروَردگار عَزَّوَجَلَّ کے حُکموں پر عَمَل نہ کریں۔ اور وہ اگر کسی بات (یعنی دُعائی) کا اثر ظاہِر نہ فرمائے تو شِکوہ، شِکایت لے کر بیٹھ جائیں۔ دیکھئے نا! آپ اگر اپنے کسی جِگری دَوست کی کوئی بات بار بار ٹالتے رہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ آپ سے دوستی ہی خَتْم کر دے۔ لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں پر کس قَدر مہربان ہے کہ لاکھ اُس کے فرمان کی خِلاف وَرزی کریں۔ پھر بھی وہ اپنے بندوں کی فِہرِس سے خارِج نہیں کرتا۔ وہ لُطف و کرم فرماتا ہی رہتا ہے۔ ذرا غور تو فرمایئے! جو بندے اِحسان فَراموشی کا مُظاہَرہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ بھی بَطورِ سزا اپنے اِحسانات ان سے روک لے تو ان کا کیا بنے؟ یقیناً اُس کی عِنایَت کے بِغیر ایک قَدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ ارے! وہ اپنی عظیمُ الشّان نعمت ہوا کو جو بالکل مفت عطا فرما رکھی ہے اگر چند لمحوں کیلئے روک لے تو ابھی لاشوں کے اَنبار لگ جائیں!!

قبولیتِ دعاء میں تاخیر کا ایک سبب

محترم قارئین کرام!! بَسا اَوقات قَبولیَّتِ دُعاء کی تاخِیر میں کافی مَصْلَحَتیں بھی ہوتی ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ حُضُور، سراپا نُور، فَیض گَنْجُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فرمانِ پُر سُرور ہے، جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی پیارا دُعاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل (عَلَیہِ السَّلَام) سے ارشاد فرماتا ہے، ''ٹھہرو! ابھی نہ دو تاکہ پھر

مانگے کہ مجھ کو اِس کی آواز پسند ہے۔''اور جب کوئی کافِر یا فاسِق دُعاء کرتا ہے ،فرماتا ہے،''اے جِبرئیل (عَلَیہِ السَّلَام) !اِس کا کام جلدی کردو،تاکہ پھر نہ مانگے کہ مجھ کو اِس (کی آواز مَکْرُوہ (یعنی ناپسند) ہے۔(کنزالعمال ،ج ۲،ص ۳۹، حدیث ۳۲۶۱

حکایت

حضرتِ سَیِّدُنا یَحْیٰی بن سَعید بن قَطَّان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خواب میں دیکھا،عَرض کی ،اِلٰہی عَزَّوَجَلَّ ! میں اکثر دُعاء کرتا ہوں۔اور تُو قَبول نہیں فرماتا؟ حکم ہوا،''اے یَحْیٰی ! میں تیری آواز کو دوست رکھتا ہوں ۔اِس واسطے تیری (دُعاء کی قَبولیَّت میں تاخیر کرتا ہوں۔''(اَحْسَنُ الْوِعَاء،ص ۳۵

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو ! ابھی جو حدیثِ پاک اور حِکایت گزری اُس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل کو اپنے نیک بندوں کی گِریہ وزاری پسند ہے تو یُوں بھی بسا اوقات قَبولیَّتِ دُعاء میں تاخیر ہوتی ہے۔اب اِس مَصلحت کو ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں ! بَہَر حال جلدی نہیں مچانی چاہئے۔اَحْسَنُ الوِعَاء ،ص ۳۳ میں آدابِ دُعاء بَیان کرتے ہوئے حضرتِ رئیسُ المتکلِّمین مولینا نَقی عَلی خان عَلَیہِ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے

ہیں:۔

! جلدی مچانے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی

دعاء کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ) دُعاء کے قَبول میں جلدی نہ کرے۔)

حدیث شریف میں ہے کہ خُدائے تعالیٰ تین آدمیوں کی دُعاء قَبول نہیں کرتا۔ایک وہ کہ گُناہ کی دُعاء مانگے۔دوسرا وہ کہ ایسی بات چاہے کہ قَطعِ رِحم ہو۔تیسرا وہ کہ قَبول میں جلدی کرے کہ میں نے دُعاء مانگی اب تک قَبول نہیں ہوئی۔ (الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۳۱۴، حدیث ۹

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ناجائز کام کی دُعاء نہ مانگی جائے کہ وہ قَبول نہیں ہوتی۔ نیز کسی رِشتہ دار کا حق ضائع ہوتا ہو ایسی دُعاء بھی نہ مانگیں اور دُعاء کی قَبولیّت کیلئے جلدی بھی نہ کرے ں ورنہ دُعاء قَبول نہیں کی جائے گی۔

اَحسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدابِ الدُّعاء پر اعلیٰ حضرت ،امامِ اَہلِسُنّت ، مولٰینا شاہ احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے حاشِیہ تحریر فرمایا ہے۔اور اس کا نام ذَیلُ الْمُدَّعا لِاَحسَنِ الْوِعائر کھا ہے ۔اسی حاشیہ میں ایک مَقام پر دُعاء کی قَبولیّت میں جلدی مچانے والوں کو اپنے مخصوص

اور

نہایت ہی عِلمی انداز میں سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

افسروں کے پاس تو بار بار دھکے کھاتے ہو مگر۔۔۔۔

سَگانِ دُنیا (یعنی دُنیوی اَفسروں) کے اُمّیدواروں (یعنی اُن سے کام نِکلوانے کے آرزو مَندوں) کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک اُمّیدواری (اور انتظار) میں گُزارتے ہیں صُبح وشام اُن کے دروازوں پر دَوڑتے ہیں، (دَھکّے کھاتے ہیں) اور وہ (اَفسران) ہیں کہ، رُخ نہیں ہِلاتے، جواب نہیں دیتے، جِھڑکتے، دِل تنگ ہوتے، ناک بَھوں چَڑھاتے ہیں، اُمّیدواری میں لگایا تو بیگار (بے کار محنت) سَر پر ڈالی، یہ حضرت گِرہ (یعنی اُمّید وار جیب) سے کھاتے، گھر سے منگاتے، بیکار بیگار (فُضُول محنت) کی بَلاء اُٹھاتے ہیں، اور وہاں (یعنی افسروں کے پاس دھکّے کھانے میں) برسوں گُزریں ہُنُوز (یعنی ابھی تک گویا) روزِ اوّل (ہی) ہے۔ مگر یہ (دنیوی افسروں کے پاس دھکّے کھانے والے) نہ اُمّید توڑیں، نہ (افسروں کا) پیچھا چھوڑیں۔ اور اَحکَمُ الْحَاکِمین، اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن، عَزَّجَلَالُہٗ، کے دروازے پر اَوّل تو آتا ہی کون ہے! اور آئے بھی تو اُکتاتے، گھبراتے، کل کا ہوتا آج ہو جائے، ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گُزرا اور شِکایت ہونے لگی، صاحِب! پڑھا تو تھا، کچھ اَثر نہ ہوا! یہ اَحمَق اپنے لئے اِجابت (یعنی قَبولیّت) کا دروازہ خُود بند کر لیتے ہیں۔ مُحمّد رَسُولُ اللّٰہ! صلی اللہ تعالیٰ

: علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں
یُستَجابُ لِاَحَدِکُم مَا لَم یُعَجِّل یَقُولُ دَعَوتُ فَلَم یُستَجَب لِی۔
(صحیح البخاری، ج ۴، ص ۲۰۰، حدیث ۶۳۴۰)
ترجمہ: ''تُمہاری دُعاء قَبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرو یہ مت کہو کہ میں نے دُعاء ''کی تھی قَبول نہ ہوئی۔
بَعض تَو اِس پر ایسے جامے سے باہَر (یعنی بے قابو) ہو جاتے ہیں کہ اَعْمال واَدْعیہ (یعنی اوراد اور دُعاؤں) کے اَثر سے بے اِعتِقاد، بلکہ اللہ عزوجل کے وَعدۂ کرم سے بے اِعتِماد وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْکَرِیْمِ الْجَوَّاد۔ ایسوں سے کہا جائے کہ اَے بے حَیائی! بے شَرمو! ! ذرا، اپنے گِریبان میں مُنہ ڈالو۔ اگر کوئی تُمہارا برابر والا دَوست تم سے ہزار بار کچھ کام اپنے کہے اور تُم اُس کا ایک کام نہ کرو تو اپنا کام اُس سے کہتے ہوئے اَوّل تو آپ لَجاؤ شرماؤ) گے، (کہ) ہم نے تو اُس کا کہنا کیا ہی نہیں اب کِس مُنہ سے اُس سے کام کو) کہیں؟ اور اگر غَرَض دِیوانی ہوتی ہے (یعنی مطلب پڑا تو) کہہ بھی دیا اور اُس نے (اگر تمہارا کام) نہ کیا تو اصْلًا مَحَلِّ شِکایَت نہ جانو گے (یعنی اس بات پر شکایت کرو گے ہی نہیں ظاہر ہے خود ہی سمجھتے ہو) کہ ہم نے (اُس کا کام) کب کیا تھا جو وہ کرتا۔

اب جانچو، کہ تم مالِک عَلَی الاِطلَاق عَزَّجَلَالُہ، کے کِتنے اَحکام بَجالاتے ہو؟ اُس کے حُکم بجا نہ لانا اور اپنی دَرخواست کا خواہی نَخواہی (ہر صُورت میں) قَبول چاہنا کیسی بے حیائی ہے!

اواَحمَق! پھر فَرق دیکھ! اپنے سَر سے پاؤں تک نَظرِ غور کر! ایک ایک رُوئیں میں ہَر وَقت ہر آن کتنی کتنی ہزار دَرْ ہزار دَرْ ہزار صَد ہزار بے شُمار نِعمتیں ہیں۔ تُو سوتا ہے اور اُس کے مَعصُوم بندے (یعنی فِرِشتے) تیری حِفاظت کو پَہرا دے رہے ہیں، تُو گُناہ کر رہا ہے اور (پھر بھی) سَر سے پاؤں تک صِحّت و عافِیَت، بَلاؤں سے حِفاظَت کھانے کا ہَضم، فضلات (یعنی جسم کے اندر کی گندگیوں) کا دَفع، خُون کی رَوانی، اَعضاء میں طاقَت، آنکھوں میں روشنی۔ بے حِساب کرم بے مانگے بے چاہے تُجھ پر اُتر رہے ہیں۔ پھر اگر تیری بَعض خواہشیں عطا نہ ہوں، کِس مُنہ سے شِکایَت کرتا ہے؟ تُو کیا جانے کہ تیرے لئے بَھلائی کا ہے میں ہے! تُو کیا جانے کیسی سَخت بَلا آنے والی تھی کہ اِس (بظاہر نہ قَبول ہونے والی) دُعاء نے دَفع کی، تُو کیا جانے کہ اِس دُعاء کے عِوَض کیسا ثواب تیرے لئے ذَخیرہ ہو رہا ہے، اُس کا وَعدہ سچّا ہے اور قَبول کی یہ تینوں صُورتیں ہیں جن میں سر پہلی، پچھلی سے اَعلیٰ ہے۔ ہاں، بے اِعتِقادی آئی تو یقین جان کہ مارا گیا اور اِبلیس

لَعِین نے تجھے اپنا سا کر لیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ، وَتَعَالٰی۔ (اور اللہ کی پناہ وہ پاک ہے (اور عظمت والا

اَے ذَلیل خاک ! اے آبِ ناپاک ! اپنا مُنہ دیکھ اور اِس عظیم شَرَف پر غور کر کہ اپنی بارگاہ میں حاضِر ہونے ، اپنا پاک، مُتَعالی (یعنی بلند) نام لینے ، اپنی طرف مُنہ کرنے اپنے پُکارنے کی تجھے اجازت دیتا ہے۔ لاکھوں مُرادیں اِس فَضْلِ عظیم پر نِثار۔

اوبے صَبرے ! ذرا بھیک مانگنا سیکھ۔ اِس آستانِ رَفیع کی خاک پر لَوٹ جا۔ اور پیٹھ اور ٹِکٹکی بندھی رکھ کہ اب دیتے ہیں ، اب دیتے ہیں ! بلکہ پُکارنے ، اُس سے مُناجات کرنے کی لَذّت میں ایسا ڈوب جا کہ اِرادہ ومُراد کچھ یاد نہ رہے ، یقین جان کہ اِس دروازے سے ہرگز مَحروم نہ پھرے گا کہ مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ اِنْفَتَحَ (جس نے کریم کے دروازے پر دستک دی تو وہ اس پر کُھل گیا) وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔ (اور توفیق اللہ عزوجل کی (طرف سے ہے) (ذَیلُ الْمُدَّعا بِاَحْسَنِ الْوِعائِ، ص ۳۴ تا ۳۷

دعاء کی قبولیت میں تاخیر تو کرم ہے

حضرتِ سَیِّدُنا مولینا نَقی علی خان (عَلَیہِ رَحمَۃُ الرَّحمٰن) فرماتے

، ہیں ،اَے عزیز ! تیرا پروَردگار عزوجل فرماتا ہے

اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَادَعَانِلا

(پ ۲ ،البقرہ ۱۸۶)

تَرجَمۂ کنزالایمان: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

فَلَنِعۡمَ الۡمُجِیۡبُوۡنَ 0

(پ ۲۳ ،الصّٰفّٰت ۷۵)

تَرجَمۂ کنزالایمان: توہم کیا ہی اچھے قبول کرنے والے۔

اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ط

(پ ۲۴ ،مؤمن ۶۰)

تَرجَمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پس یقین سمجھ کہ وہ تجھے اپنے دَر سے مَحروم نہیں کرے گا اور اپنے وَعدے کو وَفا فرمائے : گا۔ وہ اپنے حَبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے فرماتا ہے

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ0

(پ ۳۰، والضحیٰ ۱۰)

تَرجَمۂ کنزالایمان: اور منگتا کو نہ جِھڑکو۔

آپ عزوجل کس طرح اپنے خوانِ کرم سے دُور کرے گا۔ بلکہ وہ تُجھ پر نظرِ کرَم رکھتا ہے۔ کہ تیری دُعاء کے قَبول کرنے میں دیر کرتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حال۔ (اَحسَنُ الْوِعَاء، ص ۳۳

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

ولی اور سخی کی عید (فیضانِ عید الفطر)۔

حضور غوث اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم کی عید

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَقبول بندوں کی ایک ایک ادا ہمارے لئے مُوجِبِ صد درسِ عِبرت ہوتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حُضُور سَیِّدُنا غوثِ اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم کی شان بے حد اَرفَع واعلیٰ ہے، اِس کے باوُجُود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لئے کیا چیز پیش فرماتے ہیں! سنئے اور عِبرت حاصِل کیجئے۔

خَلْق گوید کہ فَردا روزِ عیدِ اَست

خُوشی دَر رُوح ہر مؤمِن پدید اَست

دَراں رَوزے کہ باایماں بمیرَم

مرادَر مُلک خُود آں رَوزِ عید اَست

یعنی ''لوگ کہہ رہے ہیں، ''کل عید ہے! کل عید ہے!''اور سب خوش ہیں۔ لیکن میں تو جس دِن اِس دنیا سے اپنا ایمان سلامت لے کر گیا، میرے لئے تو وُہی دِن عِید ہوگا۔''

سبحٰنَ اللہ ! (عَزَّوَجَلَّ) سبحٰنَ اللہ ! (عَزَّوَجَلَّ) کیا شانِ تقویٰ ہے ! اتنی بڑی شان کہ اَوْلیاءِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کے سَردار ! اور اِس قَدر تواضُع وانکِسار ! ! اس میں ہمارے لئے بھی دَرْسِ عبرت ہے اور ہمیں سمجھایا جارہا ہے کہ خبردار ! ایمان کے مُعاملہ میں غفلت نہ کرنا، ہر وَقت ایمان کی حِفاظت کی فِکر میں لگے رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت اور مَعصِیَت کے سَبَب ایمان کی دَولت تمھارے ہاتھ سے نِکل جائے۔

رضاؔ کا خاتِمہ بِالخَیر ہوگا
اگر رحمت تِری شامِل ہے یا غوث
(حدائقِ بخشش)

ایک ولی کی عید

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ نَجیبُ الدّین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مُتَوَکِّل، حضرتِ سیِّدُنا شیخ بابا فریدُ الدّین گنجِ شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھائی اور خَلیفہ ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لقب مُتَوَکِّل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شَہر برس شہر میں رہے مگر کوئی ظاہِری ذَرِیعہ ئ مَعاش نہ ہونے کے باوُجود اِنکے اہل وعِیال نِہایَت اطمینان سے زندگی بَسر کرتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں

اِس قَدر مُستَغرَق رہتے تھے کہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ آج کونسا دِن ہے؟اور یہ کون سا مہینہ ہے؟اور سِکّہ کتنی مالیّت کا ہے؟ ایک بار عِید کے دِن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں بَہُت سے مِہمان جَمع ہوگئے۔ اِتفاق سے اُس روز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں خُورد و نَوش (یعنی کھانے پینے) کا کوئی سامان نہیں تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالاخانے پر جا کر یادِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں مَشغول ہوگئے اور دِل ہی دل میں یہ کہہ رہے تھے، ''یااللہ عَزَّوَجَلَّ آج عِید کا دِن ہے اور میرے گھر مِہمان آئے ہوئے ہیں۔'' اچانک ایک شخص چَھت پر ظاہِر ہوا، اُس نے کھانوں سے بھرا ہوا ایک خوان پیش کیا اور کہا، اے نَجیبُ الدّین! تمہارے تَوَکّل کی دُھوم مَلاءِ اعلیٰ (یعنی فرشتوں) میں مچی ہوئی ہے اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم ایسے خیال (یعنی کھانا طَلَبی) میں مَشغُول ہو؟آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، حق تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لئے یہ خیال نہیں کیا، بلکہ اپنے مہمانوں کے باعث اِس طرف مُتَوَجِّہ ہوگیا تھا۔حضرتِ سَیِّدُنا نَجیب الدّین مُتَوَکِّل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبِ کرامت ہونے کے باوُجُود اِنتہائی مُنکَسِرُ المِزاج تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اِنکِساری کا یہ عالَم تھا کہ ایک روز ایک فقیر بَہُت دُور سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مُلاقات کیلئے آیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پُوچھا کہ کیا نَجیبُ الدّین مُتَوَکِّل (یعنی تَوَکّل

کرنے والا) آپ ہی ہیں ؟ تو آپ رَحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اِنکسار اً فرمایا کہ بھائی ! میں تو (نَجیب الدّین مُتَاَکِّل (یعنی بَہُت زیادہ کھانے والا) ہوں ۔ (اخبارُ الاخیار ، ص ۶۰
اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

کرامت کا ایک شعبہ

محترم قارئین کرام ! ! دیکھا آپ نے ؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں اور وَلیوں کی عِید کس قَدر سادہ ہوا کرتی ہے۔اِس حِکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے دوستوں کی ضَروریات کا غیب سے اِنتِظام فرمادیتا ہے ۔ یہ سب اُس کے کرم کے کَرِشمے ہیں۔ بوَقْتِ ضَرورت کھانا، پانی وغیرہ ضَروریاتِ زندگی کا اچانک حاضِر ہوجانا بُزُرگوں سے کرامت کے طور پر وُقوع میں آتا ہے۔چُنانچِہ '' شرح عقائدِ نَسَفِیَّہ '' میں جہاں کرامت کی چند اَقسام کا بیان ہے وَہاں یہ بھی مَذکُور ہے کہ ضَرورت کے وَقْت کھانے پانی کا حاضِر ہوجانا بھی کرامَت ہی کا ایک شُعبہ ہے ۔بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المبین کے خُدا داد تَصَرُّفات و کرامات کا کیا کہنا ؟ یہ ایسے مَقْبُولانِ بارگاہِ خُداوندیعَزَّوَجَلَّ ہوتے ہیں کہ اُن کی زَبانِ پاک سے نِکلی ہوئی بات اور دِل میں پیدا ہونے والی خواہِشات ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی عنایات سے پُوری ہو کر رہتی ہے ں ۔

ایک سخی کی عید

سَیِّدُنا عبدُالرَّحْمٰن بن عَمْرِو الْاَوْزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بَیان کرتے ہیں کہ عیدُ الفِطر کی شب دروازے پر دَستک ہوئی ، دیکھا تو میرا ہَمسایہ کھڑا تھا۔ میں نے کہا ، کہو بھائی ! کیسے آنا ہوا؟ اُس نے کہا ، ''کل عِید ہے لیکن خرچ کیلئے کچھ نہیں ، اگر آپ کچھ عِنایَت فرمادیں تو عِزّت کے ساتھ ہم عید کا دِن گُزار لیں گے۔'' میں نے اپنی بیوی سے کہا ہمارا فُلاں پڑوسی آیا ہے اُس کے پاس عید کیلئے ایک پیسہ تک نہیں ، اگر تمہاری رائے ہو ، تو جو پچیس دِرہَم ہم نے عِید کیلئے رکھ چھوڑے ہیں وہ ہَمسایہ کو دے دیں ہمیں اللہ تعالیٰ اور دیدے گا۔ نیک بیوی نے کہا ، بَہُت اچھا۔ چُنانچِہ میں نے وہ سب دِرہم اپنے ہَمسایہ کے حوالے کردئے اور وہ دُعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے جونہی دروازہ کھولا ، ایک آدمی آگے بڑھ کر میرے قَدموں پر گِر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا ، میں آپ کے والِد کا بھاگا ہوا غُلام ہوں ، مجھے اپنی حَرَکت پر بَہُت نَدامت لاحِق ہوئی تو حاضِر ہو گیا ہوں ، یہ پچیس دینار میری کمائی کے ہیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں قَبول فرمالیجئے ، آپ میرے آقا ہیں اور میں آپ کا غلام ۔ میں نے وہ دِینار لے لئے اور غُلام کو آزاد کردیا۔ پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا ، خُدا عَزَّوَجَلَّ کی شان دیکھو ! اُس نے ہمیں دِرہم کے

! (بدلے دِینار عطا فرمائے (پہلے درہم چاندی کے اور دینار سونے کے ہوتے تھے
اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔
سلام اس پر کے جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
محترم قارئین کرام ! ! دیکھا آپ نے ؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان بھی کتنی نِرالی ہے کہ اُس نے پچیس دِرہم (چاندی کے سکّے) دینے والے کو آن کی آن میں پچیس دِینار (سونے کے سکّے) عطا فرمادئے۔ اور بُزُرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المبین کا اِیثار بھی خُوب تھا کہ وہ اپنی تمام تَر آسائشوں کو دُوسرے مسلمانوں کی خاطِر قُربان کردیتے تھے۔ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے حَبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے والہانہ مَحَبَّت تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ اِسلام ہمیں باہمی ہمدردی کا پیغام دیتا ہے۔ ہمارے حُضُور سراپا نور، فیض گنجور، شاہِ غَیُور، صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم رَحمت عالَم ہیں، آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی رَحمت سے کوئی محروم نہیں رہا۔ ہمارے پیارے سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم غُرَباء ومَساکین اور یتیموں کی طرف نظرِ خاص رکھتے اور ہر طرح سے اُن کی دِلجُوئی فرمایا کرتے تھے
سَلام اُس پر کہ جِس نے بے کسوں کی دستگیری کی

سلام اُس پر کہ جِس نے بادشاہی میں فَقیری کی

سُبحٰنَ اللہ ! (عَزَّوَجَلَّ) اتنی بڑی شان کہ ''بعد اَز خُدا بُزُرگ توہی قِصّہ مُختَصر'' اور اِس قَدر تَواضُع کہ جِس کا کوئی نہیں اُس کے حُضُور صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم ہیں۔ کیا خُوب فرمایا میرے آقا اعلیٰ حضرت (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے

کَنزِ ہر بیکس و بے نَوا پر دُرُود

حِرزِ ہر رَفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کَس کی دولت پہ لاکھوں دُرُود

مجھ سے بے بَس کی قُوت پہ لاکھوں سلام

خَلْق کے دَادرَس سب کے فریادرَس

کَہفِ روزِ مُصیبت پہ لاکھوں سلام

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

عید یا وعید (فیضانِ عید الفطر)۔

محترم قارئین کرام ! ! لائقِ عذاب کاموں کاارتکاب کرکے ''یومِ عید'' کو اپنے لئے ''یومِ وَعید'' نہ بنایئے۔ اور یاد رکھئے

لَیْسَ الْعِیدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِید

اِنَّمَا الْعِیدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِید

(یعنی عید اُس کی نہیں، جس نے نئے کپڑے پہن لئے۔عید تو اُس کی ہے جو عذابِ الٰہی عزوجل سے ڈر گیا)

اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بھی تو عید مناتے رہے ہیں

محترم قارئین کرام ! ! آج کل گویا لوگ صِرف نئے نئے کپڑے پہننے اور عُمدہ کھانے تَناوُل کرنے کو ہی مَعاذاللہ عید سمجھ بیٹھے ہیں۔ذرا غور توکیجئے ! ہمارے بُزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ المبین بھی توآخِرعید مناتے رہے ہیں۔ مگراِن کے عید مَنانے کا انداز ہی نِرالا رہا ہے۔وہ دُنیا کی لذّتوں سے کوسوں دُور بھاگتے رہے ہیں اور ہر حال میں اپنے نَفْس کی مُخالَفت کرتے رہے ہیں۔چُنانچہ

عید کا انوکھا کھانا

حضرتِ سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے دس برس تک کوئی لذیذ کھانا تَناوُل نہ فرمایا، نَفْس چاہتا رہا اور آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نَفْس کی مُخالَفت فرماتے رہے، ایک بار عِید مُبارَک کی مُقَدَّس رات کو دِل نے مشورہ دیا کہ کل اگر عِید سعید کے روز کوئی لذیذ کھانا کھالیا جائے تو کیا حَرَج ہے؟ اِس مشورہ پر آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دِل کو آزمائش میں مُبتَلا کرنے کی غَرَض سے فرمایا، ''میں اَوَّلًا دو رَکْعَت نَفْل میں پُورا قُراٰنِ پاک خَتْم کروں گا، اے میرے دِل! تُو اگر اِس بات میں میرا ساتھ دے تو کل لذیذ کھانا مِل جائے گا۔'' لہٰذا آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے دو رَکْعَت ادا کی اور اِن میں پورا قُراٰن مجید خَتْم کیا۔ آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے دِل نے اِس اَمْر میں آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کا ساتھ دیا۔ (یعنی دونوں رَکْعَتیں دِل جَمعی کے ساتھ ادا کرلی گئیں) آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے عید کے دِن لذیذ کھانا منگوایا۔ نِوالہ اُٹھا کر مُنہ میں ڈالنا ہی چاہتے تھے کہ بے قرار ہو کر پھر رکھ دیا اور نہ کھایا۔ لوگوں نے اِس کی وجہ پُوچھی تو فرمایا، جِس وَقت میں نِوالہ مُنہ کے قریب لایا تو میرے نَفْس نے کہا، دیکھا؟ میں آخِر اپنی دس سال پُرانی خواہِش پوری کرنے میں کامیاب ہو گیا نا! میں نے اُسی وَقت کہا، کہ اگر یہ بات ہے تو میں تجھے ہرگز کامیاب نہ ہونے دوں گا اور ہر گز ہر گز لذیذ کھانا نہ

کھاؤں گا۔چُنانچہ آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے لذیذ کھانا کھانے کا اِرادہ تَرک کردیا۔اتنے میں ایک شخص لذیذ کھانے کا طَباق اٹھائے ہوئے حاضِر ہوا اور عَرض کی، یہ کھانا بیوی نے رات کو اپنے لئے تیار کیا تھا۔رات جب سویا تو قسمت انگڑائی لے کر جاگ اُٹھی، خواب میں تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی زیارت کی سعادت حاصِل ہوئی۔ میرے پیارے پیارے اور میٹھے میٹھے آقا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا،اگر تُو کَل قِیامت کے روز بھی مجھے دیکھنا چاہتا ہے تو یہ کھانا ذُوالنُّون (رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس لے جا اور اُن سے جا کر کہہ کہ ''حضرتِ مُحمّد بن عبدُاللہ بن عبدُالمُطّلِب (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم وَرضی اللہ تعالیٰ عنہما) فرماتے ہیں، کہ دَم بھر کے لئے نَفس کے ساتھ صُلْح کرلو اور چند نِوالے اِس لذیذ کھانے سے کھالو۔'' حضرتِ سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ یہ پیغامِ رِسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سُن کر جھوم اُٹھے ،اور کہنے لگے !''میں فرمانبردار ہوں، میں (فرمانبردار ہوں۔''اور لذیذ کھانا کھانے لگے۔ (تذکرۃ الاولیائ، ص ۱۱۷

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسِم

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا

رِزق اُس کا ہے کِھلاتے یہ ہیں
پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
(حدائقِ بخشش شریف)
! صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب
صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمّد
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کھلاتے ہیں
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پلاتے ہیں
محترم قارئین کرام ! دیکھا آپ نے ؟اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے عِید کے روزِ سعید بھی نَفس کی پَیروی سے کِس قَدر دُور رہتے ہیں ، یقیناًیقیناً اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے مَقبول بندے نَفسانی خواہِشات کی کچھ بھی پَرواہ نہیں کرتے اور ہر آن اللّٰہعَزَّوَجَلَّکی رضاہی میں راضی رہتے ہیں اور اُن کی یہ شان ہوتی ہے کہ اللّٰہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی خاطِر وہ لَذائذِ دُنیوی سے مُجتَنِب رہتے ہیں ۔ ایسے خوش بختوں کو خُصوصیَّت کے ساتھ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے حَبیب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کِھلاتے ہیں۔
یہ بھی معلوم ہوا

کہ مدینے کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عَزَّوَجَلَّ وَصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اپنی اُمّت کے حالات سے آج بھی باخبر ہیں آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اپنے محبوب غُلام حضرتِ سَیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے حالات مُلاحَظہ فرمارہے تھے جبھی تو اپنے ایک غُلام کو حُکم فرما کر حضرت کو پیغام بھجوایا اور اپنے کرم سے کھانا کِھلایا۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کھلاتے ہیں سرکار پلاتے ہیں
سُلطان و گدا سب کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نبھاتے ہیں

روح کو بھی سجایئے

محترم قارئین کرام! اِس میں کوئی شک نہیں کہ عِید کے دِن غُسل کرنا، نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے پہننا اور عِطر لگانا سُنّت ہے۔ یہ سُنّتیں ہمارے ظاہِری بدن کی صفائی کیلئے ہیں۔ لیکن ہمارے اِن صاف، اُجلے اور نئے کپڑوں اور نہائے ہوئے اور خُوشبو مَلے ہوئے جِسم کے ساتھ ساتھ ہماری روح بھی، ہم پر ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان خُدائے رَحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی مَحَبَّت واِطاعت اور سرکارِ والا تبار، بِاذنِ پروردگار دو جہاں کے مالِک ومختار، شَہَنْشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اُلفت وسُنّت سے خوب خوب سجی ہوئی ہونی چاہیئے۔

نجاست پر چاندی کا ورق

محترم قارئین کرام ! سوچئے تو سہی ! روزہ ایک بھی نہ رکھا ہو، سارا ماہِ رَمَضان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں میں گُزارا ہو، بجائے مَسجِد میں یا عِبادات میں گُزارنے کے ساری راتیں اُودَھم بازی اُچھل کُود، کرکٹ کھیلنے یا اُس کا تماشہ دیکھنے، ٹیبل فُٹبال اور وِڈیو گیمز کھیلنے یا آوارہ گَردی کرنے میں گُزری ہوں۔ بجائے تِلاوت کلامِ پاک کے رومانی ناولیں پڑھی ہوں اور بجائے نَعتیں سُننے کے ٹیپ ریکارڈر پر خوب فلمی گانے سُنے ہوں اوریُوں اپنے جِسْم وُرُوح کو دِن رات گُناہوں میں مُلَوَّث رکھا ہواورآج عِید کے دِن فِرَنگی طرز کے اِنگلش فیشن والے بے ڈھنگے کپڑے پہن بھی لئے تو اسے یُوں سمجھئے کہ گویا ایک نَجاست تھی جس پر چاندی کا وَرَق چَسپاں کرکے اُس کی نُمائش کردی گئی۔

عید کس کے لئے ہے؟

سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی مَحَبَّت سے سرشار دیوانو! سچّی بات تو یہی ہے کہ عِید اُن خوش بَخت مسلمانوں کا حصّہ ہے جِنہوں نے ماہِ مُحترم، رَمَضانُ المُعظّم کو رَوزوں، نَمازوں اور دیگر عِبادتوں میں گُزارا۔ تو یہ عید اُن کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے مزدُوری

ملنے کا دِن ہے۔ ہمیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ آہ ! محترم ماہ کا ہم حق ادا ہی نہ کرسکے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عید

عِید کے دِن چند حضرات مکانِ عالی شان پر حاضِر ہوئے تو کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ بند کرکے زار و قِطار رو رہے ہیں۔ لوگوں نے حَیران ہو کر عَرض کی، یا امیرَ المُؤمِنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! آج تو عِید ہے جو کہ خوشی مَنانے کا دِن ہے، خوشی کی جگہ یہ رونا کیسا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنسو پُونچھتے ہوئے فرمایا، ''ھٰذا یَومُ الْعِیدِ وَ ھٰذا یَومُ الْوَعِید'' یعنی اے لوگو ! یہ عِید کا دِن بھی ہے اور وَعِید کا دِن بھی۔ آج جس کے نَماز و روزہ مَقبول ہوگئے بِلاشُبہ اُس کے لئے آج عِید کا دِن ہے۔ لیکن آج جِس کے نَماز و روزہ کو رَد کرکے اُس کے مُنہ پر مار دیا گیا ہو اُس کیلئے تو آج وَعِید ہی کا دِن ہے۔ اور میں تو اِس خَوف سے رو رہا ہوں کہ آہ !

''اَنَا لَا اَدْرِیْ اَمِنَ الْمَقْبُوْلِیْنَ اَمْ مِنَ الْمَرْدُوْدِیْنَ۔''

یعنی مجھے یہ معلوم نہیں کہ مَیں مَقبول ہُوا ہُوں یا رَد کردیا گیا ہوں۔

عید کے دن عمر یہ رو رو کر
بولے نیکوں کی عید ہوتی ہے
ہماری خوش فہمی

اللہ اکبر ! (عَزَّوَجَلَّ) مَحَبَّت والو ! ذرا سوچئے ! خوب غور فرمایئے ! وہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جن کو مالکِ جنّت ، تاجدارِ رِسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہِری ہی میں جَنّت کی بِشارت عِنایت فرمادی تھی۔ خوفِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ کا آپ پر کس قَدر غَلَبہ تھا کہ صِرف یہ سوچ سوچ کر تھرّا رہے تھے کہ نہ معلوم میری رَمَضانُ المُبارَک کی طاعتیں قَبول ہوئیں یا نہیں۔ سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ! عیدُالفِطر کی خُوشی منانا جن کا حقیقی حق تھا اُن کے خوف وخَشیّت کا تو یہ عالَم ہو اور ہم جیسے نکمّے اور باتُونی لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نیکی کے ''ن'' کے نُقطے تک تو پہُنچ نہیں پاتے مگر خوش فَہمی کا حال یہ ہے کہ ہم جیسا نیک اور پارسا تو شاید اب کوئی رہا ہی نہ ہو۔اِس رِقّت انگیز حکایت سے اُن نادانوں کو خُصوصاً درسِ عِبرت حاصِل کرنا چاہیئے جو اپنی عِبادات پر نازکرتے ہوئے پھُولے نہیں سماتے اور اپنے نیک اعمال مَثَلاً نَماز ، روزہ ، حج ، مَساجِد کی خدمت ، خَلْقِ خُدا کی مدد اور سماجی فلاح وبَہبُود وغیرہ وغیرہ کاموں کا ہر جگہ اِعلان کرتے پِھرتے ، ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے ، بلکہ اپنے

نیک کاموں کی مَعَاذاللہ عَزَّوَجَلَّ اخبارات وَرسائل میں تصاویر تک چھپوانے سے گُریز نہیں کرتے۔آہ ! اِن کا ذِہن کِس طرح بنایا جائے۔اِن کو تعمیری واَخلاقی سوچ کس طرح فَراہم کی جائے !اِنہیں کس طرح باوَر کرایا جائے کہ اِس طرح بِلاضَرورت اپنی نیکیوں کا اِعلان کرنے میں رِیاکاری کی آفت میں پڑنے کا خدشہ ہے۔ایسا کرنے سے بعض صورتوں میں نہ صِرف اعمال برباد ہوتے ہیں بلکہ رِیاکاری میں سراسر جہنّم کی حقداری ہے۔اوراپنا فوٹو چھپوانا؟تَوبہ !تَوبہ ! رِیاکاری پر سینہ زوری !اپنے اعمال کی نُمائش کا اتنا شوق کہ فوٹو جیسے حرام ذَرِیعے کو بھی نہ چھوڑا گیا۔اللہ عَزَّوَجَلَّ رِیاکاری کی تَباہ کاری،''مَیں مَیں'' کی مُصیبت اور اَنانیت کی آفت سے ہم سب مسلمانوں کی حِفاظت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

شہزادے کی عید

امیرُالْمُؤمِنین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ عِید کے دِن اپنے شہزادے کو پُرانی قمیص پہنے دیکھا تو رَو پڑے،بیٹے نے عَرض کی،پیارے ابّاجان ! کیوں رو رہے ہیں؟فرمایا: میرے لال ! مجھے اَندیشہ ہے کہ آج عِید کے دِن جب لڑکے تجھے اِس پرانی قمیص میں دیکھیں گے تو تیرا دِل ٹوٹ جائے گا۔بیٹے نے جواباً عَرض کی، دِل تو اُس کا

ٹوٹے جو رِضائے اِلٰہی عَزَّوَجَلَّ کے کام میں ناکام رہا ہو یا جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو۔ مجھے اُمّید ہے کہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ کی رِضا مندی کے طُفیل اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی مجھ سے راضی ہو جائے گا۔ یہ سُن کر حضرتِ عُمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہٗ نے شہزادے کو گلے لگایا اور اُس کیلئے دُعاء فرمائی۔ (مُلَخَّصاً مُکاشَفَۃُ القُلُوب، ص ۳۰۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

شہزادوں کی عید

امیرُ المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عُمَر بن عبدُ العَزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں عِید سے ایک دِن قَبل آپ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ کی شہزادیاں حاضِر ہوئیں اور بولیں، ''بابا جان! کل عِید کے دِن ہم کون سے کپڑے پہنیں گی؟'' فرمایا، ''یہی کپڑے جو تم نے پہن رکھّے ہیں، اِنہیں دھو لو، کَل پہن لینا!۔'' ''نہیں! بابا جان! آپ ہمیں نَئے کپڑے بنوا دیجئے،'' بچّیوں نے ضِد کرتے ہوئے کہا۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ نے فرمایا، ''میری بچّیو! عِید کا دِن اللہ رَبُّ العِزَّت عَزَّوَجَلَّ کی عِبادت کرنے، اُسکا شُکر بجالانے کا دِن ہے، نئے کپڑے پہننا ضَروری تو نہیں۔'' ''! بابا جان! آپ کا فرمانا بیشک دُرُست ہے لیکن ہماری سَہیلیاں ہمیں طَعنے دیں گی کہ تم امیرُ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی لڑکیاں ہو

اور عید کے روز بھی وُہی پُرانے کپڑے پَہن رکھے ہیں ! '' یہ کہتے ہوئے بچّیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ بچّوں کی باتیں سُن کر امیرُالمُؤمِنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دِل بھی بھر آیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خازِن (وزیر مالیات) کو بُلا کر فرمایا: ''مجھے میری ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لادو۔'' خازِن نے عَرض کی،''حُضُور ! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ایک ماہ تک زندہ رہیں گے؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا: ''جَزاکَ اللہ !تُو نے بیشک عُمدہ اور صحیح بات کہی۔'' خازِن چلا گیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے بچّیوں سے فرمایا،''پیاری بیٹیو ! اللہ و رسول عَزَّوَجَلَّ وَ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رِضا پر اپنی خواہِشات کو قُربان کردو۔

(مَعْدَنِ اَخلاق، حصّہ اوّل، ص ۲۵۷تا۲۵۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری مغفِرت ہو۔

محترم قارئین کرام ! دیکھا آپ نے ؟گُزشتہ دونوں حِکایات سے ہمیں یہی دَرْس مِلا کہ اُجلے کپڑے پَہن لینے کا نام ہی عِید نہیں ۔اس کے بِغیر بھی عِید مَنائی جا سکتی ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(عید کی خوشیاں مبارک" (فطرہ کے ۱۶ مدنی پھول

صدقہ فطر واجب ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر مکّۂ مُعظّمہ کے گلی کُوچوں میں اِعلان کر دو، ''صَدَقَۂ فِطر واجِب ہے۔'' (جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۵۱، حدیث ۶۷۴)

صدقہ فطر لغو باتوں کا کفارہ ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اِبنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، مَدَنی سرکار، غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صَدَقَۂ فِطر مقرّر فرمایا تاکہ فُضُول اور بیہُودہ کلام سے روزوں کی طہارت (یعنی صفائی) ہو جائے۔ نیز مَساکِین کی خُورِش (یعنی خوراک) بھی ہو جائے۔ (سنن ابی داود، ج ۲، ص ۱۵۸، حدیث ۱۶۰۹)

روزہ معلق رہتا ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، بِاذنِ پروَردگار، دو عالَم کے مالِک ومُختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے

ہیں، جب تک صَدَقۂ فِطر ادا نہیں کیا جاتا، بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان مُعلّق (یعنی لٹکا ہوا) رہتا ہے۔ (کنزالعُمّال، ج۸، ص ۲۵۳، حدیث ۲۴۱۲۴)

" عید کی خوشیاں مبارک "

کے 16 حُروف کی نسبت سے فِطرہ کے ۱۶ مَدَنی پھول

مدینہ ۱ صَدَقۂ فِطر ان تمام مُسلمان مَرد و عورت پر واجِب ہے جو "صاحِبِ نِصاب" ہوں اور اُن کا نِصاب "حاجاتِ اَصلیّہ (یعنی ضروریاتِ زندگی سے)" فارِغ ہو۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۹۱)

مدینہ ۲ جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی کی رقم یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت ہو (اور یہ سب حاجاتِ اَصلیّہ سے فارِغ ہوں) اُس کو صاحِبِ نِصاب کہا جاتا ہے۔ (صاحِبِ نصاب، "غنی"، فقیر حاجاتِ اصلیہ وغیرہ اصطلاحات کی تفصیلی معلومات فقہِ حنفی کی مشہور کتاب "بہار" (شریعت حصہ پنجم میں ملاحظہ فرمایئے

مدینہ ۳ صَدَقۂ فِطر واجِب ہونے کیلئے، "عاقِل و بالِغ" ہونا شَرط نہیں۔ بلکہ بَچّہ یا مَجنُون یعنی پاگل) بھی اگر صاحِبِ نِصاب ہو تو اُس کے مال میں سے اُن کا وَلی (یعنی سَرپرست) ادا کرے۔ (ردّالمُحتار، ج۳، ص ۳۱۲

صدقۂ فطر" کے لئے مقدارِ نصاب تو وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے جیسا کہ مذکور"

ہوا لیکن فرق یہ ہے کہ ''صدقۂ فطر'' کے لئے مال کے نامی (یعنی اس میں بڑھنے کی صلاحیت) ہونے اور سال گزرنے کی شرط نہیں اسی طرح جو چیزیں ضرورت سے زیادہ ہیں (مثلاً وہ گھریلو سامان جو روزانہ کام میں نہیں آتا) اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو تو ان اشیاء کی وجہ سے ''صدقۂ فطر'' واجب ہے۔ زکوٰۃ اور ''صدقۂ فطر'' (کے نصاب میں یہ فرق کیفیت کے اعتبار سے ہے۔ (وقار الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۸۵

مدینہ ۴ مالکِ نِصاب مَرد پر اپنی طرف سے، اپنے چھوٹے بچّوں کی طرف سے اور اگر کوئی مَجْنُون (یعنی پاگل) اولاد ہے (چاہے پھر وہ پاگل اولاد بالغ ہی کیوں نہ ہو) تو اُس کی طرف سے بھی صَدَقۂ فِطْر واجِب ہے، ہاں اگر وہ بچّہ یا مَجْنُون خود صاحِبِ نِصاب ہے تو (پھر اُس کے مال میں سے فِطْرہ ادا کردے۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۲

مدینہ ۵ مَرد صاحِبِ نِصاب پر اپنی بیوی یا ماں باپ یا چھوٹے بھائی بہن اور دیگر رِشتہ (داروں کا فِطْرہ واجِب نہیں۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۳

مدینہ ۶ والد نہ ہو تو دادا جان والِد صاحِب کی جگہ ہیں۔ یعنی اپنے فَقیر و یتیم پوتے پوتیوں (کی طرف سے اُن پر صَدَقۂ فِطْر دینا واجِب ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، ج ۲، ص ۳۱۵

مدینہ ۷ ماں پر اپنے چھوٹے بچّوں کی طرف سے صَدَقۂ فِطْر دینا واجِب نہیں۔ (رَدُّ (المُحتار، ج ۳، ص ۳۱۵

مدینہ ۸ باپ پر اپنی عاقِل بالغ اولاد کا فِطرہ واجِب نہیں۔ (دُرِّمُختار مع رَدِّالمُحتار، ج ۳ (ص ۳۱۷،

مدینہ ۹ کسی صحیح شَرعی مجبوری کے تحت روزے نہ رکھ سکا یا مَعَاذَاللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کسی بد نصیب نے بِغیر مجبوری کے رَمَضانُ المُبارَک کے روزے نہ رکھے اُس پر بھی صاحِب نِصاب ہونے کی صُورت میں صَدَقۂ فِطر واجِب ہے۔

(رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۳۱۵)

مدینہ ۱۰ بیوی یا بالغ اولاد جن کا نَفَقہ وغیرہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ کا خَرچ) جس شَخص کے ذِمّہ ہے وہ اگر اِن کی اجازت کے بِغیر ہی اِن کا فِطرہ ادا کردے تو ادا ہوجائے گا۔ہاں اگر نَفَقہ اُس کے ذِمّہ نہیں ہے۔مَثَلاً بالغ بیٹے نے شادی کرکے گھر الگ بَسالیا اور اپنا گُزارہ خود ہی کرلیتا ہے تو اب اپنے نان نَفَقہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ) کا خود ہی ذِمّہ دار ہوگیا ہے۔لہٰذا ایسی اولاد کی طرف سے بِغیر اجازت فِطرہ دے دیا تو ادا نہ ہوگا۔

مدینہ ۱۱ بیوی نے بِغیر حُکمِ شوہر اگر شوہر کا فِطرہ ادا کردیا تو ادا نہ ہوگا۔ (بہار شریعت (حصّہ پنجم، ص ۶۹،

مدینہ ۱۲ عِیدُ الفِطر کی صُبح صادِق طُلوع ہوتے وَقت جو صاحِب نِصاب تھا اُسی پر صَدَقۂ فِطر واجِب ہے۔اگر صُبح صادِق کے بعد صاحِب نِصاب

(ہوا تو اب واجب نہیں۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۱۹۲

مدینہ ۱۳ صَدَقۂ فِطر ادا کرنے کا اَفضل وَقْت تو یہی ہے کہ عید کو صُبحِ صادِق کے بعد عید کی نَماز ادا کرنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر چاند رات یا رَمَضانُ الْمُبارَک کے کسی بھی دِن بلکہ رَمضان شریف سے پہلے بھی اگر کسی نے ادا کر دیا تب بھی (فِطر ہادا ہو گیا اور ایسا کرنا بالکل جاءِز ہے۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۱۹۲

مدینہ ۱۴ اگر عید کا دِن گُزر گیا اور فِطرہ ادا نہ کیا تھا تب بھی فِطرہ ساقِط نہ ہوا۔ بلکہ عُمْر بَھر میں جب بھی ادا کریں ادا ہی ہے (ایضاً

مدینہ ۱۵ صَدَقۂ فِطر کے مصَارِف وُہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اِنہیں فِطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اُن کو فِطر ہبھی نہیں (دے سکتے۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۱۹۴

مدینہ ۱۶ ساداتِ کِرام کو صَدَقۂ فِطر نہیں دے سکتے۔

صدقہ فطر کی مقدار آسان لفظوں میں

ایک سو پَچھتّر روپے اَٹھنّی بھر" (یعنی دو سیر تین چھٹانک آدھا تولہ، یا دو کِلو اور تقریباً" پچاس گرام) وَزن گیہوں یا اُس کا آٹا یا اتنے گیہوں کی قیمت ایک صَدَقۂ فِطر کی مِقدار ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

ہم عید کیوں نہ منائیں ؟ (فیضانِ عید الفطر)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

درود شریف کی فضیلت

ایک بار کسی بھکاری نے کُفّار سے سُوال کیا، اُنہوں نے مذاقاً امیرُ المُؤمِنین حضرتِ مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کے پاس بھیج دیا جو کہ سامنے تشریف فرما تھے۔ اُس نے حاضِر ہو کر دستِ سُوال دراز کیا۔ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم نے دس بار دُرُود شریف پڑھ کر اُس کی ہتھیلی پر دم کر دیا اور فرمایا مُٹّھی بند کر لو اور جن لوگوں نے بھیجا ہے اُن کے سامنے جا کر کھول دو۔ (کُفّار ہنس رہے تھے کہ خالی پھونک مارنے سے کیا ہوتا ہے!) مگر جب سائل نے اُن کے سامنے جا کر مُٹّھی کھولی تو وہ سونے کے دِیناروں سے بھری ہوئی تھی! یہ کرامت دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے۔ (راحَتُ القُلُوب، ص ۷۲)

! صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب
صلَّی اللہُ تعالیٰ علیٰ محمّد

محترم قارئین کرام ! اللہ کے محبوب ، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے رَمَضان شریف کے مُبارَک مہینہ کے مُتَعَلِّق ارشاد فرمایا ہے کہ اِس مہینے کا پہلا عَشرہ رَحمت ، دوسرا مغفِرت اور تیسرا عشرہ جہنَّم سے آزادی کا ہے۔ (صحیح ابن خُزیمہ، ج ۳، ص ۱۹۱، حدیث ۱۸۸۷)

معلوم ہوا کہ رَمَضانُ الْمُبارَک رَحمت ومغفِرت اور جہنَّم سے آزادی کا مہینہ ہے، لہٰذا اِس بَرَکتوں والے مہینے کے فوراً بعد ہمیں عِیدِ سَعید کی خوشی مَنانے کا موقع فَراہَم کیا گیا ہے اور عیدُ الْفِطر کے روز خوشی کا اِظہار کرنا مُستحب ہے۔ لہٰذا ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فَضْل ورَحمت پر ضَرور اظہارِ مُسَرَّت کرنا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ورحمت پر خوشی کرنے کی تَرغیب تو ہمیں خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کا سچّا کلام بھی دے رہا ہے۔ چُنانچِہ (پارہ : سورۂ یونس کی آیت نمبر 58) میں ارشاد ہوتا ہے، ۱۱

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ط

(پ ۱۱، یونس ۵۸)

ترجَمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی کے فَضل اور اُسی کی رَحمت اور اِسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔

ہم عید کیوں نہ منائیں ؟

دیکھئے ! جب کوئی طالبِ عِلْم امتِحان میں کامیاب ہوجاتا ہے تو وہ کس قَدر خوش ہوتا ہے۔ ماہِ رَمَضانُ الْمُبارَک کتنی بَرَکتوں اور رَحمتوں کے توکیا کہنے ! یہ تو وہ عظیمُ الشّان مہینہ ہے۔ جس میں بَنی نَوعِ انسان کی فَلاح وبَہبودی، اِصلاح وتَرَقّی اور نَجات اُخْرَوی (اُخْ۔رَ۔وی) کیلئے ایک ''خُدائی قانون'' یعنی قُراٰنِ مجید نازِل ہوا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہر مُسلمان کی حرارتِ اِیمان کا اِمتِحان لیا جاتا ہے۔ پس زندگی کا ایک بہترین دستُورُ العَمل پاکر اور ایک مہینے کے سَخت اِمتِحان میں کامیاب ہوکر ایک مسلمان کا خوش ہونا فِطری بات ہے۔

معافی کا اعلان عام

محترم قارئین کرام ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کرم بالائے کرم ہے کہ اس نے ماہِ رَمَضانُ الْمُبارَک کے فوراً ہی بعد ہمیں عِیدُ الْفِطْر کی نِعمتِ عُظمیٰ سے سَرفَراز فرمایا۔ اس عیدِ سَعید کی بے حد فضیلت ہے۔ چُنانچِہ حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک رِوایَت میں یہ بھی ہے: جب عیدُ الْفِطْر کی مبارک رات تشریف لاتی ہے تو اِسے

لَیْلَۃُ الْجَاءِزَۃ'' یعنی ''اِنعام کی رات'' کے نام سے پُکارا جاتا ہے۔جب عید کی صُبح ہوتی'' ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مَعصُوم فِرشتوں کو تمام شَہروں میں بھیجتا ہے، چُنانچِہ وہ فِرشتے زمین پر تشریف 3 لا کر سب گَلیوں اور راہوں کے سِروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اِس طرح نِدا دیتے ہیں، ''اے اُمّتِ مُحمّد! صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اُس ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی طرف چلو! جو بَہُت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑا گُناہ مُعاف فرمانے والا ہے''۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں سے یُوں مُخاطِب ہوتا ہے: ''اے میرے بندو! مانگو! کیا مانگتے ہو؟ میری عِزّت وجَلال کی قَسم! آج کے روز اِس (نَماز عِید کے) اِجتِماع میں اپنی آخِرت کے بارے میں جو کچھ سُوال کرو گے وہ پُورا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے بارے میں مانگو گے اُس میں تمہاری بَھلائی کی طرف نَظَرِ فرماؤں گا یعنی اِس مُعاملہ میں وہ کروں گا جس میں تمہاری بہتری ہو) میری عِزّت کی قَسم! (جب) تک تم میرا لحاظ رکھو گے میں بھی تمہاری خطاؤں پر پَردہ پوشی فرماتا رہوں گا۔ میری عِزّت وجلال کی قَسم! میں تمہیں حَد سے بڑھنے والوں (یعنی مُجرِموں) کے ساتھ رُسوا نہ کروں گا۔ بس اپنے گھروں کی طرف مَغْفِرت یافتہ لَوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا (اور میں بھی تم سے راضی ہو گیا۔'' (اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب، ج۲، ص۶۰، حدیث ۲۳

عیدی ملنے کی رات

سُبْحٰنَ اللہ ! (عَزَّوَجَلَّ)، سُبْحٰنَ اللہ ! (عَزَّوَجَلَّ) پیارے اسلامی بھائیو ! خُدائے رحمٰن 3 عَزَّوَجَلَّ ہم گُنہگاروں پر کس قَدر مہربان ہے۔ ایک تو رَمَضانُ الْمُبارَک میں سارا مہینہ وہ ہم پر اپنی رحمتیں نازِل فرماتا ہی رہتا ہے۔ پھر جُوں ہی یہ مُبارَک مہینہ ہم سے جُدا ہوتا ہے، فُوراً ہمیں عِیدِ سعید کی خوشیاں عطا فرماتا ہے۔ گُزشتہ حدیثِ مُبارَک میں شَوّالُ الْمکرّم کی چاند رات یعنی شبِ عِید الفِطر کو ''لَیْلَۃُ الْجَائِزَۃ'' یعنی ''اِنعام کی رات قرار دیا گیا ہے۔ یہ رات نیک لوگوں کو اِنعام مِلنے گویا ''عِیدی'' دیئے جانے کی'' رات ہے۔ اِس مُبارَک رات کی بے حد فضیلت ہے۔ چُنانچِہ

دل زندہ رہے گا

نبیوں کے سلطان، رحمتِ عالمیان، سردارِ دو جہان محبوبِ رحمٰن عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ بَرَکت نشان ہے، جس نے عِیدَین کی رات (یعنی شبِ عِیدُ الفِطر اور شبِ عِیدُ الاَضحٰی) طلبِ ثواب کیلئے قِیام کیا، اُس دن اُس کا دِل نہیں مَرے گا، جس (دن (لوگوں کے) دِل مَر جائیں گے۔ (سُنَنِ ابنِ ماجہ، ج ۲، ص ۳۶۵، حدیث ۱۷۸۲

جنت واجب ہو جاتی ہے

ایک اور مقام پر حضرتِ سیِّدُنا مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مَروی ہے، فرماتے ہیں، جو پانچ راتوں میں شبِ بیداری کرے اُس کے لئے جنّت واجِب ہو جاتی ہے۔ ذِی الحجّہ شریف کی آٹھویں ۸، نویں ۹ اور دسویں رات (اِس طرح تین ۳ راتیں تو یہ ہو ئیں) اور چوتھی عِیدُالفِطر کی رات، پانچویں ۵ شَعبانُ المُعظّم کی پندرہویں رات (یعنی شبِ بَراءَت)۔

(اَلتَّرغِیب وَالتَّرھِیب، ج ۲، ص ۹۸، حدیث ۲)

سیِّدُنا عبدُاللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رِوایَت کردہ طویل حدیثِ پاک (جو آگے گُزری) میں یہ مضمون بھی ہے کہ عِید کے روز مَعصُوم فِرِشتے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطاؤں اور بخشِشوں کا اِعلان کرتے ہیں۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ خود بھی بے حد کرم فرماتا ہے اور اپنی عنایت و رَحمت سے نَمازِ عید کیلئے جمع ہونے والے مسلمانوں کی مَغفِرت فرما دیتا ہے۔ مَزید بَرآں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ جسے جو کچھ دُنیا و آخِرت کی خیر مانگنی ہے وہ سُوال کرے، اُس پر ضَرور کرم کیا جائے گا۔ کاش! ایسے مانگنے کے مواقع پر ہمیں مانگنا آ جائے، کیونکہ عُموماً لوگ اِن مَوقعوں پر صِرف دُنیا کی خیر روزی میں بَرَکت اور نہ جانے کیا کیا دنیا کے مُعامَلات پر سُوال کرتے ہیں۔ دنیا کی خیر، کے ساتھ ساتھ آخِرت کی خیر زیادہ مانگنی چاہئے۔ دِین پر اِستِقامت اور خاتِمہ بِالخَیر وہ بھی مدینے

میں وہ بھی سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ، صاحبِ مُعطّر پسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے قدموں میں وہ بھی بصورت شہادت اور مدفن جنّت البقیع میں اور بلا حساب وکتاب مغفرت اورجنت الفردوس میں سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کاپڑوس بھی مانگ لینا چاہئے۔

کوئی سائل مایوس نہیں جاتا

محترم قارئین کرام ! ! غور تو فرمایئے ! عِیدُ الفِطر کا دِن کس قدر اہمّ ترین ہے۔ اِس دِن اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّکی رَحمت نِہایَت ہی جوش پر ہوتی ہے، دربارِ خُداوندی عَزَّوَجَلَّ سے کوئی سائِل مایُوس نہیں لوٹایا جاتا۔ ایک طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے پایاں رَحمتوں اور بخشِشوں پر خوشیاں مَنارہے ہوتے ہیں۔ تو دُوسری طرف مُؤمِنوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِتنی کرم نوازیاں دیکھ کر اِنسان کا بدترین دشمن شیطان آگ بگولہ ہوجاتا ہے۔ چُنانچہ

شیطان کی بدحواسی

حضرتِ سَیِّدُنا وَہب بِن مُنَبِّہ (مُ۔نَبْ۔بِہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب بھی عِید آتی ہے، شیطان چِلّاچِلّا کر روتا ہے۔ اِس کی بدحواسی دیکھ کر تمام شیاطین اُس کے گِرد جمع ہو کر پُوچھتے ہیں، اے آقا! آپ

کیوں غَضَبناک اور اُداس ہیں؟ وہ کہتا ہے، ہائے افسوس! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آج کے دِن اُمّتِ مُحمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بَخش دیا ہے۔ لہٰذا تم اِنہیں لذّات اور نَفسانی (خواہِشات میں مشغُول کردو۔ (مُکاشَفَۃُ القُلوب، ص ۳۰۸

کیا شیطان کامیاب ہے

محترم قارئین کرام!! دیکھا آپ نے؟ شیطان پر عِید کا دِن کس قَدر گِراں گزرتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی ذُرِّیّت کو حُکم صادِر کردیتا ہے کہ تم مسلمانوں کو لذّاتِ نَفسانی میں مشغُول کردو۔ آہ! فی زمانہ شیطان اپنے اِس وار میں کامیاب ہوتا نظر آرہا ہے۔ آہ! صد آہ!! عید کی آمد پر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عبادات وحَسَنات کی کثرت وبُہتات کرکے اللہ ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ کا زیادہ سے زیادہ شُکر ادا کیا جاتا۔ مگر افسوس! صَد کروڑ افسوس! اب مسلمان عِیدِ سَعید کا حقیقی مقصد ہی بُھلا بیٹھے ہیں۔ وَاحَسرتا! اب تو عِید مَنانے کا یہ انداز ہوگیا ہے کہ بے ہُودہ قِسم کے الٹے سیدھے ٹرائن والے بلکہ مَعاذ اللہ عَزَّوَجَلَّ جانداروں تک کی تصاویر والے بَھڑکیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں (بہار شریعت میں ہے کہ جانور یا انسان کی تصویر والا لباس پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی (یعنی قریب بہ حرام) ہے ایسے کپڑے تبدیل کرکے یا اوپر دوسرا کوئی لباس پہن کر نماز دوبارہ ادا

کرنا واجب ہے۔ نماز کے علاوہ بھی جاندار کی تصویر والا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ (خلاصہ از بہارِ شریعت، حصہ ۳، ص ۱۴۱تا ۱۴۲) رَقص و سَرود (سَ،رَ،و،د) کی محفلیں گرم کی جاتی ہیں، بے ڈھنگے مَیلوں، گندے کھیلوں، ناچ گانوں اور فِلموں ڈِراموں کا اِہتمام کیاجاتا ہے۔اور جی کھول کر وَقْت و دولت دونوں کو خِلافِ سُنّت و شریعت اَفعال میں برباد کیاجاتا ہے۔ افسوس! صَد ہزار افسوس! اب اِس مُبارَک دن کو کس قَدر غَلَط کاموں میں گزاراجانے لگا ہے۔ میرے اسلامی بھائیو! اِن خلافِ شَرْع باتوں کے سَبَب ہوسکتا ہے کہ یہ عیدِ سعید ناشُکروں کے لئے ''یومِ وَعید'' بن جائے۔ لِلّٰہ! اپنے حال پر رحم کیجئے! فیشن پرستی اور فُضُول خرچی سے باز آجایئے! دیکھئے تو سَہی! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فُضُول خَرچوں کو قُراٰنِ پاک میں شیطانوں کا بھائی قرار دیا ہے۔چُنانچِہ

:۔ پارہ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 26 اور 27) میں ارشاد ہوتا ہے)

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

(پ ۱۵، بنی اسرائیل، ۲۶، ۲۷)

ترجَمۂ کنزالایمان: اور فُضُول نہ اُڑا بے شک اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشُکرا ہے۔

انسان و حیوان کا فرق

محترم قارئین کرام ! ! دیکھا آپ نے ؟ فُضُول خرچی کرنے کی کس قدر مذمّت قُراٰنِ پاک میں وارِد ہوئی ہے۔ یاد رکھئے ! اِن فُضُول خرچیوں سے ہر گز ہر گز اللہ عَزَّوَجَلَّ خوش نہیں ہوتا۔ یاد رکھئے ! اِنسان اور حَیوان میں جو ما بِہِ الاِمتیاز (یعنی فرق کرنے والی چیز) ہے وہ عَقل وتدبیر، دُور بینی اور دُور اَندیشی ہے۔ عُمُوماً حیوان کو ''کَل'' کی فِکر نہیں ہوتی ،اور عام طور پر اُس کی کوئی حَرَکت کِسی حکمتِ عملی کے ماتحت نہیں ہوتی ۔بَرخِلاف انسانوں کے، کہ اُنہیں نہ صِرف کل ہی کی بلکہ مسلمان کو تو اِس دُنیوی زندَگی کے بعد والی اُخروی (اُخ۔رَ۔وی) زندَگی کی بھی فِکر ہوتی ہے۔پَس سمجھدار انسان وُہی ہے بلکہ حقیقۃً انسان ہی وہ ہے جو ''کَل'' یعنی آخِرت کی بھی فِکر کرے اور حکمتِ عملی سے کام لے مگر افسوس ! آجکل حکمتِ عملی کا تو نام تک نہیں رہا، اِس فانی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے آخِرت کیلئے کوئی اِنتظام نہیں کیا جاتا۔ آہ ! اب تو لوگ اپنی زندگی کا مقصد مال کمانا، خوب ڈٹ کر کھانا اور پھر خُوب غفلت کی نیند سَو جانا ہی سمجھتے ہیں۔ ؎

کیا کہوں اَحباب کیا کارِ نُمایاں کر گئے

B.A کیا، نوکر ہوئے ، پِنشن مِلی پھر مَر گئے ! !

زندگی کا مقصد کیا ہے ؟

محترم قارئین کرام ! !زندگی کا مقصد صِرف بڑی بڑی ڈِگریاں حاصِل کرنا، کھانا پینا، اور مَزے اُڑانا نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخِر ہمیں زندگی کیوں مَرحَمت فرمائی؟آیئے ! قُراٰنِ پاک کی خدمت میں عَرض کریں کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّکی سچّی کِتاب !تُو ہی ہماری رَہنُمائی فرما کہ ہمارے جِینے اور مَرنے کا مقصد کیا ہے؟قُراٰنِ عظیم سے جواب مِل رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے :-

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

(پ۲۹،الملک،آیت ۲)

ترجَمۂ کنزالایمان: وہ جس نے مَوت اور زندگی پَیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو (دُنیاوی زندگی میں) تم میں کس کا کام زیادہ اچھّا ہے۔

یعنی اِس موت وحَیات کو اِس لئے تخلیق (پیدا) کیا گیا تاکہ آزمایا جائے کہ کون زیادہ مُطِیع (فرماں بردار) اور مُخلِص ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں

کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔ آمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(عید میں کونسے کام مستحب ہیں؟ (فیضانِ عید الفطر

عید کے اکیس (21) مستحبات

(۱) حَجامت بنوانا، (مگر زُلفیں بنوایئے نہ کہ اِنگریزی بال)

(۲) ناخُن تَرشوانا۔

(۳) غُسل کرنا۔

(۴) مِسواک کرنا (یہ اُس کے عِلاوہ ہے جو وُضو میں کی جاتی ہے)

(۵) اچھّے کپڑے پَہننا، نَئے ہوں تو نئے ورنہ دُھلے ہوئے۔

(۶) خُوشبو لگانا۔

(۷) انگوٹھی پَہننا، (اسلامی بھائی جب کبھی انگوٹھی پہنیں تو اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ صِرف ساڑھے چار ماشہ سے کم وَزن چاندی کی ایک ہی انگوٹھی پَہنیں۔ایک سے زیادہ نہ پہنیں اور اُس ایک انگوٹھی میں بھی نگینہ ایک ہی ہوایک سے زیادہ نگینے نہ ہوں اور بِغیر نگینے کی بھی نہ پہنیں۔نگینے کے وَزن کی کوئی قید نہیں۔چاندی یا کسی اور دھات کا چَھلّہ یا چاندی کے بیان کردہ وَزن وغیرہ کے عِلاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی یا چَھلّہ مرد نہیں پَہن سکتا)

(۸) نَمازِ فَجر مسجِدِ مَحلّہ میں پڑھنا۔

عِیدُالفِطر کی نَماز کو جانے سے پہلے چند کھجُوریں کھالینا۔ تین، پانچ، سات یا کم (۹)
وبیش مگر طاق ہوں۔ کھجُوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالیجئے۔ اگر نَماز سے پہلے کچھ
بھی نہ کھایا تو گُناہ نہ ہوا۔ مگر عِشاء تک نہ کھایا تو عِتاب (ملامت) کیا جائے گا۔
نَمازِ عِید، عِیدگاہ میں ادا کرنا۔ (۱۰)
عِیدگاہ پیدل جانا۔ (۱۱)
سُواری پر بھی جانے میں حَرَج نہیں مگر جس کو پیدل جانے پر قُدرت ہو اُس کیلئے (۱۲)
پیدل جانا اَفضل ہے اور واپَسی پر سُواری پر آنے میں حَرَج نہیں۔
نَمازِ عِید کیلئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپَس آنا۔ (۱۳)
عِید کی نَماز سے پہلے صَدَقۂ فِطر ادا کرنا۔ (اَفضل تو یہی ہے مگر عِید کی نَماز سے (۱۴)
(قَبْل نہ دے سکے تو بعد میں دیدیں
خُوشی ظاہِر کرنا۔ (۱۵)
کثرت سے صَدَقہ دینا۔ (۱۶)
عیدگاہ کو اِطمینان وَوَقار اور نیچی نِگاہ کئے جانا۔ (۱۷)
آپس میں مُبارَک باد دینا۔ (۱۸)
بعدِ نَمازِ عِید مُصَافَحہ (یعنی ہاتھ مِلانا) اور مُعانَقہ (یعنی گلے ملنا) جیسا کہ عُموماً (۱۹)
مسلمانوں میں رائج ہے بہتر ہے کہ اِس میں

اِظہارِ مُسَرّت ہے (بہارِ شریعت، حصّہ ۴، ص ۷۱) مگر اَمْرَدِ خوبصورت سے گلے ملنا مَحَلِّ فِتنہ ہے۔

(۲۰) عِیدُ الاَضحٰی (یعنی بَقَر عِید) تمام اَحْکام میں عِیدُ الفِطْر (یعنی میٹھی عِید) کی طرح ہے۔ صِرْف بعض باتوں میں فَرْق ہے۔ مَثَلًا اِس میں (یعنی بَقَر عِید میں) مُسْتَحَب یہ ہے کہ نَماز سے پہلے کچھ نہ کھائے چاہے قُربانی کرے یا نہ کرے اور اگر کھا لیا تو کَراہَت بھی نہیں۔

(۲۱) عِیدُ الفِطْر (یعنی میٹھی عِید) کی نَماز کیلئے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ سے تکبیر کہئے اور نَمازِ عِیدُ الاَضحٰی کیلئے جاتے ہوئے راستے میں بُلند آواز سے تکبیر کہئے۔ تکبیر یہ ہے:-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

ترجَمہ: اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عِبادت کے لائق نہیں اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑا ہے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔

یارَبِّ مصطَفٰے عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم! ہمیں عِیدِ سَعید کی خُوشیاں سُنّت کے مطابِق منانے کی تَوفیق عطا فرما۔ اور ہمیں حج شریف اور دِیارِ مدینہ وتاجدارِ مدینہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ

وآلہٖ وسلَّم کی دید کی مَدَنی عِید بار بار نصیب فرما۔
یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(عید کی خوشیاں مبارک (فطرہ کے ۱۶ مدنی پھول

صدقہ فطر واجب ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر مکّۂ مُعظّمہ کے گلی کُوچوں میں اِعلان کر دو، ''صَدَقَۂ فِطر واجِب ہے۔'' (جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۵۱، حدیث ۶۷۴)

صدقہ فطر لغو باتوں کا کفارہ ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اِبنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، مَدَنی سرکار، غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صَدَقَۂ فِطر مقرّر فرمایا تاکہ فُضُول اور بیہُودہ کلام سے روزوں کی طہارت (یعنی صفائی) ہو جائے۔ نیز مَساکِین کی خُورِش (یعنی خوراک) بھی ہو جائے۔ (سنن ابی داود، ج ۲، ص ۱۵۸، حدیث ۱۶۰۹)

روزہ معلق رہتا ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بِن مالِک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، بِاذنِ پروَردگار، دو عالَم کے مالِک ومُختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے

ہیں، جب تک صَدَقۂ فِطر ادا نہیں کیا جاتا، بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان مُعلّق (یعنی لٹکا ہوا) رہتا ہے۔ (کنزالعُمّال، ج۸، ص ۲۵۳، حدیث ۲۴۱۲۴)

" عید کی خوشیاں مبارک "

کے 16 حُروف کی نسبت سے فِطرہ کے ۱۶ مَدَنی پھول

مدینہ ۱ صَدَقۂ فِطر ان تمام مُسلمان مَرْد و عورت پر واجِب ہے جو "صاحِبِ نِصاب" ہوں اور اُن کا نِصاب "حاجاتِ اَصْلِیّہ (یعنی ضروریاتِ زندگی سے)" فارِغ ہو۔ (عالمگیری، ج۱، ص۱۹۱)

مدینہ ۲ جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی یا ساڑھے باوَن تولہ چاندی کی رقم یا اتنی مالیت کا مالِ تجارت ہو (اور یہ سب حاجاتِ اَصْلِیّہ سے فارِغ ہوں) اُس کو صاحِبِ نِصاب کہا جاتا ہے۔ (صاحِبِ نصاب، "غنی"، فقیر حاجاتِ اصلیہ وغیرہ اصطلاحات کی تفصیلی معلومات فقہِ حنفی کی مشہور کتاب "بہار" (شریعت حصہ پنجم میں ملاحظہ فرمایئے

مدینہ ۳ صَدَقۂ فِطر واجِب ہونے کیلئے، "عاقِل و بالِغ" ہونا شَرط نہیں۔ بلکہ بَچّہ یا مَجْنُون (یعنی پاگل) بھی اگر صاحِبِ نِصاب ہو تو اُس کے مال میں سے اُن کا وَلی (یعنی سَرپرست) ادا کرے۔ (ردّالمُحتار، ج۳، ص ۳۱۲

صدقۂ فطر" کے لئے مقدارِ نصاب تو وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے جیسا کہ مذکور ہوا لیکن" فرق یہ ہے کہ "صدقۂ فطر" کے لئے مال کے نامی (یعنی اس میں

بڑھنے کی صلاحیت) ہونے اور سال گزرنے کی شرط نہیں اسی طرح جو چیزیں ضرورت سے زیادہ ہیں (مثلًا وہ گھریلو سامان جو روزانہ کام میں نہیں آتا) اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہو تو ان اشیاء کی وجہ سے ''صدقۂ فطر'' واجب ہے۔ زکوۃ اور ''صدقۂ فطر'' کے نصاب میں یہ فرق کیفیت کے اعتبار سے ہے۔ (وقار الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۸۵)

مدینہ ۴ مالکِ نِصاب مَرد پر اپنی طرف سے ،اپنے چھوٹے بچّوں کی طرف سے اور اگر کوئی مَجنُون (یعنی پاگل) اولاد ہے (چاہے پھر وہ پاگل اولاد بالغ ہی کیوں نہ ہو) تو اُس کی طرف سے بھی صَدَقۂ فِطر واجِب ہے، ہاں اگر وہ بچّہ یا مَجنُون خود صاحِبِ نِصاب ہے تو (پھر اُس کے مال میں سے فِطرہ ادا کردے۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۲

مدینہ ۵ مَرد صاحِبِ نِصاب پر اپنی بیوی یا ماں باپ یا چھوٹے بھائی بہن اور دیگر رِشتہ (داروں کا فِطرہ واجِب نہیں۔ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۳

مدینہ ۶ والد نہ ہو تو دادا جان والِد صاحِب کی جگہ ہیں۔ یعنی اپنے فَقیر ویتیم پوتے پوتیوں (کی طرف سے اُن پر صَدَقۂ فِطر دینا واجِب ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، ج ۲، ص ۳۱۵

مدینہ ۷ ماں پر اپنے چھوٹے بچّوں کی طرف سے صَدَقۂ فِطر دینا واجِب نہیں۔ (رَدُّ (المُحتار، ج ۳، ص ۳۱۵

مدینہ ۸ باپ پر اپنی عاقِل بالغ اولاد کا فِطرہ واجِب نہیں۔ (دُرِّ مُختار

(مع رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۳۱۷

مدینہ ۹ کسی صحیح شَرعی مجبوری کے تحت روزے نہ رکھ سکا یا مَعاذاللہ عَزَّوَجَلَّ کسی بد نصیب نے بِغیر مجبوری کے رَمَضانُ المُبارَک کے روزے نہ رکھے اُس پر بھی صاحِبِ نِصاب ہونے کی صُورت میں صَدَقۂ فِطر واجِب ہے۔

(رَدّالمُحتار، ج ۳، ص ۳۱۵)

مدینہ ۱۰ بیوی یا بالِغ اولاد جن کا نَفَقہ وغیرہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ کا خَرچ) جس شَخص کے ذِمّہ ہے وہ اگر اِن کی اجازت کے بِغیر ہی اِن کا فِطرہ ادا کردے تو ادا ہوجائے گا۔ہاں اگر نَفَقہ اُس کے ذِمّہ نہیں ہے۔مَثَلاً بالِغ بیٹے نے شادی کرکے گھر الگ بَسالیا اور اپنا گُزارہ خود ہی کرلیتا ہے تو اب اپنے نان نَفَقہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ) کا خود ہی ذِمّہ دار ہوگیا ہے۔لہٰذا ایسی اولاد کی طرف سے بِغیر اجازت فِطرہ دے دیا تو ادا نہ ہوگا۔

مدینہ ۱۱ بیوی نے بِغیر حُکمِ شوہر اگر شوہر کا فِطرہ ادا کردیا تو ادا نہ ہوگا۔ (بہار شریعت (حصّہ پنجم، ص ۶۹،

مدینہ ۱۲ عِیدُ الفِطر کی صُبح صادِق طُلوع ہوتے وَقت جو صاحِبِ نِصاب تھا اُسی پر صَدَقۂ فِطر واجِب ہے۔اگر صُبح صادِق کے بعد صاحِبِ نِصاب ہوا تو اب واجِب نہیں۔ (عالمگیری (ج ۱، ص ۱۹۲،

مدینہ ۱۳ صَدَقَۂ فِطر ادا کرنے کا اَفضل وَقْت تو یہی ہے کہ عید کو صُبحِ صادِق کے بعد عید کی نَماز ادا کرنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر چاند رات یا رَمَضانُ الْمُبارَک کے کسی بھی دِن بلکہ رَمضان شریف سے پہلے بھی اگر کسی نے ادا کر دیا تب بھی (فِطر ہادا ہوگیا اور ایسا کرنا بالکل جاءِز ہے۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۱۹۲

مدینہ ۱۴ اگر عید کا دِن گُزر گیا اور فِطرہ ادا نہ کیا تھا تب بھی فِطرہ ساقِط نہ ہوا۔ بلکہ عُمْر (بَھر میں جب بھی ادا کریں ادا ہی ہے (ایضاً

مدینہ ۱۵ صَدَقَۂ فِطر کے مصَارِف وُہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔ یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اِنہیں فِطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اُن کو فِطر ہبھی نہیں (دے سکتے۔ (عالمگیری، ج۱، ص ۱۹۴

مدینہ ۱۶ ساداتِ کِرام کو صَدَقَۂ فِطر نہیں دے سکتے۔

صدقہ فطر کی مقدار آسان لفظوں میں

ایک سو پچھتّر روپے اُٹھنّی بھر" (یعنی دو سیر تین چھٹانک آدھا تولہ، یا دو کِلو اور تقریباً" پچاس گرام) وَزن گیہوں یا اُس کا آٹا یا اتنے گیہوں کی قیمت ایک صَدَقَۂ فِطر کی مِقدار ہے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔۔ جاری ہے

یا اللہ عزوجل ماہ رمضان کے طفیل برما کے مسلمانوں
کی جان و مال ، عزت آبرو کی حفاظت فرما۔اٰمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

قرض سے نجات کا طریقہ

ہر نماز کے بعد سات بار سورہ قُریش (اول آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر دعاء مانگئے ۔ پہاڑ جتنا قرض ہو گا تب بھی اِن شاءَ اللہ عَزَوَجَلَّ ادا ہو جائے گا۔ عمل تا حصول مُراد جاری رکھئے۔

قرضہ اُتارنے کا وظیفہ

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

(ترجمہ : یااللہ عزوجل مجھے حلال رزق عطا فرما کر حرام سے بچا اور اپنے فضل و کرم سے اپنے سوا غیروں سے بے نیاز کردے)تا حُصولِ مُراد ہر نماز کے بعد 11، 11 بار اور صبح وشام 100،100 بار روزانہ (اوّل وآخر ایک ایک بار دُرُود شریف) پڑھئے۔ مروی ہوا کہ ایک مکاتِب (مکاتِب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے مال کی ادائیگی کے بدلے آزادی کا مُعاہدہ کیا ہوا ہو۔ (المختصر القدوری،کتاب المکاتب،ص۳۷۶)) نے حضرت مولائے کائنات، علیُّ المُرتَضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الکَرِیْم کی بارگاہ میں عرض کی : ''میں اپنی کتابت (یعنی آزادی کی قیمت) ادا کرنے سے عاجِز ہوں میری مدد

فرمائیے۔'' آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو رسولُ اللّٰہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم (پر جَبَلِ صِیر (صِیر ایک پہاڑ کا نام ہے۔ (النھایۃ، ج ۳، ص ۶۱
جتنا دَین (یعنی قرض) ہوگا تو اللہ تعالٰی تمہاری طرف سے ادا کردے گا، تم یوں کہا کرو،'' اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ (ترجَمہ: یااللہ عزوجل مجھے حلال رزق عطا فرما کر حرام سے بچا اور اپنے فضل و کرم سے اپنے (سوا غیروں سے بے نیاز کردے)۔'' (جامعِ ترمذی، ج ۵، ص ۳۲۹، حدیث ۳۵۷۴
مَدَنی التجا: عمل شُروع کرنے سے قبل حُضُورِ غوثِ اعظم علیہ رَحمَۃُ اللّٰہِ الاکرم کے ایصالِ ثواب کیلئے کم از کم گیارہ روپے کی نیاز اور کام ہو جانے کی صورت میں کم از کم پچیس روپے کی نیاز امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ایصالِ ثواب کیلئے تقسیم (کیجئے۔ (مذکورہ رقم کی دینی کتابیں بھی تقسیم کی جاسکتی ہیں
صُبح وشام کی تعریف: آدھی رات کے بعد سے لیکر سورج کی پہلی کرن چمکنے تک

صُبح اور ابتِداءِ وقتِ ظُہر سے غُروبِ آفتاب تک شام کہلاتی ہے۔

مَدَنی مشورہ: پریشان حال اسلامی بھائی کو چاہئے کہ دعوتِ اسلامی کے سنّتوں کی تربیّت کے مَدَنی قافِلے میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ سنّتوں بھرا سفر کرکے وہاں دعاء مانگے۔ اگر خود مجبور ہے مَثَلًا اسلامی بہن ہے تو اپنے گھر میں سے کسی اور کو سفر پر بھجوائے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم اور عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

بیٹی کی پیدائش اور پرورش

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ بندہ جو طلب کرتا ہے وہ اُس کے حق میں بہتر نہیں ہوتا اور اُس کا سُوال پورا نہیں کیا جاتا۔ اُس کی منہ مانگی مُراد نہ ملنا ہی اُس کیلئے اِنعام ہوتا ہے۔ مَثَلًا یہی کہ وہ اولادِ نرینہ مانگتا ہے مگر اُس کو مَدَنی مُنّیوں سے نوازا جاتا ہے اور یہی اُس کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے۔چُنانچِہ پارہ دوسرا سورۃُ البقرہ کی آیت نمبر 216 میں ربُّ العِباد عزوجل کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے:

عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ

(پ ۲، البقرۃ ۲۱۶)

ترجَمہ کنزالایمان: قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔

بیٹی کے فضائل

یاد رکھئے ! بیٹی کی فضیلت کسی طرح کم نہیں اس ضِمن میں مُلاحَظہ ہوں تین فرامینِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم:-

۱) جس نے اپنی تین بیٹیوں کی پرورش کی وہ جنّت میں جائے گا اور اسے راہِ خدا عزوجل میں اُس جہاد کرنے والے کی مِثل اَجْر ملے گا جس نے دورانِ جہاد روزے رکھے اور نَماز قائم کی۔ (الترغیب والترہیب، ج۳، ص۴۶، حدیث۲۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۲) جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ اُن کے ساتھ اچّھا سُلوک کرے تو داخِلِ جنّت ہوگا۔

(جامع ترمذی، ج۳، ص۳۶۶، حدیث۱۹۱۹، دارالفکر بیروت)

۳) جو شخص تین بیٹیوں یا بہنوں کی اس طرح پرورش کرے کہ ان کو ادب سکھائے اور ان پر مہربانی کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اللہ عزوجل انہیں بے نیاز کردے (یعنی وہ بالغ ہوجائیں یا ان کا نِکاح ہوجائے یا وہ صاحِبِ مال ہوجائیں) (اشعۃ اللمعات، ج۴، ص۱۳۲)

تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت واجِب فرمادیتا ہے۔ یہ ارشاد نبوی سُن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، اگر کوئی شخص دو لڑکیوں کی پرورِش کرے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے بھی یہی اَجر و ثواب ہے یہاں تک کہ اگر لوگ ایک کا ذِکر کرتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اس کے بارے میں بھی یہی فرماتے۔ (شرح السنۃ للبغوی، ج۶، ص۴۵۲، حدیث۳۳۵۱)

اُمُّ المُؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رِوایَت فرماتی ہیں، میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کو لے کر مانگنے کے لیے آئی (بعض مجبوریوں میں مانگنا جائز ہے یہ بی بی صاحِبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھیں مجبوریوں میں پھنسی ہوں گی (اس لیے سوال درست تھا

(مراٰۃ المناجیح، ج۶، ص۵۴۵)

تو ایک کھجور کے سوا اس نے میرے پاس کچھ نہیں پایا، وُہی ایک کھجور میں نے اس کو دے دی۔ تو اس نے اس ایک کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود نہیں کھایا اور بیٹیوں کے ساتھ چلی گئی۔ اِس کے بعد جب رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اس واقِعہ کا تذکِرہ حُضُور سے کیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو شخص ان بیٹیوں کے ساتھ مُبتَلا کیا گیا اس نے ان بیٹیوں کے ساتھ اچّھا سُلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے آگ (جہنّم) سے پردہ اور آڑ بن جائیں گی۔ (صحیح مسلم، ص۴۱۴، حدیث۲۶۲۹ (دار ابن حزم بیروت،

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول اور سنّتوں بھرے

اجتماعات میں رَحمتیں کیوں نازِل نہ ہوں گی کہ ان عاشقانِ رسول میں نہ جانے کتنے اولیاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالٰی ہوتے ہوں گے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جماعت میں بَرَکت ہے اور دعائے مجمعِ مسلمین اقرب بقبول (یعنی مسلمانوں کے مجمع میں دعا مانگنا قبولیت کے قریب تر ہے) عُلَماء فرماتے ہیں، جہاں چالیس مُسلمان صالح (یعنی نیک) جَمع ہوتے ہیں اُن میں سے ایک ولیُّ اللّٰہ ضَرور ہوتا ہے۔

فتاوٰی رضویہ تخریج شدہ، ج ۲۴، ص ۱۸۴، تیسیر شرح جامعِ صغیر، تحت الحدیث) (۷۱۴، ج ۱، ص ۳۱۲، طبعۃ دار الحدیث، مصر

بِالفرض دُعاء کی قَبولیّت کا اَثر ظاہِر نہ ہو تب بھی حَرفِ شکایت زبان پر نہیں لانا چاہئے۔ ہماری بہتری کس بات میں ہے اِس کو یقینا اللّٰہ عزوجل ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں اُس کا شکر گزار بندہ بن کر رَہنا چاہئے۔ وہ بیٹا دے تب بھی اُس کا شکر، بیٹی دے تب بھی شکر، دونوں ۲ دے تب بھی شکر اور نہ دے تب بھی شکر ہر حال میں شکر شکر اور شکر ہی ادا کرنا چاہئے۔

: پارہ ۲۵ سورۃُ الشُّوریٰ کی آیت نمبر، ۴۹ اور ۵۰ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ 0

اَوْ

یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

(پ ۲۵، الشوریٰ ۴۹، ۵۰)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولٰینا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں، وہ مالِک ہے اپنی نِعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے جسے جو چاہے دے۔ انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔ حضرتِ سیّدُنا لُوط عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام و حضرتِ سیّدُنا شُعَیب عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صرف بیٹیاں تھیں کوئی بیٹا نہ تھا اور حضرتِ سیّدُنا ابراھیم خَلِیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے صرف فرزند تھے کوئی دُختر ہوئی ہی نہیں اور سیّدُ الانبیاء حبیبِ خدا مُحَمَّدِ مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو اللہ تعالٰی نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحِبزادیاں اور حضرت سیّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنا

وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہِ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔

(خزائن العرفان، ص ۷۷۷)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم اور عنایت سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

اچھوں سے محبت کے فضائل

اچّھوں سے مَحَبَّت رکھنے کے سات فضائل

۱ اللہ تعالیٰ قِیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں مَحَبَّت رکھتے تھے آج میں اُن کو اپنے سائے میں رکھوں گا آج میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (صحیح مسلم ، ص ۱۳۸۸ ، حدیث ۲۵۶۶

۲ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو لوگ میری وجہ سے آپَس میں مَحَبَّت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں اُن سے میری مَحَبَّت واجِب ہو گئی۔

(المُوَطّا، ج ۲، ص ۴۳۹، حدیث ۱۸۲۸)

۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ میرے جلال کی وجہ سے آپَس میں مَحَبَّت رکھتے ہیں اُن کیلئے نُور کے منبر ہونگے۔ انبیاء و شہداء اُن پر غِبطہ (یعنی رشک) کریں گے۔

(سنن الترمذی ، ج ۴ ، ص ۱۷۴ ، حدیث ۲۳۹۷ ، دار الفکر بیروت

۴دو شخصوں نے اللہ کے لئے باہم مَحَبَّت کی اور ایک مشرق میں ہے دوسرا مغرب میں قِیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرے گااور فرمائے گایہی وہ ہے جس سے تو نے میرے لیے مَحَبَّت کی تھی۔

(شعب الایمان ،ج۶،ص ۴۹۲ ، حدیث ۹۰۲۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

۵جنّت میں یاقوت کے ستون ہیں اُن پر زبرجد کے بالاخانے ہیں وہ ایسے روشن ہیں جیسے چمکدار ستارے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ اٰلہٖ وسلم ان میں کون رہے گافرمایا: وہ لوگ جو اللہ کیلئے آپَس میں مَحَبَّت رکھتے ہیں ایک جگہ بیٹھتے ہیں آپس میں ملتے ہیں۔

(شعب الایمان ،ج۶،ص ۴۸۷ ، حدیث ۹۰۰۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

۶ اللہ کیلئے مَحَبَّت رکھنے والے عرش کے گِرد یاقوت کی کرسی پر ہوں گے۔

(المعجم الکبیر،ج ۴، ص ۱۵۰، حدیث ۳۹۷۳،دار احیاء التراث العربی، بیروت)

۷ جو کسی سے اللہ کے لیے مَحَبَّت رکھے اللہ کے لیے دشمنی رکھے اور اللہ کے لیے دے اور اللہ کے لیے منع کرے اُس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔ (سنن ابی داود ، ج ۴ ، ص ۲۹۰ ، حدیث ۴۶۸۱)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم اور عنایت سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے
عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)۔)

تین بہادر بھائی

تین بہاد ر بھائی

محترم قارئین ماہِ محرم الحرام جذبۂ ایثار و قربانی اور بڑی فضیلتوں کا حامل ہے جس میں عظیم شہیدوں کی یاد منائی جاتی ہے اور انکی قربانی اور ایثار سے قلوبِ امتِ مسلمہ منور ہوتے ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے مسلمانوں نے بے حد قربانیاں دی جن کو پڑھ کر ہمارے ایمان تازہ ہوجاتے ہیں ۔آیئے ! جذبہ ایمانی سے لبریز تین نوجون بھائیوں کی ایمان افروز داستان پڑھتے ہیں۔

علامہ ابو الفَرَج ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عیون الحکایات میں نقل کرتے ہیں ،'' تین شامی گھڑسوار بہادر نوجوان بھائی اسلامی لشکر کے ساتھ جہاد پر روانہ ہوئے، لیکن وہ لشکر سے الگ ہو کر چلتے اور پڑاؤ ڈالتے تھے ۔ اور جب تک کفار کا لشکر ان پر حملہ میں پہل کرتا وہ لڑائی میں حصہ نہیں لیتے تھے ۔ ایک مرتبہ رومی (عیسائیوں) کا ایک بڑا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور کئی مسلمانوں کو شہید اور متعدد کو قیدی بنا لیا۔ یہ بھائی آپس میں کہنے لگے ،'' مسلمانوں پر ایک بڑی مصیبت نازل ہو گئی ہے ہم پر لازم ہے کہ اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر جنگ میں کود پڑیں، یہ آگے آئے اور جو مسلمان باقی بچے تھے ان سے کہنے لگے،'' تم ہمارے پیچھے ہو جاؤ اور ہمیں ان

سے مقابلہ کرنے دو۔ اگر اللہ عزوجل نے چاہا تو ہم تمہارے لئے کافی ہوں گے۔ پھر یہ رومی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور رومیوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ رومی بادشاہ (جو ان تینوں کی بہادری کا منظر دیکھ رہا تھا) اپنے ایک جرنیل سے کہنے لگا،'' جو ان میں سے کسی نوجوان کو گرفتار کرکے لائے گا میں اسے اپنا مقرب اور سپہ سالار بنا دوں گا۔'' رومی لشکر نے یہ اعلان سن کر اپنی جانیں لڑا دیں اور آخر کار ان تینوں بھائیوں کو بغیر زخمی کئے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ رومی بادشاہ بولا، ان تینوں سے بڑھ کر کوئی فتح اور مال غنیمت نہیں، پھر اس نے اپنے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا اور ان تینوں بھائیوں کو اپنے ساتھ اپنے دارالسلطنت قسطنطنیہ لے آیا اور ان کو عیسائی ہونے کے لئے کہا اور بولا، اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو میں اپنی بیٹیوں کی شادی تم سے کر دوں گا اور آئندہ بادشاہت بھی تمہارے حوالے کر دوں گا۔ ان بھائیوں نے ایمان پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی یہ پیشکش ٹھکرا دی اور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو پکارا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے استغاثہ کیا (یعنی فریاد کی) بادشاہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ درباریوں نے جواب دیا،'' یہ اپنے نبی کو پکار رہے ہیں، بادشاہ نے ان بھائیوں سے کہا،'' اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تین دیگوں میں تیل خوب کڑکڑا کر تینوں کو ایک ایک دیگ میں پھنکوا دونگا۔'' پھر اس نے تیل کی تین دیگیں رکھ کر ان کے نیچے تین دن تک

آگ جلانے کا حکم دیا۔ ہر دن ان تین بھائیوں کو ان دیگوں کے پاس لایا جاتا اور بادشاہ اپنی پیشکش ان کے سامنے رکھتا کہ عیسائی ہو جاؤ تو میں اپنی بیٹیوں کی شادی بھی تم سے کردوں گا اور آئندہ بادشاہت بھی تمہارے حوالے کر دونگا۔ یہ تینوں بھائی ہر بار ایمان پر ثابت قدم رہے اور بادشاہ کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ تین دن کے بعد بادشاہ نے بڑے بھائی کو پکارا اور اپنا مطالبہ دُہرایا، اس مردِ مجاہد نے انکار کیا۔ بادشاہ نے دھمکی دی میں تجھے اس دیگ میں پھنکوا دونگا۔ لیکن اس نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ آخر بادشاہ نے طیش میں آ کر اسے دیگ میں ڈالنے کا حکم دیا جیسے ہی اس نوجوان کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالا گیا، آناً فاناً اس کا سب گوشت پوست جل گیا اور اس کی ھڈیاں اوپر ظاہر ہو گئیں، بادشاہ نے دوسرے بھائی کے ساتھ بھی اسی طرح کیا اور اسے بھی کھولتے تیل میں پھنکوا دیا۔ جب بادشاہ نے اسقدر کڑے وقت میں بھی اسلام پر انکی استقامت اور ان ہوش ربا مصائب پر صبر دیکھا تو نادم ہو کر اپنے آپ سے کہنے لگا،'' میں نے ان (مسلمانوں) سے زیادہ بہادر کسی کو نہ دیکھا اور یہ میں نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ پھر اس نے چھوٹے بھائی کو لانے کا حکم دیا اور اسے اپنے قریب کر کے مختلف حیلے بہانوں سے ورغلانے لگا لیکن وہ نوجوان اس کی چالبازی میں نہ آیا اور اس کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہ آئی، اتنے میں اس کا ایک درباری بولا،'' اے بادشاہ اگر میں اسے پُھسلا دوں تو مجھے انعام میں کیا ملے گا؟ بادشاہ نے جواب دیا،'' میں تجھے اپنی فوج

کا سپہ سالار بنا دونگا۔ وہ درباری بولا مجھے منظور ہے، بادشاہ نے دریافت کیا،'' تم اسے کیسے پھسلاؤ گے ؟ درباری نے جواباً کہا،'' اے بادشاہ تم جانتے ہو کہ اہل عرب عورتوں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں اور یہ بات سارے رومی جانتے ہیں کہ میری فلانی بیٹی حسن و جمال میں یکتا ہے اور پورے روم میں اس جیسی حسینہ کوئی اور نہیں۔ تم اس نوجوان کو میرے حوالے کر دو میں اسے اور اپنی اس بیٹی کو تنہائی میں یکجا کر دونگا اور وہ اسے پھسلانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ بادشاہ نے اس درباری کو چالیس دن کی مدت دی اور اس نوجوان کو اس کے حوالے کر دیا، وہ درباری اسے لیکر اپنی بیٹی کے پاس آیا اور سارا ماجرا اسے کہہ سنایا۔ لڑکی نے باپ کی بات پر عمل پیرا ہونے پر رضا مندی کا اظہار کیا، وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ اس طرح رہنے لگا کہ دن کو روزہ رکھتا رات بھر نوافل میں مشغول رہتا۔ یہاں تک کہ مقررہ مدت ختم ہونے لگی تو بادشاہ نے اس لڑکی کے باپ سے نوجوان کا حال دریافت کیا۔ اس نے آ کر اپنی بیٹی سے پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ میں اسے پھسلانے میں ناکام رہی یہ میری طرف مائل نہیں ہو رہا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے اور انکی یاد اسے ستاتی ہے لہٰذا بادشاہ سے مہلت میں اضافہ کروالو اور ہم دونوں کو کسی اور شہر میں پہنچا دو۔ درباری نے سارا ماجرا بادشاہ کو کہہ سنایا۔ بادشاہ نے مہلت میں اضافہ کر دیا اور ان دونوں کو دوسرے شہر پہنچانے کا حکم دے دیا۔ وہ نوجوان یہاں بھی اپنے معمول پر قائم رہا یعنی دن

میں روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت میں مصروف رہتا، یہاں تک کہ جب مہلت ختم ہونے میں تین دن رہ گئے تو وہ لڑکی بے تابانہ اس نوجوان سے عرض گزار ہوئی،'' میں تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتی ہوں اور یوں وہ مسلمان ہو گئی پھر انہوں نے یہاں سے فرار ہونے کی ترکیب بنائی وہ لڑکی اصطبل سے دو گھوڑے لائی اور اس پر سوار ہو کر یہ اسلامی سلطنت کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک رات انہوں نے اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ لڑکی سمجھی کہ عیسائی سپاہی ان کا پیچھا کرتے ہوئے قریب آ پہنچے ہیں۔اس لڑکی نے نوجوان سے کہا،'' آپ اس رب سے جس پر میں ایمان لاچکی ہوں دعا کیجئے کہ وہ ہمیں ہمارے دشمنوں سے نجات عطا فرمائے، نوجوان نے پلٹ کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اس کے وہ دونوں بھائی جو شہید ہو چکے تھے فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ ان گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اس نے ان کو سلام کیا پھر ان سے ان کے احوال دریافت کئے وہ دونوں کہنے لگے۔ ہم ایک ہی غوطے میں جنت الفردوس میں پہنچ گئے تھے اور اللہ عَزَوَجَلَّ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے اس کے بعد وہ لوٹ گئے۔ اور وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ ملک شام پہنچا اور اس کے ساتھ شادی کرکے وہیں رہنے لگا۔ ان تین بہادر شامی بھائیوں کا قصہ ملک شام میں بہت مشہور ہوا اور ان کی شان میں قصیدے کہے گئے جن کا ایک شعر یہ ہے

سَیُعطِی الصَّادِقِینَ بِفَضلِ صِدقٍ
نَجَاۃً فِی الحَیَاۃِ وَفِی المَمَاتِ

ترجمہ: عنقریب اللہ تعالیٰ سچوں کو سچ کی برکت سے زندگی اور موت میں نجات عطا (فرمائے گا۔ (عیون الحکایات ص ۱۹۸، ۱۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت

محترم قارئین ! دیکھا آپ نے ان تینوں شامی بھائیوں نے ایمان پر استقامت کا کیسا زبردست مظاہرہ کیا، ان کے دلوں میں ایمان کس قدر راسخ ہو چکا تھا، یہ عشق کے صرف بلند بانگ دعوے کرنے والے نہیں حقیقی معنیٰ میں مخلص عاشقانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تھے۔ دونوں بھائی جام شہادت نوش کرکے جنت الفردوس کی سرمدی نعمتوں کے حقدار بن گئے۔اور تیسرے نے روم کی حسینہ کی طرف دیکھا تک نہیں اور دن رات رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہا اور یوں جو بہ نیت شکار آئی تھی خود اسیر بن کر رہ گئی۔ اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشکلات میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے مدد چاہنا اور یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پکارنا اہلِ حق کا قدیم طریقہ رہا ہے۔

یا رسول اللہ کے نعرے سے ہم کو پیار ہے
ان شاء اللہ عزوجل دو جہاں میں اپنا بیڑا پار ہے
راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی
اُس شامی نوجوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عزم و استِقلال اور اس کی ایمان پر

استِقامت مرحبا! ذرا غور تو فرمایئے! نگاہوں کے سامنے دو پیارے پیارے بھائی جامِ شہادت نوش کر گئے مگر اس کے پائے ثَبات کو ذرا بھی لغزش نہیں آئی نہ دھمکیاں ڈرا سکیں نہ ہی قید و بند کی صُعُوبتیں اسے اپنے عزم سے ہٹا سکیں۔ حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کی کالی کالی گھٹاؤں سے بالکل نہ گھبرایا۔ طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثَبات میں جُنبش تک نہ ہوئی۔ خدا و مصطَفٰے عَزَّوَجَلَّ و صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو بالکل خاطر میں نہ لایا۔ بلکہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں پہنچنے والی ہر مصیبت کا اس نے خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کیا، نیز دنیا کے مال اور حُسن وجمال کا لالچ بھی اس کے عزائم سے اس کو نہ ہٹا سکا اور اس مردِ غازی نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اَسرار بندے
ہے ٹھوکر سے دو نیم صحرا و دریا
دو عالَم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
جنہیں تو نے بَخشا ہے ذوقِ خدائی
سِمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبَت سے رائی
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

آخر کار اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رہائی کے بھی خوب اَسباب فرمائے۔ وہ رومی لڑکی مسلمان ہو گئی اور دونوں رِشتہ اَزدواج میں بھی منسلِک ہو گئے۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

حُسینی دُولھا

محترم قارئین ! اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام جذبۂ ایثار و قربانی اور بڑی فضیلتوں کا حامل ہے جس میں عظیم شہیدوں کی یاد منائی جاتی ہے اور انکی قربانی اور ایثار سے قلوبِ امتِ مسلمہ منور ہوتے ہے۔ آیئے ! کربلاکے حُسینی دُولھا کی دردناک داستان پڑھتے ہیں۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت ، صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اپنی مشہور کتاب '' سوانح کربلا'' میں نقل کرتے ہیں،

حُسینی دُولھا

حضرتِ سیّدنا وَہب ابنِ عبداللہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ بنی کلب کے نیک خُو اور خوبرو جوان تھے ، عُنفُوانِ شباب، اُمنگوں کا وَقت اور بہاروں کے دن تھے ۔ صِرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بِساطِ عِشرت ونَشاط گرم ہی تھی کہ والدۂ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں۔ جو ایک بیوہ خاتون تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چَراغ یہی ایک جوان بیٹا تھا۔ مادرِ مُشفِقہ نے رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے پوچھتا ہے، پیاری ماں ! رنج وملال کا سبب کیا ہے؟ مجھے یاد نہیں

پڑتا کہ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی کی ہو۔ نہ آئندہ ایسی جرات کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری مجھ پر فرض ہے اور میں اِن شاءَاللہ عَزَّوَجَلَّ تابہ زندگی مُطیع و فرمانبردار ہی رہوں گا ماں ! آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رُلایا؟ میری پیاری ماں ! میں آپ کے حکم پر جان بھی فِدا کرنے کو تیّار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔

سعادت مند اکلوتے بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سُن کر ماں اور بھی چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی، اے فرزندِ دِلبند ! تُو میری آنکھ کا نور، میرے دل کا سُرور ہے اے میرے گھر کے روشن چَراغ اور میرے باغ کے مَہکتے پھول ! میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے۔ تُو ہی میرے دل کا قرار اور میری جان کا چَین ہے۔ ایک پَل تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا فِراق مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چُون دَر خواب باشَم تُوئی دَر خَیالَم

یعنی جب سوؤں تو میرے خوابوں اور خیالوں میں بھی تو

چُون بَیدار گردَم تُوئی دَر ضَمیرَم

اور جب جاگوں تو میرے دل کی یادوں میں بھی تو

اے جان مادر ! میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے۔ آج اِس وقت دشتِ کربلا

میں نواسیٔ محبوبِ رَبِ ذُوالجلال ، مولیٰ مشکل کشا کا لال، خاتونِ جنّت کا نونہال، شہزادیٔ خوش خِصال ظلم وستم سے نِڈھال ہے۔ میرے لال ! کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تُو اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے ! اس بے غیرت زندگی پر ہزار تُف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سلطانِ مدینۂ منوّرہ ، شہنشاہِ مکۂ مکرمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا لاڈلا شہزادہ ظلم وجَفا کے ساتھ شہید کر دیا جائے۔اگر تجھے میری مَحبّتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو مشقتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تُو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے مہکتے پھول ! تُو پیارے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر صَدقے ہو جا۔ حُسینی دولھا سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ، اے مادرِ مہربان، خوبیٔ نصیب ، یہ جان شہزادہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قربان ہو میں دل و جان سے آمادہ ہوں، ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اُس بی بی سے دو باتیں کر لوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر پر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے، اگر وہ چاہے تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا ، بیٹا ! عورتیں ناقِصُ العقل ہوتی ہیں، مَبادا تو اُس کی باتوں میں آجائے اور یہ سعادت سَرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔

حُسینی دولھا سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، پیاری ماں ! امامِ حُسین علیٰ جَدِّہٖ وَ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مَحَبَّت کی گِرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اِس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح کندہ ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا۔ یہ کہہ کر بی بی کر طرف آئے اور اسے خبر دی کہ فرزندِ رسول، ابنِ فاطمہ بتُول، گلشنِ مولیٰ علی کے مہکتے پھول میدانِ کربلا میں رَنجیدہ و مَلُول ہیں۔ غدّاروں نے ان پر نَرغہ کیا ہے۔ میری تمنّا ہے کہ ان پر جان قربان کروں۔ یہ سن کر نئی دُلہن نے ایک آہِ سرد دلِ پُر درد سے کھینچی اور کہنے لگی، اے میرے سر کے تاج ! افسوس کہ میں اس جنگ میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ شریعتِ اِسلامیہ نے عورتوں کو لڑنے کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ افسوس ! اِس سعادَت میں میرا حصّہ نہیں کہ آپ کے ساتھ میں بھی دشمنوں سے لڑ کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جان قربان کروں۔ سُبْحٰنَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ نے تو جنّتی چَمَنِستان کا ارادہ کر لیا وہاں حُوریں آپ کی خدمت کی آرزُومند ہوں گی۔ بس ایک کرم فرما دیں کہ جب سردارانِ اہلبیت علیہم الرضوان کے ساتھ جنّت میں آپ کیلئے نعمتیں حاضِر کی جائیں گی اور جنّتی حُوریں آپ کی خدمت کیلئے حاضِر ہوں گی۔ اُس وَقت آپ مجھے بھی ہمراہ رکھیں گے۔ حُسینی دُولھا اپنی اُس نیک دُلہن اور برگُزِیدہ ماں کو لے کر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ واٰلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضِر ہوا۔ دُلہن نے عرض کیا، یا اِبنَ رسولِ اللہ! شُہَداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حُوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور غِلمانِ جنّت کمالِ اطاعت شِعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔'' یہ'' حُضُور پر جاں نثاری کی تمنّا رکھتے ہیں۔ اور میں نہایت ہی بے کس ہوں، کوئی ایسے رِشتہ دار بھی نہیں جو میری خبر گیری کر سکیں۔ التِجا یہ ہے کہ عرصہ گاہ محشر میں میری ان'' سے جُدائی نہ ہو۔ اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہلبیت اپنی کنیزوں میں '' رکھیں۔ اور میری تمام عمر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاک بیبیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد وپَیماں ہو گئے اور سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عرض کر دی کہ یا امامِ عالی مقام! اگر حُضُور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنّت ملی تو میں عرض کروں گا، یا رسولَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم یہ بی بی میرے ساتھ رہے۔ حُسینی دُولھا سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر میدان میں چل دیئے۔ یہ دیکھ کر لشکرِ اَعداء پر لرزہ طاری ہو گیا کہ گھوڑے پر ایک ماہِر و شہسوار اَجَلِ ناگہانی

کیطرح لشکر کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے ہاتھ میں نیزہ ہے دَوش پر سپَر ہے اور دل ہِلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رَجز پڑھتا آ رہا ہے۔

اَمیرُ الحُسَینِ وَ نِعمَ الاَمِیر

حضرتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہیں اور بَہُت ہی اچّھے امیر

لَہ، لَمعَۃٌ کَالسِّرَاجِ المُنِیر

ان کی چمک دمک روشن چَراغ کی طرح ہے

برقِ خاطف (یعنی اچک لینے والی بجلی) کی طرح میدان میں پہنچے، کوہ پیکر گھوڑے پر سِپہ گری کے فُنون دکھائے، صَفِ اَعداء سے مُبارِز طلب فرمایا، جو سامنے آیا تلوار سے اُس کا سر اڑایا۔ گِرد و پیش خُودسروں (یعنی سرکشوں) کے سروں کا انبار لگا دیا۔ ناکسوں یعنی نا اہلوں) کے تن خاک و خون میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یکبارگی گھوڑے کی باگ) مَوڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کی کہ اے مادرِ مُشفِقہ! تُو مجھ سے اب تو راضی ہوئی! اور دُلہن کے پاس پہنچے جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صَبر کی تلقین کی ۔اتنے میں اَعداء (یعنی دشمنوں) کی طرف سے آواز آئی۔ ھَل مِن مُبَارِز؟ یعنی کوئی ہے مقابلہ پر آنے والا؟ سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سَوار ہو کر میدان کیطرف روانہ ہوئے۔ نئی دُلہن ٹکٹکی باندھے اُن کو جاتا دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہے۔

حُسینی دُولھا شَیرژِیاں کی طرح تیغِ آبدار و نیزۂ جاں شِکار لے کر معرکۂ کارزار میں صاعِقہ وار آ پہنچا۔ اِس وقت میدان میں اَعداء کیطرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سَوار حَکَم بن طفیل جو غرورِ نَبرَد آزمائی میں سَرشار تھا تکبُّر سے بَل کھاتا ہوا لپکا سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ھڈیاں چِکنا چُور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا۔ اور مُبارِزوں میں ہمّت مقابلہ نہ رہی۔

سیِّدُنا وَہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے قلبِ دشمن پر پہنچے۔ جو مُبارِز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹخ دیتے۔ یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا۔ تلوار میان سے نکالی اور تیغ زَنوں کی گردنیں اُڑا کر خاک میں مِلا دیں۔ جب اَعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عَمرو بن سعد نے حکم دیا کہ سپاہی اس نوجوان کے گرد ہُجوم کرکے حملہ کریں اور ہر طرف سے یکبارگی ٹوٹ پڑیں چُنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حُسینی دولھا زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لائے تو سیاہ دِلانِ بد باطِن نے ان کا سر کاٹ کر حُسینی لشکر کی طرف اُچھال دیا۔ ماں اپنے لختِ جگر کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا، میرے بہادر بیٹا! اب تیری ماں تجھ سے راضی

ہوئی۔ پھر وہ سر اسکی دُلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دُلہن نے ایک جُھرجُھری لی اور اُسی وقت پروانہ کی طرف اُس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کی روح حُسینی دولھا سے ہم آغوش ہو گئی۔

سُرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامّل نہ کیا

اَسکَنَکُمَا اللّٰہُ فَرَادِیسَ الجِنَانِ وَاَغرَقَکُم فِی بِحَارِ الرَّحمَۃِ وَالرِّضوَانِ۔ (یعنی اللہ عزوجل آپ کو فردوس کے باغوں میں جگہ عنایت فرمائے اور رحمت ورضوان کے دریاؤں میں غریق کرے۔

(ملخص از سوانح کربلا ص ۱۱۸ تا ۱۲۳ شبیر برادرز مرکز الاولیاء لاہور)

محترم قارئین ! دیکھا آپ نے اہلبیت اطہار کی محبت اور جذبۂ شہادت بھی کیسی عظیم نعمتیں ہیں صرف سترہ دن کا دولہا میدان کارزار میں دشمنوں کے لشکر جرار سے تن تنہا ٹکرا گیا اور جام شہادت نوش کرکے جنت کا حقدار ہو گیا۔ حسینی دولہا کی والدۂ محترمہ اور نو بیاہتا دلہن پر بھی کروڑوں سلام ! کس قدر بلند حوصلے کیساتھ ماں نے اپنے لال کو اور دلہن نے اپنے سہاگ کو امام عالی مقام، امام عرش مقام، امامِ تشنہ کام، امامِ ھمام، سیّد الشھدائ، راکبِ دوش مصطفیٰ، بیکسِ کربلا امامِ حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قدموں پر قربان ہوتے

دیکھا اللہ عزوجل ایسی بلند رتبہ خاتونان اسلام کے جذبۂ اسلامی کا کوئی ذرہ ہماری ماؤں اور بہنوں کو بھی نصیب کرے کہ وہ بھی اپنی اولاد کو دین اسلام کی خاطر قربانیوں کیلئے پیش کریں،انہیں سنتوں کے سانچے میں ڈھالیں اور عاشقان رسول کے ساتھ دین کی تبلیغ کے لئے مدنی قافلوں میں سفر پر آمادہ کریں۔

سیکھنے سنتیں قافلے میں چلو

لوٹنے رحمتیں قافلے میں چلو

ہوں گی حل مشکلیں قافلے میں چلو

دور ہوں آفتیں قافلے میں چلو

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

عاشُوراء کی 25 خُصُوصِیّات

(۱) 10 محرّمُ الحرام عاشوراء کے روز حضرتِ سیّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی توبہ قَبول کی گئی (۲) اِسی دن انہیں پیدا کیا گیا (۳) اِسی دن انہیں جنّت میں داخِل کیا گیا (۴) اِسی دن عرش (۵) کُرسی (۶) آسمان (۷) زمین (۸) سورج (۹) چاند (۱۰) سِتارے اور (۱۱) جنّت پیدا کئے گئے (۱۲) اِسی دن حضرتِ سیّدُنا ابراھیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پیدا ہوئے (۱۳) اِسی دن انہیں آگ سے نَجات ملی (۱۴) اِسی دن حضرتِ سیّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام اور آپ کی اُمّت کو نَجات ملی اور فرعون اپنی قوم سَمیت غَرق ہوا (۱۵) حضرتِ سیّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام پیدا کئے گئے (۱۶) اِسی دن انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا (۱۷) اِسی دن حضرتِ سیّدُنا نوح عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی کشتی کوہِ جُودی پر ٹھہری (۱۸) اِسی دن حضرتِ سیّدُنا سُلَیمان عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو مُلکِ عظیم عطا کیا گیا (۱۹) اِسی دن حضرتِ سیّدُنا یونُس عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (۲۰)

اِسی دن حضرتِ سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی بینائی کا ضُعف دور ہوا (۲۱) اِسی دن حضرتِ سیِّدُنا یوسف عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام گہرے کُنویں سے نکالے گئے (۲۲) اِسی دن حضرتِ سیِّدُنا اَیّوب عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی تکلیف رَفع کی گئی (۲۳) آسمان سے زمین پر سب سے پہلی بارِش اِسی دن نازِل ہوئی اور (۲۴) اِسی دن کا روزہ اُمّتوں میں مشہور تھا یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ اس دن کا روزہ ماہِ رَمَضانُ المُبارَک سے پہلے فرض تھا پھر مَنسوخ کر دیا گیا (مُکاشَفَۃُ القُلُوب ص ۳۱۱) (۲۵) امامُ الھُمام، امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ تِشنہ کام سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بَمَع شہزادگان و رُفَقاء تین ۳ دن بھوکا رکھنے کے بعد اِسی عاشوراء کے روز دَشتِ کربلا میں اِنتہائی سفّاکی کے ساتھ شہید کیا گیا۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

سارا سال آنکھیں دُکھیں نہ بیمار ہو مع عاشُورا کے روزوے

حضرتِ سَیِّدُنا ابوہُریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رِوایَت ہے حُضُورِ اکرم، نُورِ مجسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم، شافِعِ اُمَم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم فرماتے ہیں: ''رَمَضان کے بعد مُحَرَّم کا روزہ افضل ہے اور فَرض کے بعد افضل نَماز صَلٰوۃُ اللَّیل (یعنی رات کے نوافِل) ہے۔

(صحیح مسلم ص ۸۹۱ حدیث ۱۱۶۳)

طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لبیب عَزَّوَجَلَّ و صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمانِ رَحمت نشان ہے: مُحَرَّم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔ (طَبرانی فی الصغیر ج ۲ ص ۸۷ حدیث ۱۵۸۰)

عاشُوراء کا روزہ

حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، ''میں نے سلطانِ دوجہان، شَہَنشاہِ کون ومکان، رَحمتِ عالَمیان صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دیکر جُستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ کہ عاشوراء کا دن اور یہ کہ رَمَضان

''کا مہینہ۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۲۵۷ حدیث ۲۰۰۶)

یہودیوں کی مُخالَفت کرو

نبیِّ رَحمت ، شفیعِ امّت، شَہَنْشاہِ نُبُوَّت ، تاجدارِ رسالت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: یومِ عاشوراء کا روزہ رکھو اور اِس میں یہودیوں کی مخالَفت کرو، اس سے پہلے یا بعد میں بھی ایک دن کا روزہ رکھو۔

(مسند امام احمد ج ا ص ۵۱۸ حدیث ۲۱۵۴)

عاشوراء کا روزہ جب بھی رکھیں تو ساتھ ہی نویں۹ یا گیارہویں ۱۱ مُحَرَّمُ الحرام کا روزہ بھی رکھ لینا بہتر ہے۔

حضرتِ سیِّدُنا ابوقَتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ پر گُمان ہے کہ عاشورا کا روزہ ایک سال قبل کے گُناہ مِٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم ص ۵۹۰ حدیث ۱۱۶۲)

سارا سال آنکھیں دُکھیں نہ بیمار ہو

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں، مُحَرَّم کی نویں۹ اور دسویں ۱۰ کو روزہ رکھے تو بَہُت ثواب پائے گا۔ بال بچّوں کیلئے دسویں ۱۰ مُحَرَّم کو خوب اچّھے اچّھے کھانے پکائے تو اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سال بھر تک گھر میں بَرکت رہے گی۔ بہتر ہے کہ کھچڑا پکا کر حضرت شہید کربلا سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرے بَہُت مُجرّب (یعنی مؤثر وآزمودہ) ہے۔ اسی تاریخ یعنی ۱۰ مُحَرَّمُ الحرام کو غسل کرے تو تمام سال اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بیماریوں سے اَمن میں رہے گا کیونکہ اس دن آبِ زَم زَم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے (تفسیر روحُ البیان، ج ۴، ص ۱۴۲ کوئٹہ، اسلامی زندگی ص ۹۳) سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، جو شخص یومِ عاشوراء اِثمد سرمہ آنکھوں میں لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی بھی نہ دُکھیں گی۔

(شعبُ الایمان ج ۳ ص ۳۶۷ حدیث ۳۷۹۷)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

تعزیہ اور نوحہ سے متعلق سوال وجواب

سوال:

(۱) تعزیہ بنانا کیسا ہے اور اس کو دیکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟زید نے منت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں محرم الحرام میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا یا ان شہداء کربلا میں کسی دوسرے.بزرگ کے نام کا تعزیہ اتنی مدت تک بناؤں گا یا ان کے نام کا فقیر اپنے بچے کو اتنی مدت تک بناؤں گا یا ان کے نام کا علم بناؤں گا ایسی منت کا شرعاً کیا حکم ہے کیا ایسی منت درست ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر پورا نہ کرے تو عند الشرع مجرم تو نہیں نیز آجکل بعض اہلسنت والے بھی تعزیہ داری کرتے ہیں اور علم بھی بناتے ہیں.برائے مہربانی تفصیل کے ساتھ ان کے متعلق شرعی حکم واضح فرمائیں کہ ان کا بنانا اور دیکھنا کیسا ؟

(۲) نوحہ کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا اور ماتم کی مجلس میں شرکت کرنا کیسا نیز اگر کوئی مجلس ماتم یا نوحہ میں شرکت نہ کرے اور کیسٹ یا وڈیو کے ذریعے دیکھے یا سنے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:

۱۔ تعزیہ بنانا اور دیکھنا ناجائز ہے جیسا کہ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں : '' تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم و عقیدت سخت حرام و اشد بدعت، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مسلمان بھائیوں کو راہِ حق کی ہدایت فرمائے آمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۱۸۶ مکتبہ رضویہ)

ناجائز کاموں کی منت کو پورا نہ کرنا واجب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جو یہ منت مانے کہ اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کریگا تو اس کی اطاعت کرے اور جو اس کی نافرمانی کی منت مانے تو اسکی نافرمانی نہ کرے یعنی اس منت کو پورا نہ کرے (بخاری بحوالہ بہارِ شریعت)

صاحبِ بہارِ شریعت فرماتے ہیں علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس پڑھنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے ایسی منت ماننی نہ چاہئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے (بہارِ شریعت حصہ نہم صفحہ ۲۳ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

۲۔ نوحہ یعنی میت پر چلا کر رونا جزع فزع کرنا حرام و سخت حرام ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کی ممانعت ارشاد ہوئی ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہؐ اثنتان فی الناس ھما بھم کفر الطعن فی النسب و النیاحۃ علی المیت لوگوں میں دو باتیں کفر ہیں کسی کے نسب پر طعنہ کرنا اور میت پر نوحہ (مسلم (جلد اول صفحہ ۶۸۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت

اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: فرماتے ہیںؐ الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب و لکن یعذب بھذا و اشار الی لسانہ اویرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ ارے سنتے نہیں ہو بے شک اللہ تعالیٰ نہ آنسوؤں سے رونے پر عذاب کرے نہ دل کے غم پر (اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) ہاں اس پر عذاب ہے یا رحم فرمائے اور بے شک مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے سے رویاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ عالمگیری جامع المضمرات سے ہے النوح العالی لا یجوز والبکاء مع رقۃ القلب لا باس بہ (فتاوی رضویہ (جلد دہم صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

مروجہ ماتم حرام و ناجائز ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے عن عبداللہ قال

قال النبیؐ لیس منا من لطم الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں نبیؐ نے فرمایا جو منہ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں۔

(صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۷۶۸ حدیث نمبر ۱۰۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

جبکہ قرآن مجید میں ایمان والوں کی صفت یوں بیان ہوئی الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم و رحمۃ واولئک ھم المھتدون

ترجمہ: کہ جب ان پر کوئی مصبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں (۱۵۶، ۱۵۲ بقرہ) اس آیت کریمہ میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم ہے جبکہ نوحہ اور ماتم بے صبری کی علامت ہیں۔

جبکہ شیعوں کے امام ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے چنانچہ لکھتے ہیں پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی اور کہا کہ تمہارا حال اور مآل برا ہو تم نے کس وجہ سے میرے

بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی ، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا ، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا ، تم پر اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا اور کتنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو رلایا ہے اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے ، اور رسول اللہؐ کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے تمہارے دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار خسارے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار مرثیہ پڑھے پھر اہل کوفہ یہ واویلا واحسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ وفریاد کا غلغلہ ہوا اور انہوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمانوں تک پہنچتی تھی ان کی عورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنے سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مارے مار کر رخساروں کو چھیلا وہ واویلاہ واثبوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا تب امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں (ملا باقر مجلسی جاء العیون جلد دوم صفحہ ۵۵۳ (مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران

مذکورہ بالا حوالہ جات سے نوحہ ومروجہ ماتم کا حرام وناجائز ہونا ثابت

ہوتا ہے لہٰذا نوحہ و ماتم وغیرہ کی مجلس منعقد کرنا کروانا اس میں شرکت کرنا اور اسی
طرح اسکی وڈیوں یا آڈیوں سننا دیکھنا بھی حرام و ناجائز ہے۔
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے
عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(کُنویں کا پانی اُبل پڑا (کرامات امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وِلادت با کرامت

راکبِ دوشِ مصطفٰے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم)، جگر گوشہ مُرتضٰی، دلبندِ فاطمہ، سلطانِ کربلا، سید الشھدائ، امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ ہُمام، امامِ تشنہ کام، حضرتِ سیِّدُنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمین سراپا کرامت تھے حتّٰی کہ آپ کی وِلادتِ با سعادت بھی با کرامت ہے۔ حضرت سیِّدی عارِف باللہ نورُالدّین عبد الرحمٰن جامی قُدِّسَ سِرُّہُ السامی شَواہِدُ النُّبُوَّۃ میں فرماتے ہیں، سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادتِ با سعادت چار شَعبانُ المُعظّم ۴ ھ کو مدینہ منوّر ہزادَھَااللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعظِیماً میں منگل کے دن ہوئی۔ منقول ہے کہ امامِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدّتِ حَم ±ل چھ ماہ ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا یحیٰی عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور امامِ عالی مقام امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا بچّہ زندہ نہ رہا جس کی مدّتِ حَمل چھ ماہ ہوئی ہو۔ واللّٰہُ تعالیٰ اَعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (شَواہِدُ النُّبُوَّۃ ص 228 مکتبۃ الحقیقۃ ترکی)

مرحبا سرورِ عالم کے پِسر آئے ہیں
واہ قسمت کہ چَراغِ حَرَمین آئے ہیں
سیِّدہ فاطِمہ کے لختِ جگر آئے ہیں
اے مسلمانو! مبارک کہ حُسین آئے ہیں

رُخسار سے انوار کا اِظہار

حضرتِ علّامہ جامی قُدِّسَ سرُّہُ السّامی مزید فرماتے ہیں: حضرت امامِ عالی مقام سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان یہ تھی کہ جب اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک پیشانی اور دونوں ۲ مقدّس رُخسار سے انوار (نکلتے اور قُرب و جوار ضِیا بار (یعنی روشن) ہو جاتے۔ (ایضاً ص 228

تیری نسلِ پاک میں ہے بچّہ بچّہ نور کا
تُو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کُنویں کا پانی اُبل پڑا

حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منوّرہ سے مکّہ مکرّمہ زادَھُمَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعظِیمًا کی طرف

روانہ ہوئے تو راستے میں حضرتِ سیّدنا ابنِ مُطیع علیہ رحمۃ اللہ البدیع سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے عرض کی، میرے کُنویں میں پانی بَہُت ہی کم ہے، برائے کرم! دُعائے بَرَکت سے نواز دیجئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کُنویں کا پانی طلب فرمایا۔ جب پانی کا ڈول حاضِر کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ لگا کر اس میں سے پانی نوش کیا اور کُلی کی۔ پھر ڈول کو واپس کنویں میں ڈال دیا تو کنویں کا پانی کافی بڑھ بھی گیا اور پہلے سے زیادہ میٹھا اور لذیذ بھی ہو گیا۔ (الطبقاتُ الکُبریٰ ج ۵ ص 110 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

باغ جنّت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

کرامات اِتمامِ حُجت کی کڑی تھی (کرامات امامِ حُسین)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

گھوڑے نے بد لگام کو آگ میں ڈال دیا

امامِ عالی مقام، امامِ عرش مقام، امامِ ہُمام، امامِ تِشنہ کام، حضرتِ سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یومِ عاشورا یعنی بروز جمعۃُ المبارک 10 مُحَرَّمُ الحرام 61ھ کو یزیدیوں پر اِتمامِ حُجّت کرنے کیلئے جس وَقت میدانِ کربلا میں خُطبہ ارشاد فرما رہے تھے اُس وَقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظلوم قافِلے کے خَیموں کی حِفاظت کیلئے خندق میں روشن کردہ آگ کی طرف دیکھ کر ایک بدزبان یزیدی (مالک بن عُروہ) اس طرح بکواس کرنے لگا، " اے حُسین ! "تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی ! "حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کَذَبتَ یا عَدُوَّاللّٰہ یعنی" اے دشمنِ خدا ! تو جھوٹا ہے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ میں دوزخ میں جاؤں گا ! " اِمامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافِلے کے ایک جاں نثار جوان حضرتِ سیِّدُنا مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس منہ پھٹ بد لگام کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت طلب کی۔ حضرتِ امامِ عالی

مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرما کر اجازت دینے سے انکار کیا کہ ہماری طرف سے حملے کا آغاز نہیں ہونا چاہئے۔ پھر امامِ تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہنے دستِ دُعا بُلند کر کے عرض کی: اے ربِّ قہّار! عَزَّوَجَلَّ اس نابکار کو عذابِ نار سے قبل بھی اس دنیائے ناپائیدار میں آگ کے عذاب میں مبتلا فرما۔" فوراً دُعا مُستجاب (قَبول) ہوئی اور اُس کے گھوڑے کا پاؤں زمین کے ایک سوراخ پر پڑا جس سے گھوڑے کو جھٹکا لگا اور بے ادب و گستاخ یزیدی گھوڑے سے گرا، اُس کا پاؤں رَکاب میں اُلجھا، گھوڑا اُسے گھسیٹتا ہوا دوڑا اور آگ کی خَندق میں ڈالدیا۔ اور بد نصیب آگ میں جل کر بھسم ہوگیا۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہنے سجدہ شکر ادا کیا، حمدِ اِلٰہی بجا لائے اور عرض کی: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ تیرا شکر ہے کہ تُو نے اٰلِ رسول کے گستاخ کو سزا دی۔" (سوانح کربلا ص ۸۸)

اہلبیتِ پاک سے بے باکیاں گستاخیاں
لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَیکُم دشمنانِ اہلبیت
سیاہ بچّھو نے ڈنک مارا
گُستاخ و بد لگام یزیدی کا ہاتھوں ہاتھ بھیانک انجام دیکھ کر بھی بجائے

عبرت حاصِل کرنے کے اِس کو ایک اِتفاقی اَمر سمجھتے ہوئے ایک بے باک یزیدی نے بَکا: آپ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سے کیا نسبت ؟ یہ سُن کر قلبِ امام کو سخت اِیذاء پہنچی اور تڑپ کر دُعاء مانگی: " اے ربِّ جبّار عَزَّوَجَلَّ اِس بد گُفتار کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما۔" دُعا کا اثر ہاتھوں ہاتھ ظاہِر ہوا، اُس بکواسی کو ایک دم قضائے حاجت کی ضَرورت پیش آئی، فوراً گھوڑے سے اُتر کر ایک طرف کو بھاگا اور بَرہنہ ہو کر بیٹھا، ناگاہ ایک سیاہ بچھّو نے ڈنک مارا نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا، نہایت ہی ذلّت کے ساتھ اپنے لشکریوں کے سامنے اِس بدزَبان کی جان نکلی۔ مگر ان سنگ دلوں اور بے شرموں کو عبرت نہ ہوئی اِس واقِعہ کو بھی ان لوگوں نے اِتّفاقی اَمر سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

(ایضاً ص 89)

علی کے پیارے خاتونِ قِیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی
گستاخ حُسین پیاسا مرا

یزیدی فوج کا ایک سخت دل مُنزنی شخص امامِ عالی مَقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آ کر یوں بکنے لگا: " دیکھو تو سہی دریائے فُرات کیسا موجیں ما

رہا ہے، خدا کی قسم ! تمہیں اس کا ایک قطرہ بھی نہ ملے گا اور تم یوں ہی پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔" امامِ تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ ربُّ الانام عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی، اَللّٰھُمَّ اَمِتہُ عَطشَانا۔ یعنی " یا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو پیاسا مار۔" امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دُعا مانگتے ہی اُس بے حیا مُنزنی کا گھوڑا بِدَک کر دوڑا، مُنزنی پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے بھاگا، پیاس کا غَلَبہ ہوا، اس شدّت کی پیاس لگی کہ اَلعَطَش ! اَلعَطَش ! یعنی ہائے پیاس ! ہائے پیاس ! پکارتا تھا مگر پانی جب اِس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ بھی پی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ اِسی شدّتِ پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (سوانح کربلا ص90)

ہاں مجھ کو رکھو یاد میں حیدر کا پِسر ہوں
میں دِیدہ ہمّت کیلئے نورِ نظر ہوں
اور باغِ نُبُوَّت کے شجر کا میں ثَمَر ہوں
پیاسا ہوں مگر ساقی کوثر کا پِسر ہوں
کرامات اِتمامِ حُجت کی کڑی تھی

محترم قارئین ! دیکھا آپ نے ! امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ عالی کس قَدر عظمت والی ہے۔ معلوم ہوا کہ خداوَندِ غَفُور عَزَّوَجَلَّ کو

امامِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی قطعاً نا منظور ہے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بد گو دونوں جہاں میں مردود ومَطرود ہے۔ گستاخانِ حُسین کو دنیا میں بھی دردناک سزاؤں کا سامنا ہوا اور اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے۔ صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولیٰنا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی بعض گستاخانِ حسین کے ہاتھوں ہاتھ ہونے والے عبرتناک بد انجام کے واقِعات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: فرزندِ رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ اس کی مقبولیّتِ بارگاہِ حق پر اور ان کے قُرب ومَنزلت پر جیسی کہ نُصُوصِ کثیرہ واحادیثِ شَہیرہ شاہِد ہیں ایسے ہی ان کے خَوارِق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اِتمامِ حجّت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مُستجابُ الدّعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا (عَزَّوَجَلَّ) سے جنگ کرنا ہے۔ اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مُجَسّمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے نا پائیدار کی حِرص کا بھوت (جو ان کے سروں پر سُوار تھا اس نے انھیں اندھا بنا دیا۔ (سوانح کربلا ص 90

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(نور کا سُتون اور سفید پَرِندے (کرامات امامِ حُسین

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

نور کا سُتون اور سفید پَرِندے

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے سرِ منوّر سے مُتَعَدَّد کرامات کا ظُہور ہوا۔اہلِ بَیت علیہم الرضوان کے قافِلے کے بَقِیّہ افراد 11 مُحَرَّمُ الحرام کو کوفہ پہنچے جب کہ شُہَدائے کربلا علیہم الرضوان کے مبارک سر اُن سے پہلے ہی وہاں پَہنچ چکے تھے۔امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ انور رُسوائے زمانہ یزیدی بد بخت" خولی بن یزید "کے پاس تھا یہ مَردود رات کے وَقت کوفہ پہنچا۔قَصرِ امارت (یعنی گورنر ہاؤس)کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ سرِ انور کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ظالم نے سرِ انور کو بے ادَبی کے ساتھ زمین پر رکھ کر ایک بڑا برتن اس پر اُلٹ کر اس کو ڈھانپ دیا اور اپنی بیوی" نوار" کے پاس جا کر کہا: میں تمہارے لئے زمانے بھر کی دولت لایا ہوں، وہ دیکھ حُسین بن علی کا سر تیرے گھر پڑا ہے۔ وہ بگڑ کر بولی: "تجھ پر خدا کی مار! لوگ تو سیم وزر لائیں اور تو فرزندِ رسول کا مبارک سر لایا ہے۔خدا کی قسم ! اب میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔"" نوار" یہ کہکر اپنے بچھونے سے اُٹھی اور جِدھر سرِ انور تشریف

فرما تھا اُدھر آ کر بیٹھ گئی۔ اُس کا بیان ہے: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ایک نور برابر آسمان سے اُس برتن تک مثلِ سُتون چمک رہا تھا اور سفید پرندے اس کے اِردگرد منڈلا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو خولی بن یزید سرِ انور کو ابنِ زِیادِ بدنہاد کے پاس لے گیا۔
(اَلکامِل فی التّاریخ ج ۳ ص ۴۳۴)

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنّت کی
سُواری آنیوالی ہے شہیدانِ مَحبّت کی

خولی بن یزید کا دردناک انجام

دنیا کی مَحبّت اور مال وزر کی ہَوَس انسان کو اندھا اور انجام سے بے خبر کر دیتی ہے۔ بدبخت خولی بن یزید نے دُنیا ہی کی مَحبّت کی وجہ سے مظلومِ کربلا کا سرِ انور تن سے جُدا کیا تھا۔ مگر چند ہی برس کے بعد اِس دنیا ہی میں اُس کا ایسا خوفناک انجام ہوا کہ کلیجہ کانپ جاتا ہے چُنانچہ چند ہی برس کے بعد مُختار ثقفی نے قاتلینِ امامِ حسین کے خلاف جو اِنتِقامی کاروائی کی اس ضمن میں صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولیٰنا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں: مختار نے ایک حکم دیا کہ کربلا میں جو شخص (لشکرِ یزید کے سپہ سالار) عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سُن کر کوفہ کے جَفاشِعار سُورما

بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مُختار کے لشکر نے ان کا تعاقُب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا لاشیں جَلا ڈالیں، گھر لُوٹ لیے۔" خولی بن یزید "وہ خبیث ہے جس نے حضرتِ امامِ، عالی مقام، سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک تنِ اقدس سے جُدا کیا تھا۔ یہ رُو سیاہ بھی گرِفتار کر کے مُختار کے پاس لایا گیا، مُختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سُولی چڑھایا، آخر آگ میں جھونک دیا۔ اِس طرح لشکر ابنِ سعد کے تمام اَشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کُوفی جو حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہکے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں (کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ (سوانحِ کربلا ص ۲۲۱

اے تِشنگانِ خون جوانانِ اہلبیت
کُتّوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے
رُسوائے خَلق ہو گئے برباد ہو گئے
تم نے اُجاڑا حضرتِ زُہرا کا بَوستاں
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں
آخِر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
دِیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی

مردودو! تم کو ذلّتِ ہر دَوسرا ملی
تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بد دُعا ملی
دنیا ملی نہ عیش وطَرَب ۳ کی ہوا ملی
سرکٹ گئے اماں نہ تمہیں اِک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم اُنہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم ۴ میں جس دن سزا ملی

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

نَیزہ پر سرِ اقدس کی تِلاوت (کرامات امامِ حُسین)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

نَیزہ پر سرِ اقدس کی تِلاوت

حضرتِ سیِّدُنا زَید بن اَرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے: جب یزیدیوں نے حضرتِ امامِ عالی مقام، سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اس وَقت میں اپنے مکان کے بالا خانہ پر تھا۔ جب سرِ مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سرِ پاک نے (پارہ 15 سورۃُ الکہف کی آیت نمبر ۹)تِلاوت فرمائی:

اَم حَسِبتَ اَنَّ اَصحٰبَ الکَھفِ وَالرَّقِیمِ کَانُوا مِن اٰیٰتِنَا عَجَبًا (پ 15 الکہف ۹)

ترجَمہ کنزالایمان: کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کَنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

(شَواہِدُ النُّبُوَّۃ ص 231)

اِسی طَرح ایک دوسرے بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں

نے سرِ مبارک کو نیزہ سے اُتار کر ابنِ زِیادِ بدنہاد کے مَحَل میں داخِل کیا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدّس ہونٹ ہل رہے تھے اور زبانِ اقدس پر پارہ 13 سورہ ابراھیم کی آیت نمبر 42 کی تلاوت جاری تھی۔

(وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (پ 13 ابراھیم 42

ترجَمہ کنزالایمان: اور ہرگز اللہ عزوجل کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔

(روضۃ الشھداء مترجَم ج ۲ ص 385)

عبادت ہو تو ایسی ہو تلاوت ہو تو ایسی ہو
سرِ شبّیر تو نیزے پہ بھی قرآں سناتا ہے

منہال بن عَمرو کہتے ہیں: واللہ میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ جب امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کو لوگ نیزے پر لیے جاتے تھے اُس وَقت میں " دِمشق "میں تھا۔ سرِ مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃُ الکہف پڑھ رہا تھا جب وہ آیت نمبر 15 پر پہنچا: اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا

(پ 15 الکہف ۹)

ترجَمہ کنزالایمان: پہاڑ کی کھوہ (غار) اور جنگل کے کَنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

اُس وَقت اللہ تعالیٰ نے قُوّتِ گویائی بخشی تو سرِ انور نے بزبانِ فصیح فرمایا: اَعجَبُ مِن اَصحَابِ الکَھفِ قَتلِی وَ حَملِی" اصحابِ کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر (کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔" (شرح الصدور ص ۲۱۲

سر شہیدانِ مَحبَّت کے ہیں نیزوں پر بُلند
اور اونچی کی خدا نے عزّ و شانِ اہلبیت

محترم قارئین کرام! صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولیٰنا سیّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اپنی کتاب سوانح کربلا میں یہ حِکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اَصحابِ کَہف پر کافِروں نے ظلم کیا تھا اور حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہکو ان کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی اُمّت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بیوفائی سے پانی تک بند کر دیا! اٰل واَصحاب علیہم الرضوان کو حضرتِ امامِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہکے سامنے شہید کیا۔ پھر خود

حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اہلبیتِ کِرام علیہم الرضوان کو اَسیر (یعنی قیدی) بنایا، سرِ مبارک کو شہر شہر پھرایا۔ اَصحابِ کہف سالہا سال کی طویل نیند کے بعد بولے یہ ضَرور عجیب ہے مگر سرِ انور کا تنِ مبارک سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا عجیب تر ہے۔

(سوانحِ کربلا ص 118)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

سرِ انور کی کرامت سے راہِب کا قَبولِ اسلام

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

خون سے لکھا ہوا شعر

یزید کے ناپاک لشکری شُہَدائے کربلا علیہم الرضوان کے پاکیزہ سروں کو لیکر جارہے تھے۔دریں اَثنا ایک منزِل پر ٹھہرے۔حضرتِ سیِّدُنا شاہ عبدُالعزیز مُحدِّث دِہلوی علیہِ رَحمۃ اللّٰہِ القَوی لکھتے ہیں، وہ نَبِیذ یعنی کھجور کا شِیرہ پینے لگے۔ایک اور روایت میں ہے، وَھُم یَشرَبُونَ الخَمر یعنی وہ شراب پینے لگے۔اِتنے میں ایک لوہے کا قلم نُمُودار ہوا اوراُس نے خون سے یہ شِعر لکھا

اَتَرجُو اُمَّۃ قَتَلَت حُسَیناً

شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ

(یعنی کیا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ان کے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی شفاعت پائیں گے ؟)

بعض روایات میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا۔

(اَلصَّواعِقُ المُحرِقۃ194)

سرِ انور کی کرامت سے راہب کا قَبولِ اسلام

ایک راہب نصرانی نے دَیر (یعنی گرجا گھر) سے سر انور دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا: "تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر میرے پاس رہے۔" ان لالچیوں نے قَبول کر لیا۔ راہب نے سرِ مبارک دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا گھر، اس کا مال و متاع چھوڑ کر اپنی زندگی اہلِ بے ت کی (خدمت میں گزار دی۔ (اَلصَّواعِقُ المُحرِقۃ199

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر

کربلا میں خوب ہی چمکی دُکانِ اہلِ بیت

دِرہم و دِینار ٹھیکریاں بن گئے

یزیدیوں نے لشکرِ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے خَیموں سے جو دِرہم و دِینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لیے تھے اُن کو تقسیم کرنے کیلئے جب تھیلیوں کے مُنہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب دِرہم و دِینار ٹھیکریاں بنے ہوئے تھے اور اُن کے ایک طرف پارہ 13 سورہ ابراھیم کی آیت

نمبر 42) وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (ترجَمہ کنزالایمان: اور ہر گز اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے ۔)اور دوسری طرف پارہ 19 سورۃُ الشُّعَرا کی آیت (نمبر 227) تحریر تھی: وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ ترجَمہ کنزالایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ۔ (ایضاً ص199)

تم نے اُجاڑا حضرتِ زُہرا کا بوستاں رُسوائے خَلق ہو گئے برباد ہو گئے
تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی
مَردودو! تم کو ذلّتِ ہر دَوسَرا ملی

محترم قارئین کرام! یہ قدرت کی طرف سے ایک درسِ عبرت تھا کہ بد بختو! تم نے اس فانی دنیا کی خاطِر دین سے مُنہ موڑا اور آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑا۔ یاد رکھو! دین سے تم نے سخت لاپرواہی برتی اور جس فانی و بے وفا دُنیا کے حُصول کے لئے ایسا کیا وہ بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی اور تم خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ (یعنی دنیا میں بھی نقصان اور آخرت میں بھی نقصان) کا مصداق ہو گئے

دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عَیش وطَرَب کی ہوا ملی

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب کبھی عَمَلًا دین کے مقابلے میں اِس فانی دنیا کو ترجیح دی تو اس بے وفا دنیا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور جنہوں نے اس فانی دنیا کو لات مار دی اور قراٰن وسنّت کے احکامات پر مضبوطی سے قائم رہے اور دین و ایمان سے منہ نہیں موڑا بلکہ اپنے کردار و عمل سے یہ ثابِت کیا

سر کٹے ، کُنبہ مرے سب کچھ لُٹے
دامنِ احمد نہ ہاتھوں سے چُھٹے

تو دنیا ہاتھ باندھ کر ان کے پیچھے پیچھے ہو گئی اور وہ دارَین میں سُرخُرو ہوئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

وہ کہ اس کا در کا ہوا خلقِ خدا اُس کی ہوئی
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اُس سے پھر گیا

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

امام حسین کا سر اقدس کا دفن ہوا؟

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

سر انور کہاں مدفون ہوا؟

امامِ عالی مقام ، حضرتِ سیّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کے مدفن کے بارے میں اِختِلاف ہے۔ علامہ قُرطُبی اور حضرتِ سیّدُنا شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دِہلوی علیہِ رحمۃُ اللّٰہِ القَوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اَسیرانِ کربلا اور سرِ انور کو مدینہ منوّرہ زادَھَااللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعظِیماً روانہ کر دیا اور مدینہ منوّرہ زادَھَااللّٰہُ شَرَفًاوَّتَعظِیماً میں سرِ انور کو تجہیز و تکفین کے بعد جنّت البقیع شریف میں حضرتِ سیّدَتُنا فاطِمہ زَہرا یا حضرتِ سیّدُنا امام حسن مُجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلو میں دَفن کر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیرانِ کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آ کر سرِ انور کو جَسَدِ مبارک سے مِلا کر دَفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے ،یزید نے حکم دیا تھا کہ " امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہکے سرِ انور کو شہروں میں پھراؤ۔" پھرانے والے جب عَسقَلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے اُن سے لے کر دَفن کر دیا۔ جب عَسقَلان پر فِرنگیوں کا غَلَبہ ہوا تو طلائع بن رزّیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار

دینار دے کر فرنگیوں سے سرِ انور لینے کی اجازت حاصل کی اور بمع فوج و خُدّام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جمادی الآخر 548 ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وَقت بھی سرِ انور کا خون تازہ تھا اور اُس سے مُشک کی سی خوشبو آتی تھی۔ پھر اس نے سبز حَریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنُوسی کُرسی پر رکھ کر اِس کے ہم وزن مُشک و عَنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مَشہدِ حسینی بنوایا چُنانچِہ قریب خان خلیلی کے مَشہدِ حسینی (مشہور ہے۔ (شامِ کربلا ص 246

کس شَقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت

تُربتِ سرِ انور کی زیارت

حضرتِ سیِّدُنا شیخ عبدُ الفَتّاح بن ابی بکر بن احمد شافِعی خلوتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے رسالہ " نورُ العَین " یوں نَقل فرماتے ہیں: شَیخُ الاسلام شمسُ الدّین لقانی قُدِّسَ سرُّہُ الرَّبّانی جو کہ اپنے وَقت کے شیخ الشّیوخ مالِکیہ تھے ہمیشہ مَشہد مبارک میں سرِ انور کی زیارت کو حاضِر ہوتے اور فرماتے کہ حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سرِ انور اِسی مقام پر ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا شیخ شہابُ الدّین حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: میں نے مَشہدِ حُسینی کی زِیارت کی مگر مجھے شُبہ ہو رہا

تھا کہ سرِ مبارَکِ اس مقام پر ہے یا نہیں ؟ اچانک مجھ کو نیند آ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص بہ صورتِ نَقیب سرِ مبارَک کے پاس سے نکلا اور حُضورِ پُرنور، شافِعِ یومُ النُّشُور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے حجرہ مبارَکہ میں حاضِر ہوا اور عرض کی، " یا رسولَ اللہ ! عَزَّوَجَلَّ وَصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم احمد بن حلبی اور عبدالوہّاب نے آپ کے شہزادے امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ مبارَک کے مدفَن کی زِیارت کی ہے۔" آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّل مِنھُمَا وَاغفِر لَھُما۔اے اللہ ان دونوں ۲ کی زیارت کو قَبول فرما اور دونوں ۲ کو بخش دے۔ حضرتِ سیِّدُنا شیخ شہابُ الدّین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اُس دن سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرتِ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ انور یہیں تشریف فرما ہے پھر میں نے (مرنے تک سرِ مُکَرَّم کی زیارت نہیں چھوڑی۔ (شامِ کربلا ص 247

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیہ تَطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

سرِ انور سے سلام کا جواب

حضرتِ سیِّدُنا شیخ خلیل ابی الحسن تمارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرِ انور کی زیارت کے لئے جب مَشہد مبارَک کے پاس حاضِر ہوتے تو عرض کرتے: اَلسَّلامُ

علیکم یا ابنَ رسولِ اللہ اور فوراً جواب سنتے: وَعَلَیکَ السَّلَامُ یا اَبَا الحسن۔ ایک دن سَلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کرکے واپس آ گئے دوسرے روز پھر حاضِر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا۔ عرض کی، یا سیِّدی! کل جواب سے مشرَّف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا: اے اِبوالحسن! کل اِس وَقت میں اپنے نانا جان، رحمتِ عالمیان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضِر تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔ (شامِ کربلا ص 247)

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وَصل وفُرقت کی

حضرتِ سیِّدُنا امام عبدُالوہّاب شَعرانی قُدِّسَ سرُّہُ الرَّبّانی فرماتے ہیں: اہلِ کشف صُوفیا اسی کے قائل ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ انور اِسی مقام پر ہے۔ شیخ کریم الدّین خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لِنے رسولُ اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی اجازت سے اِس مقام کی زیارت کی ہے۔ (ایضاً ص 248)

اِسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اِسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

سرِ مُبارَک کی چمک دَمک (کرامات امام حسین)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

سرِ انور کی عجیب بَرَکت

منقول ہے، مِصر کے سلطان " مَلِک ناصِر " کو ایک شخص کے مُتَعَلِّق اِطِّلاع دی گئی کہ یہ شخص جانتا ہے کہ اس مَحَل میں خزانہ کہاں دَفن ہے مگر بتاتا نہیں۔ سلطان نے اُگلوانے کیلئے اس کی تَعذِیب یعنی اَذِیّت دینے کا حکم دیا۔ مُتَوَلِّی تَعذِیب (یعنی اذیّت دینے پر مامور شخص) نے اس کو پکڑا اور اس کے سر پر خَنافِس (گُبریلے) لگائے اور اس پر قِرمِز (یعنی ایک طرح کے ریشم کے کیڑے) ڈال کر کپڑا باندھ دیا۔ یہ وہ خوفناک اَذِیّت وعُقُوبت ہے کہ اس کو ایک مِنَٹ بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کا دِماغ پھٹنے لگتا ہے اور وہ فوراً راز اُگل دیتا ہے۔ اگر نہ بتائے تو کچھ ہی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔ یہ سزا اُس شخص کو کئی مرتبہ دی گئی مگر اس کو کچھ بھی اثر نہ ہوا بلکہ ہر مرتبہ خَنافِس مر جاتے تھے۔ لوگوں نے اِس کا سبب پوچھا تو اس شخص نے بتایا کہ جب حضرتِ امامِ عالی مقام، سیِّدُنا امامِ حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک یہاں مِصر میں تشریف لایا تھا۔ اَلحَمدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں نے اس کو عقیدت سے اپنے سر پر اُٹھایا تھا یہ اُسی کی بَرَکت اور کرامت ہے۔ (شامِ کربلا ص 248)

پھول زخموں کے کِھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گُل سِتانِ اہلبیت
! صَلُّوا عَلَی الحَبِیب
صلّی اللہُ تعالیٰ علیٰ محمّد

اذیّت ناک کیڑوں کا تعارُف

معلوم ہوا مُتَبرّک چیز کو عقیدت سے سر پر رکھنا دونوں ۲ جہانوں میں باعثِ سعادت ہے۔ اس حکایت میں رازاُگلوانے کیلئے استِعمال کئے جانے والے جن کیڑوں کا تذکرہ ہے ان کے بارے میں عرض ہے: خَنَافِس خُنفَسَا کی جمع ہے جو کہ نَجاست اور گوبر میں پیدا ہونے والا سیاہ رنگ کا دو ۲ سینگ والا ایک کیڑا ہے۔ اُردو میں اس کو گُبریلا کہتے ہیں ۔ قِرمِز چھوٹے چنے کے برابر سُرخ رنگ کے ریشم جیسے کیڑے کو کہتے ہیں جو کہ عموماً برسات کے دنوں میں بعض جنگلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کو سُکھا کر اس سے ریشم رنگنے کا سُرخ رنگ بنایا جاتا ہے۔ اس کی دوا بھی بنتی ہے اور اس سے تیل بھی نکالتے ہیں ۔ اُردو میں اس کو بیر بَہُوٹی کہتے ہیں۔ اُس زمانے میں مُلزموں سے اِعترافِ جُرم کروانے کے لیے اس طریقے پر اِیذا دیتے تھے، سر پر نیچے وخَنَافِس (گبریلے) اور اوپر قِرمِز ڈال کر باندھ دیتے تھے، کیڑے کاٹ کاٹ کر سر کی کھال میں سُوراخ

کر دیتے تھے، ان سوراخوں میں قبرمزکے ٹکڑے اور ان کی رطوبت وغیرہ داخل ہو جاتی جس سے دماغ کی رگیں پھٹ جاتی تھیں ۔ یہ ایسی ناقابلِ برداشت سزا ہوتی کہ ملزم فوراً اعترافِ جُرم کر لیتا تھا۔اِس رونگٹے کھڑے کر دینے والی دُنیوی اذیّت کے تذکرہ میں عذابِ آخرت کی یاد ہے۔آہ ! ان کیڑوں کی تکلیف جب کہ ہم میں سے ایک سیکنڈ کیلئے کوئی برداشت نہیں کر سکتا تو قبر و جہنّم میں سانپ کا ڈسنا اور بچھوؤں کے ڈنک بھلا کون سہ سکتا ہے ! خدانخواستہ کسی ایک چھوٹے سے گناہ پر ہی اگر پکڑ ہو گئی اور بالفرض !صِرف ایک ہی بچھو سر پر بٹھا دیا گیا تو ہمارا کیا بنے گا

ڈنک مچھر کا بھی مجھ سے تو سہا جاتا نہیں
عَفو کر اور سدا کیلئے راضی ہو جا
قبر میں بچھو کے ڈنک کیسے سہوں گا یا ربّ
یہ کرم ہو گا تو جنّت میں رہوں گا یا ربّ

سرمُبارَک کی چمک دَمک

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سرِ انور یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا۔ جب بنواُمَیّہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدُ الملک کا دَورِ حکومت (96ھ تا99ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے سرِ انور کی زیارت کی سعادت حاصِل کی،اس

وَقت سرِ انور کی مبارک ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی تھیں، انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دَفن کروادیا۔ (تَہذِیبُ التَّہذِیب ج ۲ (ص 326 دارالفکر بیروت

چہرے میں آفتابِ نُبُوّت کا نور تھا
آنکھوں میں شانِ صَولتِ سرکارِ بُوتُراب

رِضائے مصطَفٰے کا راز

حضرتِ علّامہ ابنِ حَجَر ہیتمی مکّی علیہ رحمۃ اللہ القوی روایت فرماتے ہیں کہ سُلیمان بن عبدُ الملِک جنابِ رسالتِ مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی زیارت سے خواب میں مشرّف ہوئے دیکھا کہ شَہَنشاہِ رِسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم ان کے ساتھ مُلاطَفَت (یعنی لُطف و کرم) فرمارہے ہیں۔ صبح اُنہوں نے حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی، اُنہوں نے فرمایا: شاید تُو نے آلِ رسول کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے۔ عرض کی، جی ہاں! میں نے حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک سر کو خزانہ یزید میں پایا تو اس کو پانچ کپڑوں کا کفن دے کر اپنے رُفَقاء کے ساتھ اس پر نَماز پڑھ کر اس کو دَفن کیا ہے۔ حضرتِ سیِّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ کا یہی عمل رضائے محبوبِ ربِّ لَم یَزَل عَزَّوَجَلَّ وصلّی

اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا سبب ہوا ہے۔
(الصَواعِقِ المُحَرَقہ ص 199)
مصطَفٰے عزّت بڑھانے کیلئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دُود مانِ اہلبیت
مختلَف مَشاہَد کی وضاحت
خطیبِ پاکستان واعظِ شیریں بیان حضرت مولیٰنا الحاج الحافظ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی تالیف " شامِ کربلا" میں تحریر فرماتے ہیں: سرِ انور کے مُتَعَلِّق مختلَف رِوایات ہیں اور مختلَف مقامات پر مَشاہَد بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِن رِوایات اور مَشاہِد کا تعلّق چند سَروں سے ہو کیوں کہ یزید کے پاس تمام شُہَدائے اہلِ بیت علیہم الرضوان کے سر بھیجے گئے تھے۔ تو کوئی سر کہیں اور کوئی کہیں دَفن ہوا ہو۔ اور نسبت حُسنِ عقیدت کی بِناء پر یا کسی اور وجہ سے صِرف حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کر دی گئی ہو۔ واللہُ اَعلمُ بحقیقۃِ الحال۔ (شامِ کربلا ص
فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

او بدبخت! مجھ سے دُور ہو

حضرتِ سیِّدُنا ابو محمد سلیمان الاعمش کُوفی تابعی علیہِ رحمۃُاللّٰہِ القَوی فرماتے ہیں: میں حجِ بیتُ اللہ کے لئے حاضِر ہوا، دَورانِ طواف ایک شخص کو دیکھا کہ غِلافِ کعبہ کے ساتھ چِمٹا ہوا کہہ رہا تھا: یا اللّٰہ! عزوجل مجھے بخش دے اور میں گُمان کرتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔" میں اس کی اِس عجیب سی دُعا پر بَہُت مُتَعَجِّب ہوا کہ سُبْحٰنَ اللّٰہِ العظیم آخِر اِس کا ایسا کون سا گناہ ہے جس کی بخشش کی اِس کو اُمّید نہیں، مگر میں طواف میں مصروف رہا۔ دوسرے پھیرے میں بھی سنا تو وہ یہی کہہ رہا تھا، میری حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ میں نے طواف سے فارِغ ہو کر اس سے کہا، تُو ایسے عظیم مقام پر ہے جہاں بڑے سے بڑا گناہ بھی بخشا جاتا ہے تو اگر تُو اللّٰہ عزوجل سے مغفِرت اور رَحمت طلب کرتا ہے تو اس سے اُمّید بھی رکھ کیوں کہ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اس شخص نے کہا: اے اللّٰہ کے بندے تو کون ہے؟ میں نے کہا میں سلیمان الاعمش (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہوں! اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا، میرا گناہ بَہُت بڑا ہے۔ میں نے کہا، کیا تیرا گناہ پہاڑوں، آسمانوں، زمینوں اور عرش سے بھی بڑا ہے؟ کہنے لگا، ہاں میرا گناہ بَہُت زیادہ بڑا ہے! افسوس! اے سُلَیمان! میں اُن ستّر 70 بدنصیب آدَمیّوں میں سے ہوں جو حضرتِ

سیّدُنا امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور کو یزیدِ پلید کے پاس لائے تھے ۔یزیدِ پلید نے اس مبارک سر کو شہر کے باہَر لٹکانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے حکم سے اُتارا گیا اور سونے کے طَشت میں رکھ کر اس کے سَونے کے کمرے (BEDROOM) میں رکھا گیا۔ آدھی رات کے وَقت یزیدِ پلید کی زوجہ کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرِ انور سے لے کر آسمان تک ایک نورانی شُعاع جگمگا رہی ہے! یہ دیکھ کر وہ سخت خوف زدہ ہوئی اور اس نے یزید پلید کو جگایا اور کہا، اُٹھ کر دیکھو، میں ایک عجیب وغریب منظر دیکھ رہی ہوں۔یزید نے بھی اس روشنی کو دیکھا اور خاموش رہنے کیلئے کہا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے سرِ مبارک نکلوا کر دِیبائے سبز (ایک عمدہ قِسم کے سبز کپڑے) کے خیمے میں رکھوا دیا اور اس کی نگرانی کے لیے شَرّ آدمی مقرّر کر دیئے، میں بھی ان میں شامل تھا۔ پھر ہمیں حُکم ہوا جاؤ کھانا کھا آؤ ۔جب سورج غُروب ہو گیا اور کافی رات گزر گئی تو ہم سو گئے۔ یکایک میری آنکھ کُھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک بڑا بادَل چھایا ہوا ہے اور اس میں سے گڑگڑاہٹ اور پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آ رہی ہے پھر وہ بادَل قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ زمین سے مل گیا اور اس میں سے ایک مرد نُمودار ہوا جس پر جنّت کے دو حُلّے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک فَرش اور کُرسیاں تھیں، اس نے وہ فَرش بچھایا اور اس پر کُرسیاں رکھ دیں اور پکارنے لگا: اے ابوالبشر! اے آدمِ اعلیٰ

نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ! تشریف لایئے۔ ایک نہایت حسین و جمیل بُزرگ تشریف لائے اور سرِ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: "سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے ولی ! سلام ہو تجھ پر اے بقیۃُ الصّالحین ! زندہ رہے تم سعید ہو کر، قتل ہوئے تم شَہید یعنی خلف ہو کر، پیاسے رہے حتّٰی کہ اللہ عزوجل نے تمہیں ہم سے مِلا دیا۔ اللہعزوجل تم پر رحم فرمائے اور تمہارے قاتل کے لیے بخشش نہیں، تمہارے قاتِل کے لیے کل قِیامت کے دن دوزخ کا بَہُت بُرا ٹھکانا ہے۔"

یہ فرما کر وہ وہاں سے ہٹے اور اُن کرسیوں میں سے ایک کرسی پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک اور بادَل آیا وہ بھی اِسی طرح زمین سے مل گیا اور میں نے سُنا کہ ایک مُنادی نے ندا کی: اے نبیِّ اللہ ! اے نوحعَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَی ±ہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ! تشریف لا ئیے۔ ناگاہ ایک صاحِبِ وَجاہت زَردی مائل چہرہ والے بُزرگ دو ۲ جنّتی حُلّے پہنے ہوئے تشریف لائے اور اُنھوں نے بھی وُہی الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک کُرسی پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک اور بڑا بادَل آیا اور اس میں سے حضرت سیِّدُنا ابراھیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نُمودار ہوئے، اُنھوں نے بھی وُہی کلمات فرمائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے اِسی طرح حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام

اور حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ رُوحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے اور اِسی طرح کے کلمات ارشاد فرما کر کُرسیوں پر جلوہ اَفروز ہو گئے۔ پھر ایک بَہُت ہی بڑا بادَل آیا اُس میں سے حضرتِ سیِّدُنا و مولیٰنا محمدِ مَدَنی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم اور حضرتِ سیِّدَتُنا بی بی فاطِمہ اور حضرتِ سیِّدُنا حَسَن مُجْتَبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ملائکہ نُمُودار ہوئے۔ پہلے مدینے کے سلطان، رَحمتِ عالَمیان، سرورِ ذیشان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم سرِ انور کے پاس تشریف لے گئے اور سرِ مبارک کو سینے سے لگایا اور بَہُت روئے۔ پھر حضرتِ سیِّدَتُنا بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا، اُنھوں نے بھی سینے سے لگایا اور بَہُت روئیں۔ پھر حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے نبیِّ رَحمت، شفیعِ امّت، شَہَنْ ±شاہِ نُبُوَّت، تاجدارِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کے پاس آ کر یوں تعزِیَت کی:

اَلسَّلَامُ عَلَی الوَلَدِ الطَّیِّبِ، اَلسَّلَامُ عَلَی الخَلقِ الطَّیِّبِ، اَعظَمَ اللّٰہُ اَجرَکَ وَاَحسَنَ عَزَائَکَ فِی ابنِکَ الحُسَینِ۔

سلام ہو پاکیزہ فطرت و خصلت والے پاک فرزند پر، اللہ آپ کو بَہُت زیادہ ثواب عطا فرمائے اور آپ کے شہزادہ گرامی حسین (کے اس امتحان) میں اَحسن

یعنی بہترین صَبر دے۔

اسی طرح حضرتِ سیِّدُنا نُوحِ نجیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، حضرتِ سیِّدُنا ابراھیم خلیل اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، حضرتِ سیِّدُنا موسیٰ کلیمُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام، حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے بھی تعزِیَت فرمائی۔ پھر سرکارِ والا تبار، بِاذنِ پروردگار دو جہاں کے مالِک ومختار، شَہَنشاہِ اَبرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم نے چند کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر ایک فرِشتے نے سرکارِ مدینہ، سلطانِ باقرینہ، قرارِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کے قریب آکر عرض کی، اے ابو القاسِم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم (اس واقعہ ہائلہ سے) ہمارے دل پاش پاش ہو گئے ہیں۔ میں آسمانِ دنیا پر مُوَکّل مُ۔وَ۔کّل) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی اِطاعت) کا حکم دیا ہے اگر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم مجھے حکم فرمائیں تو میں ان لوگوں پر آسمان ڈھادوں اور ان کو تباہ وبرباد کردوں۔ پھر ایک اور فرِشتہ نے آکر عرض کی، اے ابو القاسِم! صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم میں دریاؤں پر مُوَکّل ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے

آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اِطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم فرمائیں تو میں ان پر طوفان برپا کرکے ان کو تہس نہس کر دوں۔ سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: اے فرشتو! ایسا کرنے سے باز رہو۔ حضرتِ سیِّدُنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (سوئے ہوئے چوکیداروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں) عرض کی، نانا جان! یہ جو سوئے ہوئے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو میرے بھائی (حُسین) کے سرِ انور کو لائے ہیں اور یہی نگرانی پر بھی مقرّر ہیں۔ تو نبیِّ پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا: "اے میرے ربّ (عزوجل) کے فرِشتو میرے بیٹے کے قتل کے بدلے میں ان کو قتل کر دو۔" تو خدا کی قسم! یہ لوگ دیکھا کہ چند ہی لمحوں میں میرے سب ساتھی ذبح کر دیئے گئے۔ پھر ایک فرِشتہ مجھے ذبح کرنے کے لئے بڑھا تو میں نے پکارا، اے ابو القاسِم! صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم مجھے بچایئے اور مجھ پر رحم فرمایئے اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرِشتہ سے فرمایا: "اسے رہنے دو پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے میرے قریب آ کر فرمایا: تو ان شرّ آدمیوں میں سے ہے جو سر لائے تھے؟ میں نے عرض کی، جی ہاں! پس آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے اپنا ہاتھ مبارک میرے کندھے میں ڈال کر مجھے منہ کے بل گرا دیا اور فرمایا: "اللہ عزوجل تجھ پر نہ رحم کرے

اور نہ تجھے بخشے ، اللہ عزوجل تیری ہڈّیوں کو نارِ دوزخ میں جلائے ۔" تو یہ وجہ ہے کہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے نااُمّید ہوں۔ حضرتِ سیّدُنا اَعْمَش رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ سُن کر فرمایا: او بدبخت ! مجھ سے دُور ہو کہیں تیری وجہ سے مجھ پر بھی عذاب نازِل نہ ہو جائے۔

(شہامِ کربلا ص 267 تا 270)

باغِ جنّت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کُشتگانِ اہلبیت

حُبِّ جاہ و مال

محترم قارئین کرام : حُبِّ جاہ ومال بَہُت ہی بُرا وَبال ہے۔ میرے پیارے پیارے آقا مدینے والے مصطَفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم کا فرمانِ معظّم ہے: " دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و مرتبہ کا لالچ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔ "

(سنن ترمذی ج ۴ ص 166 حدیث 2383)

یزید پلید مال و جاہ کی مَحَبَّت ہی کی وجہ سے سانحہ ہائلہ ء کرب وبلا کے وُقوع کا باعث بنا۔ اِس ظالمِ بد انجام کو امامِ عالی مقام سیّدُنا امامِ

حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاَرضاہُ کی ذاتِ گرامی سے اپنے اِقتِدار کو خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ سیِّدُنا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیائے ناپائیدار کے اِقتِدار سے کیا سروکار! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو کل بھی اُمّتِ مُسلِمہ کے دلوں کے تاجدار تھے، آج بھی ہیں اور رہتی دنیا تک رہیں گے

نہ ہی شِمر کا وہ ستم رہا، نہ یزید کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حُسین کا، جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

فیضانِ سنت کا فیضان ۔۔۔۔ جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

یزید کی عبرتناک موت

حضرت سیّدُنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُرسلًا مروی ہے کہ :حُبُّ الدُّنیا رَاسُ کُلِّ خَطِیئَۃ یعنی دنیا کی مَحَبَّت ہر برائی کی جڑ ہے۔

(الجامعُ الصّغیر للسّیوطی ص 223 حدیث 3662 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یزید پلید کا دل چُونکہ دنیائے ناپائیدار کی مَحَبَّت سے سرشار تھا اس لئے وہ شہرت و اقتِدار کی ہَوَس میں گرِفتار ہو گیا۔ اپنے انجام سے غافِل ہو کر اُس نے امامِ عالی مقام اور آپ کے رُفقاء علیہم الرضوان کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگ لیا۔ جس اقتِدار کی خاطر اُس نے کربلا میں ظلم و ستم کی آندھیاں چلائیں وہ اِقتِدار اُس کے لیے کچھ زیادہ ہی ناپائیدار ثابت ہوا۔ بد نصیب یزید صِرف تین برس چھ ماہ تختِ حُکومت پر شَیطَنَت (یعنی شرارت وخباثت) کر کے ربیعُ النور شریف 64 ھ کو مُلکِ شام کے شَہر "حَمص" کے علاقے حُوّارین میں 39 سال کی عمر میں مر گیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ۳ ص 464 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یزید پلید کی موت کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک رُومیُّ

النّسل لڑکی کے عشق میں گرِفتار ہو گیا تھا، مگر وہ لڑکی اندرونی طور پر اُس سے نفرت کرتی تھی۔ ایک دن رنگ رلیاں منانے کے بہانے اس نے یزید کو دُور ویرانے میں تنہا بلایا۔ وہاں کی ٹھنڈی ہواؤں نے یزید کو بدمست کر دیا۔ اُس دوشیزہ نے یہ کہتے ہوئے کہ جو بے غیرت و نابکار اپنے نبی کے نواسے کا غدّار ہو وہ میرا کب وفادار ہو سکتا ہے، خنجرِ آبدار کے پے در پے وار کر کے چیر پھاڑ کر اس کو وہیں پھینک دیا۔ چند روز تک اُس کی لاش چیل کوّوں کی دعوت میں رہی۔ بالآخر ڈھونڈتے ہوئے اُس کے اَہالی مَوالی وہاں پہنچے اور گڑھا کھود کر اُس کی سڑی ہوئی لاش کو وہیں داب آئے۔ (اوراقِ غم ص 550)

وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے؟
اے خاک بتا زورِ یزید آج کہاں ہے؟

ابنِ زیاد کا دردناک انجام

یزیدِ پلید کی وہ چنڈال چوکڑی جس نے میدانِ کربلا میں گلشنِ رسالت کے مَدَنی پھولوں کو خاک و خون میں تڑپایا تھا۔ اُن کا بھی عبرتناک انجام ہوا۔ یزیدِ پلید کے بعد سب سے بڑا مجرم کوفہ کا گورنر عُبیداللہ ابنِ زیاد تھا۔ اِسی بدنہاد کے حکم پر امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہلبیتِ کرام علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ نیرنگی دنیا کا تماشہ دیکھئے کہ مختار ثقفی کی ترکیب سے ابراھیم بن مالِک اشتر کی

فوج کے ہاتھوں دریائے فُرات کے کَنارے صِرف 6 برس کے بعد یعنی 10 مُحَرَّمُ الحرام ھ کو ابنِ زیادِ بد نِہاد انتِہائی ذلّت کے ساتھ مارا گیا! لشکریوں نے اس کا سر کاٹ 67 کر ابراھیم کو پیش کر دیا اور ابراھیم نے مختار کے پاس کوفہ بھجوادیا۔ (سوانح کربلا ص مُلَخَّصاً 123)

جب سرِ مَحشر وہ پوچھیں گے بُلا کے سامنے
کیا جوابِ جُرم دوگے تم خدا کے سامنے

ابنِ زِیاد کی ناک میں سانپ

دارُالاَمارات کُوفہ کو آراستہ کیا گیا اور اُسی جگہ ابنِ زِیادِ بدنِہاد کا سرِ ناپاک رکھا گیا جہاں 6 برس قَبل امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ پاک رکھا گیا تھا۔ اِس بد نصیب پر رونے والا کوئی نہیں تھا بلکہ اس کی موت پر جشن منایا جارہا تھا۔ (سوانح کربلا ص 123)

صحیح حدیث میں عِمارہ بن عُمَیر سے مروی ہے کہ جب عُبَیدُاللہ ابن زِیاد کا سَر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لا کر رکھا گیا۔ تو میں ان کے پاس گیا۔ اچانک غُل پڑ گیا "آیا آیا۔" میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آرہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابنِ زِیاد کے (ناپاک) نَتھنوں میں داخل ہوگیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلا گیا حتی کہ غائب ہوگیا۔ پھر غُل پڑا، "آیا آیا"، دو یا تین بار ایسا ہی ہوا۔

(سُنَنِ ترمذی ج ۵ ص 431 حدیث 3805 دارالفکر بیروت)

ابنِ زیاد ، ابنِ سَعد ، شمر ، قَیس ابن اَشعَث کندی ، خولی ابنِ یزید ، سنان ابنِ اَنس نَخعی عبدُاللہ ابن قَیس ، یزید بن مالِک اور باقی تمام اَشقِیاء ا جو حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی (یعنی کوشش کرنے والے) تھے طرح طرح کی عُقُوبتوں (یعنی اَذِیّتوں) سے قَتل کئے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی (ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ (سوانح کربلا ص158

کب تلک تم حُکومت پہ اتراؤ گے
ظالمو ! بعد مرنے کے پچھتاؤ گے
کب تک آخِر غریبوں کو تڑپاؤ گے
تم جہنّم کے حق دار ہو جاؤ گے

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

سچ ہے کہ بُرے کا انجام بُرا ہے

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

ابنِ زیاد ، ابنِ سَعد ، شمر ، قَیس ابن اَشعَث کندی ، خولی ابنِ یزید ، سنان ابنِ اَنَس نَخعی ، عبدُاللہ ابن قَیس ، یزید بن مالِک اور باقی تمام اَشقِیاء ا جو حضرتِ سیِّدُنا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی (یعنی کوشش کرنے والے) تھے طرح طرح کی عُقُوبتوں (یعنی اَذِیّتوں) سے قَتل کئے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ (سوانح کربلا ص158)

کب تلک تم حُکومت پہ اتراؤ گے
ظالمو ! بعد مرنے کے پچھتاؤ گے
کب تلک آخر غریبوں کو تڑپاؤ گے
تم جہنّم کے حق دار ہو جاؤ گے
سچ ہے کہ بُرے کا انجام بُرا ہے

مختار ثقفی نے چُن چُن کر یزیدیوں کا صَفایا کیا۔ ظالموں کو کیا معلوم تھا کہ

خونِ شُہَداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پُرزے اُڑ جائیں گے ۔ہر ایک شخص جو قتلِ امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گا۔ وُہی فرات کا کنارہ ہو گا وُہی عاشوراء کا دن، وُہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں رَوندتے ہوں، گے ۔ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لُوٹے جائیں گے، سُولیاں دی جائیں گی ، لاشیں سڑیں گی اور دنیا میں ہر شخص تُف تُف کرے گا۔ اُن کی ہلاکت پر خوشی منائی جائیگی ۔مَعرِکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہو گی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کُتّوں کی طرح انھیں جان بچانی مشکل ہو گی ،جہاں پائے جائیں گے مار دیئے جائیں گے ۔ دنیا میں قِیامت ہیں،ان پر نفرت وملامت کی جائے گی

(سوانح کربلا ص 125)

دیکھے ہیں یہ دن اپنے ہی ہاتھوں کی بدولت

سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

مُختار نے نُبُوّت کا دعویٰ کر دیا

محترم قارئین کرام اِ اپنے بارے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر کو کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ مختار ثقفی جس نے قاتلینِ حُسین کو چُن چُن کر مارا اور مُحِبِّینِحُسین کے دل جیتے مگر اُس پر شقاوتِ ازلی غالِب ہوئی

اور اُس نے نُبُوَّت کا دعویٰ کر دیا اور کہنے لگا، میرے پاس وَحی آتی ہے۔
(الصواعق المحرقۃ ص198)

وَسوَسہ: اتنا زبردست مُحِبِّ اہلبیت کس طرح گمراہ ہو کر مُرتَد ہو سکتا ہے۔ کیا کسی جھوٹے نبی کو بھی ایسے شاندار کارنامے کرنے کی توفیق حاصِل ہو سکتی ہے؟

وَسوَسہ کا علاج: اللہ عَزَّوَجَلَّ بے نیاز ہے۔ اُس کی خفیہ تدبیر سے ہم سبھی کو ڈرنا چاہئے کہ نہ جانے ہمارا اپنا کیا بنے گا! دیکھئے! شیطان بھی بَہُت زبردست عالم و فاضِل اور عابِد وزاھِد تھا۔ اس نے ہزاروں برس عبادت کی تھی مگر شقاوتِ اَزلی غالِب آئی اور وہ کافِر ومَلعُون ہو گیا۔ بَلعَم بن باعورا بھی بَہُت بڑا عالم، عابِد وزاھِد اور مُستَجابُ الدَّعوات تھا۔ اُس کو اسمِ اعظم کا علم تھا اپنی جگہ بیٹھ کر روحانیت کے سبب عرشِ اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا مگر شقاوتِ ازلی جب غالب آ گئی تو بے ایمان ہو کر مر گیا اور کُتّے کی شکل میں داخِلِ جہنَّم ہو گا۔ ابنِ سقا جو کہ ذہین ترین عالم ومُناظر تھا مگر وَقت کے غوث کی بے ادَبی کا مُرتکِب ہو گیا بالآخر نصرانی شہزادی کے عشق میں مبتَلا ہو کر نصرانی مذہب قَبول کرنے کے بعد ذلّت کی موت مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرتِ محمد مصطفٰے صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم کو وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے قتل کے عوض ستّر ہزار افراد مارے تھے اور تمہارے نواسے کے عِوَض ان سے دُگنے (یعنی ڈبل) ماروں گا۔

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص 485 حدیث 4208)

تو تاریخ شاہد ہے کہ حضرتِ یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بختِ نَصر جیسے ظالم کو مُتعیّن کیا جو خُدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اِسی طرح حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحَق کا بدلہ لینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی جیسے کذّاب کو مقرّر فرمایا۔

(شامِ کربلا ص 285)

اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں خود وُہی جانتا ہے۔ وہ اپنی مَشیّت سے ظالموں کے ذَرِیعے بھی ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ چُنانچِہ پارہ ۸ سورۃُ الانعام آیت نمبر 129 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ

(پ ۸ الانعام 129)

ترجمہ کنزالایمان: اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلّط کرتے ہیں۔ بدلہ ان کے کئے کا؟

حُضورِ پُرنور، شافعِ یومُ النُّشُور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم فرماتے ہیں: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ) اس دینِ اسلام کی مدد فاجِر یعنی بدکار آدمی کے ذَرِیعہ سے بھی کرالیتا ہے۔)

(صحیح بخاری ج ۲ ص 328 حدیث 3062 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ کی خُفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہئے

ہمیں ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خُفیہ تدبیر سے ڈرتے رہنا چاہئے اپنی عِلمیّت، شان و شوکت اور جسمانی طاقت پر گھمنڈ سے بچنا اور چَرب زُبانی اور پُھوں پھاں سے پرہیز کرنا ضَروری ہے کہ نہ معلوم عِلمِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں ہمارا کیا مقام ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان برباد ہو جائے۔ ایمان کی حِفاظت کیلئے کُڑھنے کا ذِہن بنانے، عشقِ مصطفٰے وصَحابہ و اہلبیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلَّم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانے، دینی مَعلومات بڑھانے، اپنے آپ کو برائیوں سے بچانے، نیکیاں اپنانے اور خوب

خوب ثواب کمانے کی خاطر تمام اسلامی بھائیوں کو چاہئے کہ ہر ماہ کم از کم تین دن کیلئے دعوتِ اسلامی کے سُنّتوں کی تربیّت کے مَدَنی قافِلوں میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ سنّتوں بھرا سفر فرمائیں۔ اسلامی بھائی روزانہ فکرِ مدینہ کے ذَرِیعے 72 مَدَنی انعامات اور اسلامی بہنیں 63 مَدَنی انعامات کا کارڈ پُر کرکے اپنے تنظیمی ذمّہ دار کو جَمع کروائیں۔

یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! شاہِ خیرالانام ، صحابہ کرام شَہید مظلوم امامِ عالی مقام اور جُملہ شہیدان واسیرانِ کربلا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم وعلیہم الرضوان کا واسِطہ ہمارا ایمان سلامت رکھ، ہمیں قَبر وحَشر میں امان بخش اور ہماری بے حساب مغفِرت فرما یااللہ عَزَّوَجَلَّ ! ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا، جلوہ محبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم میں ایمان وعافیّت کے ساتھ شہادت ، جنّتُ البقیع میں مدفن اور جنّتُ الفردوس میں اپنے پیارے حبیب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کا پڑوس نصیب فرما۔

امین بِجاہِ النّبیِّ الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم

مُشکلیں حل کر شہِ مشکل کُشا کے واسطے
کربلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

جناب!!! ہر بدعت گمراہی نہیں ہے

جناب کا یہ کہنا کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے سراسر غلط ہے اور جہالت پر مبنی ہے بلکہ مطلق ہر نیا کام بدعت ہے خواہ وہ دین کا ہو یا دنیا کا اور ہر بدعت بھی گمراہی نہیں بلکہ بدعت کی مختلف صورتیں ہیں۔قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا جائے تو بدعت کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز: قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے" قل ماکنت بدعا من الرسل" (سورۃ 46 آیت 9) ترجمہ کنزالایمان : تم فرماؤ کوئی انوکھا (نیا) رسول نہیں۔ نیز اراشاد ہوتا ہے بدیع السموت والارض : آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنا والا ہے۔ان آیات کریم میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا نیا بنانا وغیرہ۔

جاء الحق میں ہے۔بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ا۔نیا کام جو نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے بعد ایجاد ہوا۔

۲۔خلاف سنت کام جو سنت کو مٹانے والا ہو۔

۳۔برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ * بدعت حسنہ * بدعت سیۂ او ردوسرے دونوں معنی سے ہر بدعت سیۂ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیۂ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں اور جو حدیث مبارکہ میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہٰذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں (یعنی ان میں فرق نہیں) (جاء الحق 205 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ عقیدہ یا وہ عمل جو کہ مدینے کے تاجدار دوجہاں کے سردار ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں نہ ایجاد ہو جیسا کہ مرقات باب الاعتصام میں ہے۔ وفی الشرع احداث مالم یکن فی عھد رسول اللہ ﷺ یعنی بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو۔ اسی تعریف سے معلوم ہوا کہ نہ تو دینی کام کی قید نہ زمانہ صحابہ کرام کا لحاظ پس جو کام بھی ہو دینی ہو یا دنیاوی حضور ﷺ کے بعد جب بھی ہو وہ بدعت ہے۔

جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ۔ یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔ (مشکوۃ شریف 115 بخاری شریف) اسی طرح ایک حدیث پاک میں یوں فرمایا کہ من سن فی

الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقض من اجورھم شئی و من سن فی الاسلام سنۃ سیءۃ فعلیہ وزرُھا ووسر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اوزارھم شئی۔ (مشکوہ شریف 33 کتاب العلم مطبوعہ قدیم کتب خانہ کراچی) یعنی جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ (اچھی بدعت) جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا او راس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے او ران کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ (بری بدعت) جاری کرے اس پر اس کا گناہ ہوگا او ران کا بھی جو اس پر عمل کریں او ران کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ آئے گی ۔ اس حدیث پاک سے کل بدعۃ ضلالہ والی حدیث کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اسلام میں بدعت حسنہ ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے او ربدعت سیۂ (بری بدعت) ایجاد کرنا گناہ کا موجب ۔ اسی طرح ایک حدیث پاک میں مروی ہے ۔ راوی عن ابن مسعود ماراہ المومنون حسنا فھو عنداللہ (حسن وفی حدیث مرفوع ولا تجتمع امتی علی الضلالۃ (باب الاعتصام مشکوۃ شریف 30 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے او رحدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جائے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں وہ عنداللہ بھی کار ثواب ہے ۔

بدعت حسنہ کہتے ہیں اس نئے کام کو جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو اور جائز ہو جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس ۔ نئے نئے عمدہ کھانے ، دینی کتابوں کا چھاپنا اور بدعت سیئہ ہو ہے جو کسی سنت کو مٹانے والی ہو یا کسی سنت کے خلاف ہو جیسا کہ اردو زبان وغیرہ میں خطبہ جمعہ یا عیدین پڑھنا کہ اسطرح سنت خطبہ یعنی عربی (میں خطبہ کہنے) کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض اوقات مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سئیہ مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے : ای صاحب بدعۃ محرمۃ والا فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ وتعلم النحو ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المسجد ومساحۃ کالتوسع بلذیذ لمآکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر ۔ (ردالمحتار 2/299 باب الامامۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نحو سیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا ۔ اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے اس عبارت سے بدعت کی پانچ قسمیں واضح ہوئی اور یہ صرف ہمارے نزدیک نہیں بلکہ جو دیوبندیوں ، غیر مقلدوں وہابیوں

کے بہت بڑے علماء شمار ہوتے ہیں انہوں نے بھی بدعت کی مختلف اقسام ذکر کیں ہیں جیساکہ مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتا ہے ''اما البدعۃ اللغویہ فھی تنقسم الی مباحۃ ومکروھۃ وحسنۃ وسئیۃ'' بہر حال باعتبار لغت کے بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں بدعت مباح ،بدعت مکروہ ،بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ (ہدیتہ المہدی 117 مطبوعہ میور پریس دہلی)

اور نواب صدیق حسن بھوپال جو غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے کہا کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہوجائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔(ھدیتہ المھدی)

مشہور نجدی عالم قاضی شوکانی فتح الباری سے نقل کرکے اقسام بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں '' لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو او راصطلاح شرح میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ نیل الاوطار 3/325 مکتبۃ الکلیات الازہریۃ) اسی طرح)

شیخ عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کہ یہ پانچ اقسام ذکر کیں ہیں ۔ (فتح الملہم 2/406 مطبوعہ مکتبۃ المجار کراچی)

مخالفین کی ان عبارتوں سے معلوم ہے کہ ان کے نزدیک بھی ہر بدعت گمراہی نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حدیث مبارکہ میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو لکھتے ہیں ۔'' و علی ھذا التاویل یحمل الحدیث الاٰخر کل محدثۃ بدعۃ انما یرید ما خالف اصول الشریعہ ولم یوافق السنۃ ''

مجمع بحار الانوار 1/80 مطبوعہ نولکشور ہند) یعنی ان دلائل کی بنا پر حدیث '' ہر نیا کام بدعت ہے '' کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں ۔ اگر آج کل کا وہابی ہر بدعت کو گمراہی کہے تو وہ خود بھی نہیں بچ سکے گا کیونکہ اسلام کی کوئی عبادت بدعت حسنہ سے خالی نہیں ۔ مثلاً مسلمان کا بچہ بچہ ایمان مجمل اور مفصل یاد کرتا ہے ہر ایمان کی دو قسمیں او ران کا نام دونوں بدعت ہیں قرون ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں اسی طرح چھے کلمہ او ران کی ترتیب کہ یہ پہلا یہ دوسرا ہے او ران کے یہ نام ہیں سب بدعت ہیں جن کا پہلے کوئی ثبوت نہیں ملتا

ہے اسی طرح قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا۔ان میں رکوع قائم کرنا ،اس پر اعراب لگانا سب بدعت ۔احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا ،اس کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے حسن ہے یا ضعیف ہے یہ سب بدعت ہے اسی طرح نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت ہر رمضان میں بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت یہاں تک کہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے ۔بسوں گاڑیوں اور موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت جبکہ اس زمانہ پاک میں یہ، سواریاں نہ تھی نہ ان کے ذریعے ہوتا تھا۔پھر یہ کہنا کہ ہر دینی کا بدعت ہے دنیاوی نہیں یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ دینی کام کرنے پر ثواب ملتا ہے اور دنیا کا جائز کام بھی نیت خیر سے کیا جائے تو اسپر بھی ثواب ملتا ہے جیسا کہ مشکوہ فضل الصدقہ میں ص 167 پر حدیث پاک میں آتا ہے کہ ''مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے اپنے بچوں کو پالنا نیت خیر سے ثواب ہے یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب لہٰذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام دینی ہے ۔پھر دینی کام کی قید لگانے سے وہابی خود بھی بدعت کے مرتکب ہوئے کیونکہ وہابیوں کا مدرسہ وہاں کا نصاب دورہ حدیث تنخواہ لے کر پڑھانا مصیبت کے وقت ختم بخاری کرنا ان سب کیلئے چندہ اکٹھا کرنا سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں کیونکہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے زمانے میں ان سے کوئی کام نہ ہوا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے اللہ تعالی سمجھ عطا فرمائے (آمین)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(جھوٹ پر سیر حاصل بحث (حصہ اول

محترم قارئین کرام:

میں آپ اور ہم سب اگر اچھے ناموں سے ،اچھے کاموں سے پہچانے جائیں تو یقینا قابل ستائش امر ہے اور اگر ہمیں کوئی جھوٹا، بد عہد کہ کر پکارے تو چہرے پر شکن پڑ جاتے ہیں ۔آخر ایسا کیوں ؟۔وہ اس لیے کہ جھوٹا ہونا ،بد عہد کرنا،برا فعل اور جہاں اچھے فعل کے اچھے ثمرات ہوتے ہیں وہاں برے کاموں کا انجام بھی برا ہوتا ہے۔

جھوٹ بولنے سے مزاج ،اعتماد، کردار و گفتار پر آنچ آتی ہے۔آج معاشرے میں پنپنے والی بہتیری برائیوں کا تعلق جھوٹ سے ہے۔جس کی ابتدا ایک جھوٹ اور انجام تختہ دار بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔اس گناہ کبیرہ کی قباحتوں کو بیان کرنے کے لیے صفحہ قرطاس پر کچھ اصلاحی نقوش پیش کرنے کا عزم لیے حاضر ہوں۔جھوٹ کی مختلف جہتوں کو ادلہ کی روشنی میں پیش کر رہا ہوں اللہ کریم مجھے حق و صداقت کا پیرہن عطا فرمائے۔

محترم قارئین کرام: سیر حاصل بات کو بیان کرنے کے لیے اس عنوان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے مزید دو حصے عنقریب پیش خدمت ہوں گے۔انشاء اللہ عزوجل

☆جھوٹ کی ممانعت پر حدیث☆

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ یَہْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَہْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یَکُوْنَ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ یَہْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَہْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا

(صحیح البخاری ،الحدیث 5629،الشاملہ)

: ترجمہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے۔اور بے شک آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فُجُور کی طرف لے جاتا ہے اور فُجُور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور بے شک آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ "عزوجل) کے نزدیک کَذَّاب (یعنی زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے۔)

☆حدیث کی شرح☆

علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں ان کا

معنی یوں بیان کیا ہے " بِر" اگر کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی اچھے کاموں میں وسعت کے ہیں اور یہ " بِر" ایسا اسم ہے جو تمام اچھے کاموں کا جامع ہے یعنی اس میں تمام اچھے کام داخل ہو جائیں گے اور کبھی اس سے خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کیا جانے والا عمل بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اور امام راغب نے فُجُور کا معنی یوں بیان کیا ہے " فُجُور جمع ہے جسکا مفرد فَجر ہے جس کے معنی پھوٹنے کے ہیں، نماز فجر کو بھی فجر اس لئے کہتے ہیں کہ روشنی اس میں پھوٹتی ہے اور فُجُور گناہوں پر اُبھارنے پر بھی اس کا اطلاق "ہوتا ہے اور یہ اسم تمام برائیوں کا جامع ہے۔

اِسی طرح حدیث پاک میں بیان ہوا کہ اسے صِدیقُوں یا کَذّابوں میں لکھ دیا جاتا ہے اس کی شرح میں علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ اُس پر اِس طرح کا حکم لگا دیا جاتا ہے یا لوگوں کے دلوں میں اس کا اِلقا کر دیا جاتا ہے۔ (فتح الباری تحت الحدیث، الشاملہ)

اس سے ہمیں پتہ چلا کہ جھوٹ کتنا ناپسندیدہ ہے کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو یہ سخت ناپسندیدہ تھا اور ایک بار جب آپ کی بارگاہ میں ایک اَعرابی نے عرض کیا کہ میں فلاں فلاں گناہ کرتا ہوں مگر آپ کے کہنے سے ان میں سے ایک چھوڑ سکتا ہوں تو آپ نے ارشاد

فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو اور جب اس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا تو اس کی برکت سے وہ تمام گناہ چھوٹ گئے جنہیں وہ چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا

جھوٹ اس قدر خطرناک ہے کہ عرب کے باشندے اسے بیماری سے تعبیر کرتے تھے جبکہ سچ دوا کے نام سے معروف تھا اَلکِذبُ دَائٌ جھوٹ بیماری ہے وَالصِّدقُ شِفَائٌ اور سچ بولنا شفا ہے

(مجمع الامثال، الشاملہ)

☆جھوٹ کی تعریف شروحات کی روشنی میں☆

جھوٹ کی علماء کرام نے مختلف اَنداز میں تعریفات بیان کی ہیں ان میں سے چند ملاحظہ ہوں

طریقہ محمدیہ اَلکِذبُ ھُوَالاِخبَارُ عَنِ الشَّیئِ عَلٰی غَیرِ مَاھُوَ عَلَیہِ یعنی کسی شے کے (۱) متعلق اس طرح خبر دینا جس طرح وہ نہ ہو جھوٹ کہلاتا ہے۔ (طریقہ محمدیہ، الشاملہ، ج ۴، ص 370)

علامہ کمال الدین فتح القدیر میں تحریر فرماتے ہیں اَلکِذبُ ھُوَ عَدَمُ مُطَابَقَۃِ الکَلَمِ (۲) لِلوَاقِعِ حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا جھوٹ کہلاتا ہے یعنی جو اس نے کہا حقیقت اس کے (میں ایسا نہ ہونا (فتح القدیر، کتاب الدعوی، باب مایدعیہ الرجلان، الشاملہ

محترم قارئین ! ان دونوں تعریفوں کا نچوڑ یہ ہے کہ کسی شے کے متعلق اس طرح خبر دینا کہ جس طرح وہ نہ ہو جھوٹ کہلاتا ہے۔اس کے علاوہ بہتان بھی جھوٹ سے ملتاہے ان دونوں میں معمولی سا فرق ہے۔

جھوٹ اور بہتان میں فرق

بہتان کسے کہتے ہیں تو اسے مسلم شریف کی روایت سے سمجھئے جیساکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدرُونَ مَا الغِیبَۃُ یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے ؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا اللّٰہُ وَرَسُولُہٗ اَعلَمُ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذِکرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکرَہُ اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو تو صحابہ کرام نے عرض کیا اَفَرَاَیتَ ان کَانَ فِی اَخِی مَا اَقُولُ یا رسولَ اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم جو بات میں کہہ رہا ہوں اگر وہ بات اس میں پائی جائے تو ؟ارشاد فرمایا اِن کَانَ فِیہِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغتَبتَہٗ وَاِن لَم یَکُن فِیہِ فَقَد بَہَتَّہٗ یہی غیبت ہے اور اگر وہ بات اس میں

موجود نہ ہو تو بہتان ہے
(صحیح مسلم 4690)

جھوٹ کی ممانعت قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکٰذِبُوْنَ (پارہ 14، النحل 105

ترجمہ کنزالایمان: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوَایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا

مَن تَرَکَ الکَذِبَ وَہُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَہٗ فِی رَبَضِ الجَنَّۃِ جو باطل جھوٹ بولنا چھوڑدے، (یعنی جو جھوٹ بولنا جائز نہیں) اُس کے لئے جَنّت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جائے گا وَمَن تَرَکَ المِرَاءَ وَہُوَ مُحِقٌ بُنِیَ لَہٗ فِی وَسَطِہَا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑنا چھوڑدے گا، اُس کے لئے جَنّت کے وَسط میں ایک گھر بنایا جائے گا وَمَن حَسَّنَ خُلُقَہٗ بُنِیَ لَہٗ فِی اَعلَاہَا اور جس کا اَخلاق اچھّا ہوگا، اُس کے لئے جَنّت کے اعلیٰ مقام میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ (سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ

(باب ماجاء فی المراء، حدیث 1916 ،الشاملہ

جھوٹ سے نورانیت ختم ہو جاتی ہے

جیساکہ بیہقی نے ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ سے منہ کالا ہوتا ہے اور چغلی سے قبر کا عذاب ہے۔"

(شعب الایمان"، باب ف ، حفظ اللسان، الحدیث: 4813، ج۴، ص208)

اس حدیث پاک کی شرح میں فیض القدیر اور طریقہ محمدیہ ہے ہے کہ جب بندہ زبان سے ایسی بات کرتا جو حقیقتاً نہیں ہوتی تو اللہ عزوجل اور اس شخص کا ایمان اس بات کو جھٹلا دیتے ہیں اسی وجہ سے اس کے چہرے پر اس کا اثر دکھائی دیتا ہے۔اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہیَومَ تَبیَضُّ وُجُوہ وَّتَسوَدُّ وُجُوہ ج فَاَمَّا الَّذِینَ اسوَدَّت وُجُوہُہُم اَکَفَرتُم بَعدَ اِیمَانِکُم فَذُوقُوا العَذَابَ بِمَا کُنتُم تکفُرُونَ وَاَمَّا الَّذِینَ ابیَضَّت وُجُوہُہُم فَفِی ، رَحمَتِ اللّٰہِ ہُم فِیہَا خَالِدُونَ

(ال عمران ،ایت 106تا107)

ترجمہ کنزالایمان: جس دن کچھ منہ اوجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن

کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ اور وہ جن کے منہ اوجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔

(فیض القدیر ،الحدیث 6456،الشاملہ، طریقہ محمدیہ،الشاملہ)

محترم قارئین : میرا اور آپ کا ساتھ رہے گا۔اسی موضوع پر مزید معلومات کے ساتھ نئے کالم کے ساتھ حاضر ہوں گا۔دعا گو ہوں رحمٰن و رحیم ربّ علم نافع کی نعمت سے بہر مند فرمائے ۔آمین

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہا مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیغام اسلام، انسانیت کی معراج

میں نے جب شعور کی دنیا میں قدم رکھا چیزوں میں فرق، گرم و ٹھنڈا، اچھا برا جاننے لگا تو انہی دنوں کی بات ہے کہ میری سماعتوں سے ایک لفظ ٹکرایا کرتا تھا کہ حقوق۔ میرے حقوق اس کے حقوق۔ اس نے حق مار لیا۔ میرا حق کہاں ہے۔ باپ کی جائداد میں میرا حق بھی ہے۔ ہائے افسوس میرے حقوق سلب ہو گئے ہیں۔ آخر یہ حقوق ہیں کیا؟ وقت کے ساتھ ساتھ میں جب شعوری طور پر بالغ ہوا۔ تو میرے مطالعہ اور میرے فہم میں اس سوال کے جوابات گردش کرنے لگے۔ بات سمجھ آ گئی۔ اس مسئلہ کا حل اس سوال کا جواب دین اسلام نے احسن، مفصل اور معتمد انداز میں پیش کر دیا۔ وہ وضاحت کہ جو شاید کہیں اور میسر نہ آئے۔ ایسی وضاحت، ایسی صراحت کہ جس کے بعد انسان کو اپنے مسلمان ہونے پر فخر اور اسلام کی عالمگیر تعلیمات پر مسرت محسوس ہوتی ہے۔

محترم قارئین کرام!

اسلام کی تعلیمات انسانیت کی معراج ہے آج ہم لوگ نفس نفسی کے عالم میں جی رہے ہیں ہر کسی کو اپنے حق کی فکر ہے ہر کوئی اپنے حق کا متلاشی ہے ہر دوسرا شخص اپنا حق حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہے اور حق بھی کیا؟

اپنا حق! کہ بھائی اس گھر، دوکان، جائیداد میں میرا بھی حق ہے!

دوسرے کا حق ؟ بیماری سے مر رہا تھا اتنا وقت نہیں ملا کہ تھوڑی دیر عیادت ہی کر لے اپنے عزیز کے ساتھ دو گھڑی گزار لیں جناب دنیا میں مگن رہے اور تو اور بڑے شرم کی بات ہے جنازے میں بھی نہیں حاضر ہوئے آخری دیدار کی بھی سعادت نہیں ملی یہ ! حق نہیں تھا اسکا پتہ نہیں ہے ؟ اور اب حق جتانے آ گئے جناب

محترم قارئین اسی طرح کے بحث و مباحثہ آپ بھی سنتے رہتے ہوں گے جب بھی حق کی بات آتی ہے تو جائیداد ہی کے درمیان ۔

ٹھیک ہے شریعت نے جائیداد میں آپ کا حق رکھا ہے تو وہ آپ کو ملنا ہی چاہئے ۔ لیکن جس چیز کا شریعت نے آپ سے تقاضیٰ کیا آپ بھی تو وہ پورا کریں چہ جائے کہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔

محترم قارئین کرام ! اس کالم میں آپ اسلام کا پیغام ،اسلام کی تعلیمات میں انسانیت کی معراج ہے کے تحت مسلمان کے مسلمان پر جو جو حقوق ہیں انکی تفصیل قرآن و احادیث کی روشنی میں جانیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی بھی توفیق دے آمین۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ (۱) سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُہَاجِرُ مَنْ ہَجَرَ مَا نَہَی اللّٰہُ عَنْہُ'' ھٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ ''اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ

صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث۹، صحیح مسلم، باب بیان تفاضل الاسلام ..... الخ،)

(حدیث۵۹

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں ہے، فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا کہ کون مسلمان بہتر ہے؟ فرمایا، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

۔

! محترم قارئین کرام

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا'' اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ'' یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں' اس میں مسلمان سے مراد کامل مؤمن ہے جبکہ زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہنے کی تخصیص اس لئے کی کہ زیادہ ایذائیں زبان اور ہاتھ سے ہی دی جاتی ہیں، زبان کو ہاتھ پر مقدّم اس لئے کیا کہ زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہے، ہاتھ سے صرف اس کو ایذا دی جا سکتی ہے جو موجود ہو مگر زبان سے حاضر اور غائب دونوں کو ایذا دی جا سکتی ہے نیز زبان کی ایذا بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَھَا الْتِیَامُ

وَلَا یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

نیزے کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں؛

لیکن) زبان کا زخم نہیں اچھا ہوتا)

(نزہۃ القاری، شرح صحیح البخاری، ج۱، ص ۲۵۲)

علامہ ابنِ حَجَر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ''اَلْمُسْلِمُ'' سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ

ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کرے یعنی جو یہ حقوق ادا کرے وہ کامل مسلمان ہے۔
(فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم، ۱، الشاملہ)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازوں میں شرکت کرنا (۴) دعوت قبول کرنا چھینک کا جواب دینا۔ (۵)

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، حدیث ۱۱۶۴، الشاملہ)

ان پانچ حقوق کو حدیثِ پاک کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا حق ''سلام کا جواب'' دینے کے بارے میں ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، چنانچہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہتا ہے اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو اَلسَّلَامُ

''عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہتا ہے اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔
(المعجم الکبیر، مسند سہل بن حنیف، رقم ۵۵۶۳، ج۶، ص ۷۶)

حضرتِ سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''سلام کو عام کرو سلامتی پالوگے۔'' (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، رقم ۴۹۱، ج۱، ص ۳۵۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن وجمال،، دافِعِ رنج وملال، صاحبِ جُود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''رحمٰن عزوجل کی عبادت کرو اور سلام کو عام کرو اور کھانا کھلاؤ جنت میں داخل ہوجاؤگے۔'' (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب افشاء السلام، رقم ۴۸۹، ج۱، ص ۳۵۶)

دوسرا حق ''مریض کی عیادت کرنا'' ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، چنانچہ حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جود وسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، ''خوش ہو جا کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔''

سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، رقم ۱۴۴۳، ج ۲، ص ۱۹۲)

حضرتِ سیدنا ابو سَعِید خُدْرِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''مریضوں کی عیادت کیا کرو اور جنازوں میں شرکت کیا کرو یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتے رہیں گے۔''

(مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، رقم ۱۱۱۸۰، ج ۴، ص ۴۷)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ المبلغین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلَمِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے مریض کی عیادت کی، جب تک وہ بیٹھ نہ جائے دریائے رحمت میں غوطے لگاتا رہتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔''

(مسند امام احمد، مسند جابر بن عبداللہ ، رقم ۱۴۲۶۴، ج۵، ص ۳۰)

تیسرا حق ''کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا'' ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حدیثِ پاک میں فرمایا گیا، چنانچہ حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''بندے کو اپنی موت کے بعد سب سے پہلے جو جزاء دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جنازے میں شریک تمام افراد کی مغفرت کردی جاتی ہے۔'' (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب اتباع الجنازۃ، رقم ۴۱۳۴، ج۳، ص ۱۳۲)

حضرتِ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جو نماز ادا کرنے تک جنازے کے ساتھ رہا اس کے لئے ایک قیراط اجر) ہے۔'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، ''یارسول اللہ عزوجل و صلی) اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم !کیا یہ ہمارے قیراطوں جیسا ہے ؟'' ارشاد فرمایا، ''نہیں بلکہ (اُحد پہاڑ کی مثل یا اس سے بھی کہیں بڑا۔'' (مسند احمد، رقم ۴۴۵۳، ج۲، ص ۲۰۰

نیز سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''جو کسی مسلمان کے جنازے میں ایمان اوراجر وثواب کی نیت سے شریک ہوا اور نماز جنازہ ادا کرنے اور تدفین تک جنازے کے ساتھ رہا تو دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ان میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو نماز پڑھ کر تدفین سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔''

(مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ، رقم ۹۴۵، ص ۴۷۱)

چوتھا حق کسی کی'' دعوت قبول کرنے کے بارے'' میں ہے، چنانچہ اس کے بارے میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے ارشاد فرمایا: ''جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرنی چاہیے پھر اگر چاہے کھائے، چاہے نہ کھائے۔''

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی... إلخ، الحدیث: ۳۵۱۸، ص ۹۱۸)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آنا چاہیے۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، الحدیث: ۵۱۷۳، ص ۴۴۷)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مال دار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقراء چھوڑ دیے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو ترک کیا (یعنی بلا سبب انکار کردیا) اس نے اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی (نافرمانی کی۔'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح، الحدیث: ۵۱۷۷، ص ۴۴۷

جبکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچواں حق یہ ہے کہ وہ ''چھینک کا جواب دے چنانچہ چھینک کا جواب دینے کے بارے میں حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے، '' سرکارِ'' مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''جب کسی کو چھینک آئے تو''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ'' کہے جب یہ (یعنی سننے والا) ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ'' کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں یہ کہے ''یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ ''وَیُصْلِحُ بَالَکُم''۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اذا عطس کیف یشمت، الحدیث: ۶۲۲۴، ص ۵۲۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جب کسی کو چھینک آئے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' کہے۔
''

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۳۲۶، ج۱۰، ص ۱۶۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہے تو فرشتے کہتے ہیں ''رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' اور وہ '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' کہتا ہے، تو فرشتے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ یعنی اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔ (طبرانی اوسط، الحدیث ۳۳۷۱ ج ۲ ص ۳۰۵)

نیز کسی مسلمان کے لئے جگہ کشادہ کرنا بھی ''حَقُّ الْمُسْلِم'' میں داخل ہے جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا واثلہ بن خَطّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضِر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مَسجِد میں تَشرِیف فرما تھے۔ رَحمتِ دو عالَم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مُحتَشَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اُس کیلئے اپنی جگہ سے سَرَک گئے۔ اُس نے عرض کی، یارسولَ اللہ! عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلم جگہ کُشادہ مَوجُود ہے۔آپ نے سَرَکنے کی تکلیف کیوں فرمائی !
فرمایا، ''مُسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اُس کا بھائی اُسے دیکھے اُس کیلئے سَرَک
جائے۔'' (شُعَبُ الایمان، رقم الحدیث ۸۹۳۳، ج۶، ص۴۶۸، دارالکتب العلمیۃ
بیروت)

: نیز مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ
ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ
مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاO (پ۵، النسآء: ۳۶)
ترجمۂ کنزالایمان : اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماںÓ
باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور
دُور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنے باندی غلام سے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دس باتوں کا حکم دیا (۱) اللہ کی عبادت (۲) ماں باپ سے سلوک (۳) قرابت داروں (۴) یتیموں (۵) مسکینوں (قریب کے پڑوسیوں (۷) دور کے پڑوسیوں (۸) ہر قسم کے ساتھیوں (۹) (۶) مسافروں (۱۰) لونڈی غلاموں بلکہ جانوروں سے اچھے برتاؤ کا حکم فرمایا ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج۵، ص۸۶)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فلانی عورت نماز و روزہ، صدقہ کثرت سے کرتی ہے مگر یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ”وہ جہنم میں ہے۔ اس شخص نے پھر عرض کی، یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فلانی عورت کے روزہ، نماز وصدقہ (یعنی نوافل) میں کمی ہے، وہ پنیر کے ٹکڑے صدقہ کرتی ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو ایذا نہیں دیتی، آقائے دوجہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ”وہ عورت جنت میں ہے۔“ (المسند للاِمام اِحمد بن حنبل، مُسند اِبی ھریرۃ، الحدیث ۹۶۸۱، ج۳، ص۴۴۱)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے

مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ میں نے اچھا کیا یا بُرا کیا؟ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا، ''جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا کیا تو بے شک تم نے اچھا کیا اور جب تم یہ کہتے سنو کہ تم نے برا کیا تو بے شک تم نے برا کیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، ابواب الزھد، الحدیث: ۴۲۲۳، ص ۲۷۳۳)

ایک اور حدیثِ پاک میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ''خدا کی قسم! وہ مومن نہیں، خدا کی قسم! وہ مومن نہیں، خدا کی قسم! وہ مومن نہیں۔ عرض کی گئی، کون یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم؟ فرمایا، وہ شخص کہ اس کے پڑوسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں یعنی جو اپنے پڑوسیوں کو تکلیفیں دیتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، الحدیث: ۶۰۱۶، ص ۵۰۹)

حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا کہ '' اَلْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ'' یعنی مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے۔ حضرت سیدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، '' مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں اور مسلمان

وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے، خدا کی قسم وہ بندہ جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔"

(مسند احمد، باب باقی مسند المکثرین، مسند انس بن مالک، حدیث ۱۲۱۰۳الشاملہ)

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے، سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، "مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔"

مسند احمد، باب باقی مسند الانصار، مسند فضالہ بن عبید انصاری، حدیث ۲۲۸۳۳)

(الشاملہ

اللہ عزّوجل کی رضا کے لئے گناہ چھوڑنے کی فضیلت کے بارے میں احادیث مالا مال ہیں چنانچہ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، "تم میں جو شخص بری بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے بدلے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے یعنی اسے دل سے برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، الحدیث: ۱۷۷، ص ۶۸۸

ایک اور مقام پر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔''

سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، الحدیث ۴۳۴۵۔۴۳۴۶، ص ۱۵۴۰)

محترم قارئین : مجھے اپنے حروف ، علمی نگارشات ، فہم وادارک پر ذرا بھی گھمنڈ نہیں کہ وہ تاثیر رکھتے ہیں ہاں اس بات پر کامل واکمل یقین ہے کہ جس عظیم ہستی کے لبہائے مبارک سے جنبش پانے والے ،مشکبار ، عطر بار الفاظ آپ کے ذوق مطالعہ کی نظر کیے وہ فیض و کرم رشد و ہدایت کا منبع ہیں ۔وہ ضرور اپنے تاثیر سے ہمارے قلوب کو بہرہ مند فرمائیں گے ۔علم دوست بنیں ،چراغ سے چراغ جلیں گئیں تو سارا عالم منور ہو جائیگا۔ حق دار کو حق ملے گا۔ صداقت ، رواداری ،اعتدال پروان چڑھے گا۔ حق تلفی ظلم و بربریت کے بادل چھٹ جائیں گے ۔،

یازندہ صحبت باقی

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جھوٹ پر سیر حاصل بحث.... جھوٹ بولنے کی اجازت کب ہے؟ (حصہ دوم)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔۔

جھوٹ بہت ہی زیادہ ناپسندیدہ ہے

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بخاری شریف میں ایک طویل حدیث پاک بیان فرمائی ہے مختصرا آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں جیساکہ حضرت سَمُرَہ بن جُنْدُب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ نماز پڑھنے سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف رخ کرکے بیٹھ جاتے اور فرماتے مَنْ رَاٰی مِنْکُمُ اللَّیْلَۃَ رُءْیَا تم میں سے کس نے آج رات خواب دیکھا ہے؟اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو بیان کرتا اور جو اللہ عزوجل کی مَشِیَّت ہوتی آپ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ایک دن آپ نے ہم سے استفسار کیا ہَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِنْکُمْ رُءْیَا کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ہم نے عرض کیا نہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ لٰکِنِّی رَاَیْتُ اللَّیْلَۃَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ میں نے آج رات دو شخص دیکھے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارض مقدسہ لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی ہے۔اور وہ کنڈی اس کی باچھ میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ گدی

تک لے جاتا ہے اور پھر اسی طرح دوسری باچھ میں کرتا ہے جب تک پہلا باچھ جڑ جاتا ہے۔اور وہ شخص اسی طرح اپنا عمل دوہراتا رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے ؟انھوں نے کہا یہ شخص کذّاب ہے۔ جھوٹی باتیں بنایا کرتا تھا۔وہ جھوٹ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ،تو اس کے ساتھ قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ (صحیح البخاری ،کتاب الجنائز ،الحدیث ۱۲۹۷، مختصرا، الشاملہ)

محترم قارئین !اس حدیث پاک سے اندازہ لگایئے کہ جھوٹ کس قدر مُہلِک بیماری ہے کہ قیامت تک جھوٹے کے ساتھ یہ عذاب ہوتا رہے کہ اس کی باچھوں میں لوہے کی کنڈی ڈال کر اسے عذاب دیا جاتا رہےگا

حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے کوئی حدیث یاد کی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے یہ حدیث یاد کی ہے کہ چھوڑ دوہر وہ چیز جس میں شک ہواس کی طرف جس میں شک نہ ہو اور یہ کہ بے شک سچ طمانیت ہے اور جھوٹ رَیب یعنی شک ہے۔

(سنن ترمذی ،الحدیث ۲۴۴۲،الشاملہ)

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے

ایک شخص حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور

عرض کرنے لگا میں مختلف گناہوں میں مبتلا ہوں مگر ان میں سے آپ جسے چاہیں میں چھوڑ دوں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ پس جب وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے لوٹا اور زنا کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم مجھ سے پوچھیں گے اور اگر میں نے انکار کیا تو میرا حضور سے کیا ہوا وعدہ ٹوٹ جائے گا اور اگر میں نے سچ بولا تو مجھے حد لگے گی تو اس طرح وہ زنا سے باز رہا۔ پھر اس نے چوری کرنے کا ارادہ کیا تو اس کا بھی یہی جواب ملا کہ اگر جھوٹ بولوں گا تو میرا وعدہ ٹوٹ جائے گا اور اگر سچ بولوں گا تو مجھے شرعا جو سزا ہو گی وہ ملے گی اسی طرح جب بھی وہ کوئی گناہ کرنے کا ارادہ کرتا تو یہی جواب پاتا حتی کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یوں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم آپ نے مجھ پر گناہوں کے تمام راستے بند (کر دیئے ہیں اور میں نے تمام گناہ چھوڑ دیئے ہیں (نثر الدر، فی الکذب، الشاملہ

اس کے علاوہ چند مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں پر علماء کرام نے اس کی اجازت دی ہے کہ اگر وہاں پر حقیقۃً مَصْلَحَتْ ہو اور اسی میں فائدہ بھی ہو تو

جھوٹ بولنے کی اجازت ہے

☆ جھوٹ بولنے کی اجازت کب ہے ☆

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے سنا کہ جھوٹ بولنے کی کہیں بھی رخصت نہیں دی مگر تین مقامات ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے اور میں اسے جھوٹا شمار نہیں کرتا۔

۱) ''لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے وہ ایسی بات کرتا جس سے اس کا مقصد ''لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہوتا ہے۔

۲) ''دوران جنگ'' کہ جنگ کے بارے میں فرمایا گیا کہ جنگ دھوکے کا نام ہے)

۳) ''مرد کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے مرد سے اس وجہ سے جھوٹ بولنا کہ ان کے (درمیان نفرت ختم ہو جائے'' (ابوداؤد، الحدیث 4275، الشاملہ

ایک بزرگ عالم دین سے ایک سوال پوچھا گیا کہ جھوٹ بولنے کی جائز صورتیں کون کون سی ہیں؟ تو آپ نے جوابا ارشاد فرمایا جھوٹ بولنے کی بعض جائز صورتیں ہیں مثلاً دو مسلمانوں میں اتفاق کروانا ہے ان میں ناراضگی ہے آپس میں تو ان

میں جھوٹ بول کر صلح کروا سکتے ہیں۔اسی طرح اگر سخت فتنہ ہو جہاں سخت فتنے کا اندیشہ ہو ظن غالب ہو کہ اگر میں سچ بولوں گا تو سخت فتنہ ہوگا تو وہاں بھی جھوٹ کی اجازت ہے اسی طرح ظلم سے بچنے کے لئے جھوٹ کی اجازت ہے یعنی کسی کو ظلم سے بچانا ہے" کہ فلاں کہاں چھپا ہوا ہے میں اس کے دانت توڑ دوں گا" اور آپ کو لگے کہ یہ واقعی توڑ پھوڑ ڈالے گا یہ بہت غصے میں ہے اور قوی ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے آپ جھوٹ بول سکتے ہیں اس وقت کہے مجھے نہیں معلوم: تو یہاں کسی کو ظلم سے بچانے کے لئے بھی جھوٹ کی اجازت ہے اس طرح کے چند مواقع جھوٹ بولنے کے جائز ہوتے ہیں۔

محترم قارئین ! یہ چند مواقع ہیں جن میں جھوٹ بولنے کی اجازت علماء کرام نے دی ہے اس میں یہ ضروری ہے کہ ان میں کوئی مصلحت پوشیدہ ہو اس کے علاوہ بطور ہنسی مذاق جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص کے لئے حدیث پاک میں ہلاکت کی وعید بیان کی گئی ہے چنانچہ

ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز نہیں

حضرت بَہْز بن حَکِیْم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَیْلٌ لِلَّذِیْ یُحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِہِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَہٗ یعنی اس شخص کے لئے ہلاکت

ہے کہ جو بات کرتا ہے تو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے

(مسند احمد بن حنبل، الحدیث، ۱۹۱۷۰، الشاملہ)

☆ جھوٹ بولنے کے نقصانات۔☆

:۱) رزق میں تنگی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ یعنی والدین سے حسن سلوک کرنا عمر میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور اَلْکِذْبُ یَنْقُصُ الرِّزْقَ یعنی جھوٹ رزق گھٹا دیتا ہے اور دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔ (کنز العمال، الحدیث ۴۵۴۷۵، الشاملہ

:۲) فرشتہ دور ہو جاتا ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس سے رحمت کا فرشتہ ایک میل تک دور ہو جاتا ہے

(سنن ترمذی، الحدیث، ۱۸۹۵، الشاملہ

جاری ہے۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سچ بولنے کی برکتیں (جھوٹ پر سیر حاصل بحث. حصہ سوئم)۔

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔۔

☆سچ بولنے کی برکتیں .☆

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ القوی بخاری شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی سر گزشت بڑی تفصیل کے ساتھ ان ہی کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ: '' میں جنگ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہیں تھا جتنا تبوک کے وقت تھا اس وقت میرے پاس خود ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں ۔ جنگ تبوک کے موقع پر چونکہ سفر دور کا تھا اور گرمی بھی شدید تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے صاف اعلان فرمایا تھا کہ لوگ تیاری کرلیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور پتا نہ چلے تو ہو سکتا تھا۔ میں بھی سامان سفر کی تیاری کا ارادہ صبح ہی کرتا مگر شام ہوجاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے پختہ ارادہ کروں گا تیاری فوراً ہوجائے گی۔

اسی طرح دن گزرتے گئے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار ہو کر لشکر سے جاملوں گا۔ اس طرح آج کل پر ٹالتا رہا حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمان تبوک روانہ ہوگئے۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب جب مدینہ منورہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا معذور تھے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! اس کو مال و جمال کے فخر نے روکا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلے آدمی ہیں، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا حتی کہ چند روز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم ہوا اور فکر پیدا ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا مگر جب مجھے معلوم

ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دیگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لیجاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے اور منافق لوگ جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کا ظاہری حال قبول فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعراض کیوں فرمالیا۔ خدا عزوجل کی قسم ! میں نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے ۔ارشاد فرمایا: کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اگر میں کسی دنیا

دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سچی بات عرض کروں جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے ناراض ہو جائیں تو مجھے امید ہے کہ خدا عزوجل کی ذات پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عتاب کو زائل کردے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ عزوجل ! مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا : اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمھارا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا : بخدا ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ اگر تو کوئی عذر کرکے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انھوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو بھی ملا ہے جو تجھ کو ملا ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ہم تینوں سے بولنے کی بھی ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب اس ارشاد کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعمیل اس طرح کرکے دکھادی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی حتی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے درودیوار بے گانے ہوگئے مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر میں اس حال میں مرگیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدا نخواستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکا وصال شریف ہوگیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے۔

غرض ہم تینوں نے پچاس دن اس حال میں گزارے۔ میرے دونوں رفقاء شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا، چلتا پھرتا، بازار میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا۔ اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں؟ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ و مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب یہاں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے رخ انور پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہوگیا تو میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ تو انھوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت ہے انھوں نے اس کا جواب نہ

دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے میں نے تیسری بار قسم دے کر پوچھا تو انھوں نے صرف اتنا کہا۔ اللہ عزوجل جانے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ کلمہ سنکر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں وہاں سے لوٹ آیا۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جارہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پتا بتایئے۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا اس میں لکھا ہوا تھا،، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے تجھ پر ظلم کر رکھا ہے تجھے اللہ عزوجل ذلت کی جگہ نہ رکھے اور ضائع نہ کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔،، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا للّٰہِ پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اس خط کو میں نے ایک تنور میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! اب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے اعراض کی وجہ سے کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔

اس حالت میں ہم پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکا یہ ارشادِ والالیکر آیا کہ اپنی زوجہ کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اسکو طلاق دیدوں؟ کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا میں نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے ، وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ! ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہوجائیں گے ، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اجازت دیں تو میں کچھ کام کاج ان کا کردیا کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے مگر قربت نہ ہو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ! اس بات کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں دس روز اور گزرے کہ

ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوئے پورے پچاس دن ہوگئے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر یں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا کہ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دو بھر ہورہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشخبری ہو تم کو میں اتنا ہی سنکر سجدہ میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہوگئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی جو سب سے پہلے پہنچ گئی، اسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کی نذر کئے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لیکر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں گیا تو لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرہ مبارک سے ظاہر ہورہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائداد ہے وہ سب اللہ عزوجل کے راستے میں صدقہ ہے (اس لئے کہ یہ امارت وثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو میں نے عرض کیا بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے یہ بھی عہد کیا ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.....الخ، الحدیث: ۴۴۱۸)

(ج ۳، ص ۱۴۵،

☆جھوٹ سے بچنے کا طریقہ☆

دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ، وَصَدْرِیْ مِنَ الْغِلِّ، وَاعْمَالِیْ مِنَ الرِّیَاءِ، وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ، وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْ سَمْعِیْ وَقَلْبِیْ، وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جز 7، ص 83 الشاملہ)

محترم قارئین: اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ کی لعنت سے محفوظ فرمائے اور رحمٰن و

رحیم ربّ علم نافع کی نعمت سے بہر مند فرمائے۔آمین

میرا اور آپ کا ساتھ رہے گا۔مزید معلومات لئے نئے کالم کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ان شاء اللہ عزوجل

اتممت بفضلہٖ

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہا مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(ثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول (میلاد مصطفیٰ

میلاد کیا ہے؟اور میلاد منانے کی شرعی حیثیت

محترم قارئین کرام:

اسلامی اقوام میں یوں تو سب ہی مہینے باعث تکریم ہیں ! ! اپنی اپنی جگہ ہر قمری مہینہ اپنے دنوں کے پل پل میں عبادات ! ! التجائے شفاعت ! ! اور قربانی کا درس لئے ہوئے ہے ! ! لیکن ایک مہینہ ایسا بھی ہے ! جس میں ایک ایسی ہستی کی آمد ہوئی جس کے سبب ہی سے ہمیں یہ تمام مہینے ملے ۔جی ہاں ماہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ! !

ماہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو کیا آتا ہے ہر طرف موسم بہار آجاتا ہے میٹھے میٹھے مکی مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دیوانوں میں خوشی کی لہر دور جاتی ہے بوڑھا ہو یا جوان ہر حقیقی مسلمان گویا دل کی زبان سے بول اٹھتا ہے۔

ثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول

سوائے ابلیس کے جہاں میں سب ہی تو خوشیاں منا رہے ہیں

خاتم المرسلین رحمۃ العالمین۔ شفیع المذنبین ،انیس الغریبین، سراج السالکین ، محبوب رب العالمین۔جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 12 ربیع النور شریف کو صبح صادق کے وقت جہاں میں تشریف لائے اور آ کر بے سہاروں، غم کے ماروں، دکھیاروں۔دل فگاروں۔اور دَر دَر کی ٹھوکریں کھانے والے بیچاروں کی شام غریباں کو صبح بہاراں بنادیا۔

مسلمانوں صبح بہاراں مبارک

وہ.سرسا تے انوار سرکار آئے

ماہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آتے ہی !کیا بچے ،کیا بوڑھے ،کیا جوان سب فکر و عُسرت کو بھول کر جشن میں منہمک ہوجاتے ہیں۔ہر لب پر مرحبا یا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صدائے ں ہوتی ہیں ، مسجدوں میں ، گھروں میں ! کثرت عبادت، نوافل کی کثرت، قرآن کریم کی تلاوت امت مسلمہ ہیں امنڈآنے والی سخاوت اس ماہ کی تعظیم و تکریم کو مزید.بزرگی عطا کرتی ہے۔

قابل رشک بات یہ ہے کہ اس ماہ کی آمد ہوتے ہی اس کی تیاری ہیں عشاق مشغول ہوجاتے ہیں ، معاملات زندگی کو معمول سے قلیل کردیا جاتا ہے۔اور ہر گلی ہر محلّہ کو رنگ.برنگے.برقی قمقموں سے سجایا جاتا۔ گزرتے ماہ کے آخری دن نماز

مغرب کی ادائیگی کے بعد عشاق کی نگاہ آسمان پر کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہے ،کان کچھ سننے کو بیتاب ہوتے ہیں کہ یکایک طلوع ہلال کی نوید چہروں کو مزید چمکا دیتی ہے قلب جھوم جھوم کر مرحبا ماہ نور پکارتے ہیں، ہاتھ دعا کیلئے بلند ہوجاتے ہیں ، چہرے، خوشی سے کھل جاتے ہیں ۔اور ہر سمت تبریک کی فِضا چھاجاتی ہے۔

اس مہینے کو ربیع الاول، ربیع النور، ماہ نوراور ماہ جشن ولادت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ناموں سے پکارا جاتاہے کیونکہ اسی مہینے کی ۱۲تاریخ کو سرکار مکہ و مدینہ، راحت و قلب و سینہ، فیض گنجینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ عشاق رسول اس دن کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ مناتے ہیں اور ہر طرف جشن ولادت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سماء ہوتا ہے ۔میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟

آیئے اس پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔۔۔

میلاد کیا ہے؟اور میلاد منانے کی شرعی حیثیت

میلاد کیا ہے ؟

دراصل۔۔میلاد عرف عام میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے خواہ دو آدمی مل کر کریں یا ہزاروں اور لاکھوں ۔ اور ذکر حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میلاد کی روح رواں ہے بقیہ چیزیں لوازمات میں سے نہیں البتہ مناسبات سے ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا جو اصلِ ذکر مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی مُنکِر ہے وہ کافر ہے اور جو مخصوص ہیئت کا منکر ہے وہ جاہل یا گمراہ۔

میلاد شریف کا جواز بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اگرچہ جواز کے لئے یہ دلیل بھی کافی ہے۔ کہ اس کی ممانعت شرع سے ثابت نہیں ہے۔ اور جس کام سے اللہ تعالیٰ اور رسول پاکؐ نے منع نہیں فرمایا وہ کسی کے منع کرنے سے منع نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ میلاد کے جواز واستحسان پر دلائل ملاحظہ فرمائیں

ذکرِ رسول اکرم، نور مجسمؐ آیات مبارکہ سے سنیے اللہ عزوجل نے فرمایا آیت نمبر ا) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ قال اِاقررتم واخذتم علی ذلک اصری

قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱) ''
اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں
پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم
ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور
اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر
(گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں '' (کنزالایمان

اس آیت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱) اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے لئے)
سب کو جمع فرمایا۔

۲) انبیاء کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد)
کا تذکرہ فرمایا۔

۳) انبیاء کے اجتماع میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و شان مصدق لما)
معکم کے ساتھ بیان فرمائی۔

۴) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وحمایت و نصرت پر انبیاء علیھم)
السلام سے عہد لیا۔

۵) انبیاء کرام علیھم السلام کے اجتماع میں آمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ)

وسلم اور بعثت و رسالت و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور انبیاء کرام علیہم السلام سامعین تھے۔

اب غور کریں اس سے بڑھ کر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل اور کیا ہوگی ۔ مسلمان بھی تو اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے یہی کرتے ہیں۔ اگر ان پر حرمت کا فتوی ہے تو مذکورہ محفل کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

: آیت نمبر ۲

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم

(سورۃ التوبہ)

بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقت '' میں پڑنا گراں ہے تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمالِ مہربان مہربان '' (کنز الایمان)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱) (جاء کم) سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیآمد کا تذکرہ ہے۔)

۲) (من انفسکم) سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت)

مبارکہ اور نسب مبارکہ کا ذکر ہے۔

۳) (عزیز علیہ ماعنتم) سے امت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت کا ذکر ہے۔

۴) (حریص علیکم اور بالمومنین رؤوف رحیم) سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکی عظمت و شان کا تذکرہ ہے۔ یہ آیت بھی شاندار طریقے سے میلاد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ بتارہی ہے۔ کیا تلاوت قرآن کے وقت یہ آیت پڑھنا جائز اور چند لوگوں کے سامنے پڑھنا ناجائز و حرام ہے۔؟ ہر گز نہیں بلکہ خدا عقل دے تو غور کریں کہ عین نماز میں اگر امام صاحب یہ آیت بلند آواز میں تلاوت کریں تو حالت نماز میں میلاد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہوا یا نہیں ؟ اور جب جماعت موجود ہے تو اجتماع و محفل خود بخود پائی گئی۔ لہٰذا اسکا انکار نہ کرے گا مگر وہ جو نماز میں تلاوت قرآن کا ہی منکر ہو۔

(آیت نمبر ۳)

(اللہ عزوجل نے فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷

(اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے '' (کنزالایمان ''

(آیت نمبر ۴)

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم (و یعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (سورۃ آل عمران ۱۶۴

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو '' ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے (اور لوگ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔'' (کنزالایمان

: آیت نمبر ۵

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا (سورۃ الاحزاب آیت ۴۷) '' اور ایمان (والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کا بڑا فضل ہے۔'' (کنزالایمان

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کا فضل و احسان اور رحمت ہیں۔ اب فضل و رحمت کے بارے میں فرمان الٰہی سنئے۔

: آیت نمبر ۶

(قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (سورۃ یونس آیت ۵۸

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے ''

(سب دھن دولت سے بہتر ہے '' (کنزالایمان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فضل و رحمت پر خوشی کرنا چاہیے لہٰذا مسلمان حضور انور، شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضل ورحمت جان کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرکے خوشی مناتے ہیں۔ اور یہ حکم الٰہی ہے۔

: آیت نمبر ۷

مندرجہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہے کہ نبی کریمؐ اللہ کی نعمت ہیں اور نعمت الٰہی پر حکم الٰہی ہے واما بنعمۃ ربک فحدث

(سورۃ والضحیٰ آیت ۱۱) '' اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو '' (کنزالایمان)

نبی کریم، رؤوف رحیم، حلیم کریم عظیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہیں اور نعمت الٰہی کا چرچا کرنا حکم خداوندی ہے۔ لہٰذا مسلمان حبیب اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعمت الٰہی

سمجھتے ہوئے محفل میلاد کی صورت میں اسکا چرچا کرتے ہیں۔

: آیت نمبر ۸

اللہ عزوجل نے فرمایا ورفعنا لک ذکرک (سورۃ الم نشرح آیت ۴) '' اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کردیا'' ۔

(کنزالایمان)

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پاک کو بلند کیا۔ اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اسی رفعت ذکر کا ایک طریقہ ہے۔ اور سنت خدا عزوجل ہے۔ مسلمان تو محفلوں میں اور جلسوں میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرکے رفعت ذکر اقدس کرتے ہیں ۔ وہابیہ کے نزدیک شاید ذکر اقدس کی آیتوں کو چھپانا مٹانا، ذکر شریف کرنے والوں کو روکنا، گالیاں دینا، مشرک و بدعتی کہنا، ان کے خلاف جلسے جلوس کرنا، ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کتابیں لکھنا، تقریریں کرنا ہی رفعت ذکر ہے۔ اسی لئے دن رات اسی میں مصروف رہتے ہیں۔

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے
کریں مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پر یہ جرأتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
" پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

-: دلیل نمبر ۹

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکی تعظیم و محبت کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ اور جان جہاں، جانِ ایمان ، رحمت عالمیاں، محبوب رحمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت اصل ایمان ہے تو جو عمل اس تعظیم و محبت کے اضافہ کے لئے کیا جائے وہ یقینا محبوب و مرغوب ہے اور ایسے کام سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جو اصلِ ایمان کا دشمن ہے۔ اور اصلِ ایمان کا دشمن نہیں مگر وہ جو تعظیم آدم علیہ السلام نہ کرنے کی وجہ سے زمین پر دھتکارا گیا، اور فاخرج فانک رجیم کے لقب '' سے سرفراز ہوا یا ایسے لقب والے کے پیروکار۔ اللہ عزوجل نے فرمایا

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا۔ لتؤمنوا باللہ و رسولہ وتعزروہ وتوقروہ'' (سورۃ الفتح آیت ۸، ۹)

بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ '' اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو'' (کنزالایمان

نیز فرمایا قل ان کان اباؤکم وابنآؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا (حتی یاتی اللہ بامرہ (سورۃ التوبۃ ۲۴

تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری '' عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے۔ اور تمھارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں لڑنے (سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے '' (کنزالایمان

ان دو آیتوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور محبت کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ اور ہر وہ چیز جو محبت و تعظیم پر دلالت کرے وہ اس آیت کے تحت داخل ہے۔ اور محفل میلاد مصطفیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ اسی تعظیم و محبت کی علامت ہے لہٰذا مستحسن و مستحب ہے۔

: دلیل نمبر ۱۰

قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منہ

(سورۃ المائدۃ ۱۱۴)

عیسی بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان '' اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیرے طرف سے نشانی (کنزالایمان) ''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خوان اترنا نعمت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے نشانی اور لوگوں کے لئے وہ عید کا دن ہے اگر خوان نعمت کا اترنا نعمت تو جان نعمت کا تشریف لانا اس سے کروڑہا گنا بڑی نعمت ہے۔ اور خوان اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے تو حضور رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ خوان اترنے پر خوشی منانا جائز اور اس دن کو عید بنانا جائز ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر خوشی منانا جائز اور اس دن کو عید بنانا جائز ہے۔

یہ اختصار و عجلت کے ساتھ دس دلیلیں ہیں۔ اگر کسی میں عقل و فہم کی دولت ہے تو ان کو پڑھ کر میلاد خوانی کا جواز مان لے گا اور بے عقل کے لئے راستے بہت ہیں۔ ہزار دلیل کے بعد بھی کہہ سکتا '' دل نہیں مانتا ''۔

اب ذیل میں دی جانے والی بحث غور سے پڑھئے اور انکار کرنے والوں کے بارے

میں سوچیں کہ کس گروہ سے ہیں۔

اللہ عزوجل نے فرمایا، ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابنائھم ویستحی نسائھم انہ کان من المفسدین (۴) ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین (۵) واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیہ وجاعلوہ من المرسلین ۷) فالتقطہ ال فرعون لیکون اھم عدوا و حزنا ان فرعون و ھمن و جنودھما کانو خطئین (۸) وقالت امرئۃ فرعون قرۃ عینی لی ولک لاتقتلوہ عسی ان ینفعنا او نتخذہ ولدا وھم لا یشعرون (۹

بیشک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا۔ اور اس نے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں '' ایک گروہ کو کمزور دیکھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا۔ بے شک وہ فسادی تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں۔ اور ان کے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں۔ اور ہم نے موسی کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔ تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو۔

بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے اور فرعون کی بی بی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے ''

(سورۃ القصص ترجمہ کنزالایمان)

اس آیت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرعون بادشاہ وقت تھا (۲) وہ بچوں کو ذبح کرتا اور بچیوں کو زندہ چھوڑ دیتا (۳) اللہ تعالیٰ نے کمزوروں اور مظلوموں پر احسان کرنے کا ارادہ فرمایا (۴) موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کٹھن حالا تمیں ہوئی (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پریشان ہوئیں (۶) اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کا انہیں الہام فرمایا (۷) اور بصورت خطرہ دریا میں ڈالنے کا حکم دیا (۸) اُمِ دوسی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس ملنے اور رسول بنانے کی بشارت دی ۹) دریا سے فرعون کی بیوی نے آپ علیہ السلام کو اٹھالیا (۱۰) فرعون کی بیوی نے) اسے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈ کقرار دیا (۱۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن فرعون کے پاس گذارا (۱۲) فرعون نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو بیوی نے منع کر دیا۔

سورۃ القصص پوری پڑھ لیں موسیٰ علیہ السلام کے میلاد سے لیکر نبوت کے بعد تک

کے واقعات ہی ملیں گے۔ مزید سنئے اللہ عزوجل نے فرمایا۔ واذکر فی الکتب مریم اذا انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا الی ذلک عیسی ابن مریم ۔ سورۃ مریم آیت ۱۶ سے لیکر آیت نمبر ۳۴ تک پڑھ لیں ۔ مندرجہ ذیل باتیں صراحۃً معلوم ہوجائیں گی (۱) حضرت مریم رضی اللہ عنھا اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف چلی گئیں (۲) گھر والوں سے پردہ کرلیا (۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک انسانی جوان صورت میں ان کے پاس آئے (۴) حضرت مریم رضی اللہ عنھا نے ان سے پناہ مانگی (۵) حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنھا کو بچے کی خوشخبری دی (۶) حضرت مریم بن باپ کے بچہ پیدا ہونے پر پریشان ہوئیں (۷) حضرت عیسی علیہ السلام حمل میں تشریف لائے (۸) حضرت مریم دوران حمل ایک دور جگہ پر چلی گئیں (۹) دردزہ شروع ہوگیا (۱۰) آپ رضی اللہ عنھا ایک کھجور کے درخت کے پاس آگئیں (۱۱) حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت ہوئی (۱۲) بعد ولادت حضرت مریم رضی اللہ عنھا نے ایک خشک تنے کو ہلایا تو اس سے تروتازہ کھجوریں گرنے لگیں (۱۳) اللہ تعالی کی طرف سے حضرت مریم رضی اللہ عنھا کو چپ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا (۱۴) حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم کو طعنے دیئے (۱۵) حضرت عیسی علیہ السلام نے گود میں کلام فرمایا اور اپنے صاحب کتاب اور نبی ہونے اور اپنی والدہ کی طہارت کا اعلان فرمایا۔

ان دونوں جگہوں کی آیات کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ ولادت کی وہ کونسی چیز ہے جو قابل ذکر تھی اور اسے ذکر نہ کیا گیا۔ اس زمانہ کے حالات ، پیدائش کے حالات، پیدائش کے بعد کے واقعات بالتفصیل مذکور ہیں اب سوال ہے کہ ان آیات کو بمع ترجمہ و تفسیر مجمع عام میں بیان کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ کوئی وہابی دیوبندی اسے ناجائز نہ کہے گا۔ لہٰذا اگر جائز کہے اور یقینا جائز ہی کہے گا۔ تو سوال ہے۔ کہ کیا جو حالات و واقعات کی تفصیل حضرت موسی و عیسی علیھما الصلٰوۃ والسلام کے میلاد مبارک کی جائز ہے۔ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکے میلاد مبارک کو اس طرح حالات و واقعات کی تفصیل کے ساتھ بیان کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز مانو تو ہمارا مدّعا ثابت کہ محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمجائز ہے۔ اور اگر ناجائز مانو تو بھی ہمارا مقصد حاصل ہوگیا کہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرنا مسلمان کا کام ہے غیر کا نہیں اور حضرت موسی و عیسی علیھما الصلٰوۃ والسلام کی میلاد خوانی کو جائز سمجھنا اور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمکی میلاد خوانی کو ناجائز کہنا یقینا کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یا ان کے ایجنٹوں کا کام ہو سکتا ہے۔

منکرین میلاد پر ایک اور بھاری سوال ابھی باقی ہے۔ وہ بھی سنئے۔

غیر مقلد وہابی اور دیوبندی حضرات سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسے کرتے ہیں اس کی ہیئت کذائیہ یہ ہوتی ہے (۱) اشتہار چھاپنا (۲) اسپر مولویوں کے نام لکھنا (۳) اسپیکر میں جلسے کا اعلان کرنا (۴) وقت مقررہ پر لوگوں کا آنا (۵) معین مولوی صاحب کا معین دن میں معین وقت پر اسپیکر میں منبر پر بیٹھ کر تقریر سے پہلے اسٹیج سیکٹری کا مولوی صاحب کو عجیب و غریب القاب دیکر بلانا جن کا ذکر احادیث و آیات میں کہیں نہیں مثلاً شیخ القرآن ، شیخ الحدیث ، مفسر و فاتح فلاں فلاں وغیرہ۔ کیا یہ جلسے جائز ہیں یا نہیں ؟ جائز نہیں تو کیا سب دیوبندی وہابی حرام کے مرتکب ہیں اور اگر جائز ہے تو میلاد خوانی جو انہی امور پر مشتمل ہوتی ہے۔ وہ ناجائز کیوں اور یہ جلسے جائز کیوں ؟

نیز میلاد ، سیرت کا پہلا باب ہے تو کیا وجہ کہ سیرت تو جائز لیکن سیرت کا پہلا باب بیان کرنا ناجائز ؟ نیز میلاد مبارک کی تفصیل محدثین و مؤرخین نے کتب احادیث و سیرت و تاریخ میں جگہ جگہ بیان کی ہے۔ جب کہ ترمذی میں باب ہے۔ باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۰۱ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان) کیا میلاد مبارک کو تحریر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو محدثین و مؤرخین نے کیا حرام کا ارتکاب کیا؟

اور اگر میلاد مبارک کو لکھنا جائز ہے تو زبانی بیان کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو مدعا حاصل کہ میلاد خوانی جائز اور اگر جواب نہیں میں ہے تو کیا وجہ ہے کہ تحریر میلاد جائز اور تقریر میلاد ناجائز ؟ وجہ فرق بیان کریں۔

الغرض اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میلاد خوانی کو جائز قرار دیا جائے۔

ایک بات واجب الحفظ ہے۔ کہ یہ ساری بحث اس میلاد خوانی کے بارے میں ہے جو خلاف شرع کاموں سے خالی ہو۔ اور اگر کوئی خلاف شرع کام میلاد خوانی میں پایا جائے تو میلاد خوانی جائز رہی گی اور خلاف شرع کام ناجائز رہے گا۔ جیسے شادیوں میں کئی حرام کام شامل ہو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود شادی کرنا جائز اور ناجائز کام حرام رہیں گے۔

اتممت بفضلہٖ

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا ۱۲ ربیع النور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دن ہے؟

سوال

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دن میلاد منانا کیسا ہے کیا یہ جو ۱۲ ربیع النور کو خوشی مناتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط ہے معترضین کہتے ہیں کہ اس خوشی کا کرنا صحیح نہیں ہے یہ ۱۲ ربیع النور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دن ہے کیا یہ واقعی صحیح ہے ؟

جواب شافع

پہلی بات تو یہ کہ ۱۲ ربیع النور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ وصال ہی نہیں، چنانچہ اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خاان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں : '' تفصیل مقام و توضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دو شنبہ میں واقع ہوئی اس قدر ثابت ومستحکم و یقینی ہے جس میں اصلا جائے نزاع نہیں '' مزید فرماتے ہیں : '' اودھر یہ بلا شبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اسکی پہلی روز پنجشبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔ اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ رز و پنجشبہ تھی ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ کسی طرح روز دو شنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ

محرم صفر تینوں مہینے ۳۰ کے لئے جائیں تو غرہ ربیع الاول روز چار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے پھر پیر ایک آٹھویں، پندرھویں غرض بارھویں کسی حساب سے نہیں آتی اور چار کے سوا پانچوں یا کوئی صورت نہیں۔ قول جمہور (پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انھوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔ مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ اثنی عشر خلت سے بارہ دن گذرنا مردا ہے نہ صرف بارہ راتیں اور پر ظاہر کہ بارہ دن گذرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دو شنبہ کی تیرھویں بے تکلف صحیح ہے جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں کما علمت اور امام مارزی و امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظّمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رویت شام چار شنبہ کو ہوئی پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رویت دن ہوئی تو ذی الحجہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رویت دن ہوئی تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے محرم صفر تیس ۳۰ تیس ۳۰ کے ہوئے تو غرہ ربیع الاول پنجشبہ اور بارھویں دو شنبہ آئی ذکرھا الحافظ فی الفتح '' ۔ مزید تحقیق کے بعد اخیر میں فرماتے ہیں :

غرض دلائل ساطعہ سے ثابت کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دو شنبہ کی ہر گز '' نہ تھی اور روز وفات اقدس یقینا دو شنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق و صواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارھویں '' (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۸ تا ۳۲ رضا اکیڈمی بمبئی) ۔

اور دوسری بات یہ کہ اگر بسبیل تنزل وفات اقدس کو ۱۲ تاریخ ماننے پر بھی ۱۲ ربیع النور کو میلاد کی خوشی منانا جائز و مستحسن ہے ۔ ابن ماجہ ابو لبابہ بن عبد المنذر اور احمد سعد بن معاذ رضی اللہ عنھما سے راوی کہ فرماتے ہیں جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عید اضحیٰ وعید الفطر سے بڑا ہے اس میں پانچ خصلتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اسی میں زمین پر انہیں اتارا اور اسی میں انہیں وفات دی اور اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ بندہ اسوقت جس چیز کا سوال کرے وہ اسے دیگا جب تک حرام کا سوال نہ کرے اور اسی دن میں قیامت قائم ہوگی کوئی فرشتہ مقرب و آسمان وزمین او رہوا اور پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈر نہ ہو۔ صاحب مشکوۃ نقل کرتے ہیں : '' قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق ادم وفیہ اھبط وفیہ تیب الیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعۃ

وما من دابة الا وهی مصیخة یوم الجمعة من حین تصبح حتی تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن والانس وفیه ساعة لا یصادفها عبد مسلم وهو یصل یسأ اللہ شیأ الا اعطاه ایاه'' (مشکوٰۃ [۱۳۰ قدیمی کتب خانہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہتیرے دن کے آفتاب نے اس پر طلوع کیا جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں انھیں اترنے کا حکم ہوا اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی ور اسی میں انکا انتقال ہوا ور اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی جانور ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن صبح کے وقت آفتاب نکلتے تک قیامت کے ڈر سے چیختا نہ ہو سوا آدمی اور جن کے اور اس میں ایک ایسا وقت ہے کہ مسلمان بندہ نماز پڑھنے میں اسے پالے تو اللہ تعالیٰ سے جس شے کا سوال کرے وہ اسے دیگا۔

مذکورہ روایات سے واضح ہوگیا کہ جمعہ کے دن سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی اور جمعہ ہی کے دن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس ہوئی۔ اسکے باوجود حدیث پاک میں جمعہ کے دن کو مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا گیا۔ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری نقل کرتے ہیں : '' وورد فی خبر صحیح یوم الجمعة یوم عید '' (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۴ ص ۵۵۰ مکتبہ ئ رشیدیہ کوئٹہ) یعنی صحیح روایت میں ہے کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔

جس دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس ہو وہ دن عید کا دن قرار دیا جائے تو جس دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس ہوئی (بقول بعض ۱۲ ربیع الاول) تو اس دن عید منانا میلاد منانے میں کیا قباحت۔

واضح رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور قدسی اور ولادت مقدسہ مؤمنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے جس کا اظہار محافل میلاد، انواع و اقسام کے مبرات خیرات و صدقات کی صورت میں اہل محبت مؤمنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے، اسی طرح اس پر مسرت موقع پر چراغاں کرنا جھنڈے لہرانا، جلوس نکالنا بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ان پر اتمام حجت کے لیے قرآن و حدیث و عبارت علماء اسلام کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمؤمنین قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون (سورۃ یونس (آیۃ

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے فرما دیجئے اور اسی کے فضل اور اسی کی

رحمت سے تو اسی پر چاہئے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں
(کنز الایمان)

ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ عزوجل کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں، لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے، اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے جو ظہور ذات محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہے: واما بنعمۃ ربک فحدث (سورۃ والضحیٰ آیت ۱۱) ''
(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو '' (کنزالایمان

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔ حدیث شریف ہے: '' قال عروۃ ثویبۃ مولاۃ لابی لھب کان ابو لھب اعتقھا فارضعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما مات ابو لھب اریہ بعض

اھلہ بشر حیۃ قال لہ ماذا یفیت قال ابو لھب لم الق بعدم غیر فی سقیت فی ھذہ لعتاقتی ثویبۃ'' [بخاری ج ۲ ص ۷۶۴] حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابو لھب کی باندی تھی جسے اس نے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کردیا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ بھی پلایا۔ ابو لھب کے مرنے کے بعد اسکے بعض اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا ور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا ابو لھب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اسکے کہ میں تھوڑ سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لیے کہ میں نے (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں : '' قال ابن الجذری فاذا کان ابو لھب الکافر الذی نزل القران بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبیصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یسر بمولودہ ویبذل ما تصل لہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمر انما یکون جزاء من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات '' النعیم

(مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷)

ابن جذری نے کہا شب میلاد کی خوشی کی وجہ سے جب ابو لھب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اسکے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے حالانکہ ابو لھب ایسا کافر ہے جس کی

مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی مومن و موحد کا کیا حال ہوگا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اسکی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم سے جنات نعیم میں داخل کرے۔

اتممت بفضلہٖ

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سب ہی تو خوشیاں منا رہے ہیں
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تذکرہِ غوثِ اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہ (اول)۔

اللہ عزوجل کے نیک اور برگزیدہ بندے ! !

جن کا قرب ہر اہل ایمان کی روح کو تازگی بخشتا ہے ! ! !

جن کی صحبت دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی کی ضامن ہے ! ! !

جن کی حیات تقویٰ و پرہیزگاری کی زندہ مثال ہوتی ہے ! ! !

جن کی زندگی جذبہ احیاء سنت اور خیر خواہی ئ مسلمین میں بسر ہوئی ! ! !

جن کے ملفوظات ہمارے لیے تاحیات مشعل راہ ہیں ! ! !

. پردہ فرمانے کے بعد بھی جن کا فیض جاری رہتا ہے ! ! !

محترم قارئین کرام: آج ہم اللہ کے ولی سید عبد القادر جیلانی علیہ رحمۃ کا ذکر خیر کر تے ہیں۔ ولی اللہ بننے کے لئے اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کرنا پڑتی ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بننا پڑتا ہے۔ ولی ہونا آسان نہیں۔ یہ گدڑی نشین دنیا کی ہر نعمت کو ٹھکرادیتے ہیں۔ یہ ایسے فقیر ہوتے ہیں جن کی خانقاہوں ہیں بادشاہ وقت برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں سے حاجت مندوں کی جھولیاں، دعائیں سے مرادوں سے بھر دیتا ہے۔ ان کے ہاتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور دوسروں کے لئے

پھیلتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو شکر کی ایسی کیفیت کو جانتے ہیں۔جو نعمتوں کو دوام بخشتی ہیں۔یہ شکر اور صبر جیسی عظیم نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔یہ زندگی کی کسی منزل اور ماحول کی کشمکش بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کی شاہراہ سے ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتے۔انہیں کوئی نعمت دی جاتی ہے تو اللہ کے اس احسان کا شکر ادا کرتے ہیں اور کوئی آزمائش آتی ہے تو صبر کرتے ہیں۔

:اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

(الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ (پ11، یونس: 62

ترجمہ کنزالایمان: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

:۔۔۔ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے)

(قل ان الفضل بیداللہ ج یؤتیہ من یشاء (پ3، آل عمران: 73

ترجمہ کنزالایمان: تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے۔

سرکار مدینہ، قرار قلب و سینہ، باعث نزول سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کا فرمان عالیشان ہے، (اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ (عربی پڑھی نہیں جائیگی لکھی جائیگی)) ۔ یعنی بھلائی اور اپنی حاجتیں خوبصورت چہرے والوں سے طلب کرو۔ (المعجم الکبیر، رقم 11110، ج11، ص67

اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: من عادی للہ ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربۃ (عربی پڑھی نہیں جائیگی لکھی جائیگی)۔ یعنی جو اللہ عزوجل کے کسی دوست سے دشمنی رکھے تحقیق اس نے اللہ عزوجل سے اعلان جنگ کر دیا۔

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن، رقم 3989، ج4، (ص350

حضور اکرم، نور مجسم، سرکار دو عالم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ میرے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کسی اور چیز سے میرا تقرب حاصل نہیں کر سکتا (فرائض کے بعد پھر وہ) نوافل سے مزید میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں، جب وہ میرے مقام محبت تک پہنچ جاتا ہے تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان، دل، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں، وہ میرے ذریعے سے سنتا، دیکھتا، بولتا اور چلتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الباری اپنی معرکۃ الآرا تفسیر تفسیر کبیر میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں: اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار یعنی بے شک اللہ عزوجل کے اولیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔ (التفسیر الکبیر، پ4، آل عمران: 169، ج3، ص427

چوتھی پانچویں صدی ہجری کا زمانہ اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ جسے مسلمانوں کے انتہائی عروج، خوشحالی اور سیاسی اقتدار و غلبے کا زمانہ کہنا چاہیے۔ اس وقت منفرد تہذیب وتمدن کے اعتبار سے کرۂ ارض پر کوئی قوم مسلمانوں کی ہمسر نہ تھی۔ عالم میں ان کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ بغداد، عالم اسلام کا مرکزِ اعصاب اور علوم فنون کے اعتبار سے دنیا کے لئے پر کشش حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ جہاں مسلمان قوم ان بلندیوں کو چھو رہی تھی وہاں بیرونی نظریات وخیالات کی یلغار اس کے یقین واعتماد کی دیواریں بھی تیزی کے ساتھ کھوکھلی کر رہی تھی۔ یونانی علوم کی بھرمار کے ذریعے پیدا کردہ شکوک وشبہات نے اثبات واستقلال کی دنیا میں ہلچل ڈال دی تھی۔ ضرروت تھی کہ قدرت اپنی فیاضی سے کوئی ایسی شخصیت پیدا کرے۔ جو اپنے قدو قامت میں صدیوں پر بھاری ہو اور جو اپنے ایمانی جذبے اور غیر معمولی صلاحیت سے اس

دھارے کا رخ بدل ڈالے۔

چنانچہ محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی، محی الدین، غوثِ اعظم حضرت سیدنا ابو محمد عبدالقادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی رمضان المبارک ۴۷۰ھ بیں نیف ((گیلان) عراق میں پیدا ہوئے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم، ص ۳ (مقدمہ)

غوثیت'' بزرگی کا ایک خاص درجہ ہے، لفظِ غوث کے لغوی معنیٰ ہیں'' فریادرس یعنی'' فریاد کو پہنچنے والا'' چونکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ غریبوں، بے کسوں اور حاجت مندوں کے مددگار ہیں اسی لئے آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو'' غوث اعظم'' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، اور بعض عقیدت

مند آپ کو'' پیران پیر دستگیر'' کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

(غوث پاک کے حالات ص 15 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان)

!!! اکابرین اسلام کی عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے پیشن گوئیاں

شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت سے چھ سال قبل حضرت شیخ ابواحمد عبداللہ بن علی بن موسیٰ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب ایک ایسی ہستی آنے

! ! والی ہے کہ جس کا فرمان ہوگا کہ

کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

حضرت شیخ عقیل سنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کے قطب کون ہیں؟ فرمایا، اس زمانے کا قطب مدینہ منورہ میں پوشیدہ ہے۔ سوائے اولیاء اللہ کے اُسے کوئی نہیں جانتا۔ پھر عراق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس طرف نوجوان عجمی ظاہر ہوگا۔ وہ بغداد میں وعظ کہے گا۔ اس کی کرامتوں کو ہر خاص و عام جان لے گا اور وہ ! !فرمائیگا کہ

کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

سالک السالکین میں ہے کہ جب عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو مرتبہء غوثیت و مقام محبوبیت سے نوازا گیا تو ایک دن جمعہ کی نماز میں خطبہ دیتے وقت اچانک آپ پر استغراقی ! ! ! کیفیت طاری ہو گئی اور اسی وقت زبانِ فیض سے یہ کلمات جاری ہوئے

! !قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ

کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

معاً منادیء غیب نے تمام عالم میں ندا کردی کہ جمیع اولیاء اللہ اطاعتِ غوثِ پاک کریں۔ یہ سنتے ہی جملہ اولیاء اللہ جو زندہ تھے یا پردہ کرچکے تھے سب نے گردنیں (جھکادیں۔ (تلخیص بہجتہ الاسرار

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نسب شریف

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ والد ماجد کی نسبت سے حسنی سید ہیں سلسلہء نسب یوں ہے، سید محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابو عبداللہ بن سید یحییٰ بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کی (نسبت سے حسینی سید ہیں۔ (بہجۃ الاسرار، معدن الانوار، ذکر نسبہ، ص 171

(غوث پاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے آباء واجداد)

سرکار بغداد، حضور غوث پاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا خاندان صالحین کا گھرانا تھا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے نانا جان، دادا جان، والد ماجد، والدہٴ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور صاحبزادگان سب متقی و پرہیز گار تھے۔اسی وجہ سے لوگ آپ کے خاندان کو اشراف کا خاندان

کہتے ہیں۔

(غوث پاک کے حالات ص 16 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان)

آپ علیہ رحمہ مادرزاد ولی ہیں آیئے اسی ضمن میں چند کرامات آپ کی نظر کرتے ہیں

(بچپن کی کرامات)

۱) حضور غوث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اور ماں کو جب چھینک آتی اور

اُس پر جب وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتیں تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پیٹ ہی میں جواباً یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہتے۔

منے کی لاش ص 03 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان) (''اَلْحَقَائِقُ فِی الْحَدَائِق''، ۱۳۹)

: سبحان اللہ سبحان اللہ مزید سنیئے

۲) جس دن حضور غوث اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ولادت ہوئی اُس دن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے دِیارِ ولادت جیلان شریف میں گیارہ سو (1100) بچے پیدا ہوئے وہ سب کے سب لڑکے تھے اور سب وَلِیُّ اللّٰہ بنے۔

) (منے کی لاش ص 03تا04 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان)

(تَفْرِیحُ الْخَاطِر'' ،۱۵ ''

۳) حضرت سیِّدُنا غوث الاعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے پیدا ہوتے ہی روزہ رکھ لیا) اور جب سورج غروب ہوا اُس وقت ماں کا دودھ نوش فرمایا، سارا رَمَضَانُ الْمُبَارَک آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہی معمول رہا۔

منے کی لاش ص 05 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان) ('' بَھْجَۃُ)

(الْاَسْرَار'' ،۱۷۲

۴) حضرت سیِّدُنا غوث اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پانچ برس کی عمر میں جب پہلی بار) بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی رسم کے لئے کسی بزرگ کے پاس بیٹھے تو اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور الٓمّٓ سے لے کر اٹھارہ پارے پڑھ کر سنا دیئے ،اُن بزرگ نے کہا، بیٹے اور پڑھئے !فرمایا، بس مجھے اتنا ہی یاد ہے کیوں کہ میری ماں کو بھی اتنا ہی یاد تھا جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اُس وقت وہ پڑھا کرتی تھیں، میں نے سن کر یاد کر لیا تھا۔

منے کی لاش ص 04 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان) (''اَلْحَقَائِقُ فِی) (الْحَدَائِق'' ،۱۴۰

۵)جب سرکار غوث اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم لڑکپن میں کھیلنے کا ارادہ فرماتے (تو)) غیب سے آواز آتی اے عبد القادر !ہم نے تجھے

کھیلنے کے واسطے نہیں پیدا کیا اور جب آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مدرسے میں تشریف لے جاتے تو آواز آتی: '' اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی کو جگہ دے دو۔

منے کی لاش ص 06 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی پاکستان) (''اَلْحَقَائِقُ فِی (الْحَدَائِق''، ۱۴۰) (''بَھْجَۃُ الْاَسْرَار''، ۴۸

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز یا ناجائز۔؟ (پڑھیں تو جانیں)۔

اعتراضات:

خدا کا لفظ غیر اسلامی اور مشرکانہ ہے جسے مشرک ایرانیوں نے رواج دیا۔اللہ اسم اعظم ہے صرف اللہ ہی پکارنا اور کہنا لکھنا چاہئے۔کتاب اللہ میں تین مقامات پر صاف صاف فرمادیا گیا ہے ہے کہ

☆ اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے (القرآن پہلی آیت)

☆ یقینا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں (سورۃ طہ آیت ۱۴)

☆اور اللہ کے صفاتی نام بھی اچھے ہیں پس اسکو صرف اسکے ان ہی ناموں سے پکار و اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اللہ کے ناموں میں کج روی و گمراہی پیدا کرتے ہیں ایسے گمراہ لوگ اپنی حرکت کی سزا پا کر رہیں گے (سورۃ اعراف ۔آیت ۱۸۰)

مندرجہ بالا تینوں آیات قرآنی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ کا ذاتی نام توصرف '' اللہ '' ہے تاہم اس کے صفاتی نام متعدد ہیں چونکہ اللہ کا ذاتی نام (اسم اعظم) صرف اور صرف ''اللہ '' ہے اس لئے اس اسم اعظم کا کوئی ترجمہ ہر گز نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ''اللہ ''کا ترجمہ '' خدا'' کیا جائے یا ''گاڈ (God)'' کیا جائے دونوں ہی غلط ہیں۔ اولاً تو '' اللہ '' کا کوئی ترجمہ کرنا ہی غلط ناجائز اور گناہ ہے پھر اگر ترجمہ بھی '' خدا'' جیسے مشرکانہ لفظ سے کیا

جائے تو وہ گناہ در گناہ اور حرام در حرام بھی ہوگا۔

پیش کردہ ان تمام حقائق کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو یہ پختہ عظم کرنا چاہئے کہ آئندہ وہ ہمیشہ صرف اور صرف '' اللہ '' ہی پکاریں گے کہیں گے اور لکھیں گے اور حکم الٰہی کی ہر گز حکم عدولی نہیں کریں گے۔

جوابات :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

: آج سے تقریباً 100 سال پہلے مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا

ا۔ عام مسلمان قرآن کریم کی تلاوت محض ثواب کی غرض سے کرتے تھے قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے وہ جانتے تھے کے بے علم و فہم اس کے ترجے کو ہاتھ لگانا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے نیز قبر میں ہم سے قرآن مجید کے ترجے سے متعلق سوال نہ ہوگا بلکہ عبادت و معاملات کا ہوگا لہٰذا اس پر محنت کرتے تھے۔

۲۔ علماء و فضلاء کا طریقہ یہ تھا کہ تقریباً 21 علوم میں محنت کرتے تھے مثلاً نحو، معانی، بیان، بدیع، ادب لغت حساب جیومیٹری، فقہ، تفسیر، حدیث، تواریخ، تصوف، اصول وغیرہ وغیرہ میں مہارت کاملہ حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے وہ بھی محکمات تک متشابہات کو ہاتھ نہ

لگاتے اور اس ترجمہ کرنے میں بھی مفسرین ، محدثین و فقہاء کے فرمانے کے مطابق کرتے تھے۔

اس طریقہ سے فائدہ یہ تھا مسلمان بد مذہبی و لادینی کا شکار نہ ہوتے تھے مگر اب بعض نادان دوستوں اور دوست نما دشمنوں نے یہ خیال پھیلادیا ہے کہ قرآن کا سمجھنا آسان ہے ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرسکتا ہے احکام نکال سکتا ہے اسکے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواندہ و ناخواندہ انگریزی تعلیم یافتہ لغت کی تھوڑی باتیں یاد کرکے بڑے دعوے سے قرآن کا ترجمہ کررہا ہے اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے اسے وحی الٰہی سمجھتا ہے اور جو اس کی نہ مانے اسے کافر و مشرک گردانتا ہے جیسا کہ ایک شخص نے لفظِ خدا کے استعمال کے بارے میں لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

الف): لفظِ '' خدا'' لفظ اللہ کا ترجمہ ہے (ب) مشرکین ایران نے اسے اپنے خداؤں کے لیے رواج دیا ہے لہٰذا یہ مشرکانہ لفظ ہے لہٰذا جب بھی کوئی مسلمان لفظ خدا ادا کرتا ہے تو ہر بار وہ شرک کا گناہ کرتا ہے۔

ہم مرحلہ وار اس پر گفتگو کریں گے اقول باللہ التوفیق

معترض کا پہلا اعتراض کہ یہ لفظ '' خدا'' اسم جلالت اللہ کا ترجمہ ہے اس

کا جواب یہ ہے کہ یہ اسم جلالت اللہ کا ترجمہ نہیں جیسا کہ معترض نے گمان کیا بلکہ یہ اللہ عزوجل کے صفاتی نام '' مالک '' کا ترجمہ ہے چنانچہ معترض نے جس آیت سے استدلال کرنا چاہا ہے کہ بقیہ آیتوں کا نفس مسئلہ سے تعلق ہی نہیں بنتا لہٰذا ہم اسی آیت کہ جس کا نفس مسئلے سے تعلق ہے اسکی تفسیر پیش کرتے ہیں چنانچہ عمدۃ المفسرین حکیم الامت محسن اہلسنت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر نور العرفان میں اسی سورہ اعراف کی آیت ۱۸۰ کے تحت فرماتے ہیں : خیال رہے کہ خدا اللہ عزوجل کا نام نہی ہے بلکہ مالک کا ترجمہ ہے گویا اس کا ایک وصف ہے (نورالعرفان صفحہ ۲۷۶ پیر بھائی کمپنی)

دوسرے اعتراض کا عقلی جواب یوں ہے

عقلی جواب) غیر مسلم تو بتوں کو معبود ، مالک ، رب بھی کہتے ہیں معترض کی دلیل)) کے مطابق اللہ تعالیٰ کو معبود ، مالک ، رب کہنا بھی ناجائز ہو جائے گا حالانکہ کوئی جاہل (سے جاہل بھی اس کا قائل نہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب ہے کہ صرف اتنی بات سے کہ مشرکین اسے اپنے خداؤں کے لیے استعمال کرتے تھے لفظ خدا کو اللہ عزوجل کے لیے پکارنے پر شرک کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ورنہ لفظ الہ میں بھی یہی حکم لگے گا (معاذ اللہ عزوجل) کہ مشرکین نے اس لفظ کو بھی اپنے خداؤں کے لیے استعمال کیا ہے لہٰذا معترض

کی رو سے اسے اللہ عزوجل کے لیے استعمال کرنا شرک کا گناہ ہوگا (معاذ اللہ عزوجل)
ارشاد ربانی ہے: واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ یعنی: جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو
(اللہ کے سوا (سورہ مائدہ آیت ۱۱۷ ترجمہ کنزالایمان
اس سے ثابت ہوا کہ لفظ الہ کا اطلاق مشرکین اپنے خداؤں کے لیے کرتے تھے اور اب دیکھئے کہ اسی لفظ الہ کو خدائے بزرگ وبرتر نے اپنے لیے استعمال فرمایا ہے چنانچہ اور تمہارا معبود ایک ہے فرماتا ہے عزوجل: والھکم الہ واحد لاالہ الا ھو الرحمٰن الرحیم معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان (بقرہ آیت ۱۶۳ (کنزالایمان
اس نص قرآنی سے یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کسی لفظ کو اپنے بتوں کے لیے استعمال کریں مگر اس لفظ میں کوئی قباحت نہ ہو تو اس لفظ کو اللہ عزوجل کے لیے استعمال کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں یاد رہے کہ کسی لفظ کو اللہ عزوجل کی ذات مقدس کے لیے استعمال کرنا دو باتوں پر مبنی ہے (۱) آیا اس کا استعمال جائز ہے (۲) یا پھر اس کا استعمال رب تعالیٰ کے لیے جائز نہیں اور جائز و

ناجائز ہونا یوں معلوم ہوگا کہ وہ لفظ رب العلمین کی شان اقدس کے لائق ہے یا لائق نہیں ہے سو اگر وہ لفظ شان اقدس کے لائق ہے تو اس کا استعمال بلا شبہ جائز ہے جیسا کہ لفظ خدا کہ اس میں بذاتِ خود ایسی برائی نہیں کہ اسے شان اقدس کے لیے استعمال نہ کیا جاسکے چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اسی سورہ اعراف کی آیت ۱۸۰ کے تحت اسی صفحے پر فرماتے ہیں : خیال رہے کہ خدا اللہ عزوجل کا نام نہی ہے بلکہ مالک کا ترجمہ ہے گویا اس کا ایک وصف ہے لہٰذا اسے خدا تو کہہ سکتے ہیں مگر
رام یا پربھو نہیں کہہ سکتے ۔ جیسے ستار کا ترجمہ پردہ پوش کرلیا جائے (نورالعرفان ص ۲۷۶)

مفتی اعظم ہند ابو البرکات مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۴۰۲ھ فتاوی مصطفویہ) میں فرماتے ہیں : اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہوسکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں '' خود آ '' ہے جس کا معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ ہوا ہو ۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا واللہ اعلم (فتاوی مصطفویہ ۳۱ برکاتی پبلشرز (کراچی

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ہم ثابت کر ہی چکے کہ لفظ خدا کا

اطلاق اللہ پر ہو سکتا ہے لہٰذا یہ لفظ مشرکانہ نہ ہوا اور نہ ہی اس کے ادا کرنے کے سبب سے مسلمان شرک کے گناہ میں مبتلا ہوگا یہاں ایک بات کرنی ضرور ہے اور وہ یہ بات بات پر مسلمانوں پر شرک کا حکم لگا دینا کہاں کا انصاف ہے شرک ایک ایسا گناہ ہے جسکی بابت رب عزوجل نے ارشاد فرمایا ان اللہ لایغفران یشرک بہ.....الخ (سورۃ نساء ۱۱۶) بیشک اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ تو پتہ چلا شرک ایک ایسی نحوست ہے جو جھنم میں ہمیشہ کے داخلے کا سبب بن سکتی ہے شرط یہ ہے توبہ نہ کرے شرک کے لغوی معنی ہیں حصہ یا ساجھا شریک کا معنی ہیں حصہ دار شرک کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کو جب تک اللہ تعالیٰ کے برابر نہ مانا جائے تب تک شرک نہ ہوگا تو اب سوال یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کو لفظِ خدا کے ذریعے پکارتا ہے تو وہ مشرک کسطرح ہوگا حالانکہ اس نے سوائے رب عزوجل کے کسی اور کو پکارا ہی نہیں ہے برابر جاننا تو بہت دور کی بات ہے پھر اکثر سلف سے لیکر خلف تک تمام مسلمان جنہوں نے یہ لفظ اللہ عزوجل کے لیے استعمال کیا کیا وہ سب مشرک تھے معاذ اللہ) کیا انکے پاس علم نہ تھا اور پھر کسی گمراہی پر اجماع کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ) حضورؐ کا فرمان ہے لا تجتمع امتی علی ضلالۃ ترجمہ : میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی (انوار محمدیہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ ص ۴۰۶ مکتبہ نبویہ لاہور)

نیز آپ ہی کا فرمان ہے مجھے اپنی امت پر شرک کا خوف نہیں وہ بت پرستی یا ستارہ پرستی (تو نہیں کریں گے البتہ عبادت ریا کے ساتھ کریں گے (کیمائے سعادت مترجم ص ۵۵۵
توجب آپ کا فرمان اقدس بھی موجود کہ آپکو امت کے بارے میں شرک کا خوف نہیں تو اب معترض کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مسلمانوں کو محض اپنی خیالی تک بندیوں کے ذریعے مشرک قرار دے ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لفظ خدا سے اللہ عزوجل کو ندا کرنا ہر گز شرک نہیں ۔ مشرکین کسی لفظ کو اپنے معبودوں کے لیے استعمال کرتے ہوں اور اس لفظ میں کوئی قباحت شرعی نہ پائی جاتی ہو تو اسے رب تبارک و تعالیٰ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں جیسے لفظ خدا کہ اس کے استعمال پر امت کا علماء کا اجماع ہے کسی نے اسکا انکار نہ فرمایا (روح المعانی (ص ۱۷۷ پارہ ۳۰ سورۃ اعراف آیت ۱۸۰ مطبوعہ بیروت

اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور حق بات کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تذکرہ غوث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم (غیبی ہاتھ

(۱) سانپ نُما جِن

ایک بار ولیوں کے سردار، سرکارِ غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اپنے مدرَسہ کے اندر اجتِماع میں بیان فرمارہے تھے کہ چھت پر سے ایک بَہُت بڑا سانپ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر گرا، سامِعین میں بَھگدڑ مچ گئی، ہر طرف خوف وہِراس پھیل گیامگر سرکارِ بغداد علیہِ رحمۃ اللہ الجواد اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ سانپ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کپڑوں میں گھس گیااور تمام جسمِ مبارَک سے لپٹتا ہوا گِرِیبان شریف سے باہَر نکلا اور گردن مبارَک پر لپَٹ گیا۔ مگر قربان جایئے! میرے مُرشِد شَہنشاہِ بغداد علیہ رحمۃ اللہ الجواد پر کہ ذرّہ برابر نہ گھبرائے نہ ہی بیان بند کیا۔ اب سانپ زمین پر آگیا اور دُم پر کھڑا ہوگیا اور کچھ کہہ کر چلاگیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور عرض کرنے لگے حُضُور! سانپ نے آپ سے کیا بات کی؟ ارشاد فرمایا، سانپ نے کہا، "میں نے بَہُت سارے اولیاءُ اللہ رَحِمَہُمُ اللہُ تعالٰی کو آزمایا مگر آپ جیسا کسی کو نہیں پایا۔"

(بَھجۃ الاسرار ومعدن الانوار ص 168 مُلَخَّصًا، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جسے شک ہو وہ خِضر سے پوچھ دیکھے
تِری مجلسوں کا سماں غوثِ اعظم

محترم قارئین کرام ! معلوم ہوا وہ کوئی عام سانپ نہیں بلکہ سانپ نما جنّ تھا جس نے ہمارے غوثِ اعظمعلیہ رحمۃ اللہ الاکرم کا امتحان لینے کی کوشش کی تھی اور الحمدُ للّٰہ عَزَّوَجَل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ثابت قدم رہے۔ "طبقاتِ خرقہ "میں ہے حُضُورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے ۵۳۰ھ میں بغداد شریف کے "شہر پناہ" کے پاس بیان کا آغاز فرمایا۔ شُروع شُروع میں ایک یا دو اور زیادہ سے زیادہ تین آدمی شریک ہوتے تھے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عزم واستقلال کے ساتھ لوگوں کی بے توجُّہی کے باوُجُود بیان فرماتے رہے، بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اِخلاص رنگ لایا اور رفتہ رفتہ اجتماع بڑھنا شروع ہوگیا اور خلقِ کثیر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیانِ عالیشان سے مُستفیض ہونے لگی۔

بڑی بڑی آنکھوں والا آدمی (۲)

اسی سانپ نُما جنّ کی دوسری خوفناک حِکایت سنئے اور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی استقامت پر عقیدت سے سر دُھنئے چُنانچہ حُضور شَہَنشاہِ بغداد سرکارِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ایک بار میں جامعِ منصور میں مصروفِ نَماز تھا کہ وُہی سانپ آگیا اور اُس نے میرے سَجدے کی جگہ پر سر رکھ کر مُنہ کھول دیا۔ میں نے اُسے ہٹا کر سَجدہ کیا مگر

وہ میری گردن سے لپٹ گیا پھر وہ میری ایک آستین میں گھُس کر دوسری آستین سے نکلا، نَماز مکمّل کرنے کے بعد جب میں نے سلام پھیرا تو وہ غائب ہوگیا۔ دوسرے روز جب یہاں پھر اُسی مسجِد یہاں داخِل ہوا تو مجھے ایک بڑی بڑی آنکھوں والا آدَمی نظر آیا میں نے اُسے دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ یہ شخص انسان نہیں بلکہ کوئی جِنّ ہے۔ وہ جنّ مجھ سے کہنے لگا کہ یہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تنگ کرنے والا وُہی سانپ ہوں۔ میں نے سانپ کے رو پ میں بَہُت سارے اولیاءُ اللہ رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کو آزمایا ہے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا کسی کو بھی ثابِت قدم نہیں پایا۔ پھر وہ جِنّ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوگیا۔ (بَھجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص 691)

محترم قارئین کرام! واقعی خُشوع وخُضوع ہو تو ایسا ہو کہ نَماز میں خواہ سانپ ہی لپٹ جائے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے توجُّہ نہ ہٹے۔آہ! ایک ہماری نَماز ہے کہ اگر ہم پر مکھی بھی بیٹھ جائے تو پریشان ہوجائیں، معمولی خارِش بھی ہم سے برداشت نہ ہوسکے۔ اس واقعِہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنّات بھی ہمارے غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے مُرید بن جاتے ہیں۔

شیطان کا خطرناک وار (۳)

سرکارِ بغدار حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں کسی جنگل کی طرف نکل گیا اور کئی روز تک وہاں پڑا رہا۔ کھانے پینے کو کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ مجھ پر پیاس کا سخت غَلَبہ تھا۔ میرے سر پر ایک بادَل کا ٹکڑا نُمودار ہوا، اس میں سے کچھ بارِش کے قطرے گرے جسے میں نے پی لیا۔ اس کے بعد بادَل میں ایک نُورانی صُورت ظاہِر ہوئی جس سے آسمان کے کَنارے روشن ہوگئے اور ایک آواز گونجنے لگی، "اے عبدَالقادِر! "یہ تیرا ربّ ہوں میں نے تمام حرام چیزوں کو تیرے لئے حلال کردیا۔ "میں نے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم پڑھا۔ ایکدم روشنی ختم ہوگئی اور اُس نے دھوئیں کا رُوپ دھارلیا اور آواز آئی، "اے عبدالقادِر! اِس سے قبل میں ستّر اولیاء کو گمراہ کرچکا ہوں مگر تجھے تیرے علم نے بچالیا۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، یہ نے کہا، "اے مردود! مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے فضل نے بچالیا۔"

(بَھجَۃُ الاسرار و معدن الانوار، ص 228 ملخصًا)

ہوں ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت
یہی عرض ہے آخِری غوثِ اعظم
(قبالہ بخشش)

محترم قارئین کرام ! واقعی شیطان بڑا مکّار وعیّار ہے ، وہ طرح طرح کے شُعبدے یعنی جادوئی کرتب بھی دکھاتا ہے ، اس کے وار سے ہمیشہ خبردار رہنا چاہئے ۔ اپنی عقل وہوشیاری پر اعتماد کرنے کے بجائے ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم پر نظر رکھنی چاہئے ۔ جس کے پاس مال ہوتا ہے اُس کے پاس چور آتا ہے ۔ اور جس کے پاس دولتِ ایمان ہے اس کے پاس شیطان ضَرور آتا ہے نیز جس کے پاس ایمان جتنا مضبوط ہوگا اُس کے پاس اُسی قَدر نیکیوں کے خزانے کی بھی کثرت ہوگی لہٰذا وہاں شیطان بَہُت زِیادہ زور لگائے گا۔ ہمارے پیرومُرشِد حُضورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے پاس ایمان واعمال کے خزانے کے انبار کو دیکھ کر شیطان نے ڈاکے ڈالنے کی مُتَعَدِّد بار کوشش کی مگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے ناکام ونامُراد ہی رہا۔

شیطان کے مزید حملے (۴)

پیروں کے پیر ، پیر دست گیر ، روشن ضمیر ، قُطبِ ربّانی ، محبوبِ سُبحانی ، پیرِ لاثانی ، پیرِ پیراں ، میرِ میراں ، الشّیخ ابو محمّد سیّد عبد القادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی تحدیثِ نعمت اور اہلِ مَحَبَّت کی نصیحت کے لئے فرماتے ہیں ، میں جن دنوں شب و روز جنگل میں رہا کرتا تھا ، شیاطین خوفناک شکلوں میں طرح طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر فوج در فوج مجھ پر حملہ

آور ہوتے ، مجھ پر آگ برساتے ، میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے ان کے پیچھے دوڑتا تو وہ مُنتَشِر ہو کر بھاگ جاتے۔ کبھی شیطان اکیلا آ کر مجھے طرح طرح سے ڈراتا ، دھمکیاں دیتا اور کہتا یہاں سے چلے جاؤ ، میں اُس کو زور دار طمانچہ مار دیتا تو وہ بھاگنے لگتا، پھر میں لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم پڑھتا تو وہ جل جاتا۔ (بَہجَۃ الاسرار و معدن الانوار، ص ۵۶۱)

دل پہ کَندہ ہو ترا نام کہ وہ دُرِ رَجیم
اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طُغرا تیر

غیبی ہاتھ (۵)

حُضُورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم فرماتے ہیں، ایک بار نہایت ہی خوفناک صورت والا ایک شخص جس سے بدبو کے بھبھکے اُٹھ رہے تھے آ کر میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ، میں ابلیس ہوں اور آپ کی خدمت کرنے کے لئے حاضِر ہوا ہوں کیونکہ آپ نے مجھے اور میرے چیلوں کو تھکا دیا ہے۔ میں نے کہا، دَفع ہو۔ اُس نے انکار کیا۔ اتنے میں ایک غیبی ہاتھ نُمودار ہوا جس نے اس کے سر پر ایسی زوردار ضَرب لگائی کہ وہ زمین میں دھنس گیا مگر پھر اُس نے آگ کا شُعلہ ہاتھ میں لے کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اتنے میں ایک نِقاب پوش صاحِب سفید گھوڑے پر سُوار تشریف لائے اور انہوں نے مجھے تلوار دی ، یہ

(دیکھ کر شیطان بھاگ کھڑا ہوا۔ (بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص166

بادَلوں سے کہیں رُکتی ہے کَڑکتی بجلی
ڈھایں چَھنٹ جاتی ہیں اُٹھتا ہے جو تَیغا تیر

شیطان کے جال (۲)

سرکارِ بغداد حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ایک بار میں نے دیکھا کہ شیطان دُور کھڑا اپنے سَر پر خاک اُڑا رہا ہے اور روتے ہوئے کہہ رہا ہے، "اے عبدَالقادِر! میں آپ سے مایوس ہوگیا ہوں۔" میں نے کہا، اے مَلعون! دَفع ہو، میں تجھ سے کبھی بھی بے خوف نہیں ہوسکتا۔ وہ بولا، آپ کی یہ بات میرے لیے سب سے زیادہ گِراں ہے۔ اس کے بعد اُس نے مجھ پر بَہُت سارے جال، پَھندے اور حِیلے ظاہِر کئے اور میرے اِستفسار پر بتایا کہ یہ دنیا کے جال ہیں جن سے میں آپ جیسوں کا شِکار کیا کرتا ہوں۔ میں ایک سال تک جِدّوجُہد کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ سارے جال ٹوٹ گئے۔ پھر میرے اِردگِرد بَہُت سارے اَسباب ظاہِر ہوئے، میں نے پوچھا، یہ کیا ہیں؟ تو کہا گیا کہ یہ آپ سے مُتَعلِّق مخلوق کے اَسباب (یعنی مخلوق کی مَحبّتیں وغیرہ ہیں۔)
چُنانچِہ اِس مُعاملہ میں بھی میں نے مزید ایک سال توجّہ (جِدّوجُہد) کی حتّٰی کہ وہ جال بھی (سب کے سب ٹوٹ گئے۔ (بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، ص1 66

جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو پُچکار دے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا
(حدائقِ بخشش)
محترم قارئین کرام! واقعی نفس و شیطان سے پیچھا چُھڑانا آسان نہیں۔ ہمارے غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اس سے نَجات پانے کے لئے سالہا سال تک جِدّوجُہد فرمائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا حاصِل کرنے کے لئے پچیس سال تک عِراق کے جنگلوں میں تنہا رِیاضَتیں کرتے رہے۔
تُو ہے وہ غَوث اکہ ہر غَوث ہے کہ شَیدا تیرا
تُو ہے وہ غَیث کہ ہر غَیث ۲ ہے پیاسا تیر
سردرات میں چالیس بار غسل (۷)
بَہجَۃُ الَاسرار شریف میں ہے، سرکارِ بغداد حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" فرماتے ہیں، میں "کَرخ" کے جنگلوں میں برسوں رہا ہوں، درخت کے پتّوں اور بُوٹیوں پر میرا گزارہ ہوتا۔ مجھے پہننے کے لیے ہر سال ایک شخص صُوف (یعنی اُون) کا ایک جُبّہ لاکر دیتا تھا جس کو میں پہنا کرتا تھا۔ میں نے دنیا کی مَحبّت سے نَجات حاصل کرنے کے لیے ہزار جَتَن کیے، میں

گُمنام رہا، میری خاموشی کے سبب لوگ مجھے گُونگا، نادان اور دیوانہ کہتے تھے، بیاں کانٹوں پر ننگے پاؤں چلتا، خوفناک غاروں اور بھیانک وادیوں میں بے جھجک داخِل ہو جاتا۔ دُنیا بن سنور کر میرے سامنے ظاہر ہوتی مگر اَلحَمدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں اُس کی طرف اِلتِفَات (یعنی توجُّہ) نہ کرتا۔ میرا نَفس کبھی میرے آگے عاجِزی کرتا کہ آپ کی جو مرضی ہوگی وُہی کروں گا اور کبھی مجھ سے لڑتا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اس پر فتح نصیب کرتا۔ میں نُدتوں "مدائن" کے بِیابانوں میں رہا اور اپنے نفس کو مُجاہدات میں لگاتا رہا۔ ایک سال تک گِری پڑی چیزیں کھاتا اور بالکل پانی نہ پیتا پھر ایک سال صرف پانی پر گزارہ کرتا اور گری پڑی چیز یا کوئی اور غذا نہ کھاتا پھر ایک سال بِغیر کچھ کھائے پیئے فاقے سے گزارتا۔ مجھ پر سخت آزمائشیں آتیں۔ ایک بار سَخت سردی کی رات میرا یوں امتحان لیا گیا کہ بار بار آنکھ لگ جاتی اور مجھ پر غسل فرض ہو جاتا۔ میں فوراً نَہر پر آتا اور غسل کرتا اس طرح اس ایک رات میں چالیس بار میں نے غسل کیا۔ (بَہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص 165 ملخصاً)

مُصیبت دور ہونے کا عمل

حضرت علّامہ امام شَعرانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورانی "طبقاتِ کُبریٰ" میں حُضُورِ غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کا یہ ارشادِ گرامی نَقل کرتے ہیں، اِبتِداءً مجھ پر بَہُت سختیاں رکھی گئیں اور جب سختیاں

اِنتِہا کو پَہُنچ گئیں تو میں عاجِز آ کر زمین پر لیٹ گیا اور میری زُبان پر قرآنِ پاک کی یہ دو آیاتِ مُبارَکہ جاری ہو گئیں:۔

oاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاoفَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

(پ ۳۰،الم نشرح:۶،۵)

ترجَمہ کنزالایمان: تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ان آیات کی بَرَکت سے وہ تمام سختیاں مجھ سے دُور ہو گئیں۔

(الطبقاتُ الکبریٰ،ج۱،ص178،ملخصاً، دارالفکر بیروت)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

ہم بھی کوشِش کریں

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے! ہمارے غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اپنے ربِّ مُعَظَّم عَزَّوَجَلَّ کا قُرب پانے اور اپنے نانا جان، رَحمتِ عالمیان صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خوش فرمانے، نفس وشیطان پر غالب آنے، دنیا کی مَحَبَّت سے پیچھا چھُڑانے، گناہوں کے اَمراض سے خود کو بچانے، مخلوقِ خدا عَزَّوَجَلَّ کو راہِ راست پر لانے، مُبلِّغ کا شَرَف

پانے ، نیکی کی دعوت کی دنیا میں دُھوم مچانے اور بے شُمار کُفّار کو دامنِ اسلام میں داخِل فرمانے کے لیے سالہا سال تک جِدّوجُہد فرمائی۔ خیر ہم حُضُورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح مُجاہدات تو کرنے سے رہے مگر ہمّت ہارے بِغیر تھوڑی بہُت کوشِش تو جاری رکھیں۔

سچ ہے انسان کو کچھ کھوکے ملا کرتا ہے
آپ کو کھوکے تجھے پائے گا جَویا تیرا

(ذوق نعت)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تذکرۂ غوث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم (قادِریوں کیلئے بِشارت

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

(۸) 25برس جنگلوں میں ۔۔۔

سرکارِ بغداد حُضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مَحبّت کا دم بھرنے والے اسلامی بھائیو! سرکارِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے پچیس برس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے عِراق کے جنگلوں میں گزار دیئے۔ کاش! ہمیں بھی تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کے سنّتوں کی تربیّت کی خاطر گاؤں بہ گاؤں، شہر بہ شہر اور ملک بہ ملک سفر کرنے والے مَدَنی قافلوں میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ سفر کرنا نصیب ہوجائے۔

(۹) زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا

سرکارِ بغداد حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں شہر میں کھانے کے ارادے سے گرے پڑے ٹکڑے یا جنگل کی کوئی گھاس یا پتّی اٹھانا چاہتا اور جب دیکھتا کہ دوسرے فُقَراء بھی اِسی کی تلاش میں ہیں تو اپنے اسلامی بھائیوں پر ایثار کرتے ہوئے نہ اُٹھاتا بلکہ یونہی چھوڑ دیتا تاکہ وہ اُٹھا کر لے جائیں اور خود بھوکا رہتا۔ جب بھوک کے سبب کمزوری حد سے بڑھی

اور قریبُ الْموت ہوگیا تو میں نے پھول والے بازار سے ایک کھانے کی چیز جو زمین پر پڑی تھی اُٹھائی اور ایک کونے میں جا کر اُسے کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک عَجمی نوجوان آیا، اُس کے پاس تازہ روٹیاں اور بھُنا ہوا گوشْت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس کو کھاتا دیکھ کر میری کھانے کی خواہِش ایک دَم شدّت اختیار کر گئی۔ جب وہ اپنے کھانے کے لیے لُقمہ اٹھاتا تو بھوک کی بے تابی کی وجہ سے بے اختیار جی چاہتا کہ میں مُنہ کھول دوں تاکہ وہ میرے منہ میں لقمہ ڈال دے۔ آخِر میں نے اپنے نَفْس کو ڈانٹا کہ بے صبری مت کر اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے ساتھ ہے۔ چاہے موت آجائے مگر میں اِس ''نوجوان سے مانگ کر ہرگز نہیں کھاؤں گا۔''

یکایک وہ نوجوان میری طرف مُتَوجِّہ ہوا اور کہنے لگا، بھائی! آجایئے آپ بھی کھانے میں شریک ہوجایئے۔ میں نے انکار کیا۔ اس نے اِصرار کیا، میرے نفس نے مجھے کھانے کے لئے بہت اُبھارا لیکن میں نے پھر بھی انکار ہی کیا مگر اُس نوجوان کے پَیْہَم اِصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا کھالیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہاں کے رَہنے والے ہو؟ میں نے کہا، جِیلان کا۔ وہ بولا، میں بھیجِیلان ہی کا ہوں۔ اچھّا یہ بتاؤ تم مشہور زاہِد حضرت سیِّد عبداللہ صَومعی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے نواسے عبدُالقادِر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا، وہ تو میں ہی ہوں۔'' یہ سُن کر وہ بے قرار ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں بغداد''

آنے لگا تو آپکی امّی جان نے آپ کو دینے کے لئے مجھے 8 سَونے کی اشرفیاں دی تھیں میں یہاں بغداد آکر تلاشتا رہا مگر آپ کا کسی نے پتا نہ دیا یہاں تک کہ میری اپنی تمام رقم خَرچ ہو گئی۔ تین دن تک مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، میں جب بھوک سے نِڈھال ہوگیا اور میری جان پر بن گئی تو میں نے آپ کی امانت میں سے یہ روٹیاں اور بھُنا ہوا گوشْت خریدا۔ حضور! آپ بھی بخوشی اسے تناوُل فرمایئے کہ یہ آپ ہی کا مال ہے ۔پہلے آپ میرے مہمان تھے اوراب میں آپ کا مہمان ہوں۔ بقیہ رقم پیش کرتے ہوئے بولا، میں مُعافی کا طلب گار ہوں ۔ میں نے اِضطِراری حالت میں آپ کی رقم ہی سے کھانا خریدا تھا۔ میں بَہُت خوش ہوا۔ میں نے بچا ہوا کھانا اورمزید کچھ رقم اس کو پیش کی اس نے قَبول کی اور چلا گیا۔

(الذیل علی طبقات الحنابلۃ، ج۳، ص۲۵۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

طلب کا منہ تو کس قابِل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کابِل ہے یا غوث

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے! ہمارے غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کا ایثار کتنا زبردست تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے نَفْس پر کس قدر غَلَبہ حاصل کرلیا تھا۔

بیدار رَہنے کا عجیب نُسخہ (۱۰)

سرکارِ غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم تحدیثِ نعمت اور اپنے غلاموں کی نصیحت کے لئے فرماتے ہیں، الحمدللہ عَزَّوَجَلَّ میں پچیس سال تک عراق کے ویرانوں میں پھرتا رہا، اور چالیس سال تک عشاء کی نَماز کے وُضو سے فجر کی نماز ادا کی، پندرہ سال تک روزانہ بعد نَمازِ عشاء نَوافِل میں ایک قرآنِ پاک خَتْم کرتا رہا۔ ابتِداء میں اپنے بدن پر رسّی باندھ کر اس کا دوسرا سِرا دیوار میں گڑی ہوئی کھونٹی سے باندھ دیا کرتا تھا تاکہ اگر (نیند کا غَلَبہ ہو تو اُسکے جھٹکے سے آنکھ کُھل جائے۔ (بَہجَۃُ الاَسرار و معدن الانوار، ص ۱۱۸

ایک رات جب میں نے اپنے معمولات کا قصد کیا تو نفس نے سستی کرتے ہوئے تھوڑی دیر سوجانے اور بعد میں اُٹھ کر عبادت بجالانے کا مشورہ دیا۔ جس جگہ دل میں یہ خیال آیا تھا اُسی جگہ اور اُسی وقْت ایک قدم پر کھڑے ہو کر میں نے ایک قرآن شریف خَتْم (کیا۔ (بَہجَۃ القادریہ

گِرانے لگی ہے ہمیں لغزشِ پا
سنبھالو! ضعیفوں کو یا غوثِ اعظم

! غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی مَحبّت کا دم بھرنے والو! دیکھا آپ نے

سرکارِ بغداد حُضورِ غوثِ پاک رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کس قَدر عبادت کا اہتمام فرماتے تھے ! اب اگر ہم سے مَعاذَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ پانچ وقْت کی نَماز بھی نہ پڑھی جائے تو ہم کس قِسم کے عاشِقانِ غوثُ الاعظمعلیہ رحمۃاللہ الاکرم ہیں؟

مجھے اپنی الفت میں ایسا گما دے
نہ پاؤں پھر اپنا پتا غوثِ اعظم

(ذوق نعت)

صاحِبِ قَبر کی امداد (۱۱)

پیروں کے پیر، روشن ضمیر، شیخ عبدُالقادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی بروز بدھ ۷ ۲ ذُوالحجۃ الحرام ۵۲۹ ھ کو شونیزیہ قبرِستان میں اپنے استاذِ محترم حضرتِ سیِّدُنا شیخ حَمّاد شِیرہ فروش رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر عُلَماء وفُقَراء کے قافِلہ کے ہمراہ تشریف لے آئے اورکافی دیر تک کھڑے کھڑے دُعاء فرماتے رہے یہاں تک کہ دھوپ بَہُت تیز ہو گئی۔ جب لوٹے تو آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے چہرۂ انور پر بَشاشت کے آثار تھے۔ جب آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ سے اِس قَدر طویل دُعاء کا سبب دریافت

کیا گیا تو فرمایا، ''۱۵ شعبانُ المُعظّم ۴۳۹ ھ بروز جُمُعہ نمازِ ادا کرنے کے لیے اس مزار میں آرام فرمانے والے میرے اُستاذِ گرامی سیِّدُنا شیخ حَمّاد شِیرہ فَروش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک قافلہ جانبِ '' جامع الرّصافہ '' رواں دواں تھا۔ راستے میں ایک نَہَر کے پُل پر سے جب گزرے تو شیخ حَمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد نے اچانک مجھے دھکّا دے کر نَہَر میں گرادیا! سخت سردیوں کے دن تھے، میں نے بسم اللہ پڑھ کر غُسلِ جُمُعہ کی نیّت کرلی۔ جُوں تُوں پانی سے نکلا اور اپنا صُوف (یعنی اُون کا جُبّہ) نچوڑا اور قافلے سے جا ملا۔ شیخ حَمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد کے مُرید خوش طَبعی کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا، میں نے عبدُالقادِر کا امتحان لیا جس میں ان کو پہاڑ کی طرح مُستحکم پایا۔ حُضورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے مزید فرمایا کہ میں نے اپنے اُستاذ سیِّدُنا شیخ حَمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد کو ان کے مزارِ پُر انوار میں ہیرے اور جواہرات کے لباس میں ملبوس سر پر یاقوت کا تاج پہنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور پاؤں میں سونے کی نعلینِ شریفین میں ملاحظہ کیا۔ مگر تعجُّب خیز بات جو دیکھی وہ یہ تھی کہ ان کا دایاں ہاتھ کام نہیں کر رہا تھا۔ میرے اِستفسار پر بتایا، ''یہ وُہی ہاتھ ہے جس سے میں نے آپ کو نَہَر میں دھکیلا تھا۔ کیا آپ مجھے مُعاف کرتے ہیں؟ جب میں نے مُعاف کردیا تو اُنھوں نے کہا کہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دُعاء فرمادیجئے کہ

میرا دایاں ہاتھ دُرست ہوجائے ۔ لہٰذا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعاء مانگتا رہا اور پانچ ہزار اَصحابِ مزار اولیاءُ الغفّار اپنے اپنے مزار میں اٰمین کہتے اور میری سِفارش کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّنے انکا دایاں ہاتھ دُرست فرمادیا جس سے اُنہوں نے خوش ہو کر مجھ سے مُصافحہ کیا۔"

بغدادِ مُعَلّٰی میں جب یہ خبر مشہور ہوئی تو سیِّدُنا شیخ حَمّاد علیہ رحمۃ اللہ الجواد کے بعض مُریدین پر شاق گزرا اور وہ تصدیق کیلئے دربارِ غوثیہ میں حاضِر ہوئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ پیرانِ پیر روشن ضمیر، حُضُور غوثُ الاعظم دَسْتگیر علیہ رحمۃ اللہ القدیر نے ان لوگوں کے دلوں کا حال جان لیا اور خود ہی ارشاد فرمایا، آپ حضرات دو شیخ پسند کرلیں جو آپ کا یہ مسئلہ (مَسْ۔ءَ۔لَہ) حل کریں۔ چُنانچِہ یہ مُعاملہ حضرتِ سیِّدُنا شیخ یوسُف ہَمدانی اور حضرتِ سیِّدُنا شیخ عبدالرحمٰن کُردی رحمہما اللہ تعالٰی جو کہ اصحابِ کَشف تھے سونپ دیا گیا اور حضورِ غوثُ الاعظم علیہ رَحمۃُ اللہِ الاکرم کی خدمت میں عرض کردی گئی کہ ہم آپ کو جُمُعہ تک مُہلت دیتے ہیں کہ یہ دونوں حضرات آپ کی تصدیق کردیں۔ حضرتِ سیِّدُنا غوثِ اعظم علیہ رَحمۃُ اللہِ الاکرم نے فرمایا، ان شاءَ اللہ عزوجل آپ حضرات یہاں سے اُٹھنے بھی نہ پائیں گے کہ

مسئلہ حل ہوجائے گا۔ یہ فرماکر حُضُورِ غوثِ اعظم علیہ رَحمۃُ اللّٰہِ الاکرمنے سرِانور جُھکالیا۔ تمام حاضِرین نے بھی اپنا سر جُھکالیا۔ اتنے میں حضرتِ سیِّدُنا شیخ یوسُف ہمدانی قُدِّسَ سرُّہُ الرَّبّانی پابَرہنہ (یعنی ننگے پاؤں) جلدی جلدی تشریف لائے اوراِعلان کیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حُکم سے ابھی ابھی مجھ پر شیخ حمّاد علیہ رحمۃ اللّٰہ الجواد ظاہِر ہوئے اور حُکم دیا کہ فوراً شیخ عبدُالقادِرجیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانی کے مدرَسہ میں جاکر سب کو یہ بتادو، شیخ عبدُالقادرجیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانینے آپ حضرات کو میرے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے۔'' اتنے میں حضرتِ سیِّدُنا شیخ عبدالرحمٰن سُرَدی علیہ رحمۃ اللہ القوی بھی آگئے اورانھوں نے بھی حضرتِ سیِّدُنا شیخ یوسُف ہمدانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانی کی طرح ہی کہا۔ اس پر تمام حضرات نے حُضُورِ غوثِ اعظمعلیہ رحمۃ اللہ الاکرم سے مُعافی مانگی۔

(بَہجۃ الاَسرار و معدن الانوار، ص ۱۰۷)

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

قادِریوں کیلئے بِشارت

بَہجَۃُ الْاَسرار میں ہے پیروں کے پیر، پیر دستگیر، روشن ضمیر، قُطبِ رَبّانی، محبوبِ سُبحانی، پیرِ لاثانی، قِندیلِ نُورانی، شَہبازِ لامکانی، اَلشَّیخ ابو محمد سیِّد عبدُالقادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی کا فرمانِ بِشارت نشان ہے، مجھے ایک بَہُت بڑا رجسٹر دیا گیا جس میں میرے مُصاحِبوں اور میرے قِیامت تک ہونے والے مُریدوں کے نام درج تھے اور کہا گیا کہ یہ سارے افراد تمہارے حوالے کردیے گئے ہیں۔ فرماتے ہیں، میں نے داروغۂ جہنّم سے اِستِفْسار کیا، کیا جہنّم میں میرا کوئی مُرید بھی ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا نہیں۔'' آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے مزید فرمایا، مجھے اپنے پروَردگار عَزَّوَجَلَّ کی''، عزّت وجلال کی قسم! میرا دستِ حمایت میرے مُرید پر اس طرح ہے جس طرح آسمان زمین پر سایہ کناں ہے۔ اگر میرا مُرید اچھّا نہ بھی ہو تو کیا ہوا! الحمدللہ عَزَّوَجَلَّ میں تو اچھّا ہوں۔ مجھے اپنے پالنے والے عَزَّوَجَلَّ کی عزّت وجلال کی قسم! میں اُس وقْت تک اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے نہ ہٹوں گا جب تک اپنے ایک ایک مُرید کو داخلِ جنّت نہ (کروالوں۔ (بَہجَۃُ الاَسرار ومَعدن الانوار، ص ۱۹۳

سرکارِ بغداد حُضُورِ غوثِ پاک رحمۃاللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں، اللہ

عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مُریدوں اور میرے دوستوں کو جنّت میں داخِل کرے گا۔ تو جو کوئی اپنے آپ کو میرا مُرید کہے میں اسے قَبول کرکے اپنے مُریدوں میں شامِل کرلیتا ہوں اور اس کی طرف اپنی توجّہ رکھتا ہوں۔ میں نے مُنکَر نکیر سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ وہ قبر میں میرے مُریدوں کو نہیں ڈرائیں گے۔
(بَہجَۃُ الاَسرار و معدن الاَنوار، ص ۱۹۳ ملخصاً)

! سنا لا تَخَفْ تیرا فرمانِ عالی
غلاموں کی ڈھارس بندھی غوث اعظم
(قَبالۂ بخشش)

یا غوثِ اعظم نگاہِ کرم'' کے سولہ''
حُرُوف کی نسبت سے مُرشد کے 16 حقوق

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیِ نِعمت، عظیمُ البرَکت، عظیمُ المَرتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین وملّت، حامیِ سنّت، ماحِیِ بِدعت، عالِمِ شَرعِ مَتین، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رضا خانعلیہ

رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں، ''مُرشِد کے حُقوق مُرید پر شُمار سے (بھی) افزوں (بڑھ کر) ہیں، خُلاصہ یہ ہے کہ (۱) ان کے ہاتھ میں ''مُردہ بدستِ زندہ'' (یعنی زندہ کے ہاتھو ں میں مُردہ کی طرح) ہو کر رہے (۲) اِن کی رِضا کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا اِن کی خوشی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشی جانے (۳) انہیں اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے (۴) اگر کوئی نعمت دوسرے سے ملے تو بھی اسے (اپنے) مُرشِد ہی کی عطا اور انہیں کی نظرِ توجّہ کا صَدقہ جانے (۵) مال، اولاد، جان سب اِن پر تصدُّق کرنے (یعنی لُٹانے) کو تیار رہے (۶) ان کی جو بات اپنی نظر میں خِلافِ شَرع بلکہ مَعاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ کبیرہ (گناہ) معلوم ہو اس پر بھی نہ اِعتِراض کرے، نہ دل میں بدگُمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غَلطی ہے (۷) دوسرے کو اگر آسمان پر اُڑتا دیکھے جب بھی (اپنے) مُرشِد کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سَخت آگ جانے، ایک باپ سے دوسرے باپ نہ بنائے (۸) ان کے حُضور بات نہ کرے (۹) ہنسنا تو بڑی چیز ہے اِن کے سامنے آنکھ کان، دل ہمہ تن (یعنی مکمّل طور پر) انہیں کی طرف مصروف رکھے (۱۰) جو وہ پوچھیں نہایت ہی نرم آواز سے بکمالِ ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے (۱۱) ان کے کپڑوں، اِن کی بیٹھنے کی جگہ، اِن کی اولاد، اِن کے مکان اِن کے مَحلّہ، اِن کے شہر کی تعظیم کرے (۱۲) جو وہ حکم دیں ''کیوں!'' نہ کہے (اور، بجالانے میں) دیر نہ کرے (بلکہ) سب کاموں پر اسے تقدیم (یعنی اَوّلیّت) دے (۱۳) اِنکی غَیبت

غَے۔بَت۔''یعنی غیر موجودگی) میں بھی اِن کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے (۱۴) اِن کی'' موت کے بعد بھی ان کی زوجہ سے نکاح نہ کرے (۱۵) روزانہ اگر زندہ ہیں اِن کی سلامتی و عافیت کی دُعاء بکثرت کرتا رہے اور اِنتقال ہوگیا تو روزانہ اِن کے نام پر فاتحہ و دُرُود کا ثواب پہنچائے (۱۶) اِن کے دوست کا دوست،اِن کے دشمن کا دشمن رہے ۔غَرَض اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے بعد اِن کے عِلاقہ یعنی تعلّق) کو تمام جہاں کے عِلاقہ (یعنی تعلّق) پر دل سے ترجیح دے اوراِسی پر کار) بند رہے وغیرہ وغیرہ۔جب ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عَزَوَجَلَّ و سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم و حضراتِ مَشائخِ کرام رَحِمَہُم اللہ تعالٰی کی مدد زندگی میں، نَزع میں، قبر میں حَشْر میں مِیزان پر ،صِراط پر، حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔اِس کے مرشِداگر، خود کچھ نہیں تو ان کے مُرشِد تو کچھ ہیں یا مُرشِد کے مُرشِد یہاں تک کہ صاحِبِ سلسلہ حُضُورپُرنور غوثِ پاک رحمۃاللہ تعالٰی علیہ پھر یہ سلسلہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اور اُن سے سیِّدُ المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم اور اُن سے ربُّ العٰلمین عَزَوَجَلَّ تک مسلسل چلاگیا ہے ، ہاں یہ ضَرور ہے کہ مُرشِد چاروں شرائطِ بَیعت کا جامع ہو پھر اِن کا حُسنِ اِعتِقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے ،ان شاءَ اللہ عَزَوَجَلَّ ۔واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ شریف ج ۲۴ ص ۳۶۹)

مُرشِد'' کے چار حُروف کی''
نسبت سیبیعت کی 4 شرائط
پیری کیلئے چار شرطیں ہیں قبل از بَیعت انکا لحاظ فرض ہے (۱) صحیح العقیدہ سنّی ہو (۲ اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضَروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے (۳) فاسِق مُعلن نہ ہو۔ (ایک بار گناہِ کبیرہ (یعنی بڑا گناہ) کرنے والا یا گناہِ صغیرہ (یعنی چھوٹا گناہ) پر اِصرار کرنے والا یعنی تین یا اِس سے زِیادہ بار کرنے والا یا صغیرہ کو صغیرہ یعنی چھوٹا) سمجھ کر ایک بار کرنے والا فاسِق اور اگر علی الاعلان کرے تو فاسِقِ مُعلن) ہے اگر بالفرض کوئی کسی فاسِقِ مُعلن کا مُرید بن گیا ہو تو اُسے بیعت توڑ دینا ضَروری ہے۔اِس کیلئے اُس پیر کو بتانا ضَروری نہیں ،اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے ،''میں فُلاں کی بیعت توڑتا ہوں'' اِس طرح کہتے ہی بیعت ٹوٹ گئی اب کسی بھی جامعِ شرائط پیر صاحِب سے (بیعت کر سکتا ہے۔
اس کا سلسلۂ بیعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم تک مُتّصِل (یعنی ملا ہوا) ہو) ۴(
۔
بہارِ شریعت تخریج شدہ حصّہ اوّل ص ۱۵۳ مکتبۃ المدینہ ،فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۶۰۳)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(تذکرۂ غوث اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم (جنّات کا بادشاہ

(ا) جنّات کا بادشاہ

ابوسَعد عبداللہ بن احمد کا بیان ہے، ایک بار میری لڑکی فاطمہ گھر کی چھت پر سے یکایک غائب ہو گئی۔ میں نے پریشان ہو کر سرکارِ بغداد حُضُور سَیِّدُنا غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا، سَرخ جا کر وہاں کے ویرانے میں رات کے وقت ایک ٹیلے پر اپنے ارد گرد حِصار (یعنی دائرہ) باندھ کر بیٹھ جاؤ۔ وہاں میرا تصوُّر باندھ لینا اور بِسمِ اللّٰہ کہہ لینا۔ رات کے اندھیرے میں تمہارے اِرد گرد جنّات کے لشکر گُزریں گے، ان کی شکلیں عجیب وغریب ہوں گی، انہیں دیکھ کر ڈرنا نہیں، سَحَری کے وقت جنّات کا بادشاہ تمہارے پاس حاضر ہوگا اور تم سے تمہاری حاجت دریافت کرے گا۔ اُس سے کہنا، ''مجھے شیخ عبدالقادِر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی نے بغداد سے بھیجا ہے تم میری لڑکی کو تلاش کرو۔'' چنانچہ سَرخ کے ویرانے میں جا کر میں نے حُضُور غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا۔ رات کے سنّاٹے میں خوفناک جِنّات میرے حِصار کے باہَر گزرتے رہے۔ جِنّات کی شکلیں اس قَدر ہَیبت ناک تھیں کہ مجھ سے دیکھی نہ جاتی تھیں۔ سَحَری کے وقت جنات کا بادشاہ گھوڑے پر سُوار آیا، اس کے اِرد گرد بھی جِنّات کا ہُجُوم تھا۔ حِصار

کے باہَر ہی سے اُس نے میری حاجت دریافْت کی۔ میں نے بتایا کہ مجھے حضور غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اِتنا سننا تھا کہ ایک دَم وہ گھوڑے سے اترآیا اورزمین پر بیٹھ گیا، دوسرے سارے جِنّ بھی دائرے کے باہَر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنی لڑکی کی گُمشُدگی کا واقعہ سُنایا۔ اس نے تمام جِنّات میں اعلان کیا کہ لڑکی کو کون لے گیا ہے؟ چند ہی لمحوں میں جِنّات نے ایک چِینی جِنّ کو پکڑ کر بطورِ مجرِم حاضر کردیا۔ جِنّات کے بادشاہ نے اس سے پوچھا، قُطبِ وقت حضرتِ غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے شہر سے تم نے لڑکی کیوں اٹھائی؟ وہ کانپتے ہوئے بولا، عالی جاہ! میں دیکھتے ہی اُس پر عاشق ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے اس چِینی جِنّ کی گردن اُڑانے کا حکم صادِر کیا اور میری پیاری بیٹی میرے سپُرد کردی۔ میں نے جِنّات کے بادشاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، ماشآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! آپ سیِّدُنا غوث الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے بے حد چاہنے والے ہیں۔ اس پر وہ بولا، خدا کی قسم! جب حضورِ غوثُ الاعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ہماری طرف نظر فرماتے ہیں تو تمام جِنّات تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ جب اللہ تبارَک وتعالیٰ کسی قطبِ وقت کا تعیُّن فرماتا ہے تو تمام جن وانس اس کے تابِع کردیئے جاتے ہیں۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۱۴۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

تھر تھراتے ہیں سبھی جِنّات تیرے نام سے

ہے ترا وہ دَبدَبہ یا غوثِ اعظم دستگیر

عذابِ قبر سے رِہائی (۲)

ایک غمگین نوجوان نے آ کر بارگاہ غَوثیّت مآب علیہ رحمۃُ التّوّاب میں فریاد کی، یاسیّدی! میں نے اپنے والدِ مرحوم کو رات خواب میں دیکھا، وہ کہہ رہے تھے، ''بیٹا! میں عذابِ قبر میں مبتلا ہوں، تُو سیّدُنا شیخ عبدالقادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُالرَّبّانیکی بارگاہ میں حاضر ہو کر میرے لیے دُعا کی درخواست کر۔'' یہ سن کر سرکارِ بغداد حُضورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اِستفسار فرمایا، کیا تمہارے ابّاجان میرے مدرَسے سے کبھی گزرے ہیں؟ اُس نے عرض کی، جی ہاں۔ بس آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خاموش ہوگئے۔ وہ نوجوان چلا گیا۔ دوسرے روز خوش خوش حاضِرِ خدمت ہوا اور کہنے لگا، یا مرشِد! آج رات والدِ مرحوم سبز حُلّہ (یعنی سبز لباس) زیب تن کئے خواب میں تشریف لائے وہ بے حد خوش تھے، کہہ رہے تھے، ''بیٹا! سیّدُنا شیخ عبدُالقادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی کی برکت سے مجھ سے عذاب دُور کر دیا گیا ہے اور یہ سبز حُلّہ بھی ملا ہے۔ میرے پیارے بیٹے! تُو ان کی خدمت میں رہا کر۔'' یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، ''کہ جو مسلمان تیرے مدرَسے سے گزرے گا اس کے عذاب میں تخفیف (یعنی کمی) کی جائے گی۔ (ایضاً، ص ۴۱۹)

نزع میں ، گور میں ، میزاں پہ سرِ پُل پہ کہیں
نہ چھُٹے ہاتھ سے دامانِ مُعلّٰی تیرا

مردے کی چیخ وپکار (۳)

ایک بار بارگاہِ غوثیّت مآب علیہ رحمۃُ التّوّاب میں حاضِر ہو کر لوگوں نے عرض کی، عالی جاہ! ''بابُ الازج'' کے قبرِستان میں ایک قبر سے مردے کی چیخ وپکار کی آوازیں آرہی ہیں۔حُضور! کچھ کرم فرمادیجئے کہ بے چارے کاعذاب دور ہوجائے۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا،کیا اُس نے مجھ سے خِرقۂ خِلافت پہنا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، ہمیں معلوم نہیں۔فرمایا، کیا کبھی وہ میری مجلس میں حاضر ہوا؟لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔فرمایا، کیا اس نے کبھی میرا کھانا کھایا؟لوگوں نے پھر لاعلمی کا اظہار کیا۔آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے پوچھا، کیا اس نے کبھی میرے پیچھے نَماز ادا کی ؟لوگوں نے وُہی جواب دیا۔آپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے سرِاقدس ذرا سا جُھکایا توآپ رحمۃاللہ تعالٰی علیہ پر جلال ووقار کے آثار ظاہِر ہوئے اورکچھ دیر کے بعدفرمایا، مجھے ابھی ابھی فِرِشتوں نے بتایا، ''اِس نے آپ کی زیارت کی ہے اورآپ سے اسے عقیدت بھی تھی لہٰذا اللہ تبارک وتعالٰی نے اس پر رحم کیا۔''الحمدللہ عَزَّوَجَلَّ اسکی قبر سے آوازیں آنی بند ہوگئیں۔(ایضاً،ص ۱۹۴)

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی
اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

غوث پاک کا دیوانہ (۴)

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ کو آپ کے آبائی گاؤں کُتیانہ (گجرات، الھند) کا ایک واقعہ کسی نے سنایا تھا کہ وہاں ایک غوث پاک کا دیوانہ رہا کرتا تھا جو کہ گیارہویں شریف نہایت ہی اہتمام سے مناتا تھا۔ ایک خاص بات اس میں یہ بھی تھی کہ وہ سیّدوں کی بے حد تعظیم کرتا، ننّھے مُنّے سیّدزادوں پر شفقت کا یہ حال تھا کہ انہیں اُٹھائے اُٹھائے پھرتا اور انہیں شیرینی وغیرہ خرید کر پیش کرتا۔ اس دیوانے کا اِنتقال ہوگیا۔ میّت پر چادر ڈالی ہوئی تھی، سوگوار جمع تھے کہ اچانک چادر ہٹا کر وہ غوث پاک کا دیوانہ اٹھ بیٹھا۔ لوگ گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اُس نے پکار کر کہا، ڈرو مت، سنو تو سہی! لوگ جب قریب آئے تو کہنے لگا، ”بات دراصل یہ ہے کہ ابھی ابھی میرے گیارہویں والے آقا، پیروں کے پیر، پیر دستگیر، روشن ضمیر، قطبِ ربّانی، محبوب سبحانی، غوثُ الصَّمدانی، قِندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی، پیرِ پیراں، میرِ میراں، الشیخ ابو محمّد عبدالقادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی تشریف لائے تھے، اُنھوں نے مجھے ٹھوکر لگائی اور فرمایا، ہمارا مرید ہو کر بغیر توبہ کئے مرگیا اٹھ اور توبہ کرلے۔ لہٰذا مجھ میں روح

لوٹ آئی ہے تاکہ میں توبہ کرلوں۔اِتنا کہنے کے بعد دیوانے نے اپنے تمام گناہوں کی توبہ کی اور کلمۂ پاک کا وِرد کرنے لگا، پھر اچانک اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا اور اس کا اِنتقال ہوگیا۔

رضا کا خاتمہ بالخیر ہوگا

اگر رحمت تری شامل ہے یا غوث

سرکارِ بغداد حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیوانوں اور مریدوں کو مبارک ہو کہ سرکارِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرا مرید چاہے کتنا ہی گنہگار ہو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک توبہ نہ کرلے۔ (اخبار الاخیار، ص۱۹، فاروق اکیڈمی ضِلع خیرپور)

مجھ کو رُسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یُونہی

کہ وُہی ناوہ گدا بندۂ رُسوا تیرا

دل مُٹّھی میں ہیں (۵)

حضرتِ سیِّدُنا عمر بَزّاز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، ایک بار جُمُعۃ المُبارک کے روز میں حضورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے ساتھ جامع مسجد کی طرف جارہا تھا، میرے دل میں خیال آیا کہ حیرت ہے جب بھی میں مُرشِد کے ساتھ جمعہ کو مسجد کی طرف آتا ہوں تو سلام و مصافحہ کرنے والوں

کی بھیڑ بھاڑ کے سبب گزرنا مشکل ہو جاتا ہے، مگر آج کوئی نظر تک اُٹھا کر نہیں دیکھتا!
میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضورِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور بس، پھر کیا تھا! لوگ لپک لپک کر مصافحہ کرنے کے لیے آنے لگے۔ یہاں تک کہ میرے اور مرشدِ کریم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم کے درمیان ایک ہجوم حائل ہوگیا۔ میرے دل میں آیا کہ اس سے تو وُہی حالت بہتر تھی۔ دل میں یہ خیال آتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عمر! تم ہی تو نُجُوم کے طلبگار تھے، تم جانتے نہیں کہ لوگوں کے دل میری مٹھی میں ہیں اگر چاہوں تو اپنی طرف مائل کر لوں اور چاہوں تو دور کر دوں۔

(زُبدۃ الآثار مترجم، ص ۹۴، مکتبہ نبویہ لاہور)

کُنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر
کہ یہ سینہ ہو محبّت کا خزینہ تیرا
المدد یا غوثِ اعظم (۶)

حضرتِ بشر قرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ میں شکر سے لدے ہوئے 14 اونٹوں سمیت ایک تجارتی قافلے کے ساتھ تھا۔ ہم نے رات ایک خوف ناک جنگل میں پڑاؤ کیا۔ شب کے ابتدائی حصے میں میرے چار لدے ہوئے اونٹ لاپتا ہوگئے

جو تلاشِ بسیار کے باوُجود نہ ملے ۔ قافلہ بھی کُوچ کر گیا، شُتر بان میرے ساتھ رُک گیا۔ صبح کے وقت مجھے اچانک یاد آیا کہ میرے پیرو مرشد سرکارِ بغداد حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا" جب بھی تُو کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے پکار ان شآء اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ مصیبت جاتی رہے گی" چنانچہ میں نے یوں فریاد کی : یا شیخ عبدالقادر ! میرے اونٹ گم ہوگئے ہیں۔" یکایک جانبِ مشرق ٹیلے پر مجھے سفید" لباس میں ملبوس ایک بُزرگ نظر آئے جو اشارے سے مجھے اپنی جانب بُلا رہے تھے ۔ میں اپنے شُتر بان کو لے کر جُوں ہی وہاں پہنچا کہ یکایک وہ بُزرگ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے ۔ ہم ادھر اُدھر حیرت سے دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک وہ چاروں گمشدہ اونٹ ٹیلے کے نیچے بیٹھے ہوئے نظر آئے ۔ پھر کیا تھا ہم نے فوراً انہیں پکڑ لیا اور اپنے قافلے سے جا ملے ۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔

نمازِ غوثیہ کا طریقہ

حضرتِ سیِّدُنا شیخ ابوالحسن علی خباز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب گمشُدہ اونٹوں والا واقعہ بتایا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتایا کہ میں نے سیِّدُنا شیخ محیُ الدّین عبدُالقادر جیلانی قُدِّسَ سرُّہُ الرَّبّانی کو فرماتے سنا ہے: ''جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی وہ مصیبت جاتی رہی، جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا وہ سختی دور ہو گئی، جو میرے وسیلے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے وہ حاجت پوری ہو گی۔ جو شخص دو رَکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں اَلْحَمْد شریف کے بعد قل ھو اللہ شریف گیارہ گیارہ بار پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد سرکارِ مدینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم پر دُرود وسلام بھیجے پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چل کر میرا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے ان شآء اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ حاجت پوری ہو گی۔

(بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص ۱۹۴۔۱۹۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

آپ جیسا پیر ہوتے کیا غَرَض دَر دَر پھروں

آپ سے سب کچھ ملا یا غوثِ اعظم دستگیر

اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا

محترم قارئین کرام ! ہوسکتا ہے کسی کے ذِہن میں یہ خیال آئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے مدد مانگنی ہی نہیں چاہیے کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ مدد کرنے پر قادر ہے تو پھر کسی اور سے مدد مانگیں ہی کیوں ؟ جواباً عرض ہے کہ یہ شیطان کا خطرناک ترین وار ہے اوراس طرح وہ نہ جانے کتنے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی غیر سے مدد مانگنے سے منع نہیں فرمایا تو پھر کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے مدد مت مانگو۔ دیکھئے قرآن پاک میں جگہ بہ جگہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دوسروں سے مدد مانگنے کی اجازت مَرحمت فرمائی ہے بلکہ ہر ہر طرح سے قادرِ مُطلَق ہونے کے باوُجُود بذاتِ خود اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی ہے

: ۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔

(پ۲۶، محمد: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم دینِ خدا (عزوجل) کی مدد کروگے اللہ (عزوجل) تمہاری مدد کرے گا۔

حضرتِ عیسٰی نے دوسروں سے مدد مانگی

حضرتِ سیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب فرمائی، چُنانچِہ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ لِلۡحَوَارِیّٖنَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ

(پ۲۸، الصّف: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: عیسٰی (علیہ السلام) بن مریم (رضی اللہ عنہا) نے حواریوں سے کہا kتھا، کون ہیں جو اللہ (عزوجل) کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواری بولے ہم دینِ خدا (عزوجل) کے مددگار ہیں۔

حضرتِ موسٰی نے بندوں کا سہارا مانگا

حضرتِ سیِّدُنا موسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنا وَعَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو جب تبلیغ کے لیے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو انہوں نے بندے کی مدد حاصل کرنے کے لیے بارگاہِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی:

وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَہۡلِیۡ ۙ ہٰرُوۡنَ اَخِی ۙ اشۡدُدۡ بِہٖۤ

اَزْرِیْ ۝

(پ۱۶،طٰہٰ: ۲۹،۳۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے۔ وہ،، کون، میرا بھائی ہارون (علیہ السلام)، اس سے میری کمر مضبوط کر۔

نیک بندے بھی مددگار ہیں

: ایک اور مقام پر ارشاد باریعَزَّوَجَلَّ ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝

(پ۲۸،التحریم: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو بے شک اللہ (عزوجل) ان کا مددگار ہے اور جبریل (علیہ السلام) اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

انصار کے معنٰی مددگار

محترم قارئین کرام! دیکھا آپ نے! قرآنِ پاک بالکل صاف صاف لفظوں میں بہ بانگِ دُہُل یہ اعلان کر رہا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تو مددگار ہے ہی مگر یادِنِ پروردگار عَزَّوَجَلَّ ساتھ ہی ساتھ جبریل امین علیہ الصّلٰوۃ

والسّلام اور اللہ عَزَّوَجل کے مقبول بندے (اَنبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالٰی) اور فرشتے بھی مددگار ہیں ۔ اب تو ان شآءاللہ عَزَّوَجَلَّ یہ وسوسہ جڑ سے کٹ جائے گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی مدد کر ہی نہیں سکتا ۔مزے کی بات تو یہ ہے کہ جو مسلمان مکّۂ مکرّمہ سے ہجرت کرکے مدینۂ منوّرہ پہنچے وہ مہاجر کہلائے اور ان کے مددگار انصار کہلائے اور یہ ہر سمجھ دار جانتا ہے کہ ’’ انصار ‘‘ کے لُغوی معنی ’’مددگار‘‘ ہیں ۔

اللہ کرے دل میں اُتر جائے مِری بات
اہل اللہ زندہ ہیں

اب شاید شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ زندوں سے مدد مانگنا تو دُرست ہے مگر بعدِ وفات مدد نہیں مانگنی چاہیے ۔ آیتِ ذیل اور اس کے بعد والے مضمون پر غور فرمالیں گے تو ان شآءاللہ عَزَّوَجَلَّ اس وسوسے کی جڑ بھی کٹ جائے گی چُنانچِہ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ ۲، البقرۃ: ۱۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو خدا (عزوجل) کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

انبیاء حیات ہیں

جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو شہیدوں سے مرتبہ وشان میں بالاتِفاق اعلیٰ اور برتر ہیں ان کے حیات ہونے میں کیوں کرشُبہ کیا جاسکتا ہے ۔ حضرت سیِّدُنا امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حیاتِ انبیاء کے بارے میں ایک رسالہ اور ''دلائلُ النُّبوۃ'' میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء کی طرح اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے پاس زندہ ہیں۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی، ج ۲، ص ۲۶۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اولیاء حیات ہیں

بہرحال انبیاء کِرام علیہم الصلوٰۃ السلام اور اولیائے عِظام رحمہم اللہ تعالیٰ حیات ہوتے ہیں اور ہم مُردوں سے نہیں بلکہ زندوں سے مدد مانگتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے انہیں حاجت روا اور مشکِلکُشا مانتے ہیں۔ ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کے بِغیر کوئی نبی یا ولی ایک ذرّہ بھی نہیں دے سکتا نہ ہی کسی کی مدد

کر سکتا ہے۔

امامِ اعظم نے سرکار سے مدد مانگی

حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں مدد کی درخواست کرتے ہوئے ”قصیدۂ نعمان“ میں عرض کرتے ہیں:

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی

جُدْلِیْ بِجُوْدِکَ وَارْضِنِیْ بِرِضَاکَ

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ لَمْ یَکُنْ

لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

یعنی اے جنّ وانس سے بہتر اور نعمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے خزانے! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا فرمایئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو جو راضی کیا ہے آپ مجھے بھی راضی فرمایئے۔ میں آپ کی سخاوت کا اُمیدوار ہوں۔ آپ کے سوا ابو حنیفہ کا مخلوق میں کوئی نہیں۔

امام بوصیری نے مدد مانگی

حضرتِ سیّدُنا امام شَرَفُ الدین بُوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اپنے شہرۂ آفاق ''قصیدۂ بردہ'' میں مدد کی درخواست کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں ؎

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

اے تمام مخلوق سے بہتر، میرا آپکے سوا کوئی نہیں
جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت

(قصیدہ بردہ، ص۳۶، ضیاء القرآن، لاہور)

امدادُاللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ '' نالۂ امداد'' میں عرض گزار ہیں ؎

لگا تکیہ گناہوں کا پڑا دن رات سوتا ہوں
مجھے اب خوابِ غفلت سے جگادو یا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

شاہ ولی اللہ کا اِعتقاد

حضرتِ شاہ ولیُّ اللہ محدّثِ دِہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی ''ہمعات'' کے ہَمعہ میں گیارہویں والے غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شانِ عظمت نشان بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :۔

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اند ولہٰذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبرِ خود مثل اَحیاء تَصَرُّف می کُنَند۔

ترجمہ: وہ شیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبَّانِیمیں لہٰذا کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرّف کرتے ہیں (یعنی زندوں ہی کی طرح باختیار ہیں)

(ہمعات، ص ٦١، اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدھلوی، بابُ الاسلام حیدرآباد)

لوٹا قِبلہ رُخ ہوگیا (۷)

ایک بار جیلان شریف کے مشائخِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعالیٰ کا ایک وَفد حُضور سیّدُنا غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی خدمتِ سراپا عظمت میں حاضِر ہوا، اُنھوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لوٹے شریف کو غیر قبلہ رُخ پایا (تو اسکی طرف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجُّہ دلائی اس پر) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خادِم کو جلال بھری نظر سے دیکھا۔ وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جلال کی تاب نہ لاتے ہوئے ایک دم گرا اور تڑپ تڑپ کر

(جان دے دی۔ اب ایک نظر لوٹے پر ڈالی تو وہ خود بخود قبلہ رخ ہوگیا۔ (ایضاً، ص۱۰۱

خدارا! مرہَم خاکِ قدم دے
جگر زخمی ہے دل گھائل ہے یا غوث
لوٹا قِبلہ رُخ رکھا کیجئے

سرکارِبغداد حُضورِ غوثِ پاک رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے دیوانو! یقیناً محبّت کا اعلیٰ دَرَجہ یہی ہے کہ اپنے محبوب کی ہر ہر ادا کو خوش دِلی کے ساتھ اپنا لیا جائے۔ لہٰذا ہوسکے تو لوٹے کی ٹُونٹی ہمیشہ قبلہ رُخ رکھا کیجئے۔ حُضور محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحِب رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ لوٹے کے علاوہ اپنی نَعلین مُبارکین بھی قبلہ رُخ ہی رکھا کرتے۔ الحمدللہ سگِ مدینہ عفی عنہ ان دونوں اولیائے کرام رحمۃاللہ علیہما کی اِتّباع میں حتّی الامکان اپنے لوٹے اور جُوتیوں کا رُخ قبلہ ہی کی طرف رکھتا ہے۔ بلکہ خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہر چیز کا رُخ جانبِ قبلہ رہے۔

قِبلہ رُو بیٹھنے والے کی حکایت

محترم قارئین کرام! دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنا چہرہ بھی مُمکِنہ صُورت میں قِبلہ رُخ رکھنے کی عادَت بنانی چاہئے کہ اِس کی بَرَکتیں بے

شُمار ہیں چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا امام بُرہانُ الدّین ابراہیم زرنوجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ، دو طَلَبہ علمِ دین حاصِل کرنے کیلئے پردیس گئے ، دو سال تک دونوں ہم سبق رہے ، جب وطن لوٹے تو ان میں ایک فَقِیہ (یعنی زبردست عالم و مُفتی) بن چکے تھے جبکہ دوسرا عِلم و کمال سے خالی ہی رہا تھا۔ اُس شہر کے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالیٰ نے اِس اَمْر پر خوب غَور و خَوض کیا ، دونوں کے حُصولِ علم کے طریقۂ کار ، اندازِ تکرار اور بیٹھنے کے اطوار وغیرہ کے بارے میں تحقیق کی تو ایک بات نُمایاں طور پر سامنے آئی کہ جو فَقِیہ بن کر پلٹے تھے اُن کا معمول یہ تھا کہ وہ سبق یاد کرتے وَقْت قِبلہ رُو بیٹھا کرتے تھے جبکہ دوسرا جو کہ کَورے کا کَورا پلٹا تھا وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنے کا عادی تھا چُنانچہ تمام عُلَماء و فُقَہاء رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تعالیٰ اِس بات پر مُتّفق ہوئے کہ یہ خوش نصیب اِستِقبالِ قِبلہ (یعنی قبلہ کی طرف رُخ کرنے) کے اِہتِمام کی بَرَکت سے فَقِیہ بنے کیوں کہ بیٹھتے وقت کعبۃُ اللّٰہ شریف کی سَمْت مُنہ رکھنا سنّت ہے۔

(تعلیم المتعلّم طریق العلم ، ص ٦٨)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

عشرت اقبال وارثی صاحب اس خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی :

اللہ تبارک وتعالی ، قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ '' یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ط ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔ ''

(پارہ نمبر ۲۶ سورۃ الحجرات الایۃ نمبر ۱۲)

'' اے ایمان والو ! بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے ، اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو تمہیں یہ گوارا نہ ہوگا۔ اور اللہ عزوجل سے ڈرو بے شک اللہ عزوجل بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے '' ۔

(کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

مفسر شہیر صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ الھادی اپنے حاشیہ خزائن العرفان میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ '' ہر گمان صحیح نہیں ہوتا مومن صالح کے ساتھ برا گمان ممنوع ہے '' ۔

'' مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے چھپے حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالی نے اپنی ستاری سے چھپایا۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو

گمان بڑی جھوٹی بات ہے۔ اور مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو۔ ان کے ساتھ حرص و حسد، بغض، بے مروتی نہ کرو۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بنے رہو کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہ کرے۔ اس کو رسوا نہ کرے۔ اس کی تحقیر نہ کرے۔ تقویٰ یہاں ہے! تقویٰ یہاں ہے (اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ برائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر دیکھے۔ ہر مسلمان مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون بھی، اس کی آبرو بھی، اس کا مال بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں، اور صورتوں اور عملوں پر نظر نہیں فرماتا لیکن دلوں پر نظر فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم) حدیث.....! جو بندہ دنیا میں دوسرے کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکی پردہ پوشی فرمائیگا'' ۔ (حاشیۃ خزائن العرفان علی کنز الایمان فی ترجمۃ القراٰن

محترم بہن یا بھائی :

اگر عشرت اقبال وارثی صاحب کی جانب سے عمداً آپ کی دل آزاری ہوئی ہے تو پلیز اللہ کی رضا کے لئے معاف فرما کر ثواب کے حق دار بنیئے۔۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہی نہیں کی بس آپ نے کسی واقعہ یا تحریر کو اپنی ذات کے لئے نازیبا قرار دیکر بلا وجہ ناراضگی کا اظہار کیا تو آپ کو چاہیئے کہ آپ اقبال بھائی سے معذرت فرما کر روحانی اور مذہبی آرٹیکل لکھنے پر آمادہ کریں کیونکہ انکی تحریر صدقہ جاریہ ہیں۔

اور روحانی علوم کی ترویج اور خیر خوائی مسلمین کے لئے کاوش یا نیکی کی دعوت سے منع کرنا ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ مسلمان تو بھلائی کو پھیلانے والا ہوتا ہے نہ کہ بھلائی کو روکنے والا۔ ایسے افراد جو کسی کو بھلائی کے کام سے روکیں یا جان بوجھ کر روکنے کا سبب بنیں انکو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ضرور نظر میں رکھنا چاہیئے:

والمومنون والمومنت بعضھم اولیاء بعض م یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

(پارہ ۱۰ التوبۃ ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ (کنزالایمان)

المنفقون والمنفقت بعضھم اولیاء بعض م یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف و یقبضون ایدیھم ط

(پ ۱۰ التوبہ ۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مٹھی بند رکھیں۔

(کنزالایمان)

عشرت اقبال وارثی صاحب آپ کی یہ خوائش (آپ کے کالم کی پہلی سطروں میں موجود) بھی پوری کردیتے ہیں اور آپ کے نا مناسب فیصلے پر اشارے کرتے ہیں۔
امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں (۱) اگر اسے غلبہ ظن ہے کہ اگر وہ لوگوں کو امر بالمعروف کرے گا تو لوگ اس کی بات مان لینگے اور برائی سے رک جائیں گے تو اس پر امر بالمعروف کرنا واجب ہے اور اسے چھوڑنا جائز نہیں ہے (۲) اور اگر اسے غلبہ ظن سے معلوم ہوجائے کہ اگر وہ لوگوں کو اچھائی کا حکم دیگا تو لوگ اس پر بہتان باندھیں گے اور گالیاں دینگے تو ایسی صورت میں امر بالمعروف کو چھوڑنا افضل ہے (۳) اسی طرح اگر اس کو غلبہ ظن حاصل ہوجائے کہ لوگ اس کو مارینگے اور وہ صبر نہ کرسکے گا دشمنی پیدا ہوجائیگی جس کی وجہ سے جھگڑا ہوگا تو چھوڑنا افضل ہے (۴) اور اگر اس بات کا ظن غالب سے پتہ چل جائے کہ اگر لوگ اس کو مارینگے تو وہ اس پر صبر کریگا کسی کو شکایت نہ کریگا تو اب برائی سے منع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا شخص مجاہد ہے ۵) اور اگر اسے غلبہ ظن سے معلوم ہوجائے کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے مگر) وہ مار کھانے اور برا کہے جانے سے خوف نہ کرتا ہو تو اسے اختیار ہے چاہے تو امر بالمعروف کرے یا نہ کرے بہر حال اس صورت میں امر کرنا افضل ہے۔
اور جناب آپ کی یہ وسوسہ-------------------------- (اُور دِلوں کو تُوڑنا تو گناہِ کبیرہ ہُوتا ہے نا۔ یہی سُوچ سوچ کر کئی گھنٹوں سے میری آنکھوں سے

آنسو رَواں ہیں۔ اُور دِل پر ایک عجیب سی بے قراری طاری ہے۔ کہ چاہے لاکھ لوگوں کو میری تحریروں سے قرار آتا ہُو۔ لیکن اگر میری ایک بات سے بھی کسی کا دِل ٹوٹ (گیا۔ تو کل بروزِ محشر اپنے خالق کو کیا مُنہ دِکھاوں گا۔

پیارے بھائی آپ کے علم میں ہوگا کہ وسوسوں سے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی ان پر کوئی پکڑ ہے بلکہ احادیث طیبہ میں وسوسہ کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے نبی کریمؐ کی بارگاہ میں بعض صحابہ کرام حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے نبی کریمؐ نے فرمایا کیا تم نے یہ بات پائی انہوں نے عرض کی جی ہاں نبی پاکؐ نے فرمایا یہ تو کھلا ایمان ہے '' لہٰذا وسوسے اگرچہ کتنے ہی آئیں ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جس دلدل میں آپ نما یا ہیں میرے خیال سے تو یہ صدقہ جاریا ہے

بقول آپ کے۔۔۔۔ (چونکہ میں اپنا موبائیل رابطہ بھی ختم کر رہا ہُوں اسلئے برائے مہربانی کال کی زحمت بھی نہ فرمائیں۔ اُور نہ ہی مجھ بدکار و گنہگار کو دوبارہ اِس دلدل (میں کھینچنے کی کوشش کریں۔

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

بقول آپ کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اِن چار برس کی زندگی میں جتنے بھی لُوگ مجھے ملتے)

رہے۔ وُہ صرف میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ اُور میرے کام کو سراہتے رہے۔ کسی ایک نے بھی یہ کوشش نہیں کی۔ کہ وُہ مجھ سے سرزد ہُونے والی غلطیوں کی طرف بھی (اِشارہ کرے۔ اُور اس طرح خُوش فہمی کا یہ بیکار سفر جاری رہا۔

لیں اور اشارے لیں۔۔۔۔

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، '' مومن کے انتقال کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جو چیزیں اسے ملتی ہیں وہ یہ ہیں (۱) اس کا وہ علم جسے اس نے سکھایا اور پھیلایا اور (۲) نیک بیٹا جسے چھوڑ کر مرا، (۳) قرآن پاک جسے ورثہ میں چھوڑا، (۴) وہ مسجد جسے اس نے بنایا، (۵) مسافروں کے لئے کوئی گھر بنایا ہو، (۶) کسی نہر کو جاری کیا ہو، (۷) وہ صدقہ جاریہ جسے اس نے حالت صحت اور زندگی میں اپنے مال '' سے دیا ہو۔

سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم ۲۴۲، ج ۱، ص ۱۵۷)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، '' جب آدمی انتقال کرتا ہے تو اس

کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل جاری رہتے ہیں۔
۱) صدقہ جاریہ (۲) یا جس علم سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (۳) یا نیک بچہ جو اس کے
'' لئے دعا کرتا ہو۔
صحیح مسلم ،کتاب الوصیۃ، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، رقم ۱۶۳۱)
(ص ۸۸۶،
:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی
۔۔۔۔۔۔ حضرتِ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مُکرّم، نُورِ
مُجسّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ '' انسان کا
بہترین ترکہ تین چیزیں ہیں، (۱)نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرے (۲) صدقہ جاریہ
''جس کا ثواب اس تک پہنچے (۳) وہ علم جس پر اس کے بعد عمل کیا جائے۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب السنہ، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم ۲۴۱، ج۱، ص ۱۵۷)
:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی
۔۔۔۔۔۔ حضرتِ سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہِ
مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلّی اللہ تعالیٰ
علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا'' جس نے کسی کو علم سکھایا اسے اس علم پر عمل کرنے والے
کا ثواب بھی ملے گا اور اس عمل

کرنے والے کے ثواب میں بھی کمی نہ ہو گی۔'' (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم ۲۴۰، ج ۱، ص ۱۵۶)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

۔۔۔۔۔۔ حضرتِ سیدِنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں سب سے زیادہ جودو کرم والے کے بارے میں خبر نہ دوں ؟ اللہ عزوجل سب سے زیادہ جودو کرم والا ہے اور میں اولادِ آدم علیہ السلام میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد ان میں سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جو علم حاصل کرے پھر اپنے علم کو پھیلائے، اسے قیامت کے دن ایک امت کے طور پر اٹھایا جائے گا اور ان کے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جو اللہ عزوجل کی رضا کے حصول کے

'' لئے اپنے آپ کو وقف کردے یہاں تک کہ اسے قتل کردیا جائے۔

(مسند ابویعلی، مسند انس بن مالک، رقم ۲۷۸۲، ج ۳، ص ۱۶)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

۔۔۔۔۔۔ حضرتِ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدُ المبلغین، رَحمَۃ لِّلعٰلمین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، کہ ''اللہ عزوجل کی قسم ! تمہاری رہنمائی سے ایک شخص کو ہدایت مل جائے تو یہ تمھارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔''

(، بخاری، کتاب الجہاد، رقم ۲۹۴۲، ج ۲، ص ۲۹۴)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

۔۔۔۔۔۔ بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر

رحمت بھیجتے ہیں حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لئے

(دعا کرتی ہے ں۔'' (المعجم الکبیر، رقم ۷۹۱۲، ج ۸، ص ۲۳۴

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

''۔۔۔۔۔۔ علم کو پھیلانے سے افضل ترین صدقہ کسی نے نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر، رقم ۶۹۶۴، ج ۷، ص ۲۳۱)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

۔۔۔۔۔۔ آدمی کا علم حاصل کرنا اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا بھی صدقہ

(ہے۔'' (کنزالعمال، کتاب العلم، الباب الاول، رقم ۲۸۸۱۰، ج ۱۰، ص ۶۸

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے

اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ'' میں رات کو تہجد پڑھوں یا علم لکھوں؟'' تو آپ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ'' علم لکھا کرو۔'' (طبرانی کبیر، رقم ۸۴۴، ج ۲۲، ص

۳۳۷)

:۔۔اب بھی۔۔۔اس نیکیوں کے خوبصورت دلدل میں واپس نا آئیں تو آپ کی مرضی

وضاحت :

امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادے کو علم لکھنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ علم کا نفع دوسروں کو بھی حاصل ہوگا اورانہیں اپنے علم کے ثواب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا ثواب بھی ملے گا جو اس علم سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد استفادہ کریں گے جبکہ تہجد پڑھنے کی صورت میں انہیں صرف اپنا ثواب ہی حاصل ہوسکے گا، واللہ تعالی اعلم۔

اور پیارے بھائی آپ کی اس دعا

یارب العالمین میں نے قلمی زندگی میں جتنی بھی غلطیاں کی ہیں۔ اُن سب کو اپنے مدنی حبیب کے طفیل معاف فرمادے۔ اُور جو بھی احباب قلبی رنج کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں۔ اُن کے قُلوب کو میری جانب سے پاک کردے۔ اُور اُن سب کو مجھ سے راضی فرمادے اُور جو احباب مجھ سے محبت رکھتے ہیں۔ اُنکو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہُوئے۔ اپنی راہ کا مسافر بنالے۔) پر ہم

آمین آمین آمین آمین آمینآمین آمین آمین آمین۔۔ ثم آمین ۔ کہتے ہیں۔

نوٹ: یہ آرٹیکل ابو سعد مفتی محمد بلال رضا قادری مدظلہ العالی سے تفتیش (چیک) کرا کر پوسٹ کیا گیا ہے۔۔

امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (علم کی روشنی: حصہ اول

امتحانات کی اہمیت و فوائد

محترم قارئین!

کسی بھی نوعیت کا (مثلاً ششماہی یا سالانہ) امتحان (Examination) ہو ہمیں اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(1) سال بھر پڑھے جانے والے اسباق کی دہرائی (Revision) کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر امتحانات کی ترکیب نہ ہو تو غالباً ہم ان اسباق کو دہرانے میں سستی کا شکار ہو جائیں۔

(2) دہرائی کی وجہ سے پڑھے جانے والے اسباق ذہن میں مستحضر ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے سال بھر کی محنت رائیگاں ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔

(3) مختلف فنون میں اپنی خامیوں اور کمزوریوں (Weak Points) کا علم ہوتا ہے اور ان پر ابتداء ہی میں قابو پانے کا موقع ملتا ہے۔ بصورتِ دیگر یہ خامیاں زندگی کے مختلف مواقع پر "ہمارے دامن سے وابستہ" رہتے ہوئے اتنی پختہ ہو جائیں گی کہ باوجود کوشش کہ ان سے جان چھڑانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔

(4) امتحان دینے سے مافی الضمیر اچھے انداز سے بیان کرنے کی مشق ہوتی ہے اور تدریسی صلاحیتں ابھر کر سامنے آتی ہیں جس کی برکت سے ہمیں تدریس کے مرحلے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ان شاءاللہ عزوجل

(5) امتحان دینے کی برکت سے تحریری صلاحیتیں (Writing Power) اجاگر ہوتی ہیں اور باصلاحیت مصنف (Writers) سامنے آتے ہیں۔

(6) امتحان کی تیاری کے دوران ہمیں وقت کی اہمیت (Importance) کا شدت سے احساس ہوتا ہے اور ہم امتحان کے بعد بھی وقت کے ضیاع سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

امتحان کی تیاری کیسے کریں؟

!محترم قارئین

امتحانات کی بہترین انداز میں تیاری کے لئے ہمیں ان امور کا بطورِ خاص خیال رکھنا چاہئے،.....

:امتحان کی تاریخ اور امتحانی کورس کے بارے میں حتمی معلومات (۱)

سب سے پہلے امتحانات کی تاریخ اور ان میں شامل مضامین کے امتحانی نصاب (Course) سے معلومات حاصل کریں اور انہیں (Principal) کے بارے میں مستند ذرائع مثلاً ادارے کے ناظم صاحب (Teacher) یا متعلقہ مضمون کے استاذ صاحب اپنے پاس لکھ لیں۔

: اسباق کے بارے میں محاسبہ (۲)

کریں کہ امتحان میں (Computation) ہر ایک مضمون کے بارے میں اپنا محاسبہ شامل اسباق میں سے کون سے اسباق آپ کو نہیں آتے یا پھر کمزور ہیں۔ پھر ان اسباق (Class) کی فہرست بھی بنالیں اور سب سے پہلے انہی اسباق کو کسی استاذِ محترم یا درجہ کے طالب علم سے مختصر وقت میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایسے وقت میں پریشانی (Class) سے بچنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ جب استاذ صاحب درجہ (Tension) میں کوئی سبق پڑھا رہے ہوں تو مکمل توجہ کے ساتھ اس سبق کو سمجھنے کی کوشش کریں پھر بھی اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو دائرہ ادب میں رہتے ہوئے متعلقہ استاذ صاحب، سے دوبارہ پوچھ لیں اور پڑھے جانے والے سبق کو روزانہ دہرانے کی بھی عادت بنائیں ۔ ایسا کرنے کی صورت میں ہمارے کمزور اسباق کی فہرست بہت مختصر ہوگی۔ ایسا کرنے کے باوجود کسی مجبوری کی بناپر کمزور رہ جانے والے اسباق بہت زیادہ ہوں تو مایوسی کا شکار نہ ہوں بلکہ رب

ل پر توکل کرتے ہوئے امتحانات کی تیاری کا آغاز فرمادیں کہ مشہور عربی مقولہ ہے "من جہد وجد یعنی جس نے کوشش کی اس نے (کامیابی کو) پالیا۔"

(۳) تمام اسباق کی دہرائی :

جب آپ مذکورہ بالا اسباق کو مضبوط کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو ان سمیت ہر مضمون کے تمام اسباق کی دہرائی شروع کر دیں۔

اسباق کی دہرائی کا طریقہ

(1) دہرائی کا ہدف طے کرکے جدول بنالیں :

طے کریں کہ (Target) جن اسباق کو دہرانا مقصود ہو سب سے پہلے اپنا ایک ہدف میں فلاں مضمون کے اتنے اسباق روزانہ دہرایا کروں گا۔اس ہدف کو طے کرتے وقت امتحان کی تیاری کے لئے ملنے والے عرصے کو ضرور مدِ نظر رکھیں اور ہدف ایسا نہ ہو جس تک پہنچنا آپ کے لئے بے حد دشوار ہوجائے اور یہ سلسلہ کاغذی کاروائی سے آگے کی (Time Table) نہ بڑھ سکے۔ ہدف طے کرنے کے بعد اسے اپنے پاس جدول صورت میں لکھ لیں۔

(2) سبق یاد کرنے کا طریقہ :

کی بہت بڑی تعداد اس وجہ سے پریشان دکھائی دیتی ہے کہ ہمیں (Students) طلباء سبق یاد نہیں ہوتا یا بہت دیر میں یاد ہوتا ہے یا ہم نہایت محنت سے سبق یاد کرتے ہیں لیکن جلد ہی بھول جاتا ہے .....،

کی خدمت میں گزارش ہے کہ مذکورہ بالا شکایات کی دو بڑی (Students) ایسے طلباء وجوہات ہو سکتی ہیں .....،

حافظہ کی کمزوری یا)۲(سبق یاد کرنے کا طریقہ درست نہ ہونا (۱)

: حافظہ کی کمزوری (۱)

بنیادی اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس کی (Memory) بلاشبہ اسباق کو یاد کرنے میں حافظہ کمزوری کو علم کے لئے آفت قرار دیا گیا ہے چنانچہ مشہور ہے " آفۃ العلم النسیان یعنی بھول جانا علم کے لئے آفت ہے۔" لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قوتِ حافظہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کریں۔ اس ضمن میں درج ذیل امور پیشِ نظر رکھنا بے حد مفید ثابت ہوگا ان شاء اللہ۔

: حافظہ کی کمزوری کا علاج

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حافظے کی مضبوطی کے لئے دعا کریں کہ دعا مومن کا (۱) ہتھیار ہے۔ یہ دعا اس طرح بھی کی جاسکتی ہے، " (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر رب ل کی حمد بیان کرنے اور رحمتِ عالم اپر درودِ پاک پڑھنے کے بعد یوں عرض کریں) اے میرے مالک و مولا ل ! تیرا عاجز بندہ تیری بارگاہ میں

حاضر ہے، اے اللہ ل ! میں تیرے دین کا علم حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن میری یاداشت میرا ساتھ نہیں دیتی ،اے ہر شے پر قادر رب ل !تُو اپنی قدرتِ کاملہ سے میرے کمزور حافظے کو قوی فرما دے اور مجھے بھول جانے کی بیماری سے نجات دے دے " ۔آمین بجاہ النبی الامین ا

(۲) ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں۔اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمیں سنت پر عمل کا ثواب ملے گا جبکہ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمیں خود اعتمادی کی دولت نصیب ہوگی اور احساسِ کمتری ہمیں چھونے بھی نہ پائے گا جو کہ حافظے کے لئے شدید نقصان دہ ہے۔

(۳) سرکارِ مدینہ سرور قلب وسینہ اپر درود و سلام کی کثرت کریں کہ اس کے نتیجے میں ثواب کے ساتھ بہتر یاداشت کا تحفہ بھی نصیب ہوگا جیسا کہ نبی اکرم نور مجسم انے ارشاد فرمایا، "جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو مجھ پر درود پاک پڑھو وہ چیز ان شاء اللہ ل تمہیں (یاد آ جائے گی۔" (القول البدیع، ص 217، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت

(۴) حافظے کو نقصان دینے والی چیزوں سے بچیں مثلاً گناہوں سے پرہیز کریں کہ مشہور ہے "النسیان من العصیان یعنی عصیاں سے نسیاں ہوتا ہے۔" ،اس کے علاوہ

چکنائی والی، کھٹی اور بلغم پیدا کرنے والی اشیاء سے دور رہیں کہ یہ حافظے کو شدید نقصان پہنچاتی ہیں۔ بلغم کے علاج کے لئے موسم کی مناسبت سے روزانہ یا وقفے وقفے سے مٹھی بھر کشمش (سوغی) کھانا بے حد مفید ہے۔

(۵) اپنی صحت (Health) کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر وقت پڑھتے رہنے کی بناء پر اتنے کمزور ہو جائیں کہ ادھر ذرا سی سرد ہوا چلی ادھر حضرت کو زکام اور بخار نے آن گھیرا۔۔۔۔ اور نہ ہی اتنا وزن بڑھا لیں کہ نیند اور سستی سے دامن چھڑانا دشوار ہو جائے۔

(۶) حافظے کی مضبوطی کے لئے اپنے معالج (ڈاکٹر یا حکیم) کے مشورے سے دوائی کا استعمال بھی کریں اس کے لئے خمیرہ گاؤزبان کا استعمال بہت مفید ہے۔

(۷) ذہن کو آرام دینے کی غرض سے مناسب مقدار میں (مثلاً 24 گھنٹوں میں ۶ سے ۸ گھنٹے) نیند ضرور لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلے پہل تو پڑھائی کے جوش میں نیند کو فراموش کر بیٹھیں لیکن چند دنوں کے بعد تھکاوٹ کا احساس آپ کے دل و دماغ کو ایسا گھیرے کہ تھوڑی سی دیر پڑھنے کے بعد ذہن پر غنودگی چھانے لگے اور آپ نیند کی آغوش میں جا پڑیں۔ نیند کے بعد مکمل طور پر تازہ دم (Fresh) ہونے کے لئے حصولِ ثواب کی نیت سے باوضو سونے کی عادت بنائیں اور سونے سے

پہلے تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر) پڑھ لیں۔ اگر آرام کرنے کے بعد بھی پڑھائی کے دوران نیند کا غلبہ ہونے کی شکایت ہو تو روزانہ لیموں ملے ایک گلاس پانی میں ایک چمچ شہد ملا کر پی لینا بے حد مفید ہے جیسا کہ شیخِ طریقت امیرِ اہل سنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ "خلافِ معمول نیند کا آنا جگر کی کمزوری پر دال (دلالت کرتا) ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ لیموں والے پانی میں شہد کا ایک چمچ نہار منہ استعمال کریں۔" (مدنی مذاکرہ: کیسٹ نمبر 124

(۸) اپنے اساتذہ اور پیر و مرشد کا احترام اپنی عادات میں شامل کر لیں اور ان کے فیوض و برکات حاصل کریں۔

(۹) فضول گفتگو سے پرہیز کریں۔

(10) نگاہیں نیچی رکھنے کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آنکھ کا قفل مدینہ لگائیں۔ اس کا بھی یہی فائدہ ہوگا کہ ہمارے ذہن کی توانائی محفوظ رہے گی۔

(۱۱) غیر ضروری اور گناہوں بھرے خیالات سے بچتے ہوئے ذہن کا قفل مدینہ

لگائیں ۔ اس کا بھی وہی فائدہ ہوگا جو اوپر ذکر کیا جاچکا ہے ۔

(12) جو اسلامی بھائی شیخ طریقت ، امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ العالی سے بیعت یا طالب ہوں وہ یاداشت میں بہتری کے لئے 41 دن تک روزانہ 21 مرتبہ " یَاعَلِیمُ " پانی پر پڑھ کر نہار منہ پئیں ، ان شاءاللہ عزوجل حافظہ روشن ہوجائے گا ۔ (شجرہ عطاریہ ، ص 46، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

(۲) سبق یاد کرنے کا طریقہ درست نہ ہونا :

سبق صحیح یاد نہ ہونے یا دیر سے یاد ہونے یا یاد ہو کر بھول جانے کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہمارے سبق یاد کرنے کا طریقہ درست نہ ہو ۔ اس سبب کو دور کرنے کے لئے نیچے دئے گئے طریقے کے مطابق سبق یاد کرنے کی کوشش کریں ، ان شاءاللہ ل چند ہی دنوں میں آپ کو بہتری (Improvement) کے آثار دکھائی دیں گے ۔

سبق یاد کرنے کا بہتر طریقہ :

محترم قارئین کرام ! کسی بھی سبق کو اچھی طرح یاد رکھنے کے لئے پہلے اسے زبانی یاد کر لیجئے پھر اسے لکھ کر دہرا لیجئے کیونکہ اس کی ترغیب حدیث پاک

میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ کنزالعمال میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ اکی بارگاہ میں حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو آپ انے اپنے ہاتھ سے خط (یعنی لکھنے) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، "اپنے دائیں ہاتھ سے مدد طلب کر۔" (کنزالعمال ،کتاب العلم ،ج 10،ص 107،رقم الحدیث: 29291 ، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

لکھ کر دہرا لینے کے بعد کسی دوسرے اسلامی بھائی کو زبانی سنا کر محفوظ ترین بنا لیجئے کہ ایک دوسرے کو سنا کر یاد کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت بھی ہے جیسا کہ

....

حضرت سیدنا انس ص فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسولِ اکرم اکے ارشادات سنتے تھے (ا) ۔ پھر جب مدنی آقا مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ آپس میں (آپ اکی زبانِ اقدس سے نکلنے والے ارشادات کا) دَور کرتے ۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ ایک شخص کل حدیثیں بیان کرتا اور سب سنتے پھر دوسرا، اس کے بعد تیسرا حتی کہ سب باری باری سناتے ۔ کبھی کبھی ساٹھ ساٹھ آدمی بھی مجلس میں ہوتے تھے ۔ جب ہم وہاں سے اٹھتے تو حدیثیں ہمیں اس طرح یاد ہوتیں کہ گویا ہمارے دلوں میں بو دی گئی ہیں ۔ (مجمع الزوائد ،کتاب العلم ،ج ا،ص 397،رقم الحدیث: 734، مطبوعۃ دارالفکر بیروت)

(۲) حضرت سیدنا معاویہ ص اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرض نمازوں کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن وحدیث کا مذاکرہ کیا کرتے (یعنی ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے)۔
المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، ج۱، ص285، رقم الحدیث: 326، مطبوعۃ دارالمعرفۃ بیروت)

(۳) حضرت سیدنا علی المرتضی ص اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے "احادیث ایک دوسرے سے بیان کرتے رہا کرو، اگر تم ایسا نہ کروگے تو چلی جائیں گی۔"
المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، ج۱، ص286، رقم الحدیث: 329، مطبوعۃ دارالمعرفۃ بیروت)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود ص بھی اس بات کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ "حدیثیں ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے رہا کرو، اسی طرح یہ باقی (یعنی یاد) رہ سکتی ہیں۔"
المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، ج۱، ص287، رقم الحدیث: 330، مطبوعۃ دارالمعرفۃ بیروت)

سبق کو زبانی یاد کرنے کے لئے ہوسکے تو ایسے مقام کا انتخاب کریں جہاں آپ کامل یکسوئی کے ساتھ سبق یاد کر سکیں اور اگر ایسی جگہ میسر نہ آسکے تو ایسی جگہ بیٹھیں جہاں حاصل ہوجائے۔اب بسم اللہ الرحمٰن (Concentration) آپ کو کچھ نہ کچھ یکسوئی الرحیم پڑھ لیجئے کہ نیک کام سے قبل بسم اللہ پڑھنا مستحب بھی ہے اور حدیث پاک میں ارشاد ہوا، "کل امر ذی بال لم یبدا ببسم اللہ فھو اقطع یعنی جو کام بسم اللہ سے شروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔" (کنزالعمال ،کتاب الاذکار ،ج ا،ص 277، رقم الحدیث: 2487، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر حمدِ باری تعالیٰ کی نیت سے الحمدللہ رب العالمین کہہ لیں کہ ذکر اللہ کا ثواب بھی ملے گا اور حدیثِ پاک میں ہے، ""کل امر ذی بال لم یبدا بحمد اللہ فھو اقطع یعنی جو کام اللہ ل کی حمد سے شروع نہیں کیا جاتا وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔"

(کنزالعمال ،کتاب الاخلاق ،ج ۳،ص 107، رقم الحدیث: 6459، مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اس کے بعد دل ہی میں سہی اللہ تعالیٰ سے دعا کر لیجئے کہ" یا اللہ ل! میں تیرے دین کے اصول و رموز سیکھنے کے لئے اس سبق کو یاد کرنا چاہتا ہوں، میری

"مدد فرما اور میرے حافظے کو قوی فرما دے۔

اب جس سبق کو یاد کرنا مقصود ہو، اسے پوری توجہ سے اول تا آخر پڑھ لیں اور اس میں بیان کردہ مفہوم کو بھی سمجھ لیجئے۔ اگر مادری زبان کے علاوہ کسی اور زبان کی کتاب سے یاد کر رہے ہوں تو پہلے عبارت پڑھ کر ترجمہ کریں پھر اس کے مفہوم کو بھی میں تقسیم کر لیجئے (Parts) سمجھ لیجئے۔ اب اگر سبق طویل ہو تو اسے دو یا تین حصوں کر لیں۔ پھر پہلے حصے کو چند مرتبہ (Highlight) اور ہر حصے کے اہم الفاظ کو نشان زد مثلاً ۴ یا ۵ مرتبہ) درمیانی آواز کے ساتھ اس طرح پڑھیں کہ آپ کے آس پاس) بیٹھنے والے لوگ تشویش میں مبتلاء نہ ہوں۔ آواز کے ساتھ پڑھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ یاد کرنے میں ہمارے تین حواس یعنی آنکھ، زبان اور کان استعمال ہوں گے اور جو بات تین حواس کے ذریعے دماغ تک پہنچے گی ان شاء اللہ دل جلد یاد ہوگی۔ اس کے بعد سبق کے مذکورہ حصے پر ہاتھ یا کوئی کاغذ وغیرہ رکھ کر نگاہیں جھکا کر یا آنکھیں بند کر کے اسے زبانی دہرانے کی کوشش کریں، نگاہیں جھکانے یا آنکھیں بند کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ سبق کے الفاظ کا نقشہ ہمارے ذہن میں بیٹھ جائے گا کہ پہلی سطر میں کون سے الفاظ تھے اور دوسری میں کون سے؟ علی ھذا القیاس۔ اس دوران اگر کوئی لفظ بھول جائے تو ہاتھ اٹھا کر صرف اسی لفظ کو دیکھ کر دوبارہ ہاتھ رکھ دیجئے۔ اپنی اس مشق کو اس وقت تک جاری رکھیں جب (Exercise)

تک آپ بغیر دیکھے اس حصے یا پیراگراف کو دہرانے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ پہلے حصے کو یاد کرنے کے بعد دوسرے حصے کی طرف بڑھ جائیں پھر اسے بھی اسی طرح یاد کریں پھر تیسرے حصے کو یاد کریں۔ جب سبق کے تمام حصوں کو الگ الگ یاد کرچکیں تو مکمل سبق کو اتنی مرتبہ زبانی دہرائیں کہ زبان میں روانی آجائے۔

زبانی یاد کرچکنے کے بعد اگر وقت میں وسعت ہو تو اس سبق کو لکھ کر بھی دہرالیں۔اس کے بعد اسے ضرور بالضرور کسی اور کو سنا کر پختہ کرلیں۔

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

(امتحان دینے کا طریقہ (علم کی روشنی: حصہ دوئم

گزشتہ سے پیوستہ:

چند اہم باتیں:

(۱) سبق کو بغیر سمجھے رٹنے کی کوشش نہ کریں کہ بغیر سمجھے رٹا ہوا سبق جلد بھول جاتا ہے۔ (یاد رہے ! علمِ صرف کی گردانوں کا معاملہ اس کے علاوہ ہے۔)

(۲) پچھلے کالم میں دیئے گئے طریقے کے مطابق سکون کے ساتھ سبق یاد کریں، جلد بازی مت کریں کہ سوائے وقت کے ضیاع کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

(۳) یاد کرنے میں ترتیب یوں رکھئے کہ پہلے آسان سبق یاد کریں پھر مشکل پھر اس سے مشکل۔ علی ھذا القیاس

(۴) اس دوران کسی سے گفتگو نہ فرمائیں۔

(۵) نگاہ کو آزاد' نہ چھوڑیں کہ سبق یاد کرنے میں خلل پڑے گا۔

(۶) اگر نفس سبق یاد کرنے میں سستی دلائے تو اسے سزا دیجئے مثلاً کھڑے ہو کر سبق یاد کرنا شروع کردیں یا پھر جب تک سبق یاد نہ ہوجائے اس وقت تک کھانا نہ کھائیں یا پانی نہ پئیں۔

(۷) ذہن کو ادھر ادھر نہ بھٹکنے دیں کہ کبھی تو (اپنے یا ماموں وغیرہ کے) گھر پہنچے ہوئے ہوں اور کبھی مطبخ (Kitchen) میں، بلکہ انہماک کے ساتھ سبق یاد کریں۔ اس سلسلے میں اکابرین کے چند واقعات ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ

ہمارے بزرگانِ دین کس قدر شوق اور انہماک سے مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔

(1) ایک دن کسی علمی مجلس میں امام مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمۃ سے کسی حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے گھر آ کر وہ حدیث تلاش کرنا شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا۔ آپ حدیث کی تلاش کے دوران ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے رہے۔ دورانِ مطالعہ امام مسلم علیہ الرحمۃ کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی جانب آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا۔ غیر ارادی طور پر اتنی زیادہ کھجوریں کھا لینے کی بناء پر آپ بیمار ہو گئے اور اسی مرض میں آپ کا انتقال ہو گیا۔
(تذکرۃ المحدثین ص ۲۲۶، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

(2) امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے ہونہار شاگرد امام محمد علیہ الرحمۃ کو مطالعے کا اتنا شوق تھا کہ رات کے تین حصے کرتے، ایک حصہ میں عبادت، ایک حصہ میں مطالعہ اور بقیہ ایک حصہ میں آرام فرماتے تھے۔ (تذکرۃ المحدثین، ص ۱۴۳ مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

(3) حضرت سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتب بینی کا حال

بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں، ''مطالعہ کرنا میرا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ بچپن ہی سے میرا یہ حال تھا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ کھیل کود کیا ہے؟ آرام و آسائش کے کیا معانی ہیں؟ سیر کیا ہوتی ہے؟ بارہا ایسا ہوا کہ مطالعہ کرتے کرتے آدھی رات ہو گئی تو والدِ محترم سمجھاتے، ''بابا! کیا کرتے ہو؟'' یہ سنتے ہی میں فوراً لیٹ جاتا اور جواب دیتا، ''سونے لگا ہوں۔'' پھر جب کچھ دیر گزر جاتی تو اٹھ بیٹھتا اور پھر سے مطالعے میں مصروف ہو جاتا۔ بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ دورانِ مطالعہ سر کے بال اور عمامہ وغیرہ ''چراغ سے چھو کر جھلس جاتے لیکن مطالعہ میں مگن ہونے کی وجہ سے پتہ نہ چلتا۔

(اشعۃ اللمعات، جلد اول، مقدمہ، ص ۷۲، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

امام اہل سنت مجددِ دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے (5) شوقِ مطالعہ اور ذہانت کا بچپن ہی میں یہ عالم تھا کہ استاذ سے کبھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھی بلکہ چوتھائی کتاب استاذ سے پڑھنے کے بعد بقیہ تمام کتاب کا خود مطالعہ کرتے اور یاد کرکے سنا دیا کرتے تھے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۷۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اسی طرح دو جلدوں پر مشتمل عقود الدریہ جیسی ضخیم کتاب فقط ایک رات میں مطالعہ فرمالی۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۲۱۳

(6) محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ کو مطالعے کا اتنا شوق تھا کہ مسجد میں نمازِ باجماعت میں کچھ تاخیر ہوتی تو کسی کتاب کا مطالعہ کرنا شروع کر دیتے۔ جب آپ منظر الاسلام بریلی شریف میں زیرِ تعلیم تھے تو ساتھی طلباء کے سوجانے کے بعد بھی محلّہ سوداگران میں لگی لالٹین کی روشنی میں اپنا سبق یاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کے کمرے میں لالٹین کا بندوبست کر دیا۔ (سیرتِ صدرالشریعہ، ص۲۰۱، مطبوعہ مکتبۂ اعلیٰ حضرت لاہور)

(7) بانیٔ دعوتِ اسلامی، شیخ طریقت امیرِ اہلِ سنت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی اس قدر منہمک ہو کر مطالعہ فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا کہ کتاب گھر کے اسلامی بھائیوں میں سے کوئی اسلامی بھائی کسی مسئلے کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن مطالعے میں مصروف ہونے کی بناء پر آپ کو اس کی آمد کی خبر نہ ہوئی اور کچھ دیر بعد اتفاقاً نگاہ اٹھائی تو اس اسلامی بھائی نے اپنا مسئلہ عرض کیا۔ آپ نہ صرف خود مطالعے کا شوق رکھتے ہیں بلکہ اپنے مریدین و متوسلین و محبین کو بھی دینی کتب بالخصوص فتاوی رضویہ، بہار شریعت، تمہیدالایمان، منہاج العابدین اور نصابِ شریعت کے مطالعہ کی ترغیب دلاتے رہتے ہیں۔

کتنی مرتبہ دہرائی کریں ؟

! محترم قارئین

اس سوال کے جواب کا انحصار اس بات پر ہے کہ امتحانات میں کتنا عرصہ باقی ہے۔ لہٰذا ! اگر وقت میں وسعت ہو تو امتحانات سے قبل کم از کم دو مرتبہ تمام اسباق کی دہرائی کر لیں۔ دہرائی کر چکنے کے بعد کوشش کر کے سابقہ امتحانی پرچہ جات کو حل کرنا بے حد مفید ہے۔

امتحان دینے کا طریقہ

! محترم قارئین

جب امتحانات کا آغاز ہونے والا ہو تو درج ذیل گزارشات پر عمل کرنے کی کوشش .....، کریں

(1) سے ایک دن قبل اس کی اجمالی طور پر (Paper) کسی بھی مضمون کے پرچہ دہرائی کر لیں۔

(2) جس تاریخ کو پرچہ ہو، اس میں ساری رات جاگنے سے گریز کریں۔ کیونکہ ساری رات جاگنے کی صورت میں صبح پرچہ دیتے وقت تھکن کا احساس غالب رہے گا

اور ذہن پر غنودگی چھائی رہے گی جس کی وجہ سے ساری محنت پر پانی پھر سکتا ہے۔

(3) جب امتحان دینے کے لئے جائیں تو غسل یا کم از کم وضو کرکے جائیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ذہن بھی فریش رہے گا۔

(4) جانے سے پہلے ہلکا پھلکا ناشتہ ضرور کرلیں۔ خالی پیٹ امتحان دینے جائیں گے تو کا(Weakness) پرچہ دیتے وقت توانائی صرف ہوگی جس کے نتیجے میں آپ کو نقاہت احساس ہوگا اور ذہن بھی ٹھیک طرح سے کام نہ کرسکے گا۔

(5) کے لئے روانہ ہونے سے پہلے وہ (Examination Centre) امتحانی مرکز اشیاء ضرور لے لیں جن کی دورانِ امتحان ضرورت پڑتی ہے مثلاً قلم، مارکر، روشنائی، اسکیل، رولنمبر سلپ وغیرہ۔، (eraser) ربڑ

(6) پہلے دن امتحانی مرکز میں ذرا جلدی چلیں جائیں تاکہ کسی قسم کی پیچیدگی سے بچا جاسکے۔

(7) امتحانی مرکز پہنچنے کے بعد اپنے بیٹھنے کی جگہ معلوم کرلیں۔

(8) پرچہ شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے ذہن کو آرام دینے کے لئے کتاب وغیرہ کا مطالعہ ترک کردیں۔

(9) غیر ضروری گفتگو میں مشغول ہونے کی بجائے ذکر ودرود پڑھتے رہیں۔

(10) نہ لیں کہ نہ جانے کیا ہوگا؟ میں کچھ لکھ (Tension) ذہن پر کسی قسم کی ٹینشن بھی پاؤں گا یا نہیں؟ میں تو کوئی خاص تیاری بھی نہیں کرسکا

وغیرہ، بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے پُرسکون رہیں۔ ہوسکے تو ساتھ میں کوئی چبانے والی چیز مثلاً الائچی وغیرہ ضرور لے لیں۔پرچہ دینے کے دوران یا اس سے پہلے محسوس ہو تو الائچی منہ میں ڈال لیں، ان شاء اللہ ل ذہنی (Agitation) ذہنی دباؤ دباؤ میں کمی واقع ہونا شروع ہوجائے گی۔

(11) پرچہ شروع ہونے سے چند منٹ قبل استنجاء ووضو سے فراغت حاصل کرلیں جانے کی حاجت پیش آئی تو شاید (washroom) کیونکہ اگر دورانِ امتحان استنجاء خانے کی طرف سے جانے کی اجازت نہ ملے اور اگر اجازت مل بھی (Examiner) ممتحن گئی تو وقت کا ضیاع ہوگا۔

(12) اگر شدید گرمی کا موسم ہو یا آپ کو عادتاً پیاس زیادہ لگتی ہو تو امتحان شروع ہونے سے قبل مناسب مقدار میں پانی بھی پی لیں، یا کسی بوتل میں ساتھ لے لیں۔

(13) پرچہ شروع ہونے سے پہلے بالخصوص پہلے دن ممتحن کی ہدایات کو غور سے سنیں

۔

(14) جب جوابی کاپی اور سوالیہ پرچہ (answer sheet and question paper) تقسیم کیا جارہا ہو تو ادب اور شائستگی کے ساتھ وصول کریں کیونکہ امتحانات میں اکثر اساتذہ کرام کو ہی نگرانی پر معمور کیا جاتا ہے۔

(15) عموماً امتحان میں پہلے جوابی کاپی دی جاتی ہے پھر کچھ دیر بعد سوالیہ پرچہ دیا جاتا ہے لہٰذا ! جوابی کاپی ملنے پر اس پر اپنا رول نمبر (Roll

لکھ لیں اور سائیڈ پر حاشیے وغیرہ لگا لیں۔ (No)

(16) جب آپ کو سوالیہ پرچہ دیا جائے تو اسے کامل توجہ کے ساتھ مکمل طور پر پڑھیں۔ اس کے آغاز میں دی گئی ہدایات کا بھی بغور مطالعہ فرمائیں۔

(17) سوالات کی درجہ بندی فرمالیں کہ کس سوال کا جواب آپ کو بہترین یاد ہے؟ کون سے سوال کا جواب قدرِ کفایت یاد ہے؟ اور کون سے سوال کا جواب اچھی طرح یاد نہیں؟

(18) اب اگر سوالات میں گنجائش دی گئی ہو تو وہ سوال حل نہ فرمائیں جس کا جواب اچھی طرح یاد نہ ہو۔

(19) سوالات کے حل کے لئے وقت تقسیم فرمالیں مثلاً پانچ سوالات کے جوابات لکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہو اور مقررہ وقت تین گھنٹے ہو تو ایک سوال کے لئے اوسطاً ۳۰ منٹ مقرر کر لیں اور بچ رہنے والا وقت اپنے جوابات پر نظرِ ثانی کے لئے صرف کریں۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ مقرر کردہ وقت میں سوالات کے مکمل جوابات دینے میں کامیاب ہو جائیں گے، ان شاء اللہ ل۔ بصورت دیگر آپ کو شدید دشواری کا سامنا ہو سکتا ہے۔

(20) (Students) پرچہ آسان ہو یا مشکل یکساں توجہ سے حل کریں۔ بعض طلباء آسان سوالات پوچھے جانے پر جلد بازی کا شکار ہو جاتے ہیں اور غلط جوابات بھی لکھ ڈالتے ہیں۔

(21) سوالات کے جوابات دینے میں ترتیب یوں رکھئے کہ سب سے پہلے آسان سوال

پھر اس سے مشکل اس کے بعد جو اس سے مشکل ہو، علی ھذا القیاس ۔ کیونکہ اگر آپ ابتداءً مشکل سوال کا جواب لکھنے میں مشغول ہوگئے تو ہوسکتا ہے کہ اس میں زیادہ وقت صرف ہونے کی وجہ سے آسان سوالات لکھنے سے رہ جائیں۔اپنے ذہن میں طے کی گئی جوابات دینے کی ترتیب کے مطابق سوالات پر بھی نشانات لگالیں۔مثلاً آپ کو چوتھے سوال کا جواب پہلے لکھنا ہے تو اس پر 1 لکھ لیں ،اور دوسرے نمبر پر پہلا سوال حل کرنا ہے تو اس پر 2 لکھ لیں ، علی ھذا القیاس ۔

(22) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے لکھنے کا آغاز فرمادیں۔

(23) (Students) لکھنے کے دوران اپنے ارد گرد تشریف فرماہونے والے طلباء سے نہ تو کسی قسم کی گفتگو کریں اور نہ ہی کسی شے کا لین دین کریں کہ ایسا کرنے کی صورت میں آپ ممتحن کی نگاہ میں مشکوک قرار پائیں گے اور وقت الگ سے ضائع ہوگا۔

(24) جوابی کاپی میں سوالیہ عبارت لکھنے کی بجائے سوال کا نمبر دے کر جواب لکھنے کا آغازفرمادیں۔اگر کوئی سوال ایسا ہو جسے جوابی کاپی پر نقل کرنا ضروری ہو تو حرج نہیں۔

(25) (Checker) لکھے گئے جوابات کے الفاظ نہ تو اتنے تنگ تنگ ہوں کہ مقتش کو پڑھنے میں دقت پیش آئے اور نہ ہی اتنے بڑے کہ نامناسب دکھائی دیں۔

(26) جتنا ممکن ہوسکے عنوانات قائم کرکے جوابات لکھیں کہ اس سے مقتش پر

اچھا اثر مترتب ہوتا ہے۔ مثلاً
کا آئین: 1973 کا آئین کا خلاصہ درج ذیل ہے،.....الخ 1973
کے آئین پر تفصیلا کلام درج ذیل ہے۔۔۔۔،.....الخ 1973
(27) پر مشتمل ہوں ان کے تمام اجزاء (Parts) جو سوالات دو یا اس سے زائد اجزاء
کے جوابات یکے بعد دیگرے ایک ساتھ ہی لکھیں، ایسا نہ ہو کہ سوال نمبر ۲ کا پہلا جز حل
کرنے کے بعد دوسرا جز چند دوسرے سوالات کے بعد لکھ دیا جائے۔
(28) سوال میں جو بات پوچھی گئی ہو اسی کا جواب لکھیں اور غیر ضروری تفصیل سے
پرہیز کریں کہ وقت کی تنگی کا سامنا ہو سکتا ہے۔
(29) ہر سوال کا جواب لکھتے وقت وقفے وقفے سے گھڑی بھی دیکھتے رہیں تاکہ اس
سوال کو طے کردہ وقت ہی میں مکمل کیا جاسکے۔ اگر کسی سوال پر زیادہ وقت صرف
کر لیں۔ (Adjustment) ہو جائے تو بقیہ سوالات کے وقت میں مناسب ردو بدل
(30) اگر کوئی بات بھول جائے تو درودِ پاک پڑھ لیں جیسا کہ حدیث میں ہے، ''جب
'' تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ وہ چیز تمہیں یاد آ جائے گی۔
(القول البدیع، ص ۲۱۷، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
اگر باوجود کوشش کے وہ بات یاد نہ آئے تو اندازے سے جگہ خالی چھوڑ کر آگے بڑھ
جائیں اور اپنا وقت بچائیں پھر اگر وہ بات یاد آ جائے تو لکھ لیجئے۔

(31) آپ کو جس قدر سوالات کے جوابات آتے ہوں، لکھ دیجئے اور اسی پر قناعت کریں ہر گز ہر گز نقل لگانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ علمائے کرام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور با حیثیت مسلم ہم پر اس سے بچنا لازم ہے۔

(32) جب آپ تمام سوالات کے جوابات لکھ چکیں تو کم از کم ایک مرتبہ انہیں غور سے پڑھ لیجئے اور جہاں غلطی نظر آئے درست کر لیجئے اور جہاں کہیں جواب ادھورا ہو اسے مکمل کر لیجئے۔

(33) پرچہ جمع کرانے میں جلد بازی مت کریں بلکہ جب آپ حقیقۃً مطمئن ہو جائیں تو جمع کروا دیجئے۔

(34) اس کے بعد مناسب آرام لینے کے بعد اگلے پرچے کی تیاری شروع کر دیں۔

نمایاں پوزیشن

!محترم قارئین

اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے دل پر غور کر لیا جائے کہ کہیں آپ اس لئے تو پوزیشن (Position) نہیں لینا چاہتے کہ اپنے مد مقابل طالب علم کو نیچا دکھا سکیں یا سب پر اپنی برتری ظاہر کر سکیں یا آپ کو شہرت حاصل ہو جائے ؟اگر خدانخواستہ جواب ہاں میں ملے تو محنت ترک کرنے کی بجائے فوراً اپنی نیت کو درست کر لیں مثلاً رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یوں نیت کریں کہ ”میرے

استاذ محترم یا والدین کا دل خوش ہو جائے گا اور وہ مجھے دعائیں دیں گے، ''کیونکہ اُخروی فائدے کے حصول کے لئے مذکورہ ہستیوں کا دل خوش کرنے کے لئے کوئی کام کرنا اخلاص کے منافی نہیں جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے، ''جس نے میرے بعد کسی مسلمان کا دل خوش کیا اس نے مجھے میری قبرِ انور میں خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن خوشی عطا فرمائے گا۔'' واللہ اعلم بالصواب،

کنزالعمال، کتاب الزکوۃ، ج۶، ص۱۸۴، رقم الحدیث: ۱۶۴۰۹ مطبوعۃ دارالکتب العلمیۃ) (بیروت

کو چاہئے تمام پرچوں پر یکساں توجہ دیں (Students) نمایاں پوزیشن لینے والے طلباء کہ ہر مضمون میں اچھے نمبر لے کر ہی وہ اس دوڑ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی پرچہ کمزور رہ جائے تو ہمت نہ ہاریں کہ عین ممکن ہے کہ آپ کے مدمقابل کا بھی کوئی پرچہ کمزور رہ گیا ہو اور آپ ابھی تک اس دوڑ سے خارج نہ ہوئے ہوں۔

حضرت مولانا رضا علی خان علیہ رحمۃ الرحمان (عرس ۲ جمادی الاولیٰ)۔

محترم قارئین کرام: ہم نے امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کا تذکرہ خیر تو بہت سنا ہے لیکن آپ کے آباؤ واجداد کے متعلق بہت کم تذکرہ پڑھا یا سنا ہوگا۔آیئے آج ہم اعلیحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے دادا جان کے متعلق چیدہ چیدہ تعارف جانتے ہیں۔

ولادت:

☆۔۔۔۔۔۔رُبدۃُ الکاملین ،قُدوۃُ الواصلین،امام العلماء مولانا شاہ رضا علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۴ھ میں بریلی شریف (یوپی) ہند میں ہوئی۔
(حیاتِ اعلی حضرت،ج۱،ص۴۰،مکتبۃ المدینہ)

فضائل-:

☆۔۔۔۔۔۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ، عارف باللہ، صاحبِ کمالاتِ باہرہ وکراماتِ ظاہرہ (یعنی ظاہری اور باطنی کمالات سے بھرپور تھے) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے زمانے کے مشہور بزرگ اور عالم دین گزرے ہیں، محاسن وکمالات کے پیکر، عظیم الشان اور جلیل المکان ہستی تھے،آپ

کی شخصیت و عظمت مسلمہ تھی۔ (ماخوذ۔ :انوارِ جمالِ مصطفےٰ، ص ۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۴۰، مکتبۃ المدینہ

:دینی خدمات

☆۔۔۔۔۔آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زندگی تبلیغِ دین اور خدمتِ خلق کے لئے مامور تھی ،آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ درس وتدریس، تبلیغِ دینِ متین اور ہدایتِ مسلمین میں تمام عمر مصروفِ عمل رہے،آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ شمعِ رشدوہدایات تھے،آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے علم کے دریا بہائے، عشقِ رسول کے چراغ جلائے،آپ کے فیوض وبرکات نے حیرت انگیز انقلاب برپا کیا، شجرِ رضویت آپ کے وجودِ مسعود سے بارآور ہوا۔یعنی آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امام اہلسنّت احمد رضاخان علیہ الرحمٰن کے داداجان ہیں۔

:۔اعلیٰ حضرت کی جدامجد سے الفت

اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے عشق وعرفان کی معراج مولانا شاہ رضا علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمات کی نشانی ہے،اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت احمد رضاخان عَلَیْہِ رحمتہ الرحمٰن آپ کو'' مولائے اعظم'' کے نام سے یاد فرماتے۔

:- مولانا شاہ رضا علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے صاحبزادے

تاج العلماء ، راس الفضلائ، بقیۃ السلف ، حجۃ الخلف ، رئیس المتکلمین مولانا شاہ نقی علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے فرزند ہیں اور رئیس المتکلمین نے اپنے والد ماجد ہی سے علوم کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔

:- مولانا شاہ رضا علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پوتے

تاجدارِ اہلِ سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آپ کے پوتے اورانھوں نے آپ کی آغوشِ محبت میں نشو نما پائی۔

:-آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مشہور شاگرد ومرید

مولانا محمد حسن علمی ''صاحبِ خطباتِ علمی''رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آپ کے شاگرد ومرید ہیں، عالمِ اسلام آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زریں خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

(ماخوذ- :انوارِ جمالِ مصطفٰے، ص ۷۔ حیاتِ اعلی حضرت، ج ۱، ص ۴۰، مکتبۃ المدینہ)

: وفات ومدفن

☆۔۔۔۔۔حضرت مولانا شاہ رضا علی خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہے۔بروزاتوار ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ بمطابق 27 نومبر 1859ء کو بریلی شریف میں وصال فرمایا، آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مزار مبارک بریلی شریف (یوپی) ہند میں آج بھی عشاق کیلئے فیوض وبرکات کا مینارہ ہے۔

(ماخوذ: حیاتِ اعلی حضرت، ج ا، ص ۴۰، مکتبۃ المدینہ)

فیضان سنت کا فیضان ۔۔۔۔جاری ہے۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف وکرم سے مجھے

بس ایک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم کر مصطفیٰ کے واسطے

حضرتِ سیدتنا اسماء بنتِ ابی بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

☆.....ذات النطاقین، حضرت سیدتنا اسماء بنت امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ولادت با سعادت ہجرت سے ۲۷ سال قبل مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا جلیل القدر صحابیات میں سے ہیں، آپ کی ذات ان گنت خوبیوں اور ہر طرح کے شرف و بزرگی کی حامل ہے، آپ پیکرِ عشق و وفا حضرت سیدنا صدیقِ اکبر کی چشم و چراغ ہیں، حبِ نبی اور عشقِ رسالت آپ کو ورثہ میں ملا، آپ کے عشق و عرفاں اور فداکاریوں کی داستاں زبان زدِ خواص و عام ہے، آپ کے پاس سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا جبہ مبارک تھا، آپ فرماتی ہیں کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اسے زیبِ تن فرماتے تھے اور ہم اسے دھو کر مریضوں کو پلاتے اور شفا پاتے ہیں۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ساری زندگی اشاعتِ اسلام میں سرگرم عمل رہیں، دین کی خاطر سب سختیاں جھیلیں، تکالیف برداشت کیں، قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا، دشمنانِ اسلام کا پامردی سے مقابلہ کیا، تاحیات کلمتہ

الحق کی خاطر ظلم اور طاغوت کے سامنے سینہ سپر رہیں، سخاوت میں ضرب المثل ہیں، آپ کی خدماتِ جلیلہ سے آج اسلام کے قلب وروح میں اجالا ہے، تمام تر طاقتوں اور کوششوں کو تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں استعمال کیا، وقتِ ہجرت آپ کے عشق ومحبت اور شوق وتمنا کی تعبیر پیش کرنے سے الفاظ ومعانی قاصر ہیں، سامانِ خورد ونوش باندھنے کے لئے جب کچھ نہ ملا تو وارفتگیٔ شوق میں مچلتے ہوئے اپنے نطاق (کمربند) کو پھاڑ کر سامان کا منہ باندھا اور غار میں پہنچایا، سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے خوش ہو کر اس کے بدلے جنت میں دو نطاق کی خوشخبری دی اور آپ کو ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا، حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے جلیل القدر صحابہ کو آپ سے شرفِ روایت حاصل ہے، آپ کی زریں خدمات کی نظیر پیش کرنے سے عالم اسلام قاصر ہے۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے جمادی الاولی ۷۳ ھ بمطابق ۶۹۲ ء میں وصال فرمایا، مکۃ المکرمہ میں محوِ استراحت ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ (عرس ۲۶ جمادی الاولی)۔

☆.....امام الارض، مرشدِ خلق، سید الاصفیاء، سلطان التارکین، مقرب بارگاہِ رب العلمین، حضرت سیدنا ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ولادت با سعادت ۱۵۹ھ مطابق ۷۷۵ء میں مکہ المکرمہ میں ہوئی۔

☆.....آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ عظیم المرتبت حکمران اور بلخ کے شاہان میں سے تھے، قلبی کیفیت دگر گوں ہوئی، متوجہ الی اللہ ہوئے، سالہا سال عبادات میں مصروف رہے، قلب نور سے منور ہوا، تخت وتاج کو خیر باد کہہ دیا، ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، بے شمار مشائخ سے شرفِ نیاز حاصل ہوا، حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے اکتسابِ فیض کیا اور بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے، حضرت سیدنا امام باقر رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فیض پایا، امام اعظم ابو حنیفہ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی بارگاہ میں تعلیم وتربیت ہوئی، آپ

دولتِ علم سے مالا مال، معرفت وطریقت میں باکمال، آسمانِ ولایت کے گوہرِ تابدار، حقائق وکمالات میں بے نظیر، تقوی میں بے مثال تھے، سردارِ اولیاء حضرت خواجہ جنید بغدادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کو مفاتیح العلوم فرماتے، امام اعظم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کو ''سیدنا'' کہہ کر پکارتے ہیں، آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہوئی، ذکر فکر کی دنیا میں اترتے چلے گئے، خلق سے کنارہ کشی اختیار کی، گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی، حضرت شفیق بلخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے دنیا سے کیوں فرار اختیار کیا؟ فرمایا: اس لئے بھاگتا پھرتا ہوں کہ اپنے دین کو سلامت لے کر موت کے دروازے سے دنیا سے نکل جاؤں۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ امام الارض، مرشدِ خلق، مقتدائے قوم، پیشوائے امت اور منبعِ فیوض وبرکات تھے، آپ کی ذات مشعلِ راہ اور ضابطۂ حیات ہے، آپ صوفیاء کے امام اور سرخیل ہیں، علم وحکمت کا گہوارہ اور حقیقت ومعرفت کا میخانہ تھے، آپ نے خلق کی راہنمائی فرمائی، جہاں کو فیض پہنچایا، بے شمار شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے، لاتعداد کو خلعت سے نوازا، عقائد وایمان، ذوق وشوق کی نور باری کا سامان فراہم کیا، حضرت شفیق بلخی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کے مریدین میں سے ہیں۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ۲۶ جمادی الاولی ۱۱۶۱ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک شام میں حضرت لوط علیہ السلام کے مزار پر انوار کے قریب زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

حضرتِ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(عرس ۲۸ جمادی الاولیٰ)۔

☆..... مجاہدِ اسلام، قائدُ المسلمین، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ولادت با سعادت مکۃ المکرمہ میں خاندانِ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم میں ہوئی۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سردارانِ قریش اور شرفائے مکہ میں سے تھے، ام المومنین حضرتِ میمونہ کے بھانجے ہیں اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بچپن کے دوست ہیں، فتحِ مکہ سے ۶ ماہ قبل صفر المظفر ۸ھ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، آپ کے اسلام لانے سے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم بڑے خوش ہوئے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں، حضرتِ خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہمیں آتا دیکھ کر مسکراتے رہے یہاں تک کہ میں حاضرِ بارگاہ ہوا آپ نے فرمایا: الحمد للّٰہ الذی ھداک، آپ کو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے شدید محبت

اور والہانہ عقیدت تھی، آپ فرماتے ہیں: ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ عمرہ کیا، تو آپ نے حلق کروایا، لوگوں نے موئے مبارک کی طرف سبقت کی، میں بھی پیشانی کے موئے مبارک لینے میں کامیاب ہوگیا، میں نے ان کو اپنی ٹوپی کے اگلے حصہ میں محفوظ رکھا، جس طرف متوجہ ہوا اس کی برکت سے میں نے فتح پائی، کامیابیوں سے ہم کنار ہوا، آپ جنگی مہارت وصلاحیت کے حوالے سے لاثانی تھے، آپ کے بارے میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اشاعتِ اسلام کے لئے محیر العقول کارنامے انجام دیئے، فرزندانِ توحید کے دلوں میں جوش وجذبہ اور عشق وعقیدت کا چراغ فروزاں کیا، آپ کی پوری زندگی میدانِ جنگ میں گزری، معرکوں اور جنگوں میں آپ پیش پیش تھے، آپ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جس پر تلوار کی ضرب، نیزے کا زخم اور تیر کا نشان نہ ہو، آپ کی قیادت میں لشکرِ اسلام فتح یاب ہوا، دشمنانِ اسلام کی سرکوبی ہوئی، سینکڑوں قبائل آپ کی بدولت مشرف باسلام ہوئے، دشمنانِ دین کے لئے شمشیرِ برہنہ تھے، آپ کی ان عظیم الشان خدمات پر آپ کو سیف اللہ کا لقب ملا، اپنا تمام تر جنگی ساز وسامان راہِ خدا میں وقف کردیا، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرتِ جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ

تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسے اکابر صحابہ کو آپ سے شرفِ روایت حاصل ہے۔

☆.....آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ۶۰ سال کی عمر میں ۲۸ جمادی الاولی ۲۱ھ میں وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک شام (حِمْص) میں زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شاہ انوار اللہ فاروقی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ

(عرس ۲۹ جمادی الاولی)۔

☆.....شیخ الاسلام، عارف باللہ حضرت مولانا ابو البرکات محمد انوار اللہ فاروقی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ولادت با سعادت ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ کو قندھار ضلع ناندیڑ مہاراشٹر ہند میں ہوئی۔

☆.....آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی تعلیم تربیت اپنے والد ماجد حضرت قاضی ابو محمد شجاع الدین فاروقی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے زیرِ سایہ ہوئی، وقت کے اربابِ علم و فضل سے اکتسابِ فیض کیا اور جوہرِ علوم وفنون سے مزین ہوئے، حضرت شاہ رفیع الدین قندھار رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نور سے مستنیر ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے منازلِ سلوک کی تکمیل اور بیعت وخلافت کا شرف پایا، آپ کے اساتذہ میں حضرت عبد الحلیم فرنگی محلّی اور مولانا عبد الحئی فرنگی محلّی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما کا نام نمایاں ہے، علامہ یوسف نبہانی، شیخ احمد عرب (صاحبِ نفحۃ الیمن)، اعلی حضرت امام احمد رضا رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم آپ کے ہم عصر ہیں، آپ

مخزنِ علم، مرجعِ خلق، مقبولِ خواص وعام اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی پوری زندگی فروغِ علم، اشاعتِ اسلام اور خدمتِ خلق کے لئے وقف تھی، آپ نے علوم کے چشمے جاری کئے، رشد وہدایات کی شمعیں فروزاں کیں، تجدید واصلاح کا سامان مہیا کیا، قوم وملت کی رہنمائی کی، مساجد ومدارس کا قیام فرمایا، ماہانہ وظائف مقرر کرائے، حیدرآباد دکن میں قائم عظیم دارالعلوم جامعہ نظامیہ کے بانی آپ ہی ہیں۔ (مرقع انوار ص 248) آپ نے اپنے قلم سے علم وحکمت عشق وعرفان کے جام لٹائے، سینکڑوں موضوعات پر علم وفن کی کہکشاں بکھیر دی،، آپ کی انوارِ احمدی اور مقاصدِ اسلام جیسی بے شمار کتب علم وعمل کا بیش بہا خزانہ ہیں، رئیس القلم علامہ ارشدالقادری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آپ کی کتاب انوارِ احمدی کے حوالے سے لکھتے ہیں: انوارِ احمدی کا مطالعہ کرکے میں حضرت فاضل مصنف کے تبحرِ علمی.....بالخصوص ان کے جذبۂ حبِ رسول اور حمایتِ مذہبِ اہلِ سنت کی قابلِ قدر خصوصیات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں زیارت گاہِ خواص وعوام ہے۔

حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (عرس ۲۹ جمادی الاولی)۔

☆..... مخدوم ملت، فخر المتکلمین، عمدۃ المحققین، استاذ الاساتذہ، صدر العلماء، امام النحو، حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ولادت با سعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء کو دادوں (ریاست علی گڑھ) ہند میں ہوئی۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی ابتدائی تعلیم تربیت گھر پر ہوئی، بعد ازاں اجمیر و مرادآباد میں وقت کی نامور درس گاہوں مایہ ناز علماء سے اکتسابِ فیض کیا، دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی سے سندِ فراغت حاصل کی، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان نے دستارِ فضیلت سے نوازا، قدوۃ السالکین اشرف المشائخ سید علی حسین کچھوچھوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِما سے بیعت وخلافت سے مشرف ہوئے، آپ کے اساتذہ میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا نام محتاج تعارف نہیں، آپ علم و فضل میں یگانۂ

روزگار اور اپنے دور کے امام النحو ہیں، جاہ و حشم، علم و فضل آپ کی ذات سے نمایاں اور تاباں تھا، بلند و بالا منصب پر پہنچ کر اطراف واکنافِ عالم میں مشہور ہوئے، آپ کی شخصیت خواص و عوام میں صدر العلماء سے متعارف ہے۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تا حیات درس وتدریس سے منسلک رہے، اپنے علمی خزانہ کے گوہر ہائے آبدار کی چمک سے رشد وہدایات کے مینار تعمیر کئے، علوم وفنون کے دریا بہائے، مسندِ تدریس کو عروج وکمال تک پہنچایا، ترقی کی بلند ترین منازل سے مزین کیا، آپ کی ذات ملجائے خواص و عوام اور مرجعِ اصاغر واکابر تھی، وقت کے ممتاز علماء وفقہاء نے آپ کے سامنے زانوئے علم وادب تہہ کئے، آپ کی کوششوں سے علوم وفنون کی ترویج ہوئی، آپ کی علمی بصیرت اور دینی خدمات کا زمانہ معترف ہے، آپ کی مثالی اور عبقری شخصیت نے تحقیقی اور تجدیدی خدمات سے علم میں ایک نئی جان ڈال دی، آپ کی تصنیفات میں سے ''البشیر القاری شرح صحیح البخاری، البشیر الناجیہ البشیر الکامل'' کی جہاں میں دھوم مچی ہے۔

☆.....آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ۲۹ جمادی الاولی ۱۳۸۹ھ بمطابق ۸ مئی ۱۹۷۳ء کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندر کوٹ میرٹھ (ہند) میں زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بلند پایہ مفسر، محدث، فَقیہ، ادیب حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام ونسب:

لقب: جلال الدین، کنیت: ابو الفضل، نام ونسب: عبد الرحمٰن بن ابو بکر بن محمد بن ابو بکر بن عثمان بن محمد بن خضر بن ایوب بن محمد بن ہمام، اور نسبت: الخضیری المصری السیوطی الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ

ولادت باسعادت:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۴۹ھ ہجری دریائے نیل کے کنارے قدیم قصبہ سیوط میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ کو سیوطی کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی پانچ برس کے تھے کہ والدِ گرامی قدس سرہ السامی انتقال فرماگئے۔

تعلیم وتربیت:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف نامور مصنف، بلند پایہ مفسر، محدث، فَقیہ، ادیب، شاعر، مؤرّخ اور ماہر لغت ہی نہ تھے بلکہ اپنے

زمانے کے مجدّد بھی تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حافظہ نہایت قوی تھا، آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا پھر دیگر علوم وفنون کے حصول میں مصروف ہوگئے، علمِ حدیث میں بدرالمحدثین علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ رحمۃ اللہ الغنی ، حافظ سخاوی علیہ رحمۃ اللہ الکافی اور دیگر جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف اور سلوک کی منازل مشہور صوفی بزرگ شیخ کمال الدین محمد بن محمد مصری شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوافی کے زیر سایہ طے کیں اورانہی کے دستِ مبارک سے خرقۂ تصوف پہنا اور خَلقِ خدا کو فیض یاب کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ۸۷۱ھ میں جامعہ شیخونیہ میں شیخ الحدیث کا منصب ملا، اسی جامعہ میں درس وتدریس کے دوران قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ درس میں مکمل ختم ہوئی۔

: تقویٰ وپرہیزگاری

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقویٰ وتزکیہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ، اکثر اوقات یاد الٰہی عزوجل میں مستغرق رہتے ، نمازِ تہجد باقاعدگی سے ادافرمایا کرتے تھے، اگر کبھی رہ جاتی تو اتنے پریشان ہوتے کہ بیمار پڑجاتے۔

: حضور ﷺ نے لقب عطافرمایا

علوم حدیث میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے مسلمانانِ عالم نے بڑا فیض حاصل کیا، علمِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شیخ الحدیث کا لقب عطا ہوا۔ چنانچہ، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں کہ ربیع الاول ۹۰۴ھ جمعرات کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دربارِ رسالت علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں حاضر ہوں، میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حدیث پاک کے بارے میں اپنی ایک تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کی: ''اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو اس میں سے کچھ پڑھ کر سناؤں؟'' حضورِ اکرم، رسولِ محتشم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سناؤ شیخ الحدیث! مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شیخ الحدیث کے (الفاظ سے یاد فرمانا دنیا ومافیہا سے اچھا معلوم ہوا۔'' (جامع الاحادیث، ج۱، ص ۱۲

: مرتبہ دیدارِ مصطفےٰ ﷺ 75

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو

پچھتّر 75 مرتبہ حالتِ بیداری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

: تصانیف

آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی ذہانت کی بناپر دولاکھ احادیث یاد تھیں۔علمِ حدیث میں دو سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ جلیل القدر مفسّر بھی تھے ۔ تفسیر بالماثور میں ''الدرالمنثور'' اور لغت میں ''جلالین'' آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کی قرآن فہمی کا واضح ثبوت ہے۔آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے ، کثرتِ تالیفات میں آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف وتالیفات پانچ سو سے زائد ہیں۔آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کی چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں :

(۱) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (۲) الاتقان فی علوم القران (۳) جمع الجوامع اوالجامع الکبیر (۴) الجامع الصغیر (۵) تدریب الراوی فی تقریب النووی (۶) طبقات الحفّاظ (۷) اللائی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (۸) قوت المغتذی علی جامع الترمذی (۹) تفسیر جلالین (نصف اول) (۱۰) لباب المنقول فی اسباب النزول (۱۱) الدرر الکامنہ فی اعیان المئۃ الثامنۃ (۱۲) الحاوی للفتاوی

: وفات

ہجری میں آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ اپنے گھر" روضۃالمقیاس" میں خلوت ۹۰۶ نشین ہوگئے، آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کا دل دُنیا اور اہل دنیا سے اُکتاگیا، ہمہ تن یادِ الٰہی عزوجل میں مشغول رہنے لگے۔آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں ہوا۔اس طرح آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نے ۶۲ سال کی عمر پائی۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(عشق کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے (جانِ دو عالم

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

عشق نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ عشق نے بہت سی لاعلاج بیماریوں کا کامیاب علاج کیا ہے۔ عشق کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مدینہ کے پر آشوب ماحول میں جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ اطراف مدینہ کے بہت سے لوگ دین اسلام سے پھر گئے۔ دشمنوں نے شہر رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر حملے کی تیاریاں مکمل کرلیں۔ اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلہ پر خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم مرضِ وفات میں بھیج چکے تھے۔ سیاسی حالات نے سنگین رخ اختیار کرلیا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رائے تھی کہ لشکر کو واپس بلالیا جائے۔ لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے برخلاف پکار کر کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) سے ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے جسے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلمنے آگے بھیجا ہے۔ خواہ کتے

ہماری ٹانگیں کھینچ لے جائیں مگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلمکا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلاسکتااور اپنے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا باندھا ہوا پرچم کھول نہیں سکتا۔

عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے بالکل متصادم تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ جب عشق کا فیصلہ نافذ ہوگیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں۔ دشمنوں کے حوصلے شکست خوردہ ہوگئے اور سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما

اے دوائے جملہ علتہائے ما

عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اگر پورے طورپر دل میں جاگزیں ہوتو اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلمکا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے۔ احکام الہی کی تعمیل اور سیرت نبوی کی پیروی عاشق کے رگ وریشہ میں سماجاتی ہے۔ دل ودماغ اور جسم وروح پر کتاب و سنت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔ مسلمان کی معاشرت سنور جاتی ہے۔ آخرت نکھرتی ہے، تہذیب وثقافت کے جلوے بکھرتے ہیں اور بے مایہ انسان میں وہ قوت رونما ہوتی ہے جس سے جہاں بینی وجہاں بانی کے جوہر کھلتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی عشق کامل کے طفیل صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دنیا میں اختیار و اقتدار اور آخرت میں عزت و وقار ملا۔ یہ انکے عشق کا کمال تھا کہ مشکل سے مشکل گھڑی، اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی انہیں اتباع رسولصلی اللہ تعالی علیہ وسلمسے انحراف گوارا نہ تھا۔ وہ ہر مرحلہ میں اپنے محبوب آقا علیہ التحیۃ والثناء کا نقش پا ڈھونڈتے اور اسی کو مشعل راہ بنا کر جادہ پیما رہتے۔ یہاں تک کہ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
(اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (حدائق بخشش

صحابہ سے تابعین رضوان اللہ تعالی علیہم نے یہ گراں بہا دولت حاصل کی۔ انہوں نے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم کی رفاقت و صحبت میں رہ کر عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلمسیکھا، دل میں بسایا، سیرت میں اتارا، رزم و بزم میں نکھارا، اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا۔

آج عشق کی یہ لو مدھم ہوتی جارہی ہے اور نئی نسل جان عالمصلی اللہ تعالی علیہ وسلمکے بجائے کہیں اور دل لگائے بیٹھی ہے، جیسے اسے خبر ہی نہ ہو کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا مرکز عشق و عقیدت کہاں ہے۔ عقل بے مایہ، علم بے عمل، جہل بے ثمر اور لہو بے ہنر نے ہمارا کاروان ظفر تاراج کر رکھا ہے۔ اور اپنی بے بسی و بے کسی کا حل بھی نظر نہیں

آتا۔

ضرورت ہے کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں چلیں ، فتح و ظفر جن کے قدم چومتی تھی، عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ و سلمجن کی متاع زندگی، اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ و سلمجن کا سرمایہ ٔ حیات، اور جہاں بانی جنکی تقدیر بن چکی تھی۔ ہم انہیں دیکھیں کہ ذات رسول صلی اللہ تعالی علیہ و سلمسے ان کا کیسا والہانہ تعلق تھا۔ انکی بارگاہ میں پہنچ کر ان سے درس محبت حاصل کریں۔

مگر اب وہ محفلیں ، وہ رفاقتیں ، وہ سعادتیں کہاں نصیب ؟ وہ بے بہا دولت و ہ جہاں آرا محبت ، وہ حشر بداماں شرار عشق ہماری خاکستر میں آئے تو کیوں کر آئے ؟

میں کہتا ہوں ہم اپنی نگاہ بصیرت تیز کریں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے واقعات میں انکی چلتی پھرتی زندگی دیکھیں، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ و سلممیں انکی مقدس و باعظمت اداؤں کا مشاہدہ کریں۔ چشم تصور سے لوح دل پر انکے پاکیزہ عشق کا نقشہ اتاریں ۔ اس طرح گویا ہم بھی صحابہ رسولصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ورضوان اللہ تعالی علیہمکی محفل میں ہوں گے اور ان کا فیضانِ عشق کچھ ہمارے اوپر بھی جلوہ بار ہوگا۔

اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم " (کشف الخفائ، الحدیث 381، ج ا، ص 118) "

یعنی میرے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی

بھی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤگے ،کامژدہ جانفزا ہماری خاکستر میں بھی کچھ شعلے فروزاں کرے گا۔ عشق اور عشق کی حیرت انگیز تاثیر ہمارے قافلہ حیات کو بھی علم و ہنر، جہد و عمل اور فلاح و ظفر سے آشنا کرے گی۔

نہیں مایوس ہے اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

موجودہ نسل کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلمکی امانت منتقل کرنے کے لئے قلم نے رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مقدس صحابہ علیہم الرضوان کی محفل سجائی۔ ان کی رفاقتوں،اور صحبتوں کے تابندہ نقوش ڈھونڈے اور اپنی دور افتادہ نسل کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحبت کا ایک گونہ حظ اٹھانے کی راہ پیدا کی، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلممیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہمکی محبت و فدائیت اور احترام و عقیدت کے معتبر واقعات کا ایک شاندار گلدستہ تیار کیا اور اس توقع کے ساتھ مسلمانان عالم کی خدمت میں پیش کردیا کہ وہ اپنی شوکت رفتہ کو، اس دولتِ گم گشتہ یا کم گشتہ کی فراوانی و افزونی کے ذریعے تلاش کریں۔ ان کا حال و مال درخشندہ وتابناک ضرور ہوگا۔

بمصطفی برساں خویش راکہ دیں ہم اوست
و گر بآن نرسیدی تمام بولہبی ست

نظر ہو خواجہ کون ومکاں پر گر نثار اب بھی

تو ہو سکتی ہے نازل رحمت پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں زمین پر قطار اندر قطار اب بھی
(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(تعظیم رسول اور صحابہ کرام علیہم الرضوان (جانِ دو عالم

جس بڑے سے محبت ہوتی ہے اس کی عظمت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے، پھر یہ چاہنے والا اپنے محبوب کی تعظیم اور اس کی عظمت کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے، اسلام نے تو ہر بڑے کی تعظیم کا درس دیا ہے۔

مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، الحدیث ۱۹۲۶، ج ۳، ص ۳۶۹)

جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تو سارے بڑوں میں سب سے بڑے ہیں اور اتنے بڑے ہیں کہ آج تک اتنا بڑا پیدا نہ ہوا، اور نہ ہی پیدا ہوگا، اس لئے آپ کی تعظیم بھی سب سے بڑھ کر ہونی چاہئے۔ قرآن ناطق ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً oاِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا oوَّدَاعِيًا

(پ۲۶،الفتح :۸،۹)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اےo لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

آپ غور کریں اس آیت میں پہلے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا گیا ہے، 1 اور اس کے معاً بعد رسول معظم ومکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اللہ عزوجل نے اپنی تسبیح کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر کو مقدم کرکے تعظیم حبیب کی اہمیت وعظمت میں کس قدر اضافہ کردیا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو شاہد مبشر اور نذیر بنا کر اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لائیں، اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کریں اور پھر رب عزوجل کی تسبیح کریں۔

ایک مقام پر قرآن حکیم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کی کامرانی کا اس طرح اعلان کر رہا ہے:

o فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(پ۹،الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔

اس آیت کریمہ میں بھی رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و نصرت کرنے والوں کو کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔

یہ ارشادات ربانی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر تھے، اس لئے انہوں نے اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جا سکی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تاثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے

:کا نہیں غیر کا تاثر ہے۔ آپ نے کہا

اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر و کسریٰ " اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی انکے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم و توقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں"۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج ۳، ص ۲۶۸)

یہ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انداز تعظیم و توقیر کا اجمالی خاکہ جسے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایک بیگانے نے پیش کیا تھا، خود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے واقعات کی دنیا میں تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کیسی کیسی مثالیں پیش کی ہیں انہیں تو آپ تفصیلی کالمز میں ملاحظہ کریں گے یہاں پر بس بعض مثالوں پر

اکتفا کیا جائیگا۔

غزوہ خیبر کی واپسی میں مقام صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نماز)ا(عصر پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا، حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے، مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاتا ہوں تو مبادا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خواب مبارک میں خلل آجائے ،زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا جب چشم مبارک کھلی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب پلٹ آیا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔

(الشفاء، ج ا، ص ۵۹۴، شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص ۲۲۰)

تعظیمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خاطر افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوۃ وسطی (نماز عصر) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قربان کردی چشم فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا رب تعالیٰ کے ایک بندہ کی درخواست پر اس کے ایک فدائی کے لئے سورج کو پلٹایا گیا ہو، اور ایک فدائی نے محض تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیش

: نظر اتنی عظیم قربانی دی ہو۔اسی کو امام اہلسنت قدس سرہ اس طرح بیان فرماتے ہیں

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز

اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہےO

ہجرت کے موقع پر یار غار حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو جاں نثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اترے صفائی کی ، غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا، ایک سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا ڈال کر اسکو بند کیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بلایا اور حضور تشریف لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہکے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کاٹ لیا، مگر صدیق اکبر، شدتِ الم کے باوجود محض اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے آرام میں خلل نہ واقع ہو، بدستور ساکن وصامت رہے، آخر جب پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، جب آنسو کے قطرے چہرہ اقدس پر گرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بیدار ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہنے واقعہ عرض کیا، حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ڈسے ہوئے حصے پر اپنا لعاب دہن لگادیا فوراً آرام مل گیا۔ایک روایت میں ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال عود کرتا بارہ سال تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں مبتلا رہے پھر آخر اس زہر کے اثر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ (مدارج النبوت،ج۲،ص۵۸

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ذوالقعدہ ۶ھ میں صحابہ کے)۳(ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم حدیبیہ پہنچے تو قریش پر خوف و ہراس طاری ہوا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم قریش کو یہ بتانا کہ ہم جنگ کے لئے نہیں عمرہ کی ادائیگی کیلئے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا اور وہ مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں ہیں انکو فتح کی خوشخبری سنانا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان سے حضرت ابان بن سعد اموی ملے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ و ضمانت دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کرکے ان کو مکہ مکرمہ لائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں تک رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ ادھر حدیبیہ میں صحابہ علیہم الرضوان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف بیت اللہ نصیب ہوچکا ہوگا۔ یہ سن کر رسول

اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہ کریں گے۔ اس دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں قتل کر دیئے گئے اسلئے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی، جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اس وقت مکہ میں تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خود اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا۔ اس طرح رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار پایا۔

بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان غنیر ضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے طواف بیت اللہ کر لیا۔ آپ نے جواب دیا تم نے یہ میرے بارے میں درست اندازہ نہ لگایا، اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں مکہ میں ایک سال تک بھی پڑا رہتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے طواف کرنے کیلئے کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔

(مدارج النبوت، ذکر سال ششم آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم، فرضیت حج، ج ۲، ص ۲۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اندر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و ادب کا یہ پاس قابل ملاحظہ ہے کہ کفار آپ سے پیشکش کر رہے ہیں کہ طواف تنہا کر لو مگر آپ جواب دیتے ہیں مجھ سے ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکے بغیر طواف کر لوں۔ ادھر مسلمانوں کا یہ تاثر کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف کعبہ نصیب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سن کر فرمایا عثمان ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بھی اپنے فدائی پر پورا اعتماد تھا۔ آقا ہو تو ایسا اور غلام ہو تو ایسا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس قسم کی تعظیم اور اس طرح کا ادب صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اپنا کوئی ایجاد کردہ یا اختراعی نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم اور مجلس کے آداب خود بیان فرمائے ہیں۔ دنیا کا شہنشاہ آتا ہے تو اپنے دربار کے آداب خود بناتا ہے اور جب جاتا ہے تو اپنے نظام آداب کو بھی لے جاتا ہے۔ مگر شہنشاہ اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکے دربار کا عالم ہی نرالا ہے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف

لاتے ہیں تو خالق کائنات عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکے دربار کا ادب نازل فرماتا ہے اور کسی خاص وقت تک کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ادب کے قوانین مقرر فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

(پ۲۶، الحجرات: ۱)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بقرہ عید سے پہلے ہی قربانی کرلی تھی، یا کچھ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رمضان المبارک کے روزے ایک دن پہلے ہی سے شروع کردیئے ان کو ہدایت کی گئی کہ ایسا نہ کریں، رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمسے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، ایسا کرنا خطرناک ہے۔ آیت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی اللہ عزوجل کی بے ادبی ہے، جن لوگوں نے پیش قدمی کی تھی انہوں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کی تھی، لیکن حکم اترا تو یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی

اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر پیش قدمی نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ کسی قول، کسی فعل میں پیش قدمی منع ہے کیونکہ آیت میں یہ حکم بلا قید ہے۔ اسی طرح جب رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کسی جگہ کے لئے تشریف لے جائیں تو بغیر کسی خاص مصلحت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے آگے چلنا بھی منع ہے۔ اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مجلس میں سوال کرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے کسی اور کو اس کا جواب بھی نہ دینا چاہئے، اسی طرح جب کھانا حاضر ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پہلے کھانا شروع نہ کیا جائے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے پیش قدمی کی تھی اللہ عزوجل کی عبادت میں کی تھی روزہ رکھنے یا قربانی کرنے میں کی تھی، ایسا کرنا بظاہر کوئی جرم نہیں معلوم ہوتا، مگر آسمان سے تنبیہ اتر رہی ہے کہ اے ایمان والو! جلیل القدر عبادتوں میں بھی تم میرے نبی سے آگے نہ بڑھنا، اور اس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا یقیناً اللہ عزوجل تمہاری ہر نقل و حرکت اور نشست و برخاست کو سنتا جانتا ہے۔ اسی سورہ میں آگے اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(پ۲۶،الحجرات: ۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے Â نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے) سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ایک عظیم ادب سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے بولنے میں بھی با ادب رہو، ان کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو، اگر تم نے زور زور سے چیخ کر ان کے حضور بات کی تو تمہارے عمل رائیگاں کر دیئے جائیں گے۔ غور کریں.بڑے سے.بڑے جرم کا ارتکاب عنداللہ معاف ہو سکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

ادب گاہے ست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم " ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی

وجہ سے خانہ نشین ہوگئے، بارگاہ نبوی میں جب حاضر نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے ان کی غیر حاضری کا سبب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، یہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑوسی تھے انہوں نے جاکر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہامیں تو دوزخی ہوگیا میری ہی آواز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے سب سے زیادہ بلند ہوتی تھی۔حضرت سعد نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کردیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: نہیں، ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ۝

(پ۲۶،الحجرات: ۳)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا

ثواب ہے۔

آیت کریمہ ''لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ'' کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھالی تھی کہ میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس طرح باتیں کروں گا، جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو باادب ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گفتگو شروع فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یا محمد یا محمد کہہ کر

: پکارنے والوں کی رب تعالیٰ مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ o اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ o اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(پ۲۶،الحجرات: ۵)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد عین دوپہر کے وقت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ملنے پہنچا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مکان شریف کے اندر آرام فرمارہے تھے، انھوں نے حجروں کے باہر سے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کہہ کہ پکارنا شروع کردیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم باہر تشریف لائے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ایسی بے ادبی گوارا نہ فرمائی اور ایسا سخت حکم نازل فرمایا کہ ایسا کرنے والے بے عقل ہیں اور پھر ادب کی تعلیم دی کہ جب لوگ در دولت پر پہنچیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو آواز

نہ دیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کریں۔
رب تعالیٰ ایک مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ادب اس طرح ارشاد فرمارہا ہے:

(لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ۱۸، النور: ۶۳

ترجمہ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک ½ دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کریمہ کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ جب رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تم کو بلائیں تو ان کے بلانے کو کوئی معمولی بلانا نہ سمجھ بیٹھنا بلکہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بلانے کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ کسی کو عین نماز میں بھی آواز دیں فوراً نماز ہی کی حالت میں حاضر ہونا فرض ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آواز دی میں چونکہ نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دیا پھر نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا یارسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

واٰلہٖ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے حاضر نہ ہو سکا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا ہے ! (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ (پ۹، الانفال: ۲۴

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اُس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

اس قسم کا واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ یہ ہے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بلانے کی عظمت کہ نماز جیسا عظیم فریضہ بھی ترک کرکے تعمیل حکم کو پہنچنا فرض قرار دیا گیا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس طرح نہ پکارنا جس طرح باہم ایک دوسرے کو نام لیکر پکارتے ہو۔ ان کو یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، یَا نَبِیَّ اللّٰہ، یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہ وغیرہ صفاتی ناموں سے پکار سکتے ہو۔ اللہ عزوجل اہل ایمان کو ایسا حکم کیوں نہ دیتا کہ اس نے خود اپنے پورے کلام عظیم میں کہیں بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارا ہے جب کہ دوسرے انبیائے کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان

کے ذاتی ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر رب العالمین عزوجل کے مذکورہ بالا ارشادات وفرامین تھے۔ انہوں نے ان احکام کو خوب سمجھ لیا تھا اور ادھر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شخصیت کو اپنے سر کی آنکھوں سے اور بہت قریب سے دیکھا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت و جلالت فطری طور پر ان کے قلوب و اذہان میں رچ بس گئی تھی اس لئے انھوں نے عقیدت و محبت اور احترام و ادب کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ آئندہ کالمز میں اس قسم کے واقعات پڑھیں گے جن سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا غایت درجہ احترام و ادب واضح ہوگا اور پھر آپ کے قلوب بھی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہیں گے اور یہی اس کتاب کا مقصد اصلی ہے۔

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں (جانِ دو عالم

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

قرآن ناطق ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ ۱۰، التوبۃ: ۲۴)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے، اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور

اس کے رسول اوراس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں توراستہ دیکھو یہاتتک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

انسان کے اندر والدین ، اولاد، بھائی ، بیوی، خاندان اور مال ، تجارت اور مکان ان Ö سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے ، لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرہ کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غضب و عذاب اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک مومن کے لئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔ خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(صحیح البخاری،کتاب الایمان ، باب حب الرسول.....الخ،الحدیث: ۱۵،ج۱، ص۱۷)

یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسکے نزدیک اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم آپ میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ''اس کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکے نزدیک اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب) نہ ہوجاؤں''۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں اب! اے عمر!

صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت.....الخ، الحدیث: ۶۶۳۲، ج ۴، ص ۲۸۳)

جنگ احد میں ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ بھائی اور شوہر پر وانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ انھیں جب یہ معلوم ہوا تو اسکا کچھ غم نہ کیا بس یہ پوچھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کیسے ہیں؟ جب ان کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بخیر و سلامت ہیں تو بولیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دکھا دو، آپ کو دیکھ کر (اور ایک روایت میں ہے کہ بے تابانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلم کا کپڑا پکڑ کر) کہنے لگیں: ''کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ''یعنی آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، غزوۃ احد، شأن المراۃ الدینار یۃ، ج ۳، ص ۸۶)

یہ تھا محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا جذبہ صادق !کیا اسکی نظر مل سکتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم آپ یقینا میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، لیکن جس وقت آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم یاد آ جاتے ہیں تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں قرار نہیں آتا، لیکن اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جنت میں داخل ہو کر آپ انبیاء کرام علیھم السلام کے ساتھ بلند مقام میں ہونگے اور میں نیچے درجے میں ہونے کے سبب اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں آپ کو نہ دیکھ سکوں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم خاموش رہے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ

) oاَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا

(پ۵،النساء:۶۹

ترجمہ کنزالایمان : اور جواللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیایعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیاہی اچھے ساتھی ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث:۵۵۱۶،ج۴،ص۲۶۷)

اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک لمحہ کے لئے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بے چین دیکھنا گوارا نہ کرتے۔ فتح مکہ سے پہلے مشہور صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے نرغے میں آ گئے، صفوان بن امیہ نے ان کو قتل کرنے کے لئے اپنے غلام نِسطاس کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدود حرم سے باہر لے جایا گیا، تو ابوسفیان نے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) ان سے پوچھا: زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کر سکتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) ہوں اور ہم ان کو قتل کریں اور تم آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہو۔ حضرت زید نے جواب دیا اللہ عزوجل کی قسم! میں تو یہ بھی

پسند نہیں کرتا کہ اس وقت میرے حضور جہاں کہیں بھی ہوں ان کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہوں۔ یہ سنکر ابوسفیان نے کہا میں نے ایسا کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے ایسی محبت کی جاتی ہو، جیسی محبت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ان کے اصحاب کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم۔ اسکے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہٗ کو شہید کردیا گیا۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی، فصل فیما روی عن السلف، ج ۲، ص ۴۴)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صحبت میں پہنچنے کے بعد آپ کے لئے اپنا چین چین نہ سمجھا اپنی راحت، راحت نہ سمجھی اپنی جان، جان نہ سمجھی، بلکہ یہ سب کچھ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر قربان کردیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سفر میں ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ دھوپ کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے سایہ کا نظم کرتے، پڑاؤ ڈالا جاتا تو خیمہ نصب کرتے، معرکوں میں ہوتے تو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے محافظ ہوتے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آگیا تو انکی زوجہ نے کہا وَاحُزْنَاہُ (ہائے غم)۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نہیں بلکہ ''وَاطَرَبَاہُ اَلْقٰی غَدًا الْاَحِبَّہ مُحَمَّدًا وَّصَحْبَہ

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی، فصل فیما روی عن السلف، ج ۲، ص ۴۳)

واہ خوشی! کل ہم محمد اور ان کے اصحاب سے ملیں گے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریح نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلمکو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین.....الخ، الحدیث ۸۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدّبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدْ اِیْمَانَ وَاِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفاللقاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ صحبتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

شادیوں کے مسائل اُور من پسند شادی (فیضانِ اِسم اعظم ۱۵)۔

فیضانِ اِسم اعظم ۱۵ (شادیوں کے مسائل اُور من پسند شادی)۔

تحریر: جناب عشرت اقبال وارثی صاحب مد ظلہ العالی

میرا خیال تھا کہ،، آج ہر حالت میں عشق کے رنگ۔ فاتح اعظم کی آخری قسط آپکی نذر کردوں گا۔ لیکن موبائیل پر موصول ہُونے والے ایک میسج نے مجھے مجبور کردیا۔ کہ آج فیضانِ اسم اعظم میں شادی سے متعلق مسائل کا اِحاطہ کروں۔۔۔ بچیوں کو کانچ سے تشبیہ شائد اِسی لئے دِی جاتی ہے۔ کہ،، اُنہیں سچے، جھوٹے، کھرے اُور کھوٹے میں تمیز کرنا آسان نہیں ہُوتا۔۔۔ جِن بچیوں کو والد کی محبت میسر نہیں آتی۔ وُہ عموماً خُود سے بڑی عُمر کے مَردوں سے جلد متاثر ہُوجاتی ہیں۔ اُور اگر انکی مناسب دیکھ بھال نہ کی جائے۔ تو یہ اکثر جذبات میں آکر ایسے مشکل فیصلے کر جاتی ہیں۔ کہ جنکا تدارک بھی زندگی بھر نہیں ہُوپاتا۔

یُوں تو یہ موضوع اَپنے اندر اتنی وُسعت رکھتا ہے۔ کہ ایک کالم میں اِسکا

اِحاطہ کرنا مشکل ہی نہیں نا ممکن بھی ہے۔۔۔ لیکن میں کوشش کرونگا۔ کہ اپنے موضوع کو ایک خاص دائرے میں رکھوں۔ تاکہ کم از کم کسی ایک قسم کی بچیوں کا تو میرے لکھنے سے بھلا ہُو جائے۔۔۔۔ ہمارے معاشرے میں کہنے کو تو خاندانی سسٹم بھی بُہت توانا ہے اُور برادری سسٹم بھی بُہت مظبوط دِکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر اِس سسٹم کا بغور معائنہ کیا جائے تو معلوم ہُوگا کہ اِس سسٹم کو بھی مفادات کی دیمک چاٹ کر کھوکھلا کر چکی ہے۔ جِس میں امیروں کیلئے الگ قانون موجود ہے۔ اُور کمزور لُوگوں کیلئے الگ قانون موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر آدمی غریب کی پرواہ نہیں کرتا۔ اُور غریب کو امیر سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے۔ کہ بچیوں کی پیدائش کیساتھ ہی مائیں بچیوں کی شادی کے خُواب بُننے لگتی ہیں۔ اُور جُوں جُوں بچیاں بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھتی جاتی ہیں۔ یہی مائیں اپنے خواب بچیوں کے ذہن میں منتقل کر چکی ہُوتی ہیں۔۔۔۔ لیکن ہمارے معاشرے کی ایک یہ بھی بڑی بد قسمتی ہے۔ کہ اکثر بچیاں اچھے رشتوں کے انتظار میں اپنے بالوں میں چاندی سجا لیتی ہیں۔ لیکن اچھے رِشتے میسر نہیں آتے۔۔۔ جسکے بعد اِن لڑکیوں کی سُوچ میں خود اپنا جیون ساتھی ڈھونڈنے کی خواہش پیدا ہُو کر رفتہ رفتہ بڑھتی چلی جاتی ہے۔۔۔۔ پھر ذرا کسی نے اِن کے آبگینے میں جھانک کر اِن سے دُو چار لچھے

دار باتیں کیں۔ یہ وہیں اپنا دِل ہار بیٹھتی ہیں۔۔۔۔ کئی مَرد جب اِن لڑکیوں کو یہ یقین دِلانے کے بعد کہ،، میں دنیا یہاں کی وہاں ہُو جائے۔۔۔ لیکن شادی تُم ہی سے کرونگا۔ شیشے میں اُتار چکتے ہیں۔ تو اُن کی پہلی خاہش یہی ہُوتی ہے۔ کہ وُہ آنکھ بند کرکے اُن پر اعتماد کر سکتی ہیں۔ اُور پھر ایک دن وُہ بھی آتا ہے۔ جب وُہ بچیاں اپنا سب کچھ ہار کر تہی دامن ہُو چکی ہُوتی ہیں۔ جب تک حقیقت اُن کی سمجھ میں آتی ہے۔ تب تک پانی سر سے گُزر چُکا ہُوتا ہے۔

محترم قارئین جیسا کہ میں نے اپنے پہلے پیراگراف میں کہا۔ کہ بچیاں کانچ کی مِثل ہوتی ہیں۔۔۔۔ تو مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ،، جہاں ایک طرف مردوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مَرودوں میں انبیاءٔ کرام علیہ السلام اُور صالحین تشریف لائے ہیں۔ تو دوسری طرف مردوں میں سے ہی کچھ ایسے قبیل کے لُوگ بھی موجود ہیں۔ جنھوں نے اپنی چرب زُبانی اُور لچھے دار باتوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بچیوں کو اپنے دام فریب میں مُبتلا کیا ہوگا۔ اُور جب اُنکا مطلب نکل گیا تو وُہ پالتو عقابوں کی طرح پُھر سے اُڑ جاتے ہیں۔

اسلئے میں اپنی تمام بیٹیوں اُور بہنوں سے کہوں گا۔ کہ وُہ کبھی بھی اللہ کریم کی رحمت سے مایوس نہ ہُوں۔ اگر اللہ کریم نے آپکا جُوڑ بنایا ہے۔۔۔ تو

وُہ ضرور بالضرور آپکو مِل کر رہے گا۔۔۔۔اِس لئے والدین کے موجود ہُوتے آپ ہر گز پریشان نہ ہُوں۔۔۔۔آپ ذرا یہ تو سوچیں کہ اگر آپکی شادی اب تک نہیں ہُوئی ہے۔۔۔ تو کیا آپ کے بھائی آپ کیلئے فکر مند نہ ہُونگے۔۔۔۔ چاہے اُنہیں اس بات کا اظہار کرنا نہ آتا ہُو۔۔۔۔ کیا آپ کے والد جو بظاہر عشاء کے بعد سُوتے نظر آتے ہیں۔۔۔۔ کیا وُہ جوان بیٹی کے گھر میں موجود ہُوتے سکون کی نیند سُو پاتے ہُونگے۔۔۔ کیا آپکی والدہ کی آنکھیں آپکے متعلق سُوچتے سُوچتے بھیگ نہیں جاتی ہُونگی۔۔۔۔۔ اگر آپ اِس کے برخلاف سُوچتی ہیں۔ یا آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے فیملی والوں کو آپکا خیال نہیں ہے۔ تو آپ میری خاطر ہی سہی ایک مرتبہ،، لاحول ولا قوۃ،، پڑھ کر دُوبارہ اپنے دِل سے سوال کریں۔ آپکو اندازہ ہُوجائے گا۔ کہ وُہ صرف شیطانی وساوس ہیں۔ اسکے سَوا کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

اِس لئے مہربانی فرماکر اپنے اُور اپنے والدین کے حال پر خُدا کیلئے رحم کھائیں۔۔۔۔ ورنہ بعد میں پچھتاوے کے سِوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اُور میری جو بہنیں پہلے ہی کسی مرد کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر دھوکہ کھا چکی ہیں۔ وُہ خدا کے واسطے اس حدیث کے مفہوم پر نِگاہ دُوڑائیں۔ کہ،، مؤمن ایک سوراخ سے دُو بار نہیں ڈسا جاتا۔۔۔۔ کیونکہ میرے پاس اکثر ایسے بھی میسج آتے ہیں۔ جسمیں میری یہ بچیاں مجھ سے کہتی ہیں۔ کہ آپ ایسا کوئی عمل بتادیں۔ جسکی

وجہ سے ہماری اُس ہی شخص سے شادی ہُو جائے۔ کہ جِس نے ہمارے بھولپن سے کھیلتے ہُوئے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔۔۔ آپ یقین کریں۔۔۔ مجھے اُنکی اِس معصوم سُوچ پر حیرانی بھی ہُوتی ہے۔ اُور افسوس بھی۔ یہ بیچاری کتنی بھولی بھالی بھیڑیں ہیں۔ جو ایک بار بھیڑیئے کا شِکار بننے کے باوجود اُنہی بھیڑیوں سے یہ توقع کر رہی ہُوتی ہیں۔ کہ شائد اب اُس بھیڑیئے کو ہم پر ترس آ جائے۔۔۔ اُور وُہ ہمیں پامال کرنے کے بجائے ہمارا نگہبان بن جائے۔ اُور ہماری حفاظت کرنے لگے۔۔۔ اِن بیچاریوں کو شائد یہ نہیں معلوم۔ کہ جب ایک مرتبہ بھیڑیئے کے مُنہ کو خُون لگ جاتا ہے۔ تب وُہ اِس خون کی لذت کا عادی بن جاتا ہے۔۔۔ وُہ رحمانی نہیں رِہتا بلکہ شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے۔۔۔ لیکن جسے اللہ توفیق دے۔

لیکن میرے آج کے میسج میں ایک بچی جسکی عمر شائد بیس برس سے پچیس برس کے درمیان ہُوگی۔ نے ایک عجیب خواہش کا اظہار کیا ہے۔ کہ اُسکے لئے کوئی معقول تو کجا غیر معقول رشتہ بھی نہیں آتا۔۔۔ شائد اِسی وجہ سے اُسے ایک ایسے شخص سے مُحبت ہُو گئی ہے۔ جو اسکے والد کی عمر کا ہے۔ وُہ مایوسی کی گہرائی میں گرتی چلی جا رہی ہے۔۔۔ سُونے پر سہاگہ یہ کہ وُہ شخص پہلے سے شادی شُدہ زندگی گُزار رہا ہے۔۔۔ اُور جوان بچوں کا باپ ہے۔ اُور ایک حیات بیوی کا شوہر بھی ہے۔۔۔

ذرا سوچیئے ! تو سہی۔ بالفرض آپ کی شادی اُن صاحب سے ہُو بھی جاتی ہے۔ تو کیا آپ تمام عمر ایک ایسے انسان کے ساتھ بخوشی رِہ پائیں گی۔ جسکی جوان بیٹیاں آپکے برابر ہُوں۔ کیا وُہ بٹا ہُوا شخص آپکو وُہ محبت دے پائے گا۔ جسکی تمنا ہر ایک کنواری لڑکی کیا کرتی ہے۔۔۔ اگرچہ اسلام ایسے رِشتوں کی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ سُنت مبارکہ بھی ہے۔۔۔ لیکن کہاں وُہ نفوسِ قُدسیہ اُور کہاں ہم لُوگ۔۔۔۔ وُہ معاشرہ جُدا تھا۔ اُور یہ معاشرہ جُدا ہے۔ وَہاں چار شادیاں عام بات تھی مرد کیلئے ۔۔۔ یہاں دُوسری بھی عذاب کی صورت بن جاتی ہے۔ لیکن کیا ہماری خواہشات ہماری سُوچ میں اُن نفوسِ قُدسیہ سے کوئی مماثلت ہے۔۔۔۔۔؟ جواب اپنے دِل سے پُوچھ لیجئے۔۔۔۔ اُور ذرا یہ بھی سُوچیئے گا۔ کہ جب پندرہ برس بعد آپ جوان ہی ہُونگی ۔ تو کیا وُہ شخص بستر نہ پکڑ چُکا ہُوگا۔۔۔ اُور جب آپ اپنے والدین کو اپنی پسند سے آگاہ کریں گی۔۔۔ تو اُن کے دِل پر کیا بیتے گی۔۔۔۔ ؟ کیا اُنہیں یہ احساس نہیں ہُوگا۔ کہ وُہ اپنی بچی کیلئے کوئی بہتر رشتہ نہ ڈھونڈ پائے۔۔۔۔ جسکی وجہ سے اُنکی بچی آج ایک بوڑھے شخص سے بھی شادی کیلئے تیار ہے۔ اِس لئے جذبات میں بہنے کے بجائے پر سکون ہُو کر حقیت پر نِگاہ رکھیں۔۔۔ آپکو میری بات سمجھ میں آجائے گی۔

اسلئے میں اپنی تمام بہنوں کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہُوں۔۔۔۔ کہ یہ فیصلہ

اپنے والدین پر اِس یقین کیساتھ چھوڑ دیجئے۔ کہ اُن سے بہتر آپ کیلئے کوئی نہیں سُوچ سکتا۔۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔۔ ہاں وُہ بچیاں ۔ کہ جنکے والدین حیات نہیں ہیں۔ وُہ ضرور اپنے لئے رشتہ تلاش کر سکتی ہیں۔ لیکن خدا کیلئے مردوں کی لچھے دار باتوں میں آنے کے بجائے اپنے انجام کی طرف نظر رکھیں۔ کہ مردوں کی شیریں زُبان کے پیچھے ضروری نہیں کہ ،، اُنکا دِل بھی پاکباز ہُو۔ اُور اُنکی نیت بھی صاف ہُو۔۔۔

آپ سُوچ رہی ہُونگی ۔ کہ وارثی صاحب کی باتیں بھی لچھے دار ہی ہیں۔۔۔ کہ مسئلہ کی طرف نشاندہی تو کر دی۔ لیکن مسائل کا کوئی حل نہیں بتایا۔ کہ آخر اِس مسئلہ سے نِمٹا کیسے جائے۔۔۔؟ تو میری بہنوں میری آج کی بات کو بُہت دھیان سے پڑھنا۔ اُور اِن باتوں کو اپنی پاکیزہ چادر میں گرہ ڈال کر ہمیشہ یاد رکھنے کی بھرپور کوشش کرنا۔ تاکہ آپکو معلوم ہُو جائے۔ کہ آخر کیوں ہماری دعائیں قبول نہیں ہُوتیں۔ اُور آخر کیوں ہمارے گھر لاکھ دُعاؤں کے باجود اچھے رشتے نہیں آتے۔۔۔؟

سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔۔۔۔ کہ جِس کسی سے بھی جو شئے مانگی جائے۔۔۔ اُس میں تین خوبیوں کا ہُونا از بس ضروری ہے۔۔۔ اگر جس سے مانگا جائے اُور اُس میں ایک بھی خوبی کم ہُو۔۔۔ تو وُہ آپ کو کچھ نہیں دے پائے گا۔

پہلی خُوبی۔۔۔ کہ جو شئے مانگی جارہی ہُو۔ وُہ شئے اُس کے پاس موجود بھی ہُو۔ ورنہ ۔انکار ہُوجائے گا

دُوسری خُوبی ۔۔۔جس سے کوئی شئے مانگی جارہی ہُو۔۔۔ وُہ آپکو جانتا بھی ہُو۔ اُور آپ سے محبت بھی کرتا ہُو۔۔۔ اگر شئے تو موجود ہُو۔ لیکن دینے والا جانتا نہ ہُو۔ تب بھی انکار کا خدشہ ہے۔۔۔ اُور جانتا تو ہُو۔۔۔ لیکن آپ سے محبت نہ ہُو۔۔۔ تب بھی انکار کے چانسز زیادہ ہیں۔

تیسری خُوبی۔۔۔ کہ،، دینے والا بخیل نہ ہُو طبعتاً سخی ہُو۔۔۔ ورنہ چاہے جانتا بھی ہُو۔۔۔ اُور محبت بھی رکھتا ہُو۔۔۔ اُور وُہ شئے بھی اُس کے پاس موجود ہُو۔۔۔ لیکن اُسکا بُخل اُسے وُہ شئے دینے سے رُوک دے گا۔۔۔۔ امید ہے کہ آپ سب کو میری بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ گئی ہُو گی۔۔۔

اِن تین خُوبیوں کا تصور ذہن میں آتے ہی۔۔۔ اللہ کریم کا تصور ذہن میں اُبھرتا ہے۔۔۔ یا اُسکے مدنی محبوب ﷺ کا اِسم گرامی ذہن میں آتا ہے۔۔۔ ایک خالق ہے۔۔۔ اُور ایک خالق تو نہیں مگر خالق کا محبوب ہے۔۔۔ اُور محبوب صفت کا عکس ہُوتا ہے۔ اللہ کریم ہر شئے کا خالق بھی ہے اُور مالک بھی۔۔۔ لیکن قاسم (تقسیم کرنے والا) اُس نے اپنے محبوب ﷺ کو بنادیا۔

وُہ کریم رَبّ اَپنے تمام بندوں سے بے انتہا محبت کرتا ہے۔۔۔۔ لیکن جان رحمت اپنے محبوب ﷺ کو بنادیا۔

وُہ پروردیگار خود بھی سخی ہے۔ اُور قران پاک میں اُس نے اپنے محبوب ﷺ کے لئے ارشاد فرمادیا۔ کہ یہ محبوب ﷺ بخیل نہیں ہے۔

سیدی اعلحضرت نے اِن تمام باتوں کو ایک ہی شعر میں کیاخُوب فرمادِیا۔۔۔

میں تُو مالک ہی کہوں گا۔ کہ،، ہُو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محُب میں نہیں ۔ میرا، تیرا

اب ایک تیر بحدف وظیفہ پیش خدمت ہے۔۔۔ ہر جمعرات کو عصر کی نماز کے بعد ایک پیکٹ ٹافیاں حسب توفیق قیمت کا منگوا لیا کریں۔ اُن ٹافیوں پر والدین مصطفٰے ﷺ، شہدائے بدر اُور سیدنا غوث اعظم کی فاتحہ دِلوا کر چھوٹے بچوں میں عصر کی نماز کے بعد شادی کی نیت سے تقسیم فرمادیا کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد دُو رکعت صلواۃ الحاجات پڑھ کر ایک تسبیح درودِ پاک کی پڑھیں۔۔۔ ۱۰۰ مرتبہ،، یا لطیفُ یا رَشِیدُ اَرشِدنی پڑھ کر ۴۱ مرتبہ پھر درودِ پاک پڑھ لیا کریں۔ ایک مرتبہ سورہ رحمٰن پڑھ کر ۳۱ مرتبہ سورہ کوثر

پڑھیں پھر ۴۱ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھیں۔ آخر میں ۶۳ مرتبہ درود پاک پڑھ کر اپنے لئے بہتر رشتہ کی دُعا کریں۔۔۔۔ اُور تین خوبیوں والی بات کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ نے اخلاص و یقین کامل سے دُعا کر لی۔۔۔۔ اُور اسکے بعد بھی اگر آپکی دُعا قبول نہ ہُو۔ اُور اُس مانگے جانے والے رشتے میں کوئی قباحت بھی نہ ہُو۔۔۔ تو حشر میں میرا دامن پکڑ لیجئے گا۔۔۔۔ انشاءَ اللہ چند جمعرات کے مسلسل عمل کی برکت سے ایک نہیں بے شُمار رشتے آپ کی دہلیز پر آ جائیں گے۔

اپنی من پسند شادی کیلئے اِس عمل کیساتھ ۷۷ مرتبہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا وظیفہ بھی آنکھ بند کرکے مطلوبہ شخص کو ذہن میں رکھتے ہُوئے کر لیں۔ اُور ۷۷ کی تعداد پُوری ہُونے کے بعد اُس پر تصور میں دَم کر دیں۔۔۔۔ اگر وُہ رشتہ آپ کے حق میں اچھا ہُوا۔۔۔ اُور اُس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہُوئی تو انشااللہ وہ رشتہ بھی خود چل کر آپ کے در پر آ جائے گا۔۔۔ لیکن بہتر یہی ہے۔۔۔ کہ من پسند شادی کے بجائے اللہ کریم کی ذات پر اپنی قسمت کا فیصلہ چھوڑ دیا جائے۔۔۔ کیونکہ وُہ ہم سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اُور ہمارے لئے کیا بہتر ہے۔ وہی بہتر جاننے والا ہے۔

اُس کے تو عام ہیں الطاف شہیدی سب پر

تُجھ سے کیا ضد تھی۔ اگر تو کسی قابل ہُوتا

والسلام مع الاکرام: آپکا عشرت اقبال وارثی

ماں کے پیٹ میں کیا ہے ؟۔(عاشق اکبر)۔

مختصر سوانح حیات :

علامہ عبد المصطفے اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کرامات صحابہ میں بیان فرماتے ہیں کہ خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت سید نا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ''عبدا للہ'' آپ کی کنیت ''ابو بکر'' اور لقب ''صدیق و عتیق'' ہے ،آپ قریشی ہیں او رساتویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے ،آپ عام الفیل کے ڈھائی برس کے بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ،آپ اس قدر جامع الکمالات ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام اگلے اور پچھلے لوگوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں،آزاد مردوں میں سب سے پہلے اِسلام قبول کیا اور تمام جہادوں میں شریک ہوئے اور تمام فیصلوں میں شہنشاہ مدینہ ،قرار قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر رہے ،دو برس تین ماہ گیارہ دن مسند خلافت پر رونق اَفروز رہے اور 22 جمادی الآخر 13ھ منگل کی رات وفات پائی ،آپ کی نماز جنازہ امیر المؤمنین حضرت سید نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور روضۂ منورہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے اَقدس میں مدفن ہوئے۔

(کرامات صحابہ، ص43)

:ماں کے پیٹ میں کیا ہے ؟

اللہ ربّ العزّت عَزَّوَجَلَّ کی عنایت سے صَحابۂ کرام علیہم الرضوان کے بھی غیب کی خبریں بتانے اوران کی کرامتوں کے واقِعات کتابوں میں ملتے ہیں چُنانچِہ کروڑوں مالکیوں کے عظیمُ المرتبت پیشوا حضرتِ سیِّدُنا امام مالک بن اَنس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مشہورِ زمانہ مجموعہ احادیث '' مُؤَطّا امام مالِک '' میں فرماتے ہیں، حضرتِ سیِّدُنا عُروہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اُمُّ المُؤمِنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائِشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، خلیفۃُ الرَّسول حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اپنے مرضِ وفات میں انہیں وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، میری پیاری بیٹی ! آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا، وہ آج میراث کا مال ہے تمہارے دو بھائی (عبدالرحمٰن اور محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور تمہاری دو بہنیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قراٰنِ مجید کے حکم کے مطابِق تقسیم کر لینا۔ یہ سُن کر حضرتِ سَیِّدَتُنا عائِشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، ابّا جان ! میری تو ایک ہی بہن '' بی بی اَسمائ '' ہیں، یہ میری دوسری بہن کون ہے؟آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے '' (ارشاد فرمایا، وہ (تمہاری سَوتیلی والِدہ

حبیبہ بنتِ خَارِجَہ'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پیٹ میں ہے، میرے خیال میں وہ لڑکی ہے۔

(اَلْمُوَطَّا لِلْاِمَامِ مَالِک ج ۲ ص ۲۷۰ حدیث ۱۵۰۳)

اِس حدیث کے تحت حضرتِ سیِّدُنا علّامہ محمد بن عبدُالْباقی زُرْقانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبَّانِی تحریر فرماتے ہیں، چُنانچِہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام'' اُمِّ کُلْثُوم'' رکھا گیا۔ (شرحُ الزُّرقانی علی المُوَطَّا ج ۴ ص ۶۱)

محترم قارئین! اِس حدیث مبارک کے بارے میں حضرتِ علّامہ تاجُ الدّین سُبکی علیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القوی حجۃ اللہ علی العالمین میں بیان فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے خلیفۃُ الرَّسول حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبل از وفات ہی یہ علم ہو گیا تھا کہ میں اِس مرض میں (دنیا سے رِحلت (یعنی کُوچ) کر جاؤں گا، اسی لیے تو بوقتِ وصیّت فرمایا، میرے پاس جو میرا مال تھا، وہ آج میراث کا مال ہے'' (۲) جو بچّہ پیدا ہوگا وہ لڑکی ہے۔

(حُجَّۃُ اللّٰہِ علَی العالَمِین ص ۶۱۲ مرکز اہلسنّت برکاتِ رضا گجرات ہند)

: نگاہ کرامت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اِزالۃ الخفاء میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ظاہری وفات کے بعد جو قبائل عرب اسلام سے پھر گئے ان میں قبیلہ کندہ بھی تھا چنانچہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقرضی اللہ تعالی عنہنے اس قبیلہ والوں سے بھی جہادفرمایا اور مجاہدین اسلام نے اس قبیلہ کے سردار اعظم یعنی اَشْعَثْ بن قَیْس کو گرفتار کر لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کو دربار خلافت میں پیش کیا، امیر المؤمنین کے سامنے آتے ہی اشعث بن قیس نے بآواز بلند اپنے جرم اِرتِداد کا اقرار کر لیا اور پھر فوراً ہی توبہ کرکے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا امیر المؤمنین نے خوش ہو کر اس کا قصور معاف کر دیا اور اپنی بہن حضرت ام فروہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اس کا نکاح کرکے اس کو اپنی قسم قسم کی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز کر دیا، تمام حاضرین دربار حیران رہ گئے کہ مرتدین کا سردار جس نے مرتد ہو کر امیر المؤمنین سے بغاوت اور جنگ کی اور بہت سے مجاہدین اسلام کا خون ناحق کیا، ایسے خونخوار باغی اور اتنے بڑے خطرناک مجرم کو امیر المؤمنین نے اس قدر کیوں نوازا؟ لیکن جب حضرت اشعث بن قیسرضی اللہ تعالی عنہنے صادق الاسلام ہو کر عراق کے جہادوں میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر ایسے مجاہدانہ کارنامے انجام دیے کہ عراق کی فتح کا سہرا انہیں کے

سر رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ اور قلعہ مدائن و نہاوند کی لڑائیوں میں انھوں نے سرفروشی و جانبازی کے جو حیرت ناک مناظر پیش کیے انہیں دیکھ کر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کے جن انمول جوہروں کو برسوں پہلے دیکھ لیا تھا، وہ کسی اور کو نظر نہیں آئے تھے یقینا یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲، ص ۳۹

اسی لئے مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام طور پر فرمایا کرتے تھے کہ میرے عمل میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر پہنچی ہوئی تھیں،

اول :۔۔۔۔۔۔امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان کی نگاہ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات کو جانچ لیا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہکو اپنے بعد خلافت کے لئے منتخب فرمایا، جس کو تمام دنیا کے مورخین اور دانشوروں نے بہترین قرار دیا۔

دوم :۔۔۔۔۔۔حضرت موسی علیہ السلام کی بیوی حضرت صفوراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ لیا اور اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اس جوان کو بطور اجیر کے اپنے گھر پر رکھ لیں جبکہ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہجرت کرکے مصر سے مدین پہنچ گئے تھے چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر پر رکھ لیا اوران کی خوبیوں کو دیکھ کر اوران کے کمالات سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفوراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان سے نکاح کر دیا اوراس کے بعد اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے شرف سے سرفراز فرمادیا۔

سوم :۔۔۔۔۔۔عزیز مصر کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت زلیخا کو حکم دیا کہ اگر چہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے زرخرید غلام بن کر ہمارے گھر میں آئے ہیں مگر خبردار تم ان کے اعزاز واکرام کا خاص طور پر اہتمام وانتظام رکھنا، کیونکہ عزیز مصر نے اپنی نگاہ فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاندار مستقبل کو سمجھ لیا تھا کہ گویا آج غلام ہیں مگر یہ ایک دن مصر کے بادشاہ ہوں گے۔ (کرامات صحابہ کرام، ص۴۹

: مہمان نوازی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہبارگاہ رسالت کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لائے اور خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور گفتگو میں مصروف رہے ، یہاں تک کہ رات کا کھانا آپ نے دستر خوان نبوت پر کھا لیااور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد مکان پر تشریف لائے ان کی زوجہ نے عرض کی کہ آپ مہمانوں کو گھر پر چھوڑ کر کہاں تشریف لے گئے تھے ،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیااب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا ؟ توزوجہ نے عرض کی کہ کھانا پیش کیا تھا مگر انہوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کر دیا ، یہ سن کر آپ اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن پر بہت زیادہ خفاء ہوئے پھر آپ خود مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا، ان مہمانوں کا بیان ہے ، کہ جب ہم کھانے کے لئے برتن سے لقمہ اٹھاتے تھے تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا تھا اس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے سے ابھر کر بڑھ جاتا تھا اور جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے برتن میں پہلے سے زیادہ ہو گیا جب یہ معاملہ آپ کی زوجہ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا یہ کھانا تو پہلے سے کئی زیادہ گنا ہے، پھر آپ اس کھانے کو لے کر بارگاہ رسالت میں لے

آئے جب صبح ہوئی تو اچانک مہمانوں کا ایک قافلہ دربار رسالت میں حاضر ہوا جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ کے سردار تھے ،اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے دوسرے شُتر سوار بھی تھے ان سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا اور قافلہ کے تمام سردار اور تمام مہمانوں کا گروہ اس کھانے سے سیراب ہوا، لیکن پھر بھی اس برتن سے کھانا ختم نہیں ہوا۔ (بخاری شریف ج ا ص ۵۰۶)

مدفن:

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے وصال کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اختلاف پیدا ہوگیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے ؟ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو شہدائے کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے اور بعض حضرات کا خیال تھا کہ آپ کی قبر جنت البقیع میں بنائی جائے لیکن میری خواہش تھی کہ آپ میرے اِسی حجرہ میں سپرد خاک کیے جائیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قبر انور ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور خواب میں یہ آواز میں نے سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ '' ضُمُّوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ! (یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو) خواب سے بیدار ہو کر میں نے لوگوں سے اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا یہ آواز ہم لوگوں نے بھی سنی ہے اور مسجد نبوی کے اندر بہت سے لوگوں کے

کانوں میں یہ آواز آئی ہے اس کے بعد تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ کی قبر اطہر روضہ منورہ کے اندر بنائی جائے ،اس طرح آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قرب خاص سے سرفراز ہو گئے۔ (کرامات صحابہ ،ص ۵۲)

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور انکے صدقے ہم سب کی بے حساب مغفرت ہو: امین

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(علاماتِ محبت اور تعظیم وادب (جانِ دو عالم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی محبت کے بغیر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لانا متصور نہیں ہے، مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (پ۲۱، الاحزاب: ۶)

ترجمہ کنزالایمان: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی ایک ہر گز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اسے اسکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن ربیعۃ السلمی، الحدیث ۱۸۹۸۳، ج ۷، ص ۹)

یہ بھی فرمایا: "تم میں سے کوئی (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، الحدیث ۱۵، ج ۱، ص ۱۷)

علاماتِ محبت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔حدیث شریف میں ہے: ''مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ'' جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت کرتا ہے۔

(کنزالعمال،کتاب الاذکار،الباب الاول،الحدیث ۱۸۲۵،ج۱،ص۲۱۷)

تعظیم

کثرت ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا نام پاک کمال تعظیم وتکریم اور صلوٰۃ و سلام کے ساتھ لے اور نام پاک لیتے وقت خوف و خشیت عجز و انکساری اور خشوع و خضوع کا اظہار کرے۔

(لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ۱۸،النور: ۶۳

ترجمہ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے

: تفسیر کبیر میں ہے

لاتنادوہ کما ینادی بعضکم بعضا لا تقولوا یا محمد یا اباالقاسم ولکن قولوا یا رسول اللّٰہ یا نبی اللّٰہ . (التفسیر الکبیر، ج۸، ص۴۲۵، پ۱۸، النور: ۶۳

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو "پکارتے ہو۔ یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم ! بلکہ عرض کرو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ" یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)

: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(پ۲۶، الحجرات: ۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو ! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے

والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

:ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ای لاتسابقوہ بالکلام ولاتغلظوالہ بالخطاب ولا تنادوہ باسمہ نداء بعضکم بعضا ولکن عظموہ ووقروہ ونادوہ باشرف ملایحب ان ینادی بہ یارسول اللّٰہ ! یا نبی اللّٰہ . (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۶۵

یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سبقت نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نام لیکر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نداء کرو جن سے نداء کئے جانے کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پسند فرمائیں اور یوں کہو یارسول اللہ ! یا نبی اللہ !۔" (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لیے آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر بلانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے ضائع ہونے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہو، کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو ضیاع اعمال کا سبب ہو کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے ادبی کفر ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے سلسلے میں یکساں ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ

ابو جعفر منصور بادشاہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا، امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس سے فرمایا:

یا امیر المؤمنین لاترفع صوتک فی ھذا المسجد فان اللہ عزوجل ادب قوما فقال: لَاتَرْفَعُوْااَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الآیۃ ومدح قوما فقال: اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ الآیۃ وذم قوما فقال: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ الآیۃ وان حرمتہ میتا کحرمتہ حیا فاستکان لھا ابو جعفر وقال یا ابا عبداللہ استقبل القبلۃ وادعو ام استقبل رسول اللہ؟ فقال ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ تعالی یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعہ اللہ عزوجل. (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۴۷

اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیوں کہ اللہ تعالی نے ایک" جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا:

(لَاتَرْفَعُوْااَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (پ ۲۶، الحجرات: ۲

ترجمہ کنزالایمان: اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔

اور ایک جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ

o مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ

(پ۲۶،الحجرات: ۳)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ؛ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

:اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا

(اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ (پ۲۶،الحجرات: ۴

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔ (یہ سن کر) ابو جعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اے ابو عبداللہ (امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کنیت) قبلہ رو ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہنے فرمایا: تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلم قیامت کے دن بارگاہ الٰہی عزوجل میں تیرے اور تیرے جدامجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائیگا۔

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام، تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تعظیم مصطفیٰ (جانِ دو عالم

عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتی کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔ انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم دہن مبارک یا بنی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم انھیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور ازراہ تعظیم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۶۹)

جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انھیں کہا اے قوم قریش! میں کسریٰ قیصر اور نجاشی یعنی شاہ فارس، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا، ہوں، بخدا میں نے ہر گز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم)اپنے اصحاب میں معزز ہیں۔ایک روایت میں ہے) میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے رفیق اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں'' جتنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اصحاب علیہم الرضوان آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔ تحقیق کہ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نہیں چھوڑے گی اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم کرتی رہے گی''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سوال کروں لیکن آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہیبت کے سبب دو سال تک مؤخر کرتا رہا۔'' (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۱۷

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جمال کی زیارت نہ کرسکتا تھا۔ اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کرسکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جمال سے بہرہ نہیں ہوسکتا تھا۔"

(الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۶۸)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص۶۹)

یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھتا ہے جو (ساکن ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے (صورۃً) مشابہ ہیں جب حضرت کابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر

کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں مِرغَب (ایک مقام) عنایت فرمایا (یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ) ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ملتی جلتی تھی۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۸۸)

اگر اجلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائیگا۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اس ذات کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداءِ کلام میں صلوٰۃ کے بعد ''فَدَیتُکَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ'' میرے والدین بھی آپ پر فدا ہوں، یا ''بِنَفْسِیْ اَنْتَ یَارَسُوْل ! '' میری جان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیض صحبت کی فراوانی کے باوجود، محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر، تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم

اسی طرح تابعین اور تبع تابعین بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم آثار کے معاملہ میں انھیں کے نقش قدم پر تھے۔ حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ان کی پشت جھک جاتی یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہمنشینوں پر گراں گزرتا۔

ایک دن حاضرین نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے، تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے انکے حال پر رحم آتا تھا۔

الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۷۳) (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا (عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

واقعاتِ تعظیم

۵ ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا اسکی تلاش میں مشغول ہو گئیں ادھر قافلہ نے کوچ کیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انھیں یہی خیال رہا کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس میں ہیں اور قافلہ چل دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا۔

قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر تھے جب وہ آئے اور انھوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا تو بلند آواز سے " اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ " پکارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کپڑے سے پردہ کر لیا انھوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی، آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں ۔ منافقین سیاہ باطن نے اوہامِ فاسدہ پھیلائے اور آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں بد گوئی شروع کی بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے اور انکی زبان سے بھی کوئی کلمۂ بے جا سرزد ہوا۔ ام المومنین رضی اللہ عنھا بیمار ہوگئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں، اس زمانہ میں انھیں اطلاع نہ ہوئی کہ منافقین ان کی نسبت کیا بک رہے ہیں۔

ایک روز ام مسطح سے انھیں یہ خبر معلوم ہوئی اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں اس قدر روئیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کیلئے نیند آتی تھی۔ اس حال میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت میں آیاتِ قرآنی نازل ہوئیں جن سے آپ کا شرف و مرتبہ بڑھایا گیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت و فضیلت از حد بیان ہوئی۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے برسرِ منبر بقسم فرمادیا تھا کہ مجھے اپنے اہل کی پاکی و خوبی بالیقین معلوم ہے، تو جس شخص نے ان کے حق میں بد گوئی کی ہے، اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کر سکتا

ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: منافقین بالیقین جھوٹے ہیں، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بالیقین پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے، کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہا کی طہارت بیان کی اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا، تاکہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے، تو جو پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا: کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگارِ عالم عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا، جو پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نعلین کی اتنی سی بات روا نہ فرمائے، ممکن نہیں کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اسی طرح بہت سے صحابہ علیہم

الرضوان اور صحابیات رضی اللہ عنھن نے قسمیں کھائیں۔
مدارج النبوت، قسم سوئم، باب پنجم، از ہجرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲ (ص ۱۵۹،

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ : مَاکُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں اس وقت تک طواف نہیں کر سکتا جب تک کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم طواف نہیں کرتے۔ (الشفاء (الباب الثالث، ج ۲، ص ۷۰،

بے نظیر ضیافت

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ضیافت کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میرے غریب خانہ پر اپنے دوستوں سمیت تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ دعوت

قبول فرمالی اور وقت پر مع صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے چلے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے پیچھے چلنے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ایک ایک قدم مبارک جو ان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا گننے لگے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عثمان! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے جس قدر قدم پڑے اسی قدر غلام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد کئے۔ (جامع المعجزات، ص ۲۵۷)

شاہکار تعظیم

غزوہ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا: مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز

عصر نہ پڑھی تھی، آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جارہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریمنے اپنی نماز کا حال عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دعا کی، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریمنے نماز عصر ادا کی، پھر ڈوب گیا اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز، وہ بھی نماز وسطیٰ یعنی عصر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریمنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نیند پر قربان کر دی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کے صدقہ میں ملیں۔

(الشفاء، ج۱، ص۵۹۴۔ شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص۲۲۰)

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بلایا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاقِ زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں

کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض حال کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے لعاب دہن لگادیا فوراً آرام ہوگیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نیند پر قربان کی۔ (مدارج النبوت، ج ۲ ص ۵۸)

ان ہی نکات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انھیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
(حدائق بخشش)

ادبِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہوں ،فرمایا: ہاں ! اور انھوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشۂ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں، لہٰذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابو بکر! جب میں خود تمھیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس.... الخ، الحدیث ۶۸۴، ج۱، (ص ۲۴۴) (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(ناموسِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیلئے مرمٹنے کا جذبہ (جانِ دو عالم

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور اور بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان میں لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے۔ اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا، چچا جان تم ابو جہل کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسکو دیکھ لوں تو میں اس سے جدا نہیں ہوں گا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا اتفاقاً ابو جہل میدان میں مجھے دوڑتا ہوا نظر آگیا میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمھارا مطلوب جس کے بارے میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جارہا ہے۔ دونوں یہ سنکر تلواریں

ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب ۱۰، الحدیث ۳۹۸۸، ج ۳، ص ۱۴)

گستاخی کی سزا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ایک بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا تھیں جو اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عمر شریف ۳۳ برس تھی۔ اور بعض نے حضرت رقیہ کو حضرت زینب سے بڑی بتایا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے چھوٹی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچا ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابو لہب نے اس سے اور اس کے دوسرے بھائی عتیبہ، جس کے نکاح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تیسری شہزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا تھیں، سے یہ کہا کہ میری ملاقات تم سے حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دیدو، اس پر دونوں نے طلاق دیدی۔ یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ اسکے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند مسلمان ہوگئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے حضرت رقیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرصہ ہوا ہوچکا تھا اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی۔

(المواہب اللدنیۃ، المقصد الثانی، الفصل الثانی فی ذکر اولادہ الکرام، ج ۲، ص ۶۱)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تیسری شہزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے کون بڑی تھیں اکثر کی رائے یہ ہے ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی تھیں۔ اول عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ تبت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان میں گزرا لیکن ان کے خاوند تو مسلمان ہوگئے تھے جیسا کہ گزرچکا اور ان کے خاوند عتیبہ نے طلاق دی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر نہایت گستاخی و بے ادبی سے پیش آیا اور نا مناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے دعائے ضرر دی کہ یااللہ عزوجل ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما، ابو طالب اس وقت موجود تھا باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گیا اور کہا کہ اس دعائے ضرر سے تجھے خلاصی نہیں۔ چنانچہ عتیبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جارہا تھا اس کا باپ ابو لہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعائے ضرر کی فکر ہے، قافلے کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے ،رات کو تمام قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلا سا بنا کر اس پر عتیبہ کو سلایا اور قافلے کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے۔رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے اسکے بعد ایک جست لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ کر عتیبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا، اس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو چکا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ بہر حال حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے دوسرے کے ساتھ یہ عبرت کا واقعہ پیش آیا۔ (المرجع السابق، ص ۶۲

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بس: (جانِ دو عالم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانے میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج اتفاق سے میرے پاس مال موجود ہے، اگر میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ گھر میں تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا، میں نے عرض کیا: کہ چھوڑ آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: آخر کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رکھا تھا سب لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا: ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔

پروانے کو چراغ ہے تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نام کی

برکت ،ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ یہ قصہ غزوہ تبوک کے لئے فراہمی مال و اسباب کا ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، باب غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۹

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفہ اخلاق میں حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور اتباع سنت کے نہایت نمایاں ابواب ہیں انھوں نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اسلام کو اپنے گھرانے پر شروع دن ہی سے پر تو فگن دیکھا۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم سوتیلے والد حضرت ابو طلحہ، چچا حضرت انس بن نضر، بھائی حضرت براء بن الملک، ، خالہ ام حرام اور سبھی سروردو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مخلص شیدائی تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

خاندان میں ہر وقت ذات رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کی دعوت حق کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔اس پاکیزہ ماحول نے کمسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت کا بیج بودیا۔ اس کے بعد ان کو مسلسل دس برس تک رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دوران، ان کو حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بے مثل اخلاق عالی نے اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے شفیق آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق صادق بن گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب وصال فرمایا، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا اندھیر ہو گئی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی یاد ان کو ہر وقت تڑپاتی رہتی تھی۔ ان کی کوئی محفل ایسی نہ ہوتی تھی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر خیر نہ ہو۔ عہد رسالت کا کوئی واقعہ کسی سے سنتے یا خود بیان کرتے تو آنکھیں نم ہو جاتیں اور شدت تاثر سے آواز بھرا جاتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اپنے آپ پر قابو نہ رہتا اور سخت بے چینی کے عالم میں محفل سے اٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک گھر پہنچ کر تبرکات نبوی کی زیارت نہ کر لیتے کل نہ پڑتی تھی۔

ایک دن سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حلیہ بیان کر رہے تھے کہ: ”میں نے کبھی کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں چھوا، اور نہ کبھی کوئی خوشبو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بدن مبارک سے زیادہ خوشبودار سونگھی“

صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، الحدیث ۳۵۶۱، ص ۴۸۹، ج ۲)

اسی طرح بیان کرتے کرتے فرط محبت سے اتنے بے قرار ہوگئے کہ گریہ طاری ہوگیااور زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آ گئے۔

قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی تو ''عرض کروں گا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے''۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا یہ اثر تھا کہ انھیں اکثر خواب میں سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوجاتی تھی۔ اللہ اور اس کا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کو دنیا کی ہر شے سے محبوب تر تھے۔

المسند لامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۳۱۵، ج ۴، ص ۴۴۲)

صحیح بخاری میں خود ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو گویا اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اوراللہ کا رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کو ساری دنیا سے عزیز تر ہوں، دوسرے یہ کہ جس سے محبت کرے اللہ عزوجل کی خاطر کرے، تیسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسا ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں پڑجانے کو کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج ۱، ص ۱۷)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ایک بدوی صحابی زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بظاہر حسین نہ تھے، جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا دوستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے پیٹھ کی طرف جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے۔ اپنی پیٹھ (بقصد برکت) اور بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سینے سے لپٹانے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے وہ بولے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اگر آپ بیچتے ہیں تو مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ”تو خدا کے

"نزدیک گراں قدر ہے۔
جامع الترمذی، شمائل محمدیۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، باب ماجاء فی صفۃ
مزاح...الخ، الحدیث ۲۳۸، ج۵، ص۵۴۵) (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان
کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(عصائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور تعظیم تبرکات (جانِ دو عالم

(۱) مہر نبوت چوم لی : حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے مختلف دینی و مذہبی راہنماؤں کے پاس آتے جاتے رہے۔ ہر مذہبی رہنما انھیں وصیت کیا کرتا کہ میرے بعد فلاں کے پاس جانا، یہ بھی پوچھ لیا کرتے کہ ان کی زندگی کے بعد کس کے پاس رہنا چاہیے، جب آپ نے آخری راہب سے پوچھا کہ اب مجھے کس کی خدمت میں رہنا ہوگا، اس نے کہا: اب دنیا میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی صحبت میں تمھیں امن و سلامتی نصیب ہو، ہاں! عنقریب نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لا رہے ہیں جو دین ابراہیمی پر ہوں گے، ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے، نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، آپ ہدیہ قبول کریں گے صدقہ نہیں کھائیں گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نصیحت کو پیش نظر رکھا اور ملک عرب کی طرف رخ کیا جونہی وہ مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہجرت کرکے قبا تشریف لا چکے تھے۔ سلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلمکی خدمت میں کچھ چیزیں لیکر حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کیا: یہ صدقہ ہے، حضور قبول فرمایئے! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہمسے فرمایا: تم کھالو لیکن خود نہ کھایا۔ حضرت سلمان نے دل میں کہا ایک نشانی تو پوری ہو گئی۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں بعد ازاں میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں مل گیا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم قبا سے مدینہ تشریف لائے تو میں کچھ چیزیں لیکر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی! حضور یہ ہدیہ ہے قبول فرمایئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیساتھ مل کر کھالیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا دو علامتیں پوری ہو گئیں۔

اس کے بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جنت البقیع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکے کندھوں پر دو شالہ تھا جسے آپ چادر اور ازار کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب کپڑے کا دامن ایک طرف ہوا تو میں نے مہر نبوت کو ویسا ہی پایا جیسے مجھے بتایا گیا تھا، میں جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ بے اختیار مہر نبوت کو بڑھ کر چوم لیا اور رونے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

نے مجھے اپنے پاس بلالیا، میں نے اپنی ساری سرگزشت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو سنائی آپ نے اسے پسند فرمایا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی میری سرگزشت سنی۔

(شواہد النبوۃ، رکن رابع، ص ۸۴)

(۲) موئے مبارک : مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بال بنوا کر تمام بال مبارک ایک سبز درخت پر ڈال دیئے۔ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی درخت کے نیچے جمع ہوگئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کرلئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کردیتا۔

(مدارج النبوت، قسم سوئم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۱۷)

(۳) لعاب مبارک : عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں موصل کو فتح کیا ان کی بیوی ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں ہم میں سے ہر ایک خوشبو لگانے میں کوشش کرتی تھیں تاکہ دوسری سے اطیب ہو اور

عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی خوشبو نہ لگاتے تھے مگر اپنے ہاتھ سے تیل مل کر داڑھی کو مل لیتے تھے اور ہم میں سب سے زیادہ خوشبودار تھے جب وہ باہر نکلتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ہم استعمالِ خوشبو میں کوشش کرتی ہیں اور تم ہم سے زیادہ خوشبودار ہو، اس کا سبب کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے نمودار ہوئے میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اس بیماری کی شکایت کی۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں نے ستر کے علاوہ کپڑے اتار دیئے اور آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنا لعاب اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا اس دن سے مجھ میں خوشبو پیدا ہو گئی۔ (الاستیعاب، باب (حرف العین، عتبہ بن فرقد، ج ۳، ص ۱۴۸

پسینہ مبارک : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ حالت خواب میں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو پسینہ آیا، میری ماں ام سُلیم نے ایک شیشی لی اور آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بیدار ہوئے اور فرمانے لگے: ام سلیم تم یہ کیا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں اور وہ سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔

دوسری روایت مسلم میں ہے کہ ام سلیم نے یوں عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہم اپنے بچوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمکے عرق مبارک کی برکت کے امیدوار ہیں۔'' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے عرق مبارک کو چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم، الحدیث (ص ۲۳۳۱،۱۲۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ (۵) صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا ہے، میں اسے

اس کے خاوند کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں، میرے پاس کوئی خوشبو نہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کچھ عنایت فرمائیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے پاس موجود نہیں مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈالنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی پھر فرمایا کہ اسے لے جا کر اپنی بیٹی سے کہہ دینا کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کرکے مل لیا کرے۔ پس جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی یہاں تک کہ اس کے گھر کا نام ''بیت مطیّبین'' (یعنی خوشبو والوں کا گھر) ہوگیا۔

(شواہد النبوۃ، رکن خامس، ص۱۸۱)

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

ادب و برکت اندوزی: حدیث شریف میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں بال اس قدر دراز تھے کہ جب وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو چھوڑ دیتے تو زمین پر پہنچتے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بالوں کو اتنا کیوں بڑھایا؟ انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا

کہ ایک وقت ان پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا دست مبارک لگا تھا اس لئے میں نے تبرکاً ان بالوں کو چھوڑ رکھا ہے۔

مدارج النبوت، باب نہم، واجبات حقوق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ... الخ، ج ۱، ص ۳۱۶)

مسح دست کا کمال: حافظ ابو نعیم متوفی (۴۳۰ھ) نے بروایت عباد بن عبد الصمد (۷) نقل کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنیز سے کہا کہ دستر خوان لاؤ تاکہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں، وہ لے آئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ رومال لاؤ وہ ایک میلا رومال لے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ تنور گرم کر اس نے تنور گرم کیا پھر آپ کے حکم سے رومال اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایسا سفید نکلا گویا کہ دودھ ہے۔ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے روئے مبارک کو مسح فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے ہم یوں صاف کر لیتے ہیں کیونکہ آگ اس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے روئے مبارک پر سے گزری ہو۔

(شواہد النبوۃ، رکن خامس، ص ۱۸۱)

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا

ہمہ بروجہ کمال است کما لایخفی

قطعہ پیراہن کی تاثیر : حضرت محمد بن جابر کے دادا سنان ابن طلق الیمامی وفد بنی حنیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم مجھے اپنے کرتے کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایئے میں اس سے انس رکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انکی درخواست منظور فرما کر اپنے کرتے کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا، وہ قطعہ ہمارے پاس تھا ہم اسے دھو کر بغرض شفاء اپنے بیماروں کو پلایا کرتے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ، باب ما وقع فی وفد بنی حنیفۃ من الآیات، ج ۲، ص ۲۶)

عصائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی برکات : جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوہ ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ میں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ساتھ دے سکوں مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے عصاء لیکر اونٹ

پر تین مرتبہ گھسا اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ مجھے قسم ہے اس خدا عزوجل کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہ رہتا اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔ (الخصائص الکبریٰ، کتاب ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج ۲، ص ۹۷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ (۱۰) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منبر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر، جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم بیٹھا کرتے تھے، رکھا اور پھر فرط محبت سے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) سے ملحق حضرت عباس بن عبد المطلب (۱۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا جس کا پرنالا بارش میں آنے جانے والے نمازیوں پر گرا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اس کو اُٹھوادیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ عزوجل کی قسم اس پرنالے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا یہ سنکر حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اسکو پھر اسی جگہ لگادیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وفاالوفاء، الفصل الثانی عشر، باب بین عمر والعباس، ج ا، ص ۴۸۷) (ماخوذ)

(از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

عشق و محبت (جانِ دو عالم) ۔

لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ، اس کی اولاد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ...الخ، الحدیث ۱۵، ج ۱، ص ۱۷)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان پا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس مرد مومن کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ عزوجل کیلئے کرے۔ اور تیسری بات یہ کہ کفر سے نجات پا لینے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے کو اسطرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج ۱، ص ۱۷)

اس حدیث میں ایمان کی بنیاد اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت کو بتایا گیا۔ اور اس محبت کو ایمان کی دوسری حلاوتوں پر مقدم کرکے اسکی غیر معمولی اہمیت بھی بتادی گئی جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ محبت رسولصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جان ایمان ہے۔

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ)ا(وسلم سے عرض کیا کہ بے شک آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہر گز مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر کتاب نازل فرمائی۔ بیشک آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اَلان یا عمر ''یعنی ہاں اب ! اے عمر!۔

صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ (والہٖ وسلم، الحدیث ۶۶۳۲، ج ۴، ص ۲۸۳

(۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہیبت کے سبب سے آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔" (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص ۶۸)

(۳) جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خوش ہوئے۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہنے عرض کیا: "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، ان (ابو قحافہ) کے اسلام کی نسبت آپ کے چچا) ابو طالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔"

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الباب الثانی، ج۲، ص۴۱)

(۴) حضرت ثمامہ بن اُثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لا کر کہنے لگے: "خدا عزوجل کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دین سے زیادہ برا نہ تھا اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفۃ، الحدیث ۴۳۷۲، ج ۳، ص ۱۳۱)

(۵) حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجا چبا گئی تھیں، ایمان لا کر کہنے لگیں: "یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں۔"

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر ہند بنت)

(عتبۃ، الحدیث ۳۸۲۵، ج ۲، ص ۵۶۷

(۶) حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھے مال عطا فرمایا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔

جامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبھم، الحدیث ۶۶۶، ج ۲، ص ۱۴۷)

(۷) فتح مکہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسفیان بن حرب کو جواب تک ایمان نہ لائے تھے، اپنے پیچھے خچر پر سوار کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہنے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو اس دشمن خدا کی گردن اڑادوں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابن خطاب! اگر ابوسفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہنے کہا: اے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! جس دن آپ اسلام لائے، آپ کا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا، کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الباب الثانی، ج ۲، ص ۴۱)

جنگ احد میں ایک عفیفہ کے باپ بھائی اور شوہر شہید ہوگئے۔ اسے یہ خبر ملی تو)۸(کچھ پرواہ نہ کی اور پوچھا یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کیسے ہیں ؟ جب اسے بتا دیا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بحمداللہ بخیر ہیں تو بولی کہ مجھے دکھادو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی :

کُلُّ مُصِیبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہٖ والہٖ وسلم کے ہوتے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(المرجع السابق، ص ۴۲)

بڑھ کر اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا

تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی)۹(
اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا۔ ان سے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہکے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے یہ سن کر آپ رضی اللہ
(تعالیٰ عنہ نے کہا: یا محمداہ! (اور آپ کا پاؤں اچھا ہوگیا) ۔ (المرجع السابق، ص ۴۳
حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ)۱۰(
:نے کہا: واحزناہ (ہائے غم) یہ سنکر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا
(واطرباہ القی غداً الاحبۃ محمداً وحزبہ۔ (المرجع السابق
واہ خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملوں گا۔
جب ۷ھ میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۱۱(
وغیرہ مدینہ شریف کو آئے تو زیارت سے مشرف ہونے سے پہلے پکار پکار کر یوں کہنے
:لگے
(غداً نلقی الاحبۃ محمداً وصحبہ (المرجع السابق، ص ۴۸

ہم کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ
(تعالیٰ عنہم سے ملیں گے۔ (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول

اضطرابِ عشق (جانِ دو عالم) ۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے جذبہ ایثار

جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عازم موضع تبوک ہوئے، حضرت عبداللہ بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آئے۔ ان کی دو حسین و جمیل بیویاں تھیں جنہوں نے اس روز خس کے پردوں کو پانی میں بسا کر ان سے نہایت عمدہ فرش تیار کئے اور پھر ان پر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چنے۔ جونہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا سبحان اللہ ! وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جسے پروردگار عالم عزوجل نے آئندہ و گزشتہ تمام گناہوں سے منزہ پیدا فرمایا، اس شدید گرمی کے موسم میں کفار سے قتال کے لئے تشریف لے جائیں اور عبداللہ رنگا رنگ کھانوں سے سیر ہو کر ان بیویوں سے مباشرت کرے، ایسا نہیں ہوسکتا۔ خدا عزوجل کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند

کلام کی کوشش کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتفت نہ ہوئے۔ جوں ہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک اونٹ سوار دور سے اس طرف آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا وہ ابن خیثمہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ ابن خیثمہ ہی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جواباً فرمایا: اے ابن خیثمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی ناز و نعمت کو چھوڑ کر رضائے حق میں کھو گئے جو تمہارے لئے بہتر ہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، باب غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۸۲)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ جاں نثاری: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو میرا اونٹ بہت لاغر اور ضعیف تھا۔ میرا خیال تھا کہ چند روز مزید ٹھہر کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے جاملوں گا۔ میں نے کئی روز تک اپنے اونٹ کو چارا کھلایا بعد ازاں میں عازم سفر ہوا۔ جب ایک جگہ پہنچا تو میرے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ آگے نہ چل سکا میں نے اپنا مال و متاع اپنی پشت پر رکھا اور چل دیا۔ راستے میں سخت گرمی

سے دوچار ہونا پڑا۔ لشکر اسلام کے پاس پہنچا تو لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کیا کوئی شخص پیدل چلا آ رہا ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ابو ذر غفاری ہوں گے۔ جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے قیام کی حالت میں فرمایا: خوش رہو ابو ذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تنہا سفر کرتے ہو تنہا ہی اس دنیا سے جاؤ گے اور تنہا ہی بروز حشر اٹھو گے۔

کہتے ہیں جب ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ تنہا ہی تھے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحالت وفات پایا تو کہا۔ سچ فرمایا تھا خدا کے صادق و مصدوق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے۔ صاحب مستقصی نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ مجھے وہاں وہ کیف و جذب حاصل ہوا جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزار پر نہ پا سکا۔ میں نے ان کی قبر کے پاس نماز ادا کی جونہی میں سربسجود ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت انور سے مشک و عنبر کی خوشبو نکلی جس نے میرے مشام جاں تک کو معطر و معنبر کر دیا۔

(شواہد النبوۃ، رکن رابع، ص ۱۲۵)

شدیم خاک و لیکن ز تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردے خیزد=

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد دنیا قابل دید نہ رہی: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کی خبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بغیر یہ دنیا میرے لئے قابل دید نہ رہی۔ آپ اسی وقت نابینا ہوگئے۔ لوگوں نے کہا: تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو دیکھنے میں ہے مگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں۔ (المرجع السابق، ص ۱۳۹)

اضطرابِ عشق: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق زار حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو درد مند عاشق نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد۔ بات یہ ہے کہ رخ انور جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو دل بیتاب ہوجاتا ہے فوراً زیارت سے اسکو تسلی دیتا ہوں۔ اب رہ رہ کر

مجھے یہ خیال ستا رہا ہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بلند کہاں ہوگا اور یہ مسکین کس گوشہ میں پڑا ہوگا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہوجائیں گی، فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہوسکے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ ماجرا سنکر خاموش ہوگئے۔ یہاں تک کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ مژدہ لے کر تشریف لائے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (پ ۵، النساء: ۶۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

(الجامع لاحکام القرآن، الحدیث ۲۳۰۹، ج ۵، ص ۲۶۱)

اطاعت گزار عشاق کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی معیت و رویت میسر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفوی میں صرف حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ کیفیت نہ تھی

بلکہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی حال تھا۔
ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول
وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہاکا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو شہداء کے درمیان دفن کردیں اور بعض کہتے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ میں نے کہامیں تو انھیں اپنے حجرے میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس دفن کروں گی۔ ابھی ہم اس اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ محبوب کو محبوب کی طرف لے آؤ۔ جب میں بیدار ہوئی تو پتا چلا کہ تمام حاضرین نے اس آواز کو سن لیا تھا یہاں تک کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی اس آواز کو گوش ہوش سے سُنا۔

وفات سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے تابوت (جنازہ) کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکے روضہ انور کے پاس لاکر رکھ دینا اور السلام علیک یارسول اللہ کہ عرض کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم !ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہواہے۔ اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گااور مجھے اندر لے جانا ورنہ جنت البقیع میں دفن کردینا۔ راوی کا

بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی وصیت پر عمل کیا گیا تو ابھی وہ کلمات پایہ اختتام کو نہ پہنچے تھے کہ پردہ اٹھ گیا۔ اور آواز آئی کہ: ''حبیب کو حبیب (کی طرف لے آؤ''۔ (شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص۲۰۰

جائے غور ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم کو زندہ نہ جانتے تو ہر گز ایسی وصیت نہ فرماتے کہ روضۂ اقدس کے سامنے میرا جنازہ رکھ کر اجازت طلب کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے وصیت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اسے عملی جامہ پہنایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم بعد وصال بھی قبر انور میں زندہ اور صاحب اختیار و تصرف ہیں۔ الحمد للہ عزوجل

شوق رفاقت: حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجا لایا کرتا تھا ایک روز آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلمنے مجھ سے فرمایا: سَل (مانگو) میں نے عرض کیا: اَسئَلُکَ

مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود، الحدیث ۴۸۹، ص ۲۵۲)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔

اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت ہے:

واز اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نہ کرد و بمطلوبی خاص معلوم می شود کہ "کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہر چہ خواہد و ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد"

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ج ۱، ص ۴۲۵)

ترجمہ: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: کہ مانگو! اس میں کسی خاص مطلب کی تخصیص نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دست عزت و قوت میں ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم جو چاہیں جسے چاہیں اپنے پروردگار عزوجل کے اذن سے عطا فرمائیں۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور فدائیت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کافروں اور انکے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ جو ہم پر چڑھائی کرنے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے، اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ کو خالی دیکھ کروہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کردیں ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلے میں پڑے ہوئے تھے منافقوں کی جماعت گھر کے تنہا اور خالی ہونے کا بہانہ کرکے اجازت لیکر اپنے گھروں کو واپس جارہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرمادیتے تھے۔

اور اس دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد۔اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کیطرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ایک ایک کا حال

دریافت فرمارہے تھے، اور اس اندھیرے میں ہر طرف تحقیقات فرمارہے تھے اتنے میں میرے پاس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا گزر ہوا میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں اہلیہ کی تھی، اس کو اوڑھے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے ؟ میں نے عرض کیا حذیفہ، مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو، اور دشمنوں کے جتھے میں جاکر ان کی خبر لا، کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ اور خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا جب میں جانے لگا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دعا دی اَللّٰھُمَّ احْفَظْہُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَمِنْ فَوْقِہٖ وَمِنْ تَحْتِہٖ اللہ تو اس کی حفاظت فرما سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف سردی بالکل جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر معلوم ہو رہا تھا کہ گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی حرکت نہ کرنا چپ چاپ دیکھ کر چلے آؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا آگ جل رہی ہے اور لوگ اس میں سینک رہے ہیں ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوچ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو، واپس چل دو کی صدائیں آ رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دیکر یہ کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھران کے خیموں پر برس رہے تھے خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے ابوسفیان جو گویا اس وقت ساری جماعتوں کا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کا کام تمام کر ڈالوں ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ بھی دیا مگر پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کرنا دیکھ کر چلے آنا اس لئے میں نے تیر ترکش میں رکھا اسکو شبہ ہو گیا کہنے لگا تم میں کوئی جاسوس ہے، ہر شخص نے اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑا میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون؟ اس نے کہا تو مجھے نہیں جانتا فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا جب آدھے راستے پر تھا تو تقریباً بیس سوار مجھے عمامہ باندھے ہوئے ملے انہوں نے کہا کہ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے کہہ دینا کہ اللہ عزوجل نے دشمنوں کا انتظام کر دیا بے فکر رہیں۔

میں واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ایک چھوٹی سے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نماز کی طرف توجہ فرماتے نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا عرض کیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا دیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈالدیا میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے تلوؤں سے چمٹا لیا۔

مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم از ہجرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۷۳ ابتصرف۔ دلائل النبوۃ (مترجم)، لامام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، باب (غزوۂ خندق کے معجزات ص ۴۴۷، بتصرف

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(محبت و فدائیت : (جانِ دو عالم

جب مدینہ طیبہ کے اندر اسلام سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد خاصی بڑھ گئی قبیلہ اوس و خزرج کے لوگ جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے تو اہل مدینہ نے اپنے ہادی و آقا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے وطن مدینہ مقدسہ تشریف لانے کی دعوت دی اسکے بعد انصار کے لوگ بڑی بے چینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے انتظار کی گھڑیاں گننے لگے۔ اس وقت انکے شوق دیدار کا عالم کیا تھا اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس لمحہ یہ بشارت ملی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مدینہ کے قریب آ چکے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عشاق و محبین استقبال کے لئے ''ثنیۃ الوداع'' تک پہنچ گئے کہ کب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طلعت زیبا سے انکی معراج ہونی والی ہے اور جس وقت ان حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا مرحبا کی صداؤں سے پوری فضاء گونج اٹھی ،ان استقبال کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدائی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی تھے یہ تو وفورِ مسرت سے بے قابو ہورہے تھے۔ یہی وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ایک اشارے پر اسلام کے ایک بہت بڑے دشمن ابورافع سلام بن

ابوالحقیق کو اس کے قلعے کے اندر گھس کر قتل کیا تھا۔

واقعہ کی تھوڑی تفصیل یوں ہے۔ سلام بن ابوالحقیق اللہ اور اس کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اس نے بنو نضیر کے یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے جب یہ صورت حال لائی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس دشمن دین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت منتخب کی ان میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اس دستہ کی قیادت حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی۔ یہ دستہ اس مہم کے لئے روانہ ہوا۔ رات میں چلتا اور دن میں کمین گاہوں میں چھپا رہتا۔ تا آنکہ یہ دستہ سلام بن ابوالحقیق کے قلعہ کے اندر داخل ہوگیا۔ رات کا وقت تھا، قلعہ کے سب لوگ سوگئے، سلام بن ابوالحقیق قلعہ کے ایک بالاخانہ پر سو رہا تھا۔ نصف شب میں یہ لوگ آہستہ آہستہ اس تک پہنچنے کے لیے چل پڑے، جب اس کے کمرے تک پہنچے اس کی بیوی جاگ گئی۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس کو ہراساں کرنے کے لئے اس پر تلوار اٹھائی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وصیت تھی کہ ابو رافع سلام کے علاوہ کسی کو یہ قتل نہ کریں۔ وہ عورت خاموش ہوگئی اور تھر تھراتے ہوئے اپنی جگہ دبک گئی۔

دوسرے فدائی آگے بڑھے سخت تاریکی تھی ابورافع کی صحیح جگہ کا پتا نہ چلتا تھا۔ فدائیوں کی تلواریں چلنے لگیں لیکن اسکو کوئی خاص گہرا زخم نہ لگ سکا حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے ان کے سامنے ابورافع تھا جو کہ چیخ و پکار کر رہا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اپنی تلوار سے اس بدترین دشمن کو کیفر کردار تک پہنچادیا۔ جب ابو رافع کی ہلاکت کا یقین ہوچکا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ جماعت مسرت و شادمانی کے ساتھ مدینہ مقدسہ کے لئے روانہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے تاکہ اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اس دشمن کی ہلاکت کی بشارت سنائیں۔ یہ قافلہ مسجد نبوی شریف علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہمسے گفتگو فرمارہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اس عالم میں دیکھا کہ انکے چہرے آثار خوشی سے دمک رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے کہا: ”اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہُ“ یہ چہرے کامیاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے یہ کلمات کتنے عظیم ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت نے بھی بلا کسی تاخیر کہا: ”اَفْلَحَ وَجْھُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ“ آپ کا چہرہ مبارک کامیاب ہے ہاں ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلم سے ہی یہ کامرانی ہے، اگر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہدایت و رہنمائی نہ ہوتی تو ہم کامیاب نہ ہوتے۔

لوگ اس کامیابی سے پلٹنے والے قافلہ سے سلام بن ابو الحقیق کے قتل کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے ان کے گرد جمع ہوگئے سارے ہی مجاہدین کہہ رہے تھے میری تلوار نے ابورافع کا کام تمام کیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تبسم فرمارہے ہیں کہ اس شرف عظیم کو ہر شخص اپنے ہی حصے میں لینا چاہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر فرمایا: ہر شخص اپنی تلوار میرے سامنے پیش کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سب کی تلواروں کا جائزہ لیا اور انکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: عبداللہ بن انیس کی تلوار نے اس کا کام تمام کیا ہے، اس میں اس کا اثر اَب بھی ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، مقتل سلام بن ابی الحقیق، ج ۴، ص ۲۳۵)

قبائل ہذیل خالد بن سفیان کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے مقام نخلہ میں جمع ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے رَاْسُ الْفِتْنَۃ خالد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم مصمم فرمایا۔ اس مہم کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے عبداللہ

بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا اور فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن سفیان مجھ سے جنگ کرنے کیلئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے، اور وہ اس وقت نخلہ میں ہے تم وہاں جا کر اس کو قتل کرو۔

سپاہی نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہا لیکن اس مہم کا سر کرنا آسان نہ تھا۔ دشمن اپنے ہزاروں سپاہیوں کے بیچ میں ہے اور وہاں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اب یہاں سوائے حرب فریب کے اور کوئی چارہ نہیں اور اس کیلئے بھی باتیں بنانی ہوں گی۔ اور یہ چیز اسلام میں روا نہیں نا چار انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے اس کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اس کی چھوٹ دی کہ الحرب خدعۃ جنگ دھوکہ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار حمائل کئے ہوئے یہ مہم سر کرنے کے لئے نکل پڑے اور عصر کے وقت نخلہ پہنچ گئے وہاں انھوں نے دشمنوں کی زبردست بھیڑ دیکھی پھر اپنے نشانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خالد کو دیکھا کہ عورتوں کے جھنڈ میں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اپنا منصوبہ مکمل کرنا چاہتے تھے مگر عصر کی نماز فوت ہونے کا بھی انھیں اندیشہ تھا۔ ایسے وقت میں انھوں نے دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہی اشارہ سے نماز پڑھی اور خالد

کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے ان سے پوچھا تم کون ہو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عرب ہی کا ایک آدمی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے ان (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے لڑنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے تو میں بھی اسی کے لئے آیا ہوں۔ خالد نے کہا ہاں ہاں میرا بھی خیال ہے کہ اب بہت جلد ہم مدینہ پر چڑھائی کرکے فتح حاصل کریں گے۔

خالد اپنی عورتوں سے صرف نظر کرکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہسے باتیں کرنے لگا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ذہن میں نشانہ فٹ کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز تکلم بڑا ہی خوب تھا۔ خالد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مانوس اور مطمئن ہوگیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد سے باتیں کررہے ہیں اور موقع کی تاک میں ہیں۔ چنانچہ انھیں موقع ہاتھ آ ہی گیا۔ تلوار نیام سے نکالی اور خالد کا سر قلم کردیا اسکا دھڑ زمین پر جا گرا اور ایک دھمک سی ہوئی۔ خالد کی عورتیں متوجہ ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں اس کا سر اسکے تن سے جدا پڑا ہے۔ اب کیا تھا وہ عورتیں چیخ پڑیں وہاں کے سبھی لوگ خالد کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اور ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے دوڑ پڑے۔ اب جب خالد کے لوگ قاتل کی تلاش کررہے ہیں تو قاتل کا پتا نہیں۔ ابھی اسے دفنایا بھی نہ گیا تھا کہ اس کے گرد جمع ہونے والوں کا بادل چھٹنے لگا اور صبح تک پورا نخلہ خالی ہوگیا۔

ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا منشا پورا کردینے پر خوشی و مسرت سے لبریز ہے۔ دوڑتے ہوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں آرہے ہیں۔ زمین سمٹ کیوں نہیں جاتی کہ فوراً اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہلاکت دشمن کی بشارت سنادوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی آمد محسوس کی تو آپ کی طرف مسکراتے ہوئے نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: ''اَفْلَحَ الْوَجْہُ'' یہ چہرہ کامیاب ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلمکا چہرہ مبارک کامیاب ہے۔ میں نے اس دشمن کو قتل کرڈالا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔

اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سنانے لگے۔

اقول لہ والسیف یعجم راسہ

انا ابن انیس فارساً غیر قعدد

وقلّت لہ خذھا بضربۃ ماجد

حنیف علی دین النبی محمد

وکنت اذا ھم النبی لکافر
سبقت الیہ باللسان و بالید
(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، غزوۃ عبداللہ بن انیس، ج ۴، ص ۵۲۱)

میں اس وقت کہہ رہا تھا جب تلوار اس کا سر چاٹ رہی تھی کہ میں ابن انیس شہسوار ''
''ہوں کوئی اپاہج نہیں ہوں۔
اور میں نے کہا مجھ جیسے دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قائم رہنے والے''
''صاحب مجد شخص کا ایک وار ہی کافی ہے۔
اور میرا حال تو یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کافر کو انجام تک''
پہنچانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو میں اس کی طرف زبان سے اور ہاتھ سے سبقت کرتا
''ہوں۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

شوقِ دیدار

اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا اس نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہیں میں وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکو سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے میرے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پہلو میں بیٹھ گیا، نہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلم سے کچھ پوچھتا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے کچھ فرماتے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے۔انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ویسا ہی فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکے پہلو میں بیٹھ گئے۔

پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہکے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سات یا نو کے قریب سنگریزے لئے۔ان سنگریزوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے ہاتھ میں شہد کی مکھی کے مانند آواز سنائی دی۔ پھر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ

ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان سنگریزوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھیوں کی طرح ان سے آواز سُنی، پھر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ کنکر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے وہ چپ ہو گئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے پھر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی ۔ پھر ان کو زمین پر رکھ دیا گیا وہ چپ ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یہ نبوت کی خلافت کی شہادت ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب تسبیح الحصی، ج ۲، ص ۱۲۴)

شوقِ دیدار: جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کر رہے تھے حضرت ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر آتا تو ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہو جاتے۔ ایک بار ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابو عبدالرحمٰن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔ ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا ہی بیان کر سکتے ہیں، آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہٖ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہدی۔ ابن عمیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دوزانو ہوکر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لارہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں گھنگریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اونچائی سے نیچے آرہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر پسینہ موتی

کے مانند ہوتا ہے، نہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے ۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو یکایک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہٖ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے ،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرات مند ہیں ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہٖ والہٖ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا ، ایفاء عہد میں سب سے پکے ، سب سے نرم طبع ، اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں ۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کر رہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔ صلی اللہ علیک یارسول اللہ

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسول

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جارہے تھے بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کو مکہ میں لاکر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو انھوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے وہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے بِھرا کرتے تھے ،اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ ” میں زید کی جدائی میں رورہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا موت نے اسکا کام تمام کر دیا کہ اس سے مایوس ہو جاؤں، خدا عزوجل کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی

ہے۔جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میری فکر کس قدر طویل ہو گئی میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہ اکتاؤں گا اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہ اکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آ گئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگائے مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل و اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں''۔

غرض وہ یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زید کو پہچانا۔ باپ کا حال سنایا، شعر سنائے انکی یا دو فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ'' میں یہاں مکہ میں ہوں''۔ ان لوگوں نے جا کر زید کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زید نے کہے تھے اور پتا بتایا۔ زید کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ مکرمہ پہنچے، تحقیق کی، پتا چلایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور

عرض کیا: اے ہاشم کی اولاد! اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ عزوجل کے گھر کے پڑوسی، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمھارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان فرماؤ اور کرم کرو۔ فدیہ قبول کرو اور اس کو رہا کردو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: بس اتنی سی بات ہے! عرض کیا حضور! بس یہی عرض ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ارشاد فرمایا: اسکو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمھیں معلوم ہے۔ اب تمھیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، انکے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کرسکتا

ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ہیں۔

ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، زید بن حارثۃ، ج ۲، ص ۴۹۵)

حضرت زید اس وقت بچے تھے بچپن کی حالت میں بھی سارے گھر کو، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کر دینا جس عظیم و جلیل محبت کا پتا دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔ ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(تعظیم فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم (جانِ دو عالم

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: کیا تم میں کوئی چاہتا ہے کہ آگ کا انگارا اپنے ہاتھ میں ڈالے۔ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس شخص سے کہا تو اپنی انگوٹھی اٹھا اور بیچ کر اس سے فائدہ اٹھا، اس نے جواب دیا نہیں اللہ عزوجل کی قسم میں اسے کبھی نہیں لونگا جب رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے تو میں اسے کیسے لے سکتا ہوں؟

(مشکوٰۃ، کتاب اللباس، باب الخاتم، الفصل الاول، الحدیث ۴۳۸۵، ج ۲، ص ۴۸۱)

(۲) حضرت عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیا اوڑھ رکھا ہے؟ مجھے اس سوال سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ

وسلم کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولھا جلا رکھا تھا میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ دوسرے روز جب حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنادیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ، پہنادی عورتوں کے پہننے میں تو کوئی مضایقہ نہ تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث ۴۰۶۶، ج ۴، ص ۷۳)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ایک مرتبہ دولت کدے سے باہر (۳) تشریف لے جارہے تھے راستے میں ایک قبہ (گنبد دار حجرہ) دیکھا جو اوپر بنا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سن کر خاموش رہے کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے۔ سلام عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اعراض فرمایا، سلام کا جواب بھی نہ دیا انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو دوبارہ سلام عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پھر اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا وہ اس کے کیسے متحمل ہو سکتے تھے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے جو وہاں موجود تھے کہا: خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تو مجھے

ناپسند فرمارہے ہیں۔ انھوں نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ کس کا ہے ؟

یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کردیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا اور پھر آ کر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا انصاری نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے اعراض کو، کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا، تو ہم نے کہہ دیا تھا تمھارا قبہ دیکھا ہے انھوں نے آ کر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث ۵۲۳۷، ج ۴، ص ۴۶۰)

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی (۴) اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہم رکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے

ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے اٹھے کہ ہمارے بھاگتے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتار لیں۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث ۴۰۷۰، ج ۴، ص ۷۴)

(۵) وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے میں سامنے آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ذباب، ذباب'' میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا واپس گیا، اور ان کو کٹوا دیا۔ جب دوسرے دن خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: میں نے تجھے نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی تطویل الجمۃ، الحدیث ۴۱۹۰، ج ۴، ص ۱۱۲)

(۶) عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا ایک نو عمر بھتیجا خذف سے کھیل رہا تھا انھوں نے دیکھا اور فرمایا، برادر زادہ ایسا نہ کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اور اتفاقاً کسی کو لگ جائے تو آنکھ پھوٹ جائے، دانت ٹوٹ جائے۔ بھتیجا کم عمر تھا اس لئے جب چچا کو غافل دیکھا

تو پھر کھیلنے لگا۔ انھوں نے دیکھ لیا فرمایا کہ میں تجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ارشاد سناتا ہوں کہ اس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اور تو پھر اس کام کو کرتا ہے خدا عزوجل کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے کہ خدا عزوجل کی قسم! تیرے جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوں گا اور نہ تیری عیادت کروں گا۔

سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ... الخ، الحدیث ۱۷، ج۱، ص۱۹

نوٹ: خذف یہ ہے کہ انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر انگلی سے پھینکی جائے یہ بچوں کا ایک بیکار اور اندیشہ ناک کھیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سن لینے کے بعد بھی پابندی نہ کی جسے صحابیِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے اور ترکِ کلام کی قسم کھالی۔ آج مسلمان اپنے حالات پر غور کریں کہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ارشادات سرورِ کائنات علیہ الصلوات والتحیات کی پابندی ہم میں کتنی ہے؟

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ طلب کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ (۷)

واٰلہ وسلم نے عطا فرمایا، پھر کسی موقع پر کچھ مانگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے پھر مرحمت فرمایا، تیسری دفعہ پھر سوال کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: کہ اے حکیم ! یہ مال سبز باغ ہے ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اس کا دستور یہ ہے کہ اگر دل کے استغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جوع البقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھاتے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم !آپ کے بعد اب کسی سے کچھ قبول نہیں کروں گا حتی کے دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال سے کچھ عطا کرنے کا ارادہ فرمایا انھوں نے انکار کر دیا اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انھوں نے انکار ہی کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، الحدیث ۱۴۷۲، ج۱، ص۴۹۷)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنھا بڑی سخی تھیں۔ اول جو کچھ خرچ کرتی تھیں)۸(اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں۔اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ عزوجل کے راستے میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی۔ (الطبقات الکبریٰ،ج۸ (ص۱۹۸،

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ میں تمھیں اپنا اور فاطمہ)۹(رضی اللہ عنہا کا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں، قصہ سناؤں ! شاگرد نے عرض کیا ضرور، فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر میں جھاڑو وغیرہ خود ہی دیتی تھیں جسکی وجہ سے تمام کپڑے میلے ہو جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم بھی جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ایک خدمت گار مانگ لو تا کہ تم کو کچھ مدد مل جائے۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئیں وہاں مجمع تھا اور حیاء مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لئے حیاء کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی، واپس آ گئیں۔ دوسرے روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم خود تشریف لائے ،ارشاد فرمایا کہ فاطمہ ! رضی اللہ عنہا کل تم کس کام کے لئے گئی تھیں وہ حیاء کی وجہ سے چپ ہو گئیں ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹھے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے، ہر وقت کے کام کاج کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے کل ان سے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لئے گئی تھیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات کو اسکو بچھا کر سو جاتے ہیں صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمنے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کرو ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا تھا وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چوغہ تھا رات کو بچھا کر اسی پر سو جاتے تھے، تو تقویٰ حاصل کرو اور اللہ عزوجل سے ڈرو اور اپنے پروردگار عزوجل کا فریضہ ادا کرتی رہو

اور گھر کے کام کاج کو انجام دیتی رہو اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ اور الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں اللہ عزوجل سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم سے راضی ہوں۔

سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی التسبیح عند النوم، الحدیث ۵۰۶۳، ج ۴، ص ۴۰۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے)۱۰(بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیتیں ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہئے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالہ کی ناراضگی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرمادیا۔

آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لیکر اندر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہولئے جب وہ دونوں سے پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جاکر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگیں آخر معاف فرمادیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتی کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا روتیں کہ دوپٹا تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الہجرۃ، الحدیث ۶۰۷۳، ج ۳، ص ۱۱۹)

شوقِ موافقت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے، حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی وفات شریف کس دن ہوئی، اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موافقت ہو۔ حیات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اتباع تھا ہی وہ ممات میں بھی آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلمی کی اتباع چاہتے تھے۔

صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، الحدیث ۱۳۸۷، ج۱، ص۴۶۸))

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

للہ للہ یہ شوق اتباع
کیوں نہ ہو صدیق اکبر تھے

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں (حصہ دوئم

حضرت عمار اور ان کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم : حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم او ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا اس طرف گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے۔ آخر ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت تکلیف میں وفات پاگئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی سخت تکالیف اٹھائیں ابو جہل نے ان کی ناف کے نیچے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہو گئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بد نصیب نے کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔

اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے ایک سایہ دار مکان بنانا چاہئے جس میں تشریف رکھا

کریں اور دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ لیا کریں، تو قبا میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ وجد میں آکر کہنے لگے اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا اس نے دودھ سامنے کیا اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے، اس وقت چورانوے برس کی عمر تھی بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (ماخوذ من اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۴۱)

ان کی والدہ حضرت سمیہ بنت خُبَّاط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مظلومانہ شہادت کے علاوہ اور بھی سختیاں جھیل چکی ہیں ان کو گرمی کے وقت سخت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تاکہ دھوپ کی گرمی سے لوہا تپنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ادھر سے گزر ہوتا تو صبر کی تلقین اور جنت کا وعدہ فرماتے یہاں تک کہ سب سے بڑے دشمن اسلام ابو جہل کے ہاتھوں انکی شہادت ہوئی۔ رضی اللہ عنھا وارضاھا عنا۔ (اسد الغابۃ، ج ۷، ص ۱۶۷)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ارقم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازے پر اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے فیض سے مستفیض ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو کچھ اس زمانہ میں قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے۔ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخرکار ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔

اس لئے جس کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اسکو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات پا نہ سکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا، اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی انھوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے زیادہ تیر انداز ہوں ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تو تم لوگ مجھ تک آنہیں سکوگے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ

تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتا بتا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ تم سب لے لو! اس پر وہ لوگ راضی ہوگئے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مال دیکر جان چھڑائی اس بارہ میں آیت پاک نازل ہوئی۔

پ ۲، البقرۃ: ۲۰۷) ○ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس وقت کھجور تناول فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی ساتھ کھانے لگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو درست ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یہ جواب سنکر ہنس پڑے۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۹

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے۔ حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہونے لگا تو (انھیں کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۱

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بہن: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کون واقف نہیں؟ قبل اسلام یہ بھی نمایاں تھے اور اسلام و اہل اسلام کی عداوت میں سرگرم یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو قتل کردے؟ عمر نے کہا کہ میں کروں گا! لوگوں نے کہا بے شک تم ہی کر سکتے ہو، عمر تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ بنو زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ بعض نے حضرت نعیم کا نام لکھا ہے۔ انھوں نے پوچھا عمر کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں۔ (نعوذ باللہ عزوجل) سعد نے کہا۔ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے مطمئن ہو گئے وہ تم کو بدلہ میں قتل

کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہوگیا ہے لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ کہہ کر ہاں میں مسلمان ہوگیا ہوں تلوار سنبھالی دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اڑبند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے عمر نے کواڑ کھلوائی ان کی آواز سے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو جلدی سے اندر چھپ گئے لیکن وہ صحیفہ جلدی میں باہر رہ گیا جس پر آیات قرانی لکھی ہوئی تھیں۔ ہمشیرہ نے کواڑ کھولا عمر کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسکو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہو گئی اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا۔ بہنوئی نے کہا اگر دوسرا دین حق ہو تو؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک

طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں عمر ! ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہوگئے۔ بے شک ہم مسلمان ہوگئے جو تجھ سے ہوسکے تو کرلے۔

اس کے بعد عمر کی نظر اس صحیفے پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہوگیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی آرہی تھی، کہنے لگے اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے ہر چند کوشش کی مگر وہ بے وضو اور بے غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ عمر نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا اس پر سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پ۱۶، طہ :) ''o پڑھنا شروع کیا اور '' اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۱۴) تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی کہنے لگے اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس لے چلو۔ یہ الفاظ سنکر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ (بدھ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمر یا ابو جہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دعا تمہارے حق

میں قبول ہو گئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔

تاریخ الخلفائ، فصل فی الأخبار الواردۃ فی اسلامہ، ص ۸۷) (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام (علیہم الرضوان کا عشق رسول

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں (حصہ سوئم)۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات :

دوجہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ نہ جا سکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلافدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ

کردیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچوا دیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے ،آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں ، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہبّار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ اور ایک شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے ،اور اکثر نے ہبّار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے ۔دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاھا عنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلمنے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔
الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۸، ص۲۶۔۲۷)
(وسیرۃ النبویۃ لابن ہشام، خروج زینب الی المدینۃ، ج۱، ص۵۷۶

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ: امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیرالمومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ

کی قسم ! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، خباب بن الارت، ج ۳، ص ۱۲۳)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ کے کوئلوں پر: اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے چوب اور کوڑوں کی مار سے کفار نے نڈھال کردیا۔ پھر آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر یہ استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کے قریب سے گزرے تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کہہ کر پکارا، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مصیبت دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا دل صدموں سے چور چور ہوگیا اور فرمایا:

یَا نَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

یعنی اے آگ ! تو عمار پر اس طرح ٹھنڈک اور سلامتی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخموں پر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرماتے کہ ''عمار طیب ومطیب'' یعنی عمار پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، عمار بن یاسر، ج ۳، ص ۱۸۸)

ہجرت حبشہ اور شعب ابی طالب: مسلمانوں کو اور انکے سردار فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو کفار سے جب تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس بات کی اجازت مرحمت فرمادی کہ وہ یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں۔ بہت سے حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی ۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ

جاسکیں، مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے وہاں پہنچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کی طرف لوٹے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور ایذارسانی میں مصروف ہیں تو ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔

اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے (جو ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں بتائی جاتی ہے) متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دونوں ہجرتیں کیں، اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب دیکھا یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحائف کے ساتھ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بہت سے تحفے لے کر گیا۔ اور اس کے خواص اور پادریوں کے لئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جاکر پادریوں اور حکام سے ملااور ہدیے دیکر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کرکے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت لینے والے حکام نے تائید کی۔ انھوں نے کہا اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند

بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہوگئے جسکو ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں، آپ کے ملک میں آکر رہنے لگے۔ ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان کے باپ چچا نے اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ انکو واپس لائیں آپ ان کو ہمارے سپرد کردیں۔ بادشاہ نے جواب دیا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالے نہیں کرسکتا ان سے بلاکر تحقیق کرلوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالے کردوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ عزوجل کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہئے بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ اللہ عزوجل کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں علیہم السلام سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ برے کام کرتے تھے رشتے ناطے توڑتے تھے ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کردیتا تھا ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ عزوجل نے ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھیجا جس کے

نسب، جس کی سچائی، اور امانت داری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھر اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کئے۔ زنا، بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم دشمن بن گئی اور ہم کو ہر طرح ستایا ہم لوگ مجبور ہو کر تمھاری پناہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد سے آئے ہیں۔

بادشاہ نے کہا جو قرآن تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلملے کر آئے ہیں وہ کچھ ہمیں سناؤ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جسکو سنکر بادشاہ بھی رودیا اور ان کے پادری جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا خدا عزوجل کی قسم ! یہ کلام اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ اور ان لوگوں سے صاف انکار کردیا کہ میں ان کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ آپس میں صلاح کی، ایک شخص نے کہا کہ کل ایسی تدبیر کرونگا کہ بادشاہ ان کی

جڑ ہی کاٹ دے، ساتھیوں نے کہا ایسا نہیں کرنا چاہئے، یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے ہیں مگر پھر بھی ہمارے رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان کو اللہ عزوجل کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور زیادہ پریشانی ہوئی، بہرحال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ وہ روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جسکو خدا عزوجل نے کنواری اور پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسکے سوا کچھ نہیں کہتے، پادری لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو۔ اسکے بعد نجاشی نے وفد مکہ کے تحفے واپس کردیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو جو تمھیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرادیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اسکو تاوان دینا ہوگا۔

(السیرۃ النبویۃ، ذکر الہجرۃ الاولیٰ، ج ۱، ص ۳۰۰، ارسال القریش الی الحبشۃ، ج ۱)

اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا۔اس واقعہ سے کفار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا، دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا لہٰذا ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے ۔ اس لئے سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے ان میں اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔

اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں

یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکا یا گیا تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سامان غلہ وغیرہ جو ان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہو کر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔

آخر تین برس کے بعد وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہونگی لیکن اسکے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، دخول الشعب وخبر الصحیفۃ، ج ۲، ص ۱۲۔ السیرۃ النبویۃ)

(خبر الصحیفۃ، ج۶، ص۳۲۵

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام رضی للہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں (حصہ اول

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ سمجھتے ہیں کہ آسان ہے مسلمان ہونا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال: ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے بھی، اس خیال سے کہ ان کو کافروں سے اذیت نہ پہنچے، اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی اور چاہا کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے اول انکار فرمایا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر مسجد حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے

تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں عام طورپر ان کی عظمت و شرافت مسلم تھی ،اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہوگئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے مارا پاؤں میں روندا جونہ کرنا تھا سب کچھ ہی کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہوگئے، بنو تیم یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہاں سے اٹھا کر لائے۔

سب کو یقین ہو چلا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکی اگر حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے عتبہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکو مارنے میں بہت زیادہ بد بختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکو بے ہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلے الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں کی طرف سے اس پر بہت ملامت ہوئی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت

آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہی کا جذبہ اور ان ہی کے لئے۔

لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے، بددلی بھی تھی، اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کردیں۔ وہ کچھ تیار کرکے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہکی وہی ایک صدا تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمپر کیا گزری؟ انکی والدہ نے کہاکہ مجھے تو خبر نہیں کیا حال ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے فرمایا: ام جمیل حضرت عمر کی بہنرضی اللہ تعالیٰ عنہما)کے پاس جاکر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے؟ وہ) بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتا بانہ درخواست پوری کرنے کیلئے ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہاکے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حال دریافت کیا۔ و ہ بھی عام دستورکے مطابق اس وقت اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور کون ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اسکی حالت دیکھوں ام خیر نے قبول کرلیا ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر صدیقرضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر

تحمل نہ کر سکیں بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بد کرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کئے کی سزا دے حضرت ابو بکر صدیقر ضی اللہ تعالیٰ عنہنے پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیلر ضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیقر ضی اللہ تعالیٰ عنہکی والدہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ ام جمیلر ضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ار قم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا عزوجل کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیؤں گا جب تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوجائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابو بکر صدیقر ضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں ار قم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے لپٹ

گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔ اَور مسلمان بھی رونے لگے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗکی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی یہ میری والدہ ہیں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لئے ہدایت کی دعافرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ان کو اسلام کی ترغیب دی وہ بھی (اس وقت مسلمان ہوگئیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج۳، ص۳۰

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہکا جذبہ اسلام: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، جن کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جلیل القدر زاہدوں اور عظیم علماء میں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے علم کے حامل ہیں جن سے لوگ عاجز ہیں مگرانھوں نے اسے محفوظ رکھا ہے۔جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اسکے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔

وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ خیال کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے اور نہ کاہنوں کی خبریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی، تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے، مسافروں، غریبوں، پردیسیوں کی خبر گیری اور ان کی ضرورت کا پورا کرنا ان حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت و طبیعت تھی، اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے میزبانی فرمائی۔ لیکن ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو اور کیوں آئے، مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا، صبح کو پھر مسجد میں آ گئے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق کسی سے کچھ دریافت کریں، لیکن کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق کچھ بتاتا۔ دوسری شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس کیلئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہیں آئی۔

تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت

کیا کہ تم کس کام کیلئے آئے ہو کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اور عہد و پیمان کے بعد ان کو غرض بتائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: وہ بے شک اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا، میں وہاں تک پہنچا دوں گا، لیکن مخالفت کا زور ہے، اس لئے راستہ میں اگر مجھ سے کوئی ایسا شخص ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں استنجاء کے لیے رک جاؤں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے وہاں جاکر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انکی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ ہوجائے اس وقت چلے آنا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کر پڑھوں گا، چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کردیا، مرنے کے

قریب ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ،ان کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کیا ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مرگیا تو شام کا آنا جانا بند ، ہو جائیگا۔اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں ، وہاں کا راستہ بند ہو جانا مصیبت ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا دوسرے دن پھر اسی طرح انھوں نے جاکر باآواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کو سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔اس لئے ان پر ٹوٹ پڑے ، دوسرے دن بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح انکو سمجھا کر ہٹایا کہ تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔

صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ اسلام اِبی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، الحدیث :) (۳۵۲۲_۳۸۶۱، ج۲، ص۴۸۰

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جوش اظہار غلبہ حق کے ولولہ کی بناپر تھا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا منع اظہار شفقت کی بنیاد پر ، لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلم جب خود مصائب جھیل رہے ہیں تو ہمیں پیچھے رہنے کی کیا ضرورت ؟ اس لئے اپنی راحت پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اتباعِ عمل کو ترجیح دی اور پھر اطاعت حق میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ (ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں (حصہ چہارم

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے زن وفرزند: حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب الہجرتین ہیں۔ پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے واپس ہو کر مدینہ منورہ ہجرت کرگئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے اپنی زوجہ اور اکلوتے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکیل پکڑ کر روانہ ہوئے۔ان کے میکے والے خاندانِ بنو مغیرہ کے لوگ آ گئے اور کہا کہ خبردار !اے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ! تم خود جا سکتے ہو مگر اپنی لڑکی ام سلمہ کو ہر گز تمہارے ساتھ مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ظالموں نے ام سلمہ اور بچے سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا۔لوگ سمجھتے تھے کہ بیوی اور بچے کی محبت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہجرت سے روک لے گی۔ مگر واہ رے ! محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا جذبہ کہ بیوی اور بچے کی جدائی سے کلیجہ شق ہو رہا تھا مگر قدم نہیں ڈگمگائے اور بیوی بچے کو خدا حافظ کہہ کر اکیلے مدینے چلے گئے۔

پھر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان والے بنی عبدالاسد نے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر بنی مغیرہ سے چھین لیا کہ لڑکی تمہاری ہے مگر بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اور لخت

جگر دونوں سے جدا ہو گئیں اور ایک سال تک شوہر اور بچے کے فراق میں روتی رہیں۔ بالآخر ان کے چچازاد بھائی نے سب کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچے کو لے کر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلی جائے۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جذبہ ہجرت دیکھئے کہ بچے کو لے کر تنہا مدینہ روانہ ہو گئیں۔ تنعیم کے پاس عثمان بن طلحہ ملے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نہایت شریف انسان اور ابو سلمہ کے دوست تھے۔ پوچھا تم اکیلی کہاں جا رہی ہو؟ انھوں نے کہا مدینہ، پوچھا تمہارے ساتھ کوئی نہیں ؟ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہمارے ساتھ اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں۔ عثمان بن طلحہ کہنے لگے یہ غیر ممکن ہے تم ایک شریف کی بیوی ہو کر تنہا اتنا لمبا سفر کرو۔ خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

راستے میں اونٹ پر سامان لاد کر اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے۔ جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار ہو جاتی تھیں تو یہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیتے تھے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ اپنے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر جب ۴ھ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیااور ان کو امت مسلمہ کی مادر مقدس ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا عنا۔

(اسد الغابۃ، ام سلمۃ بنت اِبی اِمیۃ، ج ۷، ص ۳۷۱)

نوٹ: سفر ہجرت ہر ایک پر فرض تھا، رفاقت محرم یا شوہر کی شرط بھی نہ تھی۔ اور آیت حجاب اس وقت ابھی نازل نہ ہوئی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر پر کوئی اشکال نہیں۔

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں (حصہ پنجم

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا پیدا ہوگیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ کوشش کرکے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ عدالت میں لے آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے واقعات سنکر فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا میں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلوں گا اور ان کا ہی فیصلہ منظور کروں گا یہودی بولا عجیب الٹے آدمی ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے ہو کر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے جب تمھارے پیغمبر (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) فیصلہ دے چکے تو اب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟

مگر وہ منافق نہ مانا اور اس یہودی کو لیکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ طلب کرنے لگا، یہودی بولا جناب پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے فیصلہ لے آئے ہیں اور انھوں نے فیصلہ میرے حق میں فرمادیا ہے

مگر یہ شخص اس فیصلہ سے مطمئن نہیں اور اب یہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ پہنچا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو منافق سے پوچھا کیا یہودی جو کچھ بیان کر رہا ہے درست ہے؟ منافق نے کہا ہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو میں ابھی آیا اور تمھارا فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک تلوار لیکر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا واقعی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمادی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

(پ۵، النساء: ۶۵)

ترجمہ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

(الدر المنثور، النساء: ۶۵، ج ۲، ص ۵۸۵)

شمشیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ماموں کا سر: جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں بھرا ہوا جنگ کے لیے میدان میں نکلا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ اور بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئے جبڑے تک اتر گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ نظیر قائم کردی کہ قبیلہ اور رشتہ داری سب کچھ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قربان ہے۔

بیٹے کی تلوار باپ کا سر ۵ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہو گئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہو گئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہو جائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شان

میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کرکے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خدا عزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو عمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لاسکے کہنے لگے خدا عزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکا رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے نقل کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔

عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہوکر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے جھوٹ نقل کر دیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عبداللہ قوم کا سردار ہے۔بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچہ کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کر دیا اور زید کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق و مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہوگیا عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں باپ کی

کوئی عزت و محبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔

(السیرۃ النبویۃ، جھجاہ وسنان وماکان من ابن ابی، ج ۳، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

اسی طرح جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ جب میدان میں نکلا تو اسکے فرزند حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر اس کے مقابلے کو نکلے، مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ بیٹے کی تلوار باپ کے خون سے رنگین ہو، اس لئے ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ سے ہٹا دیئے گئے اور عتبہ بن ربیعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔

باپ ناپاک بستر پاک: ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بستر الٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونیکی وجہ سے ناپاک ہو اسلئے تم اس بستر نبوت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابوسفیان کو اس سے بڑا رنج ہوا مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے دل میں جو عظمت و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمتھی اسکے لحاظ سے وہ کب برداشت کر سکتی تھیں کہ بستر نبوت پر ایک مشرک بیٹھے۔ اللہ اکبر! حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کی عظمت و محبت کو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قربان کر دیا کیونکہ یہی ایمان کی شان ہے کہ باپ چھوٹتا ہو تو چھوٹ جائے مگر عظمتِ مصطفیصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

(الطبقات الکبری، ام حبیبۃ بنت سفیان رضی اللہ عنہا، ج۸، ص۷۸)

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشقِ رسول (جانِ دو عالم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسالت: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کو بالکل آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ ایسے خوفناک ماحول میں جب اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین مصائب وآلام سے دو چار ہونا پڑتا تھا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ سخت سے سخت اذیتیں دیتے تھے۔ ان کو پکڑ کر لے جاتے اور دھوپ میں لٹا دیتے اور پتھر لا کر ان کے پیٹ پر رکھ دیتے اور کہتے تمہارا دین لات و عزیٰ کا دین ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے میرا پروردگار اللہ عزوجل ہے۔ ایسے ایسے مصائب جھیلتے مگر سینے میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح پیوست تھا کہ سارے آلام و مصائب اس کے سامنے ہیچ تھے۔

(السیرۃ النبویۃ، ذکر عدوان المشرکین علی المستضعفین، ج۱، ص۲۹۷)

ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے قریش کو اس کا علم نہ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا بس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتوں کے پاس آکر ان پر تھوکنے لگے اور کہنے لگے وہ لوگ ناکام اور خسارہ میں ہیں جنھوں نے تمھاری پرستش کی۔ قریش نے ان کو

گرفتار کرنا چاہا لیکن آپ بھاگنے میں کامیاب ہوگئے اور اپنے مالک عبداللہ بن جدعان کے گھر میں چھپ گئے۔ قریش کے لوگ عبداللہ کے پاس آئے اور اس کو آوازدی، وہ باہر آیا تو اس سے ان لوگوں نے کہا: کیا تم بے دین ہوگئے ؟ اس نے کہا: مجھ جیسے شخص سے بھی ایسی بات کہی جارہی ہے اب تو محض اسکے کفارہ میں لات و عزی کے لئے ۱۰۰اونٹنیاں قربان کروں گا۔ قریش کے لوگوں نے کہا: تمھارے کالے (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ کر ڈالا ہے۔ اس نے ان کو بلایا۔ لوگ ان کوتلاش کرکے عبداللہ کے پاس لائے یہ ان کو پہچانتا نہ تھا۔ اس نے خولیہ کو بلا کر پوچھا یہ کون ہے کیا میں نے تم کو یہ حکم نہ دے رکھا تھا کہ مکہ کے غلاموں میں سے کسی کو یہاں نہ رہنے دینا۔ خولیہ نے کہا یہ تمھاری بکریاں چراتا تھا اور اس کے علاوہ اَور کوئی ان کو پہچانتا نہ تھا اس طرح میں نے اسے چھوڑدیا تھا۔

اس کے بعد عبداللہ نے ابو جہل اور امیہ بن خلف سے کہا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمھارے حوالے ہے، تم لوگ اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔ یہ دونوں ان کو بطحا کے پتے ہوئے حصہ پر کھینچتے ہوئے لاتے ہیں اور ان کے دونوں بازوؤں پر چکی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اکفر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) ! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا انکار کرو۔ یہ کہتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم چھوڑوں اور پھر اللہ

عزوجل کی توحید کا اعلان کرتے ہیں۔

اس عذاب کا سلسلہ ٹوٹا نہ تھا کہ وہاں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا انھوں نے فرمایا: اس اسود (کالے) کو کیا کرنا چاہتے ہو خدا عزوجل کی قسم! تم اس سے انتقام لے ہی نہیں سکتے۔

امیہ بن خلف نے اپنے آدمیوں سے کہا دیکھو! میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسا کھیل کھیلتا ہوں کہ ابھی تک ان کے ساتھ یہ کھیل کھیلا نہ گیا ہوگا۔ پھر وہ ہنس کر بولا ابو بکر! (رضی اللہ عنہ) تمھارا میرے اوپر قرض ہے تم مجھ سے بلال رضی اللہ عنہ) کو خرید لو۔ آپ رضی اللہ عنہنے فرمایا: ہاں (کیا لوگے) اس نے کہا) تمھارے غلام نسطاس کو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں اسے دیدوں تو تم بلال کو مجھے دے دوگے اس نے کہا ہاں! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے یہ کر لیا۔ پھر وہ ہنس کر بولا نہیں آپ کو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی دینا ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہی سہی۔

پھر اس نے وہی شرارت کی کہ نہیں آپ کو اس کی بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی کو بھی دینا ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہ بھی سہی۔

پھر وہ ہنس کر بولا اتنے میں بھی نہیں ہو سکتا جب تک آپ ان کے ساتھ دو سو دینار نہ دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمھیں جھوٹ سے کچھ شرم نہیں۔ اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا اگر آپ یہ دو سو دینار بھی دیدیں تو ضرور اپنی بات پوری کروں گا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھی سہی۔
اب جا کر یہ سودا مکمل ہوتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنی بھاری قیمت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر رضائے الٰہی عزوجل کے لئے آزاد کر دیتے ہیں۔
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جانگسل مصائب و آلام سے چھٹکارا ملتا ہے۔
(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(عشق ووفا کا عجیب منظر (جان دو عالم

عشق ووفا کا عجیب منظر : رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے ایک بار چھ یا دس آدمیوں کی جماعت اہل مکہ کی خبر لانے کیلئے بھیجی۔ راستہ میں بنولحیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں نے اُحد میں اپنے مقتول کافر عزیزوں کے جوش انتقام میں ان حضرات کو فریب سے اپنے یہاں بلایا۔ سلافہ نامی ایک عورت جس کے دو لڑکے احد میں مارے گئے تھے اس نے منت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹوں کے قاتل عاصم کا سر ہاتھ میں آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ اس نے اعلان کردیا کہ جو عاصم کا سر لائے اسے سو اونٹ انعام دوں گی۔

سفیان بن خالد نے سو اونٹوں کی طمع میں قبیلہ عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ کر چند حضرات کی جماعت اپنے یہاں تبلیغ دین کی غرض بتاکر ساتھ لائے جن میں حضرت عاصم حضرت خبیب ، حضرت زید بن الدَّثِنّہ ، حضرت عبداللہ بن طار ق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ راستہ میں لیجاکر بدعہدی کی اور دوسو آدمیوں کو مقابلہ کیلئے بلالیا جن میں سو آدمی

مشہور تیر انداز تھے۔

دس یا چھ بزرگوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ مختصر جماعت دشمنوں کی بدنیتی دیکھ کر فدفد نامی ایک پہاڑی پر چڑھ گئی۔ کفار نے کہاں ہم تمھیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلے کچھ مال لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آ جاؤ مگر انھوں نے کہا ہم کافروں کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا جب تیر ختم ہوگئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہنے ساتھیوں سے جوش میں کہا: تم سے دھوکا کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو تمھارا محبوب تمھارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمھاری منتظر ہیں یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ دشمنوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہوگئے اور دعا کی، یا اللہ عزوجل! اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہمارے حال سے آگاہ فرمادینا۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکو اسی وقت اس واقعے کا علم ہوگیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اسلئے مرتے وقت دعا کی، یا اللہ عزوجل! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جارہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے۔ چنانچہ شہادت

کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں ہے کہ بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا۔ جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کا خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو بارش کی ایک رو آئی اور ان کی نعش کو بہا کر لے گئی اس طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب، اور زید بن الدَّثِنَّہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان تینوں حضرات سے پھر انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے یہ تینوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں۔

حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہر گز نہ جاؤں گا ان شہید ہونے والوں کی اقتدا ہی مجھے پسند ہے انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ رہے جن کو لیجا کر ان لوگوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے میں خریدا کہ اپنے باپ امیہ کے بدلے قتل کر دے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت

خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انھوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ساتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جائیں۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حد حرم سے باہر لے گئے تو اس کا تماشا دیکھنے کے لئے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابو سفیان بھی تھے (جواب تک اسلام نہ لائے تھے:) ابو سفیان نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں کہا اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تم کو خدا عزوجل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ ”کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) ہوں جن کو ہم قتل کردیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو“۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں ”ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔

یہ سنکر ابوسفیان نے کہا: ''میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے رکھتے ہیں۔ اسکے غلام نِسطاس نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا۔ (السیرۃ النبویۃ، ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث، ج ۴ (ص ۱۴۷،

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصے تک قید رہے۔ حجیر بن ابی اھاب تمیمی کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوگئیں کہتی ہیں: ''کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سربرابر، ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا''۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا تو انھوں نے صفائی کیلئے اُسترہ مانگا وہ دیدیا گیا، اتفاق سے ایک کمسن بچہ اس وقت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ انکے پاس ، یہ دیکھ کر گھبرائے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ قتل کردوں گا، ایسا نہیں کرسکتا اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو

بتاؤ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے چنانچہ مہلت دی گئی انھوں نے دو رکعتیں بڑے اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھوگے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختہ دار پر : جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار پر کھڑا کیا تو جناب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کے لئے بددعا کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے زمین پر لٹا دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر زمین پر لیٹ جائیں تو بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ اس بددعا سے حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی مجھ پر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ کئی سالوں تک میری شہرت ختم رہی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر جتنے آدمی بھی سولی پر چڑھاتے وقت موجود تھے مر کھپ گئے۔

سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات بے ہوش ہو جاتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ایک عمل بتایا اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ غشی کا سبب کیا ہے ؟ انھوں نے بتایا کہ جب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہکو

سولی پر کھڑا کیا گیا تو میں وہاں موجود تھا جونہی اس کا نقشہ سامنے آتا ہے میں حواس کھو بیٹھتا ہوں۔ تختہ دار پر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ عزوجل ! ہم نے اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا، یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچادے۔ تو قادر وقیوم ہے۔ میرا سلام ان تک پہنچادے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بتایا خدا عزوجل نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام مجھے پہنچایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بشارت دی جو شخص حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام بہشت ہے۔

(شواہد النبوۃ، رکن رابع، ص ۱۰۰)

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کمسن جانباز (جانِ دو عالم

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کمسن جانباز : غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کو لوٹ لیا، جو صاحب چراتے ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لیکر چل دیئے۔ یہ لٹیرے گھوڑے پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جارہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نظر پڑی۔ بچے تھے وہ دوڑتے بہت تھے کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تیری اندازی میں بہت مشہور تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف منھ کرکے ایک پہاڑی پرچڑھ کر لُوٹ کا اعلان کیا اور خود ان لٹیروں کے پیچھے دوڑے تیر کمان ساتھ ہی تھی یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کئے اور اس پھرتی سے دمادم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا

تھے اور پیدل بھی تھے اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس گھوڑے کو تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہو جاتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا گر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا حتی کہ جتنے اونٹ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور تیس برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عیینہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔ اور ان لٹیروں کو قوت حاصل ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں۔ ان کے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ بھی چڑھ گئے۔ جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! پہلے میری ایک بات سنو! تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں انھوں نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں اس ذات پاک کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جسکو پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہر گز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتی کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ دعوی کچھ عجیب نہیں تھا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اعلان کرکے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی ان میں سب سے آگے اخرم اسدی تھے انھوں نے آتے ہی عبدالرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمٰن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبدالرحمٰن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کردیا جس سے وہ شہید ہوگئے اور عبدالرحمٰن ان کے گھوڑے پر سوار ہوگیا ان کے پیچھے ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہتھے انھوں نے حملہ شروع کردیا۔ عبدالرحمٰن نے فوراً ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہوگیا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فوراً اس گھوڑے پر سوار ہوگئے جو پہلے اخرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبدالرحمٰن سوار ہو چکا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

مجاہدانہ جواب: قریش مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لئے جب جنگ بدر کی

بنیاد ڈالی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ دشمن لڑنے پر آمادہ ہے۔ بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے مہاجرین نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وہی کریں جس بات کا خدا عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہیں۔ خدا عزوجل کی قسم! ہم ایسا نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

(پ۶، المائدۃ: ۲۴) ○فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان: تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔○

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نام پر قربان ہوجانے کو تیار ہیں۔ انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس خدا عزوجل کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہمیں دریا میں کود جانے کا اشارہ فرمائیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ یا رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہم سے مشورہ کیوں طلب فرماتے ہیں ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔

تعالیٰ اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا

پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا]

نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں ا

جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ مجاہدانہ جواب پا کر بہت خوش ہوئے۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، ذکر سال دوم از ہجرت مذکور جنگ بدر، ج ۲، ص ۸۳)

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درد ناک کہانی (جان دو عالم

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درد ناک کہانی: تین صحابہ حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم بغیر کسی قوی عذر کے سستی کے باعث جنگ تبوک میں شریک نہ ہوسکے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سر گزشت بڑی تفصیل کے ساتھ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں جنگ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہیں تھا جتنا تبوک کے وقت تھا اس وقت میرے پاس خود ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر چونکہ سفر دور کا تھا اور گرمی بھی شدید تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صاف اعلان فرمایا تھا کہ لوگ تیاری کرلیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور پتا نہ چلے تو ہو سکتا تھا۔ میں بھی سامان سفر کی تیاری کا ارادہ صبح ہی کرتا مگر شام ہوجاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے پختہ ارادہ کروں گا تیاری فوراً ہوجائے گی۔

اسی طرح دن گزرتے گئے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار ہو کر لشکر سے جاملوں گا۔ اس طرح آج کل پر ٹالتا رہا حتی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور مسلمان تبوک کو روانہ ہوگئے۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب جب مدینہ منورہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا معذور تھے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! اس کو مال و جمال کے فخر نے روکا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلے آدمی ہیں، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا حتی کہ چند روز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم ہوا اور فکر پیدا ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دیگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لیجاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے اور منافق لوگ جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کے ظاہری حال کو قبول فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعراض کیوں فرمالیا۔ خدا عزوجل کی قسم ! میں نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا: کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر

خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمسے سچی بات عرض کروں جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلممجھ سے ناراض ہو جائیں تو مجھے امید ہے کہ خدا عزوجل کی ذات پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عتاب کو زائل کردے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ عزوجل ! مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمھارا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا : بخدا ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ اگر تو کوئی عذر کرکے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انھوں

نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو بھی ملا ہے جو تجھ کو ملا ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ہم تینوں سے بولنے کی بھی ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب اس ارشاد کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعمیل اس طرح کرکے دکھادی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی حتی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے درودیوار بے گانے ہوگئے مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر میں اس حال میں مرگیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکا وصال شریف ہوگیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے۔

غرض ہم تینوں نے پچاس دن اس حال میں گزارے۔ میرے دونوں رفقاء شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا، چلتا پھرتا، بازار

میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا۔ اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں؟ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ و سلم مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے رخ انور پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہوگیا تو میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ تو انھوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت ہے انھوں نے اس کا جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے میں نے تیسری بار قسم دے کر پوچھا تو انھوں نے صرف اتنا کہا۔ اللہ عزوجل جانے اور اس کا رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ کلمہ سنکر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں وہاں سے لوٹ آیا۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جارہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پتا بتایئے ۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا اس میں لکھا ہوا تھا، ’’ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے تجھ پر ظلم کر رکھا ہے تجھے اللہ عزوجل ذلت کی جگہ نہ رکھے اور ضائع نہ کرے تُم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔‘‘حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ خط پڑھ کر انا للّٰہِ پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اس خط کو میں نے ایک تنور میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! اب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے اعراض کی وجہ سے کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔

اس حالت میں ہم پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکا یہ ارشادِ والالیکر آیا کہ اپنی زوجہ کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اسکو طلاق دیدوں؟ کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا میں نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے ،وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہوجائیں گے ،اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اجازت دیں تو میں کچھ کام کاج ان کا کردیا کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے مگر قربت نہ ہو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ! اس بات کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوئے پورے پچاس دن ہوگئے۔ پچاسویں دن صبح کی

نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا کہ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دو بھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشخبری ہو تم کو میں اتنا ہی سنکر سجدہ میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی جو سب سے پہلے پہنچ گئی، اسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کی نذر کئے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لیکر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں گیا تو لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔
میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میری توبہ کی

تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائداد ہے وہ سب اللہ عزوجل کے راستے میں صدقہ ہے اس لئے کہ یہ امارت وثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو میں نے عرض کیا بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی ا س لئے میں نے عہد کیا ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.....الخ، الحدیث: ۴۴۱۸)

(ج ۳، ص ۱۴۵،

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے

بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(معرکہ احد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری (جان دو عالم

حضرت علی رضی اللہ عنہ : غزوہ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست کا سامنا ہوا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آ گئے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو بھی کفار نے گھیر لیا اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر سے بہت پریشان ہوئے، اور اسی وجہ سے بہت سے ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اول زندوں میں تلاش کیا، نہ پایا پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوا۔ اس لئے اپنے پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس

جاؤں۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے۔

میری نگاہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی حفاظت کی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: علی! ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کیا اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر حملہ کے لئے بڑھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے پھر حضرت علیرضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حضرت علیرضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: انہ منی وانا منہ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ''وانا منکما'' اور میں تم دونوں سے ہوں۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۲، ۱۲۱)

غسیل الملائکہ: جنگ احد کے ایام میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے، اسی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے اعلان ہوگیا کہ کفارِ مکہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں، ان کے مقابلے کے لئے میدان جہاد میں چلو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ نوجوان تھے اور شادی کی پہلی شب تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد سنکر سب کچھ بھول گئے اور اپنی دلہن کو بھی نظرانداز کیا، گویا یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ:

سب سے بیگانہ رہے یارو شناسا تیرا
حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

میدان جہاد میں چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس محویت کے عالم میں آپ کو اپنے غسل کرنے کی ضرورت بھی یاد نہ رہی۔ اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے شہید بھی ہوگئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو شہداء کی لاشیں جمع کرنے کا حکم نبوی ہوا! سب لاشیں مل گئیں مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک نہ ملی یکایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش فرشتے اوپر لے جا کر

ایک نورانی تختے پر لٹا کر آب رحمت سے غسل دے رہے ہیں اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ ہوا۔

(الاستیعاب، حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، ج۱، ص۴۳۳)

شوقِ شہادت: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آؤمل کر دعا کریں ہر ایک اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ پھر دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔ اول حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی۔ یااللہ! عزوجل جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اے اللہ عزوجل! کل میدان جہاد میں میرا ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہتوں کو قتل کرکے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک کان کاٹ لیں پھر قیامت میں جب میں تیرے حضور پیش کیا جاؤں تو تو فرمائے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں یااللہ! عزوجل تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین

کبھی دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ (الاستیعاب، باب حرف العین، ج ۳، ص ۱۵

قدمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر شہادت: جنگِ احد کی ہل چل اور بدحواسی میں جب مہرِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہجوم کفار کے دل بادل نے گھیر لیا۔ اور اس وقت سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے فرمایا کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ تو حضرت زیاد بن سکنر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لئے بڑھے۔ ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کردی، مگر ایک زخم بھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکو لگنے نہ دیا، اور زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ، لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ جان باقی تھی آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔ سبحان اللہ! اس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۲۱)

تیرے قدموں پر سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے

یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسّی زخم : حضرت انس بن نفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہکے چچا تھے، لڑتے بہت آگے نکل گئے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ انس بن نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یہاں تم لوگ کیا کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کچھ پتا نہیں ! لوگوں نے کہا اب لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہی نہ رہے۔ ہم نے سنا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم شہید ہوگئے۔ انس بن نفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنکر تڑپ گئے اور فرمایا کہ پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جنگ کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو ۸۰ سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے، کوئی شخص پہچان تک نہ سکا ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر لاش کو پہچانا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، انس بن نفر، ج ۱، ص ۱۹۸)

حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ : حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں، جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور گاؤں میں رہتے تھے بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکہاں

تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، وہ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس پہنچ گئے ،اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی حضور صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو ان کو منتشر کردے وہ جنت میں میرا رفیق ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اورسب کو ہٹادیا دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انکو جنت کی خوشخبری دی اس کا سننا تھا کہ تلوار لیکر کفار کے جم گھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہجیسی دلیری اور بہادری کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: اللہ عزوجل تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔اسکے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمنے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجود یکہ اس لڑائی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خود بھی زخمی تھے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کے عمل پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہکے عمل پر آیا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لیکر

پہنچوں۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، وھب بن قابس، ج۶، ص ۴۹۲)

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: یہ جنگ احد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور اپنے دو بیٹوں حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر میدان میں کود پڑیں۔ اور جب کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر حملہ کردیا تو یہ ایک خنجر لیکر کفار کے مقابلہ میں کھڑی ہوگئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب ابن قمیہ ملعون نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر تلوار چلادی تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس تلوار کو اپنی پیٹھ پر روک لیا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم لگا کہ غار پڑگیا۔ پھر خود بڑھ کر ابن قمیہ کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہوجاتا مگر وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔ اس جنگ میں بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر و گردن پر تیرہ زخم لگے تھے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک کافر نے جنگ احد میں زخمی کردیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً اپنا

کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا بیٹا اٹھو۔ کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر سامنے آگیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ میں تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا، اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تو خدا عزوجل کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا عزوجل کی راہ میں جہاد کیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ:

اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنتہ. یا اللہ عزوجل! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آ جائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد،ام عمارۃ،ج۸،ص ۴۰۳)

پیامِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اسی احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری۔ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ہی ضعیف آواز آئی یہ اس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی علیہ السلام کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک پہنچ

گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جاں بحق ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۴۹)

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شوق و وارفتگی: احد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ جنگ کی تکان تھی۔ مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہئے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آئے نہ آئے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرکے لوٹنا چاہئے تھا اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان کردیا کہ جو لوگ احد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہئے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہوگئے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ

ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے اس لئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری تمنا احد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی۔ احد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی، اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی انکے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں گیا جو احد میں شریک نہ ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، خروج الرسول فی اثر العدو... الخ، ج ۲، ص ۸۷)

(ماخوذ از: کتاب، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(صحابہ کرام اور بارگاہ رسالت مآب (اسوۂ صحابہ کا درخشاں باب

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

(اسوۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا درخشاں باب)

برکت اندوزی: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔ مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان، بالبرکۃ.....الخ، الحدیث: ۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔

صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ.....الخ، الحدیث: (۶۳۵۲، ص ۲۰۳، ج ۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔

صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود.....الخ، الحدیث: ۵۴۶۷، ج ۳، ص ۵۴۶)

حضرت [illegible] بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے

بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔

صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱۔۲۵۰۲، ج ۲، ص ۱۴۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔''

فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج ۶، ص ۱۱۵)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان میں دست مبارک ڈال دیتے

وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اسکو دے دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے وضو کا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔

(سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج۱، ص۸۷)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔ پانی بچ گیا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا۔

صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، الحدیث: ۱۸۷، ج۱، ص ۸۸)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حلق کروا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو گھیر لیا اور وہ اوپر ہی سے بالوں کو اچک رہے تھے۔

صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب قرب النبی علیہ السلام من الناس و تبرکھم بہ، الحدیث: (ص ۱۲۷۰، ۲۳۲۵)

ایک بار رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انہوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان، تحت الحدیث: ۵۰۱، ج ۱، ص ۲۱۲)

بلکہ اس کو بطور تبرک اور یادگار کے قائم رکھا۔

آپ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے دعوت کی، جب چلنے لگے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے، آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم

نے دعائے برکت اور دعائے مغفرت فرمائی۔
سنن ابی داود، کتاب الأشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب، الحدیث: ۳۷۲۹، ج ۳، ص ۴۷۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو اذن نہیں دیتے بولے چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہم پر بار بار سلام کریں آپ نے دوبارہ سلام کیا۔ پھر اسی قسم کا جواب ملا۔ تیسری بار سلام کرکے آپ واپس چلے، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔
سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث: ۵۱۸۵)
(ج ۴، ص ۴۴۵،

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

محافظِ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: (اسوۂ صحابہ کا درخشاں باب)

محافظ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں۔ خدا عزوجلکی قسم! اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اس کی طرف دست درازی نہیں کر سکتا۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، الحدیث: ۲۰۶۹، ج۲، ص۳۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک

وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لئے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔

المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما، (الحدیث: ۲۷۰۰۸، ج۱۰، ص۲۷۱

بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملادیتی تھیں چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط (چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردہ کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) میں شامل کی جائے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے موئے مبارک کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔

: صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، الحدیث)

(ج ۴، ص ۱۸۲، ۶۲۸۱

لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہنے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اسکو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مبارک مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر سے جداہو جاتے تھے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال مبارک اتروائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے بال مبارک لے لئے اور انکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے حوالے کیا جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کرلیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال مبارک شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کرلیتی تھیں۔

فتح الباری شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، تحت)

(الحدیث: ۶۲۸۱، ج ۱۲، ص ۵۹

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ایک صحابیہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کردیا جائے۔

المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث امراۃ من بنی غفار رضی اللہ عنہا، الحدیث:) (ج۱۰، ص۳۲۴، ۲۷۲۰۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک کرتہ، ایک تہبند ایک چادر، اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔

(تاریخ الخلفاء، معاویۃ بن ابوسفیان، ص۱۵۸ بتصرف)

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خداعزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، الحدیث: ۴۰۳۶، ج۴، ص۶۳)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے خَز (اون اور ریشم سے بُنا ہوا کپڑا) کا سیاہ عمامہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، الحدیث: ۴۰۳۸، ج ۴، ص ۶۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وبارک وسلم کے چند بال مبارک حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں ان مبارک بالوں کو دھو کر واپس کردیتی تھیں، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا (یا اس سے غسل کرلیتا تھا)۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الحدیث ۵۸۹۶، ج ۴، ص ۷۶)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں

پڑھتے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمنے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی، جس کے نگینہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گرپڑی، انہوں نے تمام کنوئیں کا پانی نکال ڈالا، لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔

سنن ابی داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم، الحدیث: ۴۲۱۴۔۴۲۱۵، ج۴، ص۱۱۹)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قصیدے کے صلہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔ یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے صاحبزادہ سے خرید لی اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (الاصابۃ، تذکرۃ کعب بن زھیر، ج۵، ص۴۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، بعد کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا

چاہا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دو اور پیالے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہکے پاس محفوظ تھے۔

صحیح البخاری، کتاب الأشربۃ، باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

(وآنیتہ، الحدیث: ۵۶۳۷۔۵۶۳۸، ج ۳، ص ۵۹۵

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت ام سلیمرضی اللہ تعالیٰ عنہاکے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔

(طبقات الکبری، تذکرۃ ام سلیم بنت ملحان، ج ۸، ص ۳۱۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہ وسلم کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جسکو پہن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم استراحت فرماتے تھے، یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے پاس محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔

(اسد الغابۃ، تذکرۃ الشفاء بنت عبداللہ، ج ۷، ص ۱۷۷)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم معتکف ہوتے تھے۔

سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب این یکون الاعتکاف؟، الحدیث: ۲۴۶۵، ج ۲، ص ۴۸۹)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (اسوۂ صحابہ کا درخشاں باب)۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب و احترام کرتے تھے ،اس کا اظہار سینکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

جمعت علیَّ ثیابی حین امسَیتُ فاتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے پہن لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکی خدمت میں حاضر ہوئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث: ۲۳۰۶، ج۲، ص۴۲۷)

بغیر طہارت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوگیا، ان کو

نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آئیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کرکے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ابو ہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے، بولے مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلمکے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یصافح، الحدیث: ۲۳۱، ج۱، ص۱۱۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علیٰ رءُوسھم الطیر یعنی صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوتی ہیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، الحدیث: ۳۸۵۵، ج۴، ص۵)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا۔ لیکن ان کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے تم اس کے متعلق خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم سے مشورہ کرلو۔ وہ بچے کو لیکر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔

صحیح مسلم، کتاب الاٰداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم.....الخ، الحدیث:) (ص۱۱۷۸، ۲۱۳۳

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہوجاتا تو ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خچر ہانک رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سوار کیوں نہیں ہولیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خچر پر سوار ہوں۔ تاہم امتثالا للامر تعمیل حکم کے لیے) تھوڑی دور تک سوار ہولئے۔ (سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، ج۸) (ص۲۵۳،

فرطِ ادب سے کسی بات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقدم یا مسابقت گوارانہ کرتے۔ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ ہوگئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز شروع کردی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچے تو ایک رکعت نماز ہوچکی تھی، اس لئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ نماز ہوچکی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب کثرت کے ساتھ تسبیح کرنے لگے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، الحدیث: ۱۴۹، ج۱، ص ۸۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی نزاع چکانے کے لئے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آکر شریک جماعت ہوگئے۔ لوگوں نے تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تصفیق کی، تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وبارک وسلمنے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی امامت کو پسند

فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلمنے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، الحدیث: ۹۴۰، ج۱، ص ۳۵۴)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدل جارہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھے پر سوار آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلمکو پیدل دیکھا تو خود فرط ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلمنے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔

سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب رب الدابۃ احق بصدرھا، الحدیث: ۲۵۷۲، ج۳، ص ۴۰)

اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرطِ ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔

سنن ابی داود، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۶، ج ۳، ص ۴۸۷)

ادب کے باعث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے۔

ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم سے آگے نہ بڑھنے پائے۔

صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من اھدی لہ ھدیۃٌ وعندہٗ جالساوَہ.....الخ، الحدیث: ۲۶۱۰، ج ۲، ص ۱۷۹)

کسی چیز میں آپ سے مقابلہ کی جرات نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ تیر انداز تھے اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا

کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے ؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔
فرمایا: تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔
صحیح البخاری،کتاب الجھاد والسیر، باب التحریض عی الرّمی ، الحدیث: ۲۸۹۹،ج۲،ص ۲۸۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آ گئے اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا، اس ادب و احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کسی قسم کا سوء ادب گوارا نہ کرتے۔
فتح الباری شرح صحیح البخاری،کتاب الجھاد والسیر، باب التحریض علی الرمی، تحت (الحدیث: ۲۸۹۹،ج۷،ص۷۷

جاری ہے۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جا رہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

(ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (اسوۂ صحابہ کا درخشاں باب (۲)

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نیچے کے حصے میں اوران کے اہل و عیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے۔

ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چلیں پھریں۔ اس خیال سے تمام اہل و عیال کو ایک کونے میں کردیا۔ صُبح کو آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم اوپر قیام فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ برابر اس بات پر مصر رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوپر کی منزل میں رہیں اور خود نچلی منزل میں رہیں۔

بولے کہ جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے، لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلمنے بالا خانہ پر قیام فرمایا۔
(مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، بیان قضیۂ ہجرت آنحضرت، ج۲، ص۶۵)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن میں بڑے تھے، لیکن ان کو فرط ادب سے یہ گوارانہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔

ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم؟ بولے بڑے تو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلمسے پہلے پیدا ہوا۔
سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی، الحدیث: ۳۶۳۹، ج۵، ص۳۵۶)

اگر نادانستگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلمکی شان میں کوئی نامناسب بات نکل جاتی تو اسکی معافی چاہتے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مرگیا، اور وہ اس پر رورہی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا، تو فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو، بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عندالصدمۃ، الحدیث: ۳۱۲۴، ج۳، ص۲۵۸)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بے ادبی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت برہم ہوتے۔ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت سرائے اقدس میں آئے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بآواز بلند بول رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا اب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث: ۴۹۹۹، ج۴، ص۳۹۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایک شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے

گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر برانگیختہ ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رکو ! کہ قرض خواہ کو مقروض پر مطالبہ کرنے کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کرے۔

سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، الحدیث ۲۴۲۵، ج ۳، ص ۱۵۰)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں تھے ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں آواز بلند کی اور پکارا یا محمد، یا محمد۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا یہ کیا؟ (اس طرح کہنا) منع ہے۔

سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار.....الخ، الحدیث:) (ج ۵، ص ۳۱۶، ۳۵۴۷

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قبیلے کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر نا گوار ہوا، بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا، لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تردید کے لئے جاتے ہیں ؟ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی خیر دورالانصار.....الخ، الحدیث: ۲۵۱۱، ص ۱۳۶۱)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں کا مسلمانوں میں اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کردیا، ان کو گوارا نہ ہوسکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی تلوار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کردیا گیا حضرت سلمہ نے موقع پاکر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر حالت خواب میں حملہ کرکے ان کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا، اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کردیا جائے گا۔

، صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا.....الخ، الحدیث: ۱۸۰۷)

(ص ۱۰۰۰

ایک شخص کا نام محمد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمہاری وجہ سے محمد کو گالی دی جارہی ہے، اب تادم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جا سکتے، چنانچہ اسی وقت اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا جو لوگ اس نام کے ہوں ان کے نام بدل دیئے جائیں۔ اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اوران کے سردار کا نام محمد تھا۔ لیکن انہوں نے کہا: خود رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے اب میرا اس پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔

المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث محمد بن طلحۃ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،)

(الحدیث: ۱۷۹۱۶، ج ۴، ص ۲۶۷

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی شوخی کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انکو ڈانٹ دیتے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو

۔

صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب من تکلم بالفارسیة والرطانة، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۲، ص ۳۳۱)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادب سمجھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب قضا عمرہ ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور حدود حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسکو مستحسن فرمایا۔

سنن النسائی، کتاب المناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام، ج ۵، ص ۲۰۲)

ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے پڑھے تھے اور یہی صحیح بھی ہے)

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سامنے شور وغل کرنا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔
صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۸۷۹، ص ۱۰۴۴)

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کردیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے وفات وحیات دونوں حالتوں میں شور وشغب نہ کرو۔
(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الشق، الحدیث: ۱۵۵۸، ج ۲، ص ۲۴۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس ادب واحترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح سے متعلق آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کی، تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ سے عروہ کی اس طرف توجہ

ہو گئی اور اس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو ملتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو جان نثار کرتے ہیں اور وہ لوگ بچے کھچے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو انکی آوازیں پست ہوجاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ)

(الشروط، الحدیث: ۲۷۳۱، ج۲، ص ۲۲۳

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلمکو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس طنزآمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انھوں نے برہم ہوکے کہا ہم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلمکو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ؟
صحیح البخاری،کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب.....الخ،
(الحدیث: ۲۷۳۱، ج۲، ص ۲۲۳
یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اپنے عمل سے کی،
ابتداء اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسکو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا معبود اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے۔
صحیح البخاری،کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لوکنت متخذا خلیلا، الحدیث:)
(ج۲، ص ۵۲۴، ۳۶۷۸
ہجرت کے بعد خطرات اور بھی زیادہ ہوگئے تھے، کفار مکہ کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن ہوگئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم آپصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے

اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداء ہجرت میں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔ آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سنکر فرمایا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص فرمایا کیوں آئے بولے میرے دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا۔

سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۳۷۷۷، ص۴۱۹، ج۵)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل ہوجاتے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔

جاری ہے۔۔۔۔

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (اسوۂ صحابہ کا درخشاں باب)۔(۳)

گزشتہ سے پیوستہ۔۔۔۔۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے۔ دروازہ ڈھونڈا، تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانیوں کی داستان سنائی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دلیل علی اِن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا، الحدیث: ۳۱، ص ۳۷)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھتے جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہنے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، اس لئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے، اس نے تعاقب کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل پرفروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جاکر متمکن ہوجائیں (کہ وہی کفار کی کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سوگئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں ترازو ہوگئے۔

(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الدم، الحدیث: ۱۹۸، ج۱، ص۹۹)

لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے نکلے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا

تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چوپایوں اور مویشیوں کو لیکر امنڈ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے، اور فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے چاہا تو کل یہ مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگا، اور فرمایا: آج میری پاسبانی کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں! یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ارشاد ہوا کہ سوار ہوجاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلمنماز فجر کے لئے اٹھے، تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ہمیں تو کچھ خبر نہیں، جماعت قائم ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑمڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے۔ نماز ادا کر چکے تو فرمایا: لو مبارک ہو تمہارا شہ سوار آگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آ پہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہو کر سلام کیا اور فرمایا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مامور فرمایا تھا، چڑھ گیا صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک جاندار بھی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کبھی نیچے بھی

اترے تھے، بولے صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے ،ارشاد ہوا: تم کو جنت مل چکی، اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، الحدیث: ۲۵۰۱) (ج ۳، ص ۱۴،

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔ اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: کہ آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اسکو دعادوں گا، ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں ! یارسول اللہ ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلا کر ان کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا سنی تو عرض گزار ہوئے کہ میں دوسرا نگہبان بنوں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلا کر نام پوچھا اور ان کو بھی دعا دی۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث اِبی ریحانۃ، الحدیث: ۱۷۲۱۳، ج ۶، ص ۹۹)

: آیت کریمہ

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

(پ ۶، المائدۃ: ۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لئے پاسبان مقرر کرنا بند کر دیا۔

غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کے مقابلے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہدیں۔ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۳۹۵۲، ج۳، ص۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جاں نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوہ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ (جن میں سات انصاری اور

دو قریشی یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رہ گئے۔ اس حالت میں کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر دفعۃً ٹوٹ پڑے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان جاں نثاروں کی طرف خطاب کرکے فرمایا: کہ جو ان اشقیاء کو میرے پاس سے ہٹائے گا اس کے لئے جنت ہے۔ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوگئے۔ اسی طرح کفار برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک ایک انصاری بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہوگئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ احد، الحدیث: ۱۷۸۹، ص ۹۸۹)

حضرت ابو طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جاں نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ نے اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم اِن تفشلا واللہ ولیھما.....الخ، الحدیث: ۴۰۵۵، ج ۳، ص ۳۷)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لے کر آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ

وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیر اندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردن اٹھاکر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں گردن اٹھاکر نہ دیکھیں، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔

صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما.....الخ، الحدیث: ۴۰۶۴، ج ۳، ص ۳۸

اس غزوہ میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھاکر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۸۶)

اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈ ھنے لگے، تو حضرت سعد بن ربیع رضی

اللہ تعالیٰ عنہ خود بول اٹھے، کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے تمہارا ہی پتا لگانے کے لئے بھیجا ہے، بولے جاؤ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلمکی خدمت میں میرا سلام عرض کردو، اور کہہ دو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں، اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو کہ اگر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہوگئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا عزوجل کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

(الموطا الامام مالک، کتاب الجھاد، باب الترغیب فی الجھاد، الحدیث: ۱۰۳۵، ج۲، ص۲۴)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جاں نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروٰی بنت عبدالمطلب کو اسکی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلمکی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔

(الاستیعاب، تذکرۃ طلیب بن عمیر، ج۲، ص۳۲۳)

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

خواجہ خواجگان ! ! ! شہنشاہ ہند ! ! ! سنجری ! ! ! اجمیری ! ! ! غریب نواز

☆..... مریدِ حضرت عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ ! ! !

☆..... مرشدِ حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ ! ! !

☆..... گھرانہِ سادات کا روشن چراغ ! ! !

☆..... منبع علم وحکمت ! ! ! عطائے رسول ! ! !

☆..... خواجہ خواجگان ! ! ! شہنشاہ ہند ! ! ! سنجری ! ! ! اجمیری ! ! ! غریب نواز ! ! !

☆..... جن کے در باریں سدا فیوض وبرکات کے دریچے وا رہتے ہیں ! ! !

☆..... جہاں سب کی مرادیں بر آتی ہیں ! ! جہاں سب کی جھولیاں بھر دی جاتی ہیں ! ! !

معزز قارئین ! ! ! سُلطان الہند حضرت خواجہ سیّد محمد معین الدین چشتی اجمیری جنوبی ایشیاء میں تصوّف کے سب سے بڑے سلسلہء چشتیہ کے بانی ہیں اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء جیسے عظیم الشان پیرانِ طریقت کے مرشد ہیں۔ غریبوں کی بندہ پروری کرنے کے عوض عوام نے آپ کو غریب نواز کا لقب دیا جو آج بھی زبان زدِ عام ہے۔

آپ 14 رجب 536 ہجری کو جنوبی ایران کے علاقے سیستان کے ایک دولت مند گھرانے

میں پیدا ہوئے آپ نسلی اعتبار سے صحیح النسب سید تھے آپ کا شجرہ عالیہ بارہ واسطوں سے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی خواجہ غیاث الدین حسین بہت دولت مند تاجر اور بااثر تھے۔ خواجہ غیاث صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عابد و زاہد شخص بھی تھے۔ دولت کی فراوانی کے باوجود حضرت معین الدین چشتی بچپن سے ہی بہت قناعت پسند تھے۔

جس زمانے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ بڑا پرآشوب دور تھا سیستان اور خراسان لوٹ مار کی زد میں تھے ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ سرسبز و شاداب علاقوں میں آگ بھڑک رہی تھی اور خوبصورت شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو رہے تھے ملت اسلامیہ میں کئی فرقے پیدا ہو چکے تھے جو بڑی سفاکی اور بے رحمی سے ایک دوسرے کا خون بہا رہے تھے۔ ملاحدہ اور باطینوں کی جماعت نے پورے ملک میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

یہی وہ خون رنگ اور زہرآلود فضا تھی جس نے خواجہ غیاث الدین حسین کو ترک وطن پر مجبور کر دیا۔ آپ اہل خانہ کو لے کر خراسان چلے آئے۔ اس وقت حضرت معین الدین چشتی کی عمر مبارک ایک برس تھی۔ خواجہ غیاث الدین حسین کا خیال تھا کہ انہیں ارض خراسان میں کوئی نہ کوئی گوشہ عافیت ضرور مل جائے گا۔ مگر گردش ایام کے یہاں بھی وہی تیور تھے جاں گداز فتنے یہاں بھی سر اٹھا رہے

تھے۔

ھجری میں خونی سیلاب انسانی سروں سے گزر گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ 549
معین الدین چشتی کی عمر 13 سال تھی۔

پھر ایک دن صبر کی تلقین کرنے والا باپ بھی 551 ھجری کو دنیا سے رخصت ہو گئے
۔ اس وقت آپ کی عمر صرف 15 سال تھی۔ آپ اس نازک اور درندگی سے لبریز
دور میں ایک شفیق اور مہربان باپ کے سایہ عافیت سے محروم ہو چکے تھے والد گرامی
کی رحلت پر آپ ہر وقت اداس رہنے لگے۔ ایسے لمحات میں آپ کی والدہ ماجدہ
حضرت بی بی نور نے بڑی استقامت کا ثبوت دیا اور بڑی ہمت اور بردباری کے ساتھ
بیٹے کو سمجھایا۔

فرزند ! !زندگی کے سفر میں ہر مسافر کو تنہائی کی اذیتوں سے گزرنا پڑتا ہے اگر تم ابھی
سے اپنی تکلیفوں کا ماتم کرنے بیٹھ گئے تو زندگی کے دشوار گزار راستے کیسے طے کرو گے۔
اٹھو اور پوری توانائی سے اپنی زندگی کا سفر شروع کرو۔ ابھی تمہاری منزل بہت دور ہے
یہ والد سے محبت کا ثبوت نہیں کہ تم دن رات ان کی یاد میں آنسو

بہاتے رہو۔ اولاد کی والدین کیلئے حقیقی محبت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہر عمل سے
.بزرگوں کے خواب کی تعبیر پیش کریں۔ تمہارے باپ کا ایک ہی خواب تھا کہ ان کا بیٹا
علم و فضل میں کمال حاصل کرے۔ چنانچہ تمہیں اپنی تمام تر صلاحیتیں تعلیم کے حصول
کیلئے ہی صرف کر دینی چاہئے۔ مادر گرامی کی تسلیوں سے حضرت خواجہ معین الدین
چشتی کی طبیعت سنبھل گئی اور آپ زیادہ شوق سے علم حاصل کرنے لگے۔ مگر سکون و
راحت کی یہ مہلت بھی زیادہ طویل نہ تھی مشکل سے ایک سال ہی گزرا ہو گا کہ آپ کی
والدہ حضرت بی بی نور بھی خالق حقیقی سے جاملیں۔ اب حضرت خواجہ معین الدین چشتی
اس دنیا میں بالکل تنہا رہ گئے۔

والد گرامی کی وفات پر ایک باغ اور ایک آٹا پیسنے والی چکی آپ کو ورثے میں ملی۔
والدین کی جدائی کے بعد باغبانی کا پیشہ آپ نے اختیار کیا۔ درختوں کو خود پانی
دیتے۔ زمین کو ہموار کرتے پودوں کی دیکھ بھال کرتے۔ حتیٰ کہ منڈی میں جا کر خود ہی
پھل بھی فروخت کرتے۔ آپ کاروبار میں اس قدر محو ہو گئے کہ آپ کا تعلیمی سلسلہ
منقطع ہو گیا۔ آپ کو اس کا بڑا افسوس تھا لیکن یہ ایک ایسی فطری مجبوری تھی کہ جس کا
بظاہر کوئی علاج ممکن نہ تھا۔ آپ اکثر اوقات اپنی اس محرومی پر غور کرتے جب کوئی
حل نظر نہ آتا تو شدید مایوسی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھتے اور رونے لگتے۔
گویا معزز قارئین ! ! ! یہ خدا کے حضور بندے کی ایک خاموش التجا تھی۔ ایک دن
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اپنے باغ

میں درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ادھر سے مشہور بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی کا گزر ہوا۔ آپ نے بزرگ کو دیکھا تو دوڑتے ہوئے گئے اور حضرت ابراہیم قندوزی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

حضرت ابراہیم قندوزی ایک نوجوان کے اس جوش عقیدت سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے کمال شفقت سے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چند دعائیہ کلمات کہہ کر آگے جانے لگے تو آپ نے حضرت ابراہیم قندوزی کا دامن تھام لیا۔

حضرت ابراہیم علیہ رحمہ نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا اے نوجوان ! آپ کیا چاہتے ہیں؟؟

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ رحمہ نے عرض کی کہ آپ چند لمحے اور میرے باغ میں قیام فرمالیں۔ کون جانتا ہے کہ یہ سعادت مجھے دوبارہ نصیب ہوتی ہے کہ نہیں۔

آپ کا لہجہ اس قدر عقیدت مندانہ تھا کہ حضرت ابراہیم سے انکار نہ ہو سکا اور آپ باغ میں بیٹھ گئے۔ پھر چند لمحوں بعد انگوروں سے بھرے ہوئے طباق لئے آپ حضرت ابراہیم کے سامنے رکھ دیئے اور خود دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

اس نو عمری میں سعادت مندی اور عقیدت مندی کا بے مثال مظاہرہ دیکھ کر حضرت

ابراہیم حیران تھے۔ انہوں نے چند انگور اٹھا کر کھا لئے۔ حضرت ابراہیم کے اس عمل سے آپ کے چہرے پر خوشی کا رنگ ابھر آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم قندوزی نے !فرمایا۔ معین الدین بیٹھ جاؤ

آپ دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابراہیم قندوزی نے فرمایافرزند ! ! تم نے ایک فقیر کی خوب مہمان نوازی کی ہی۔ یہ سرسبز شاداب درخت یہ لذیذ پھل یہ ملکیت اور جائیداد سب کچھ فنا ہو جانے والا ہے۔ آج اگر یہاں بہار کا دور دورہ ہے تو کل یہاں خزاں بھی آئے گی۔ یہی گردش روزوشب ہے اور یہی نظام قدرت بھی۔ تیرا یہ باغ وقت کی تیز آندھیوں میں اجڑ جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ تجھے ایک اور باغ عطا فرمائے گا۔ جس کے درخت قیامت تک گرم ہواؤں سے محفوظ رہیں گے۔ ان درختوں میں لگے پھلوں کا ذائقہ جو ایک بار چکھ لے گا پھر وہ دنیا کی کسی نعمت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابراہیم قندوزی نے اپنے پیرہن میں ہاتھ ڈال کر جیب سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا نکال کر حضرت خواجہ کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا وہ تیری مہمان نوازی تھی یہ فقیر کی دعوت ہے۔

یہ کہہ کر خشک روٹی کا وہ ٹکڑا حضرت معین الدین چشتی علیہ رحمہ کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر باغ سے نکل کر اپنی منزل کی جانب تیزی سے چل دیئے۔

حضرت ابراہیم قندوزی کی دی ہوئی روٹی کا ٹکڑا اس قدر سخت اور خشک تھا کہ اس کا چبانا دشوار تھا۔ مگر آپ نے ایک بزرگ کا تحفہ سمجھ کر وہ روٹی کا ٹکڑا کھا لیا۔ اس ٹکڑے کا حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ حضرت معین الدین چشتی کی دنیا ہی بدل گئی۔

قارئین کرام ! ! آپ نے اپنا باغ اور چکی ضرورت مندوں کی نذر کر دی اور راہ حق کی تلاش میں نکل پڑے ! !

قارئین ! ! آپ نے جس مکرم ہستی کو اپنا پیر بنایا ان کا نام حضرت عثمان ہرونی ہے ! ! ! انہوں نے ہی آپ کو عطائے رسول کے خطاب سے نوازا ! ! ان سے ملاقات کے بعد آپ کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے ! ! ! حضرت عثمانہ ہرونی نے فرمایا جو کچھ میرے پاس تھا میں نے معین الدین کو عطا کر دیا ! !

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان ہرونی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو لے کر مکہ معظّمہ حاضر ہوئی۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد آپ نے بلند آواز میں فرمایا۔ الٰہی ! معین الدین حاضر ہے اپنے اس عاجز بندے کو شرف قبولیت عطا فرما۔ جواب میں ندائے غیبی سنائی دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ بے شک ! یہ معین الدین ہے۔

پھر مکہ معظّمہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ پھر جیسے ہی سرورِ کائنات ﷺ کی قربت حاصل ہوئی حضرت عثمان ہرونی نے خواجہ معین الدین چشتی کو حکم دیا۔ معین الدین ! آ قائے کائنات ﷺ کے حضور سلام پیش کرو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے گداز قلب کے ساتھ لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ السلام علیکم یا سید المرسلین۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے سنا۔ روضہ رسول ﷺ سے جواب آیا۔ وعلیکم السلام یا سلطان الہند۔

قارئین ! !آپ کی ریاضت و مجاہدہ ،زہد و تقویٰ نہایت بلند تھا آپ لگاتار سات سات دن کے روزے رکھتے ،پوری پوری رات نمازوں میں مشغول رہتے غرض یہ کہ کوئی بھی وقت آپ کا عبادت سے خالی نہ تھا ! !آپ ان ولی اللہ میں سے ایک ہیں جنھوں نے بنفس نفیس غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ سے ملاقات کی ! !

قارئین کرام ! ! ! آپ کا امت مصطفیٰ ﷺ پر بہت بڑا احسان ہے آپ نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر چلہ کیا اور پھر ہندوستان تشریف لے گئے وہاں آپ نے راجہ پرتھوی اس کے حامیوں ،جادوگروں کے ظلم میں مبتلا لوگوں کی جان چھڑائی اور شہاب الدین غوری کے ذریعے راج پرتھوی کو نیست و نابود فرمایا ! ! !

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز نے جب ہندوستان میں قدم رکھا تو وہاں مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ تھا مگر جب آپ نے 6 رجب المرجب 632 ھ میں وصال فرمایا تو نوے لاکھ کلمہ گو ہندوستان میں موجود تھے ،آپ کے جنازے میں لاکھوں افراد شریک ہوئے اور آج اجمیر شریف میں آپ کی آخری آرام گاہ غریبوں دردمندوں، بے یارومددگار اور بے سرا لوگوں کیلئے فیوض وبرکات کا منبع بنی ہوئی، ہے ! ! جہاں سے ہر لمحے ،ہرپل جھولیاں بھرتی ہیں ،واقعی قارئین ! ! ! آپ غریب نواز ہیں ! ! !

وہ آج تک نوازتا ہی چلا جارہا ہے اپنے لطف و کرم سے مجھے
بس اک بار کہا تھا میں نے یا اللہ مجھ پر رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے